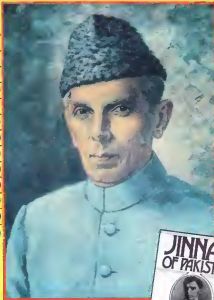


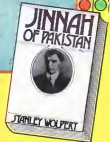
بین الاقوامی شہرت یافتہ مصنف
سینے والپرٹ کی معرکہ آرا تصنیف

قومی ڈائجسٹ



جناح آف پاکستان

مکمل کردہ و ترجمہ — پہلی بار



قیمت ۲۵ روپے
۳۳۰ صفحات



قائد کی یاد

ہم قائد اعظمؒ محمد علی جناح کی ۴۳ ویں برسی اس عالم میں منا رہے ہیں کہ پاکستانی سیاست و ملت کی نذر ہو چکی ہے۔ اہل اقتدار اور اہل اختیار نے پیسے کو خدا بنالیا ہے، لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے، جو جس کے ہاتھ میں آتا ہے، اٹھا کر جیب میں ڈال لیتا ہے۔ نہ کوئی کسی کو پوچھنے والا ہے، نہ جواب طلب کرنے والا اور جواب دہی کی رحمت گوارا کرنے پر بھی کوئی تیار نہیں ہے۔ قانون بے دم ہے، قاعدے اور ضابطے بے جان ہیں۔ یہ صرف بے ساموں اور بے نواؤں کے لئے ہے۔ جن کے پاس دولت یا سیاست کی طاقت ہے، قانون ان کا پالتو جانور ہے، وہ جب اشارہ کریں، یہ ٹوم ہانے لگتا ہے، اور جب پٹکڑیں توان کے بچوتے پر ہاتھ مار گزرنے لگتا ہے۔

یہ اس مملکت کا حال ہے، جسے اسلام کے نام پر بٹایا گیا تھا، اور بنانے والوں نے پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ کے نعرے لگائے تھے۔ اس مملکت کے بانی کے بارے میں دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں کہ وہ لالچ اور حرص سے بے نیاز، قانون اور ضابطے کے سخت پیرو کار تھے۔ انہوں نے جو بھی کہلایا، جائز ذرائع سے کہلایا، اور اس دُنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنی جائیداد کا بہت بڑا حصہ قومی اداروں کے لئے وقف کر دیا۔ کسی

جھوٹے سے جھوٹے ضابطے کی خلاف ورزی کا قصور تک نہ کیا۔ قانون کو طاقت سمجھا
 طاقت کو قانون بنانے کے سختی سے خلاف رہے۔

قائد کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اسلامیانِ برصغیر ان کے ایک اشارے پر جانیں
 قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ ان کے انگریزی الفاظ کو کبھے بغیر بھی کمال محبت کے
 ساتھ سنتے تھے۔ ان کی ایک انگلی اٹھتی تھی، تو لوگ دونوں ہاتھ اٹھا کر تار ہونے کا اعلان
 کر دیتے تھے۔ قائد چاہتے تو اپنے آپ کو پاکستان کا بادشاہ بنا لیتے، اپنے خاندان کے
 لئے حکومت میں دائمی حصہ طلب کر لیتے، لیکن انہوں نے حکومت، عوام کے سپرد کی، اور
 خود دے کر کہا کہ ان کے نمائندے ہی امورِ مملکت چلانے کے اہل ہیں۔ اپنی جمن کو
 مسلم لیگ کا صدور بنانے کی کوشش کو سختی سے رد کر دیا۔ لیکن اب جس بلا سے ہمارا
 پلا پڑ چکا ہے، وہ ”خاندانی جمہوریت“ ہے۔ ہر لیڈر کا بیٹا یا بیٹی وراثت میں لیڈری بھی
 حاصل کر سکتا ہے، اور پھر قوم سے وہ سلوک کرنے لگ جاتا ہے، جو آٹھ سال کا دلہا
 انہائیں سال کی دہلیس سے کر سکتا ہے۔

اب جب کہ ہم قائد کی برسی منا رہے ہیں، ان کی یاد تازہ کر رہے ہیں تو ان کی
 زندگی کے نقوش کو بھی یاد کرنا چاہئے۔ اس بار کا شمار ہم نے، قائد کی زندگی پر چھپنے
 والی ایک بے حد اہم کتاب کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اگر آنے والے صفحات پڑھ کر
 کسی دل میں بھی ”احساسِ زبیاں“ پیدا ہو جائے، اپنے ماحول کے خلاف لڑنے کا جذبہ قزاق
 ہو جائے، اور دولت مندوں کی لوٹری میں جانے والی سیاست کی بساط اٹھنے کا ولولہ تازہ پیدا
 ہو جائے، تو ہم سمجھیں گے کہ محنتِ اکارت نہیں مگی۔ قائد کی یاد کا حق کچھ تو ادا ہوگا۔

محمد رفیع



کاغذِ اعظم محمد علی جناحؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مختلف لکھنے والوں نے قلم اٹھایا ہے۔ کئی کتابیں قدر کتابیں ان کی ہمدردی، تحسین، جان کرتی ہیں۔ لیکن اس بات سے بہت کم لوگوں کو اختلاف ہے کہ شیخہ واپرٹ نے "جناح آف پاکستان" کے نام سے ایک ایسی جھوٹ اور مکمل سوانح حیات لکھ دی ہے کہ المیہ دل اور المیہ دماغ دونوں نقشِ نقشِ کرا لے گئے ہیں۔

شیخہ واپرٹ جنہی ایشیا کے امور کا ماہر ہے "اور لاس انجلس میں کیلے فورنیا یونیورسٹی میں تاریخ کا استاد۔ اُس نے تبرصیری کی سیاست پر کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں "ہندوستان کی نئی تاریخ"۔ "جنہی ایشیا میں تصادم کی جڑیں"۔ "مورے اور ہندوستان"۔ اور "راہِ ملک اور گوکھلے کے لئے نوکھلے" شامل ہیں۔ شیخہ واپرٹ کا مطالعہ بھیجوا "اور مشاہدہ مگرا ہے۔ تبرصیری کی سیاست پر اس کی نظر ایسی ہے کہ کئی غیر محلی تو کیا محلی بڑے بڑے محلی مورخ بھی اس کے سامنے نہیں ٹھہرتے۔

"جناح آف پاکستان" کا مصنف واپرٹ تبرصیری کی شخصیات کے تصادم اور سیاسی پارٹیوں کی حیثیت کو وضاحت کے ساتھ جان کرتے ہوئے اس شیخہ کے تمام مراحل کی تحریک کے بعد واضح کرتا ہے کہ کج روی اور جناح کا منہس کراؤ کس طرح قوی بلکہ بین الاقوامی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

محمد علی جناحؒ کی ذہنی اور سیاسی صافیت کو غایت دلکش انداز میں طوابعِ حسین پیش کرتے ہوئے مصنف "جناح کی بعض خصوصیات مثلاً اپنے نقطہ نظر کو کمالِ اہانت سے پیش کرنے کی خصوصیت" ذاتی کوشش سے فریقِ مخالف کو پاکستان کے قیام کا قائل کرنے کی صلاحیت اور مسلم قوم کی صحیح راہنمائی کرنے پر "افسوس وارد دی ہے۔ محمد علی جناحؒ کی زندگی کا آخری عشرہ عثمانی اور آلم سے بڑھا واپرٹ اس کا بھی پوری طرح جائزہ لیتا ہے۔

یہ کتاب پوری دنیا میں شعلہ لگا چکی ہے "اس کا اردو ترجمہ پہلی بار قوی و انجسٹ پیش کر رہا ہے۔ پاکستان کے ممتاز حرمِ آقاہادی اس خوبصورت ترجمے کے لئے مبارکباد کے مستحق ہیں۔



یکساں منفرد شخصیت

روز آفرینش سے اب تک ان محنت شخصیات کسم بدم سے صطو ہستی پر ظاہر ہوئیں "تاریخ کے صفحات پر اپنے کارناموں کے امتحان نقوش ثبت کئے اور نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ اگر ہم صرف زمانہ جدید کی تاریخ کا سرسری جائزہ لیں تو ہمیں ایسے اولوالعزم انسانوں کی ایک طویل فہرست ملتی ہے جن کے عظیم الشان کارناموں سے اقوام عالم کی یہ کائنات روشن و مزین ہے۔ تاہم ایسے افراد کے نام اٹھایا جائے گا جنہوں نے دنیا کے مختلف گوشوں سے اقوام عالم کا رخ موڑ دیا۔ پھر ایسی ہستیاں تو بہت سی تھوڑی ہیں جنہوں نے اپنے عزم بالجزم سے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ اگر ایک قدم اور آگے بڑھا کر ایسے افراد کی جستجو کریں۔ جنہوں نے اپنی مضبوط قوت ارادی اور اعلیٰ قوت فیصلہ کے بل پر ایک قوی ریاست قائم کر کے دنیا سے اپنی قیادت کا لوہا منوا لیا تو ہمیں ایک اور صرف ایک نام ملتا ہے۔ یہ امرا از نقہ بانی پاکستان محمد علی جناح کے حصہ میں آیا۔ جنہوں نے بیک وقت یہ تینوں کارنامے انجام دے کر تاریخ عالم میں منفرد یکساں مقام حاصل کیا۔

"چاند اعظم" کے محبوب قلب سے پکارے جانے والے اس عظیم سیاسی رہنما اور پاکستان کے اولین گورنر جنرل کو مسلمانان ہند کے لئے ایک ہدایت کوئی وطن قائم کرنے کی کوشش میں جو پہلے مشیل کاساپانی حاصل ہوئی۔ اس میں ان کی بے پناہ قوت ارادی اور باطنی کلکتہ عزم و استحصال کا بڑا دخل تھا۔ اگرچہ انہوں نے اپنا سیاسی کیریئر کانگریس کے کارکن کی حیثیت سے شروع کیا اور وہ پہلی حالیہ جنگ کے اختتام تک ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی و پیرو تھے۔ جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ ہندو سیاستدان مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دینے پر آمادہ نہیں اور آزادی ملنے کی صورت میں وہ ہندوستان کے اقتدار پر با اثر حرکت غیرت قبضہ جانا چاہتے ہیں تو ان کی فراست و بصیرت نے انگریزوں کے اخراج ہند کے بعد ہندو کی تلخی کا بوجھ اپنے سے اٹھا کر لیا۔ انہوں نے مسلمانوں کی سیاسی تعلیم۔ مسلم لیگ کے قیام، موہا میں نئی روح پھونکی۔ ملک کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی قوم کو متحد و منظم کیا اور ایک عقلی سیاست میں پاکستان حاصل کر کے نائنکون کو شکن بنا دیا۔ دنیا کی تاریخ ہی نہیں جغرافیہ بھی بدل گیا۔ بھاری یہ کاوش محنت خدا داد پاکستان کے اس عظیم معمار اور دور جدید کی پہلے منشا و منفرد شخصیت کے دلچسپ "تجربہ انگیز اور سبق آموز واقعات زندگی کا ایک مرقع ہے۔

پہلا باب — کراچی میں پیدائش اور عہد طفولیت

کنڑمان میں چھڑی سے داخل ہونے اور باہر نکلنے والے طلباء "دکانہ اور چٹوڑ بازارز قف گورنٹ کی مجلس متفرق کے اراکین" اس آئین پیشنگ پر مشتمل نظر آتے ہیں جو وہاں کی عہدہ سے ان کے گریٹ ہال اور لندن کی لاہوری کے دروازہ پر آویں ہیں۔ وہ لوگ حضور کو کچھ کجترجرت سے کہہ سکتے ہیں "پاکستان کے بانی اور پہلے گورنر جنرل ایم اے جناح کا دلا بھلا اور غیر جسم چروان کی طرف کیوں گھور رہا ہے؟ طویل قامت، نحیف و نازک جسم چہرے پر یک چشمی جھک لگائے اور سر پر استغاثاتی ٹوپی پہنے اس پر رشتہ کے چچے لکھا ہے "پیدائش ۲۵ دسمبر ۱۸۹۶ء اور وفات ۹ ستمبر ۱۹۶۸ء"۔ جناح کی زندگی کے متعلق اس کے علاوہ اور کچھ درج فرمیں۔ نامعلوم آرٹسٹ

نے ان کے دیوانہ اراد اور نہ جھٹکنے والے جذبہ کی فکاسی کے ساتھ ساتھ لباس کے بے عیب ذوق کو اجاگر کرنے پر بھی پوری توجہ دی ہے۔ اس کے باوجود مسٹر جٹا کا چہرہ ایک معر کی مانند ہے۔ یہ سادہ وسات ہے۔ تصویر میں پوری طرح نمایاں ہوئی انھیں باخبر کو بڑا متاثر کرتی ہیں۔ مضبوطی سے بند ہوٹ ناقابل تفسیر لگتے ہیں۔ اسے دیکھ کر تو یہ یہ قیاس کر سکتا ہے کہ وہ بہت کم گوئے، لیکن انہیں آسانی سے جھٹلایا جھٹکتا رہتا ممکن نہ تھا۔ تاہم سوال یہ ہے کہ ان کے اس پورٹریٹ کو برطانوی اصول قانون کی تعلیم الشان دور میں گاہ کی مقدس دیوار پر ایسی با عزت جگہ کیوں دی گئی ہے؟

پھر کی ان بوسیدہ جیلروں کے آرہارہ ملک و کنواریہ اور ان کے اس وفد کے ارکان کے پورٹریٹ کو اٹھائے ہوئے ہیں، جو اس موقع کی یاد دلاتا ہے جب ملک سو سو نو صدوں میں گریٹ ہال اور لائبریری عوام کے لئے وقف کرنے آئی تھیں۔ ان دو انگریزوں کے پورٹریٹ ہیں جو بظاہر اس کے متعلق ہیں۔ ان میں سے ایک سر ہنری لول کا مجسمہ ہے جو ٹرانے کا پیرن (نواب کا خطاب یافتہ) خد رات عمار کی عدالت کا جج (نچر) انڈیا کورٹ کی مجلس منتظرہ کا رکن، اور ان چار افراد میں سے ایک تھا جو "کنگریس" کا نظم و نسق چلانے کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ دوسرا صاحب تصویر لارڈ آر تھراپ ہاؤس ۱۸۵۷ء میں داخلہ ہونے والے ہند کی کابینہ میں وزیر قانون رہ چکا تھا۔ اسی سال وزیر اعظم ٹھکی انڈیا ایجنسی نے ملک و کنواریہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ "ملک ہند" کا خطاب بھی اختیار کر لیں۔ دوسری طرف سنگ مرمر کے دو نیم مجسموں نے مسٹر جٹا کے پورٹریٹ کو پوں گھیر رکھا ہے جسے گھڑ سوار قانون کا دست ان کی حفاظت پر مامور ہو۔ وہ چمک نہ جھٹکنے والی آنکھ سے آگے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اس ہال میں وہ خوب بیٹھے ہیں۔ ان میں سے ایک مجسمہ لارڈ میک بائٹن کا ہے۔ جو لارڈ آف ایبلی ان آرمڈ فیزی ہونے کے علاوہ جیٹو اور فرانسیسی بھی تھا۔ دوسرے مجسمہ نے سر فرانسس ہنری گولڈ سمتھ کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔ وہ پہلا جج ورثہ جیٹو اور پارلیمنٹ کا ممبر تھا۔ تاہم یہ بات واضح ہے کہ قاضی اعظم انگریزوں میں کسی منصب پر فائز نہیں رہے تھے نہ وہ بھی برطانوی پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے نہ ہی انہیں برطانیہ کی کسی عدالت کا صدر قضی جج مقرر کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے کسی داخلہ ہونے والے کابینہ میں بھی کام نہیں کیا تھا۔

سب سے بڑا دلیل

ہاں یہ ایک قانون دہن کی حیثیت سے قاضی اعظم کی بے نظیر کامیابی کی تاریخ ایک لائفل ممبر ہی مٹی تھی۔ شاید وہ ہندوستان پر انگریزی راج کی پوری مدت کے سب سے بڑے "ستاری" یا "دور کیٹ" تھے۔ اس لئے یہ پورٹریٹ بظاہر یہ اس وسیع المیت جگہ کا متعلق ہے جو اسے دی گئی ہے۔ اس حقیقت سے تو کسی کو انکار نہیں کہ وہ اپنی زندگی کے آخری عشرہ میں برٹش ایمپائر کے ذہین ترین قانون دان تھے وہ جیٹا آئی مزم کے بانی تھے۔ انہیں برطانیہ میں جنم لینے والے اسی قدر وکیلوں سے ٹکر لینی پڑی جس قدر ہندوستانی جیٹوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ انہوں نے پاکستان کے لئے تھا وہاں سے سوچے ہوئے واکل کے بل پر سب کو شکست دی۔ ان کی ساری زندگی ایک اور صرف ایک مقصد کے حصول میں گزر گئی۔ آفریں ہے ان کی زبردست قوت استدلال پر کہ اپنا مقصد

ہیت کر انہوں نے جنوبی ایشیا کا تخت اور تاج کے دھارے کا رخ بدل دیا۔

اسلاف کی ہند میں آمد

جناح علی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی پرندہ کا "پر یا فوج کا باندہ" کے ہیں۔ یہی لفظ گڑگڑا کر گجراتی زبان میں "بھینٹا" بن گیا۔ جس سے پکا محسوس ہوا کہ اس کا تعلق اہلی ہندوستانی سائنس کے اعتبار سے ہماچل اور اس قبیل کے متعلق ہے۔ چنانچہ ہری پور کے ساتھ جناح کا لفظ اب ان کے نام کا جزو لا ینفک جگہ نشاندہ بن گیا ہے اور اکثر و بیشتر اہل علم ان کے اصل نام پر اس خانہ اہلی قبیل کو ترجیح دیتے ہیں۔ مسٹر جناح ایک شیعہ مسلمان خواجہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ یہ خوب اسلامی کھلاتے ہیں اور آغا خان کے پیرو ہیں۔ ان کے "باؤاچہ لودھوی" سے سو گیارہ صدی عیسوی کے درمیان کے پر آشوب حالات سے گواہ کہ ہندوستان کے مغربی علاقوں اور دیگر خطوں میں پہنچے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ قائد اعظم کے اسلاف نے کس زمانے میں امرتسار سے ترک سکونت کر کے ہندوستان کو اپنا مسکن بنایا؟ اس کی قطعی تاریخ معلوم نہیں۔ تاہم اسلامی فرقوں میں ایک جمہور تاسا فرقہ اور خود ہندوستان میں معمولی مذہبی اہمیت ہونے کے باوجود جنوبی ایشیا کے خوہوں نے اپنا یہ اگادہ شخص اور خاندانی نشاندہ برقرار رکھا۔ شاید یہی چیز مسٹر جناح کی "مکرم تہذیبی" اور "اخلاقی کامیابی" جس کا ان کے گھرانے کے حوالے سے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ دیکھا کہ تہذیب و تمدن اقوام کی طرف خوب سے بہتر کے بارے میں افکار و نظریات سے جلد مانوس ہو جاتے والے اور انہیں ماحول میں پڑی آسانی سے دھج جاتے والے لوگ ہیں۔ اصول نے اسلامی سمارت اور اعلیٰ درجہ کی ذہانت کو خوب ترقی دی ہے۔ جس کی بدولت خوب سرمایہ کما تے اور قابل رشک زندگی گزارتے ہیں۔ مسافرا کا گڑھی کا پتلا خانہ ان "خوہوں" سے گہری مماثلت رکھتا تھا۔ قائد اعظم کے والدین کی جائے سکونت سے محض تیس میل کے فاصلے پر شمال کی طرف ریاست راجستھان میں رہتا تھا۔ گجرات، پاکستان اور بھارت۔ دونوں کے بابائے قوم ایک ہی مادری زبان گجراتی بولتے تھے۔ اگرچہ اس زبان نے ان کے ذہن اور ذہن کو اتفاق کو قریب لانے میں کوئی مدد نہیں کی۔

والدین

قائد اعظم کے والد جناح پر بھائی (تاریخ پیدائش ۱۸۵۰ء) نے جو تین بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اپنی ہی برادری کی ایک خوب صورت "دخترہ" "محمی بائی" کے ساتھ شادی کی تھی۔ وہ جو لڑکی کے دنوں میں سندھ کی تھی سے پہچانی ہوئی بندہ گاہ کراچی منتقل ہو گئے۔ ۱۸۶۸ء میں سرسبز کی تحصیل کے بعد کراچی نے برطانیہ سے ہندوستان کی قریب ترین جدید بندہ گاہ کے طور پر خوب ترقی پائی۔ ساڈھ گھنٹوں سے اس کا فاصلہ صرف ۵۴۸ فٹری کوں تھا جو بمبئی سے نسبتاً دو سو میل کم تھا۔ ان دنوں اس کی آبادی چار سو ہزار نفوس پر مشتمل تھی جو آج کی "اسی" کوئے ڈاکہ آبادی کے مقابلے میں بہت سی تھوڑی تھی۔ بہر حال جناح بھائی پر بھائی محمی بائی جیسے من چلے تو ان اس شہر کے تہذیبی مرکز میں جو لیاری ندی کے دونوں طرف دور تک پھیلا ہوا تھا "گرہہ در گرہہ" آکر بسنے لگے۔ جناح بھائی نے تین خطوط پر بیٹھن (اٹھ دوبارہ حقیر کر کے قوی یا نگار اور جانب گہری ٹھیکے دے دی گئی ہے)

کی دوسری منزل پر ایک کمرہ کرایہ پر لیا۔ یہ پیشکش نہ نیم روڈ کی کاغذی ماہیت میں واقع ہے، جہاں اب بھی کپاس کی کاغذوں سے لادے ہوئے اونٹوں کے شور میں کان چڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔

اصل تاریخ پیدائش

محمد علی جناح نے اسی مکان میں ۱۸۷۶ء کی دہائی کے دوران کسی وقت ملحقہ بانی کے وطن سے جنم لیا۔ وہ اپنے سات، بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ ۱۸۷۶ء سے لگی کراچی میں سوشلی کی طرف سے پیدائش و اسوات کے سرچشمت ہادی نہیں کئے جاتے تھے۔ اگرچہ قائد اعظم نے ۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کے اپنے صحیح تاریخ پیدائش ہونے پر اصرار کیا ہے اور اسی تاریخ کو سرکاری طور پر ان کا عہد نامہ پیدائش منایا جاتا ہے۔ تاہم اس کے درست ہونے میں شک کی گنجائش موجود ہے۔ وہ لیسٹ و مشیت میں ہندوؤں کے ہم پلہ مسلمانوں میں تاریخ پیدائش کو عام طور سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ ہندو طم نجوم کے غلطوں کے تحت چچ کی پیدائش کا دن ہی نہیں وقت بھی نوٹ کرنے میں بڑے غلط تھے۔ مسلمان بچوں کے والدین سکول میں داخلہ سے پہلے ان کی تاریخ پیدائش کا ریکارڈ نہیں دیکھتے تھے۔ چنانچہ ایسے سکول کے خطوط کردہ ریکارڈ میں ”جہاں مسٹر جناح کو پہلی بار داخل کرایا گیا“ ان کی تاریخ پیدائش ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء درج ہے۔

پیدائش کے وقت وہ بہت چھوٹے اور کمزور تھے۔ ان کی والدہ شادو جان ڈار بہن فاطمہ جناح کا بیان ہے کہ ان کی کمزوری نے ہمیں پریشان کر دیا کہ ان کا وزن ٹاول بچوں کے وزن سے بھی بڑا تھا۔ ان کی ۱۰: ۱۰ برس تھی جب ان کی تعلیم کے لئے ایک پرائیویٹ ٹیوٹری خدمات حاصل کی گئیں۔ تاکہ اس وقت وہ چھ ماہ بعد چھٹی کھینٹا سکھایا جائے۔ لیکن بچے نے پڑھائی کی طرف سے عدم دلچسپی اور حساب سے آتی حقیقت ”فرت“ ۱۰ اعتماد کیا۔ وہ ٹیوٹرز کے آنے سے پہلے ہی گھر سے نکل جاتا تھا۔ گھر پر نئی ٹیوٹرز کا پڑھانا ظاہر کرتا ہے کہ ان دونوں جناح پر گھبراہٹ کا رد ہوا، خاصی ترقی پر تھا۔ بہت سی توف کے بعد دس ہی برسوں میں ان کی تجارت کی صلاحیت دیکھی ہو کر وہ تین روپے تک پہنچ گئی تھی۔ وہ ہر قسم کی پیدائشی جسم شمول مدنی ”کون گھاسیں“ نکل کے چچ اور نندہ شریہ کر رہے تھے۔ جبکہ در آمدی اشیاء میں ناچسپ کا یا ہوا گیزا ”وحیات کا سامان اور چینی منگاتے تھے۔ ان کے کاروبار میں کسی گنا اضافہ ہو گیا اور ہر ایک وقت ایسا بھی آیا جب وہ اپنے گاہکوں کے لئے ”بنکار“ اور لوحار دینے والے ”ساہوکار“ بن گئے۔

بہتینی کا پہلا سفر

اواخر ۱۸۸۷ء میں جناح پر گھبراہٹ کی انکوائری بہن ”من بلی“ جن کے شوہر جی بھائی بھٹی ہیں، کامیاب تاجر تھے، اپنے بھائی سے ملنے کراچی آئیں۔ چھوٹے جناح کو اپنی بھو بھٹی کی طرف ”زندہ دلی و طرش مزاجی بہت پسند آئی اور وہ جلد ہی ان سے ملاؤں ہو گیا۔ دوسری طرف انہیں بھی اپنے ہوشیار و بصورت اور ہوشیار بھتیجے سے محبت ہو گئی۔ فاطمہ جناح کا کہنا ہے کہ وہ انہیں ہر دراستہ جنوں ”بھوتوں کے اڑنے والے قابیل اور پرچوں کی عجیب و

بھی نہ تھی۔ لیکن کسی استاد کے ابتدائی منصوبہ کے تحت اور اس کی ہدایت کے مطابق نہیں، محض اپنی خواہش اور شوق سے۔ پھر وہی عمر میں بھی مسز جناح کسی کے دعب دلب میں نہیں آتے تھے۔ انہیں کنٹرول کرنا آسان بات نہ تھی۔ بلکہ اس بچہ کو لارنس روڈ کے کرائسٹن مشن ہائی سکول میں بھجوا کر کے قریب تھا، داخل کرا دیا گیا۔ والدین کو توقع تھی کہ شاید یہاں اس کے بے تاب ذہن کے لئے زیادہ موافق ماحول میسر آجائے گا۔ لیکن اس سکول میں بھی اس کی پڑھائی کی مدت چند ماہ سے زیادہ نہیں رہی۔ لہذا اس سکول کا ایک اہم دور یہ تھا کہ وہ ۵ مئی ۱۹۱۵ء میں سائیکل کا سب سے چار سو اڑھائی میں دلچسپی لینے اور اس پر غیر معمولی توجہ دینے لگا۔

۱۹۱۵ء میں جناح پہنچا کی تجارت اسے مزید پہنچ گئی کہ انہوں نے کسی ۳۰ مئی اور طرہ صورت "گلیاں" خرید لیں۔ ان کی فرم کا ایک مصروف برطانوی ایجنسی "ڈگلس گراہم اینڈ کمپنی" کے ساتھ کمرہ اشتراک تھا جس کا جنرل منیجر سرفراز رک کرافٹ تھا، اسے کمپنی کی جنرل منیجر لابی کے ساتھ درافت میں ملی تھی۔ افسوس ہے کہ اس سلسلے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔ کرافٹ اس وقت ۳۲ سال کا بھروسہ پھیل بھریا گھوڑا تھا جس کے کونٹ کے کالج میں ہر مچ چکے گھائی رنگ کا بھول لگا ہوا تھا۔ وہ ایک کوشٹ نہیں اور طبعی مزاج شخص تھا۔ بچوں سے اسے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ تاہم اپنے پردوس میں آباد نئے جناح سے پیار کرتا تھا۔ جناح نے انہیں سے ہی کسی بھول کے بجائے ایک چشمی عینک کو ہینڈ کیا جو اصل بابہ کے انگریزی نمونوں میں سے ایک نمونہ تھا اور ناکا جوڈف جیمز لین سے متاثر ہو کر اپنایا تھا۔ سر کرافٹ جناح کی صلاحیتوں کی بابت جی اچھی رائے رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے تجویز کیا کہ اس نوجوان کو لندن بھیج دیا جائے "جہاں اسے میرے دفتر میں کام سکھایا جائے گا۔ جناح پہنچانے اپنے دوست کی اس فیاضانہ پیشکش کو بخوشی قبول کرتے ہوئے اپنے لخت ہجر کو لندن بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔ روانگی کے وقت سر کرافٹ نے ایک سفارشی رشتہ دیا، جس نے مسز جناح کو کوشٹ گھائی سے نکل کر برطانیہ کی شاہی شہریت کے اس وسیع دائرہ میں پہنچا دیا، جس تک برطانوی ہندوستان کے بہت کم نوجوانوں کو میسر تھی۔ ظاہر ہے کراچی مسز جناح کے کیریئر کی ابتداء کے لئے سمجھی سے کہیں بہتر ثابت ہوا کیونکہ وہاں جناح کی طرح (بڑا دل نہیں تو) بیگنوں اور پھولوں کے موزوں تھے۔ جن کے والدین چاہتے تھے کہ کرافٹ جیسے صاحب لوگوں سے سفارشی واقفہ حاصل کر کے ان کے بہتر مستقبل کو یقینی بنائیں، جبکہ کراچی میں صرف ایک ہی جناح تھا۔

پہلی شادی

جب ماں کو اپنے بیٹے کے نئے سڑی منصوبہ کا پتہ چلا تو اس نے اس پر دگرگام کے خلاف بہت شور مچایا۔ وہ اسے پھر بھی کے ساتھ سمجھتی سمجھتی ہو گئی تھی "اب لندن کا ہم سن کر اس کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ اتنا کہا سزاؤں بھی تھا اور بھر دانیوں دو سال بعد اس کے لئے یہ سب کچھ خارج از مکان، نا ممکن اور ناقابلِ ملاحظہ تھا۔ شاید اس کے دماغ میں اسے تیار کیا تھا کہ فوراً نظر انداز کیا تو دوبارہ صورت دیکھتی نصیب نہیں ہوئی۔ وہ جی جتنے تک اسوہ جاتی، شور مچاتی اور، ستانی دہلی دہلی دی، "جب کوئی شہزادی نہ ہوگی تو اس نے اپنا شادی جینے کی ضد اور بہت دھرمی کے مقابلے میں بار بار لی۔ وہ اپنے خواہمورت اور غیر شادی شدہ جوان بیٹے کو لندن بھیجنا ضروراک سمجھتی تھی۔ اسے یہ دہم تھا کہ کوئی انگریز لڑکی یا نیم اسکالرشپ بیکر کو اپنے دہم الفت کا امیر بنا

لے گی جو جناح پر نما خانہ ان کے لئے بہت بڑا سا تھوڑا ہو گا۔ اس لئے ولایت جانے سے پہلے اس کی شادی کر دی جائے تو میں اسے خوشی جانے کی اجازت دے دوں گی۔ نور انہوں نے پہلے تو اس کی اس آخری شریک پر احتجاج کیا۔ لیکن جب اس نے محسوس کر لیا کہ یہ بات میں کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہے تو سعاد احمد نے اپنے کی طرح سر تسلیم خم کر دیا۔ اس نے پانچویں گاؤں کی خوب برادری میں چودہ سال کی ایک خوبصورت لڑکی ”ایمی ہائی“ کے والدین سے بات چیت کی اور معاملہ جلد ہی طے پا گیا۔ منجلی اور شادی کے جملہ امور والدین اور رشتہ کرانے والوں نے خود طے کئے۔ مسٹر جناح کے مشورہ یا رائے کو کوئی دخل حاصل نہ تھا۔ ایسا ہی چند سال پہنچو نور میں گاندھی کے والدین نے کیا تھا۔ انیسویں صدی میں لڑکے اور لڑکیوں کی ۳۳ سے ۳۵ برس تک کی عمر میں شادی کر دینے کا عام رواج تھا اور والدین سے اس معاملے میں شادی مشورہ کیا جاتا تھا۔

فاطمہ جناح کی روایت ہے: ”مسٹر جناح اس وقت سولہ سال کے تھے۔ انہوں نے اپنی دہلی کو بائبل نہیں دیکھا تھا۔ سرے پائس تک چھوٹوں کے باروں میں لہے ہوئے وہ اپنے دادا کے گھر سے بارہات کا جلوس لے کر اپنی سرسرا گئے تو عجیب سے لگ رہے تھے۔ وہاں ایک چودہ سالہ لڑکی چھٹی پر شاگ پہنے والدین بی بی جمینی تھیں۔ اس کے چند اور بچہ دیکھنے میں بہت خوبصورت لگتے تھے۔ ہاتھوں میں مندی چھترے پر سنہری پتیوں اور منجلی خوشبو لے اسے واقعی حسین اور پرکشش بنا دیا تھا۔“ جناح اپنی مراد بارہادہ دہلی کے دادے میں کیا محسوس کر رہے تھے؟ شاید ان کے پاس ایسی باتوں کے لئے وقت ہی نہ تھا۔ شادی کے صرف چند دن بعد وہ اپنی رفیقہ حیات کے سفر زندگی سے نکل گئے اور دوبارہ نہیں ملے۔ ان کی دہلی واپس سے بہت پہلے میں اور بڑی دونوں بہنیں بھی تھیں۔

لندن میں آمد

جنوری ۱۹۰۳ء میں وہ انگلینڈ روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں نہ کوئی مالیاتی کٹھن تھا نہ خدام۔ بہت ایک بڑا خاصہ انگریز ان کی ذہانت و حاضر جوابی سے متاثر ہو کر دوست بن گیا اور انہیں اپنا چٹا بنا لیا۔ مار سٹریٹ میں اترتے وقت وہ اس سمجھ بوجھ پر نور ان کو لندن میں اپنی قیام گاہ کا پتہ دے گیا۔ اگلے چار سالوں کے دوران وہ جب بھی ہندوستان سے لندن آتا مسٹر جناح کو بڑے غور سے اپنے ہاں جاتا اور ان کی دعوت کر کے ساڑھ بیس کی ہڈر گاہ پر اترنے کے بعد مسٹر جناح کشتی کے ذریعہ وکٹوریہ اسٹیشن اور پھر اپنی منزل مقصود پر پہنچے۔ انہوں نے بعد میں بتایا کہ کئی مہینے تک انگریز لکھے عجیب سا لکھا لگا اور بڑا عجیبی باؤل محسوس ہوا۔ میں وہاں کسی ذاتی غم کو نہیں جانتا تھا۔ لندن کی دھند، گرمی اور شہر کے سڑکیوں نے الگ ناک میں دم کر دیا۔ گرامر کالج کے دفتر میں وہ ایک چھوٹے سے پرانے ایک پرچہ جانتے ان کے چاروں طرف کتابت کے درجن ٹکڑے ہوتے۔ ان کا کام یہ تھا کہ ان رجسٹر میں سے رقوم منسلک کر کے چھاپا جلت معطوم کریں۔ بھابھ یہ ایک مشکل اور ان کی طبیعت کے خلاف کام تھا کیونکہ ریاضی کے ساتھ انہیں بھی لگاؤ نہیں رہا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے ہر سہ ماہی کے ساتھ سے اپنا فرض ادا کیا۔ انجینیئر کا دفتر لندن کی قریبی نیڈل سٹریٹ کے قریب واقع تھا جو گاندھی جی کے ہاں ایک آف انجینئر اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے پرانے حدود وقت سے تھوڑے سے فاصلے پر رہا ہے لیکن کے کنارے ایک پر فضا جگہ تھی۔ اس کے نزدیک ہی لیڈن ہاں سٹریٹ تھی۔ جناح اپنے پاس نہ کوئی گاڑی رکھتے تھے نہ انہیں اپنی یادداشتیں

کرنے کا شوق تھا جیسا کہ گاندھی اور سہو کرتے تھے، تاہم انہیں طور کو عظیم الشان ایماں کے لحاظ سے وطن سے
 ہزاروں میل دور، کچھ کرنے کی تحریک دینے والے صدر مقام لندن میں جا کر، جہاں ان کے شعور نے آگے کھلی
 تھی، جیتا جیت ہوئی ہوگی۔ انہوں نے اپنے ایک دوست سے ذکر کیا۔ ”میں لوہوان تھا۔ گھر سے بہت دور اکیلا
 رہتا تھا۔ گراہم کینٹی کے چند ملازمین کے علاوہ کسی سے میری شناسائی نہ تھی۔ لندن کی بے پناہ وسعت نے میری
 شناخت کی کو بہت حد تک اکیلا۔ تاہم میں نے جلد ہی وہاں کی بود و باش اختیار کر لی اور لندن کو پسند کرنے لگا۔“

جہاں پر نہانے ایک برٹش بنگ میں بیٹے کے نام کھانے میں ایک مستقل رقم خرچ کرادی تھی تاکہ وہ قریبی ممال
 تک طبیعتوں کے ساتھ لندن میں قیام کر سکے۔ اس بات کا کوئی جینی دیکارڈ دستیاب نہیں کہ کینٹنگٹن میں دس
 و سٹل روڈ پر واقع تین حوالہ سدا سے مکان میں منتقل ہونے سے پہلے جس پر ترج کل کاؤنٹی کونسل کی طرف
 سے اس عمارت کی ایک پلیٹ لگا دی گئی ہے کہ ”ہائی پاکستان محمد علی جناح نے ۱۹۰۵ء میں یہاں قیام کیا تھا۔“
 انہوں نے کتنے کتنے ہوٹلوں میں کمرے کرائے پر لئے اور کتنے مقامات پر چار ہائی کی جگہ اور ناشتہ کے انتظام پر پیسے
 خرچ کئے، اس زمانے میں یہ مکان ملحقہ عمارتوں کے بوسیدہ چاک میں بالکل نیا لگتا ہو گا۔ مسٹر جناح جس کیفیت
 میں رہتے تھے، وہ ایک وہ عورت مسز ایف ”ای“ چنچ ڈریک کی ملکیت تھا، وہ اپنی ایک جوان بیٹی کے ساتھ ’ہو
 مسٹر جناح کی ہم عمر تھی ’رہتی تھی‘ فاطمہ جناح کی یادداشتوں کے مطابق ”وہ دو بیٹیاں میرے بھائی کو پسند کرتی
 تھی۔“ اپنے مذہبات اور کرنے کی طرف سے زندگی بھر مجھ کو دینے والی فاطمہ نے مزید کہا ہے: ”تاہم وہ تقریباً
 محبت کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ وہ دو بیٹیوں اپنی پوری کوشش کے باوجود ان کی کم آہی کو ختم نہیں کر سکی۔
 بعض اوقات وہ اپنی ماں کے گھر میں غلط پارٹوں کا اہتمام کرتی تھی۔ اور وہ غلط کمپلیوں میں سے ایک خاص
 کھیل میں خود جوئے شوق سے کھیلتی تھی، ہارنے والا سزا کے طور پر جیتنے والے کو بوسہ دیتا تھا۔ انہوں نے خود کو
 اس بوسہ بازی سے بچھڑا لگ دیا۔ مسٹر جناح نے یاد کر کے مجھے بتایا کہ ایک بار کرس کے موقع پر مس چنچ
 ڈریک نے اپنی بائیس صدی گرون میں محافل کر دیں۔ چونکہ میں آکس نٹل (جوئے دن کی جہالت کا سامان) کے
 نیچے کھڑا تھا جس کی اہمیت اس وقت مجھے معلوم نہ تھی، اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس کا بوسہ ضرور لوں۔ میں
 نے اسے نرمی سے سمجھایا کہ مادے اپنے معاشرتی اصول ہیں جن میں آکس نٹل کے نیچے بوسہ لینے کی گنجائش
 نہیں۔ اس نے مجھے مجھوڑ دیا اور پھر کبھی ایسی حرکت نہیں کی۔“ اس بے ضرر سے واقعہ میں سب سے حیران کن
 بات شاید یہ ہے کہ مس فاطمہ جناح نے اس کی اتنی تفصیل جان کر کیا کیں ضروری کہا۔ کیا ہم اسے زیب
 داستان کے لئے تاریخی دیکارڈر، حاشیہ آرائی کی کوشش سمجھیں جس سے اپنے عظیم بھائی کے ایچ کو بالکل صاف
 اور بے داغ ثابت کرنا مقصود ہے؟

مغربی بود و باش

لندن میں دور وطن قیام انہوں نے اپنے ہماری بحر کم چم ”محمد علی جناح بھائی آف کراچی“ کو پھر ذکر انگریزی
 طرز پر مختصر نام ”ایم اے جناح“ کو اختیار کر لیا۔ یہ نام پہلی بار انہوں نے ایک چیک پر دھخا کرتے ہوئے
 استعمال کیا جو رائل بینک آف اسکاٹ لینڈ سے پیسے نکوانے کے لئے لکھا تھا۔ کچھ عرصہ وہ اپنا زور رنگ کاروباری

لبا خدھی کوٹ بہن کر شاپک کو جاتے رہے۔ آہستہ آہستہ اسے بھی پہننا چھوڑ دیا اور پورا مغربی لباس استعمال کرنے لگے۔ ان کا لبیا اور دھلا پتلا بدن لندن کے بہترین فیشن کی نمائندگی کے لئے انتخابی موزوں تھا۔ وہ آئینہ زندگی کو دیکھ کر انہیں کے لئے غصہ کا نمونہ بنا رہے۔ وہ اپنے سوٹ ہاتھ سے مٹا رہے اور ان کے لئے سب سے برا کراں قیمت کیڑا خریدتے۔ ان کا یہ چلن آخری دم تک برقرار رہا۔ ہر مڑکی حیثیت سے ان کے نزدیک یہ بات قابل فخر تھی کہ ایک دفعہ استعمال شدہ رنگینی مٹائی کو دوبارہ کام میں نہ لایا جائے۔ خوش پوشاکی کا انداز انہوں نے لے کر یوں کی تو ایک منفرد تھا۔ بہت کم انگریز لباس کے معاملے میں جی دلچسپی لیتے ہوں گے جتنی کہ مسٹر جٹا۔ وہ اپنے حرف گیری سے پاک اور شائستہ طور طریقوں اور خوش پوشاکی کی بدولت اس قابل بن گئے تھے کہ لندن کے پر شکوہ ممالک "عالی شان کو ٹھیکوں و رنگوں میں سے" اس میں چاہیں داخل ہو جائیں۔ انھیں ایڈن اور ڈیمک آف وہ دوسری طرح وہ بھی دیکھا بھر میں فیشن کا سہل بن گئے تھے۔ انہوں نے ان کے ہم عصر لیزہ روں میں سے فقط موٹی مال خزانہ کا مقابلہ کر سکتے تھے۔

لنگزٹران میں داخلہ

مسٹر جٹا نے گرامر سکول میں نو آموزی کا سلسلہ ختم کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ وہ فروری ۱۸۷۳ء میں لندن میں وارد ہوئے اور وہاں بعد ۵۵۰۰۰ پریل کو "لنگزٹران" میں داخلے کی درخواست دے دی۔ داخلے کے ابتدائی ٹیسٹ میں انھیں داہنی صدمہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔ لندن کی کشش نے گرامر اسکول کے قریب ایک سے جلد ہی ان کی جان چھڑادی۔ وہ ویسٹ منسٹر کے ٹرس کی طرف سے طبیعت خرابی چانسلری لین اور اولڈ ٹیمپل سے گزر کر "لنگزٹران" کے وسیع میدانوں میں داخل ہو گئے جو شدید موسمی کے باعث ان دنوں ویران پڑے تھے۔ اگرچہ کچھ عرصہ بعد وہاں رونق ہو جانے کا قوی امکان تھا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس کے پچاس سال بعد گرامر اسکول کی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے اپنے داخلے کی بات بتایا: "میں نے 'لنگزٹران' میں اس لئے داخلہ لیا کہ اس کے بڑے گیٹ پر دنیا کے بڑے قانون سازوں کے جو نام لکھے ہوئے ہیں ان میں رسول اکرمؐ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔" یہ تذکرہ سامعین کو اپنا گرویدہ بنانے کی ایک تدبیر تھی جو انھوں نے آزمائی۔ کیونکہ "لنگزٹران" کے صدر وروڈ کے پاس کسی وجہ اور ہر قانون سازوں کی کسی فرسٹ کلاس سے کوئی وجہ نہیں تھی اس وقت کوئی فرسٹ کلاس تھی۔ ہر طور پر یہ لگتا ہے کہ وہ انہوں نے ہی 'ایف' کلاس کی نشانی کو دیکھ کر انھیں ایسا خیال آیا۔ دراصل لنگزٹران کے بڑے ہال میں دنیا کے عظیم قانون سازوں کی تصویروں معلق تھیں۔ جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم کے دیگر روحانی محسنوں میں خطیر اسلام کی تصویر بھی شامل تھی۔ لندن کے کسی گائیڈ یا ایئر آف کورٹ کے کسی گارڈ نے انھیں جٹا کے سامنے رسول اکرمؐ کی تصویر کے وہاں ہونے کا ذکر کیا ہو گا۔ شاید اس سے حاشہ نہ کر

انہوں نے قانونی تعلیم کی دنگر دے رکھوں پر کھڑوں کو ترجیح دی ہو۔ ہر حال کھڑے (سنی) مسلمانوں کے نزدیک کسی نبی کی انسانی شبیہ بنانا حرام ہے۔ تصویر سازی کے مخالف اسلام کی رو سے ایسی بدعت کا ذکر پاکستان کے نو جوان سنی دیکھ کر برکتوں کو ملتا تھا۔ اس لئے وہ ان کے سامنے یہ اعتراض کیسے کر سکتے تھے کہ شروع زندگی میں رسول کریمؐ کی شبیہ نے انہیں دکھایا تھا۔ لگتا ہے انہوں نے شعوری طور پر اپنی یادداشت سے رسول کریمؐ کی شبیہ کو محو کر دیا اور اس کے بجائے ”لنگڑان“ کے صدر دروازے پر رسول اکرمؐ کے نام لکھی کا نقش ہونا یاد رکھ لیا۔

دنپائے سیاست کی رہنمائیوں اور بدھوں نے نوجوان جناح کو جلد ہی اپنی طرف کھینچ لیا۔ چنانچہ دلاور احمد کی مصالحوں کی ٹیبلری میں زیادہ سے زیادہ دیر تک بیٹھ کر پارلیمنٹ کی کارروائی سننے لگے۔ لارڈ کران کے کونسلر ایکٹ ۱۸۸۴ء پر جو گرامر بحث ہوئی ”وہ سنی۔ اسی ایکٹ نے گویا واسطہ طور پر ہی سنی برطانوی ہند کے دستور میں بلی بار انتخاب کے اصول کو متعارف کرایا۔ گویا لٹاکھد حکومت کے قیام میں یہ ایک اہم نتائج پیدا کرنے والا ایک نامدینی قدم ثابت ہوا۔ جس نے سرکاری طور پر پورے ہندوستان میں کونسل مجبوریہ قائم کرنے کی راہ ہموار کی۔ اس کے نتیجے میں خود جناح بھی مرکزی مجلس دستور ساز (لنگڑے) کے لئے بمبئی کے نمائندے کی حیثیت سے منتخب ہوئے اور پھر کئی عشروں تک نئی دہلی کی توسیع شدہ اسمبلی میں کام کرنے کا موقع ملا۔ جہاں انہوں نے اہم پارلیمانی کردار ادا کیا۔

سیاست سے لگاؤ کی ابتداء

۱۸۸۴ء میں لیبل پارٹی کی کامیابی کے سبب نے جہاں ایک طرف دلیم جمیڈ سٹون کو تیسری بار وزارت عظمیٰ پر لاٹھایا تو وہاں اسکی کے ایک پارسی دادا بھائی نورونی کو بھی پارلیمنٹ کا نمبر بنا دیا۔ دادا بھائی ہندوستان کے ایک روشن دماغ سیاست دان اور باجو تھے۔ انہوں نے ۱۸۵۵ء سے لندن اور لوہرل میں ایک فرم کھول رکھی تھی۔ ۱۸۸۴ء میں انہوں نے سٹیل فٹس بری کے حلقہ سے لیبل پارٹی کے حلقہ پر انتخاب لڑا۔ برطانیہ کے سابق وزیر اعظم لارڈ سائرس بری نے ایک موقع پر انہیں ”کالا آدمی“ کہہ دیا جو سائرس بری کی طرف سے نفلی تعصب کا بدترین اظہار تھا۔ ورنہ دنگ وروپ کے لحاظ سے دادا بھائی کسی طرح سائرس بری سے کم نہ تھے۔ اس واقعہ نے یورپ کے ہندوستانی طلبہ میں اشتعال پیدا کر دیا۔ لندن کے ہندوستانی طلبہ کالج میں سٹیل فٹس اور سی آر داس بھی شامل تھے۔ انکسٹن میں میں دن رات کام کیا اور دادا بھائی اس محرک میں سرخرو ہو گئے۔ ان کی کامیابی مجلس ۳ دونوں کے فرق سے ہوئی تھی۔ اس لئے ان کے رفقاء ”ازادہ ذائقہ انہیں“ مسزیند بھائی ”کہہ کر نکارتے تھے۔ ہندوستانی نو جوانوں کے لئے وہ ایک خزانہ بڑھے اور ہر فرقوت کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے سیاسی و صحافتی مطلق میں انہیں بجا طور پر ”بڈیزن جمیڈ سٹون“ کہا جاتا تھا۔ دادا بھائی نے ۱۸۸۶ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے ”دوسرے اجلاس کی صدارت کی۔ اس موقع پر انہوں نے پرنسپل کی گورنمنٹ میں مقابلہ کیا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ اجلاس قانون سازوں یا ملادھیں ”جب تک پارلیمنٹ بیل کر کے صواب قوانین میں فراہم نہیں کرتی“ کسی چیز کی اصلاح نہیں ہو سکتی ”پارلیمنٹ میں کوئی ایک بھی صحیح ہندوستانی نمائندہ موجود نہیں ہو گا کہ ہم اس کے ساتھ کسی مسئلہ پر عطا کی گئی کا انداز نگاہ کیا ہے۔“

”اگر دادا بھائی کا لے تھے تو میں ان سے زیادہ کاٹا تھا“ جناح نے اپنی بہن کو بتایا اور اگر انگریز سیاستدانوں کی یہی ذہنیت ہے تو میں ان سے ہرگز ذہانت و ادراک سلوک کی توقع نہیں رکھتی۔ اس روز سے میں رنگ اور نسل کی بنیاد پر لگائی جانے والی ہر قسم کی پابندیوں کا سخت مخالف ہو گیا ہوں۔ جناح نے ۱۸۸۳ء میں، دارالمصوم کی نمبر ۱ میں، دادا بھائی کی پہلی تقریر سنائی اور جذبات سے لبریز ہو گیا کہ ”مکہ عظیم پر ڈسے نے“ آزادی اعلان کرانے“ کی حمایت میں تقریروں کے پل باندھ دیے تھے جیسا کہ مسٹر جناح نے نوٹ کیا۔ ”پارلیمنٹ میں وہ انکیا بندہ ستانی تھا جو ان کی طرف سے بل کیسٹا تھا اور اپنے ہم وطنوں کے لئے انصاف کا مطالبہ کر سکتا تھا“۔ آزادی تقریر کے بغیر کوئی قوم ”مسٹر جناح نے انکی طرح کچھ لیا“ اس طرح رہ جاتی ہے جیسے اس کی نشوونما رک گئی ہو یا گلاب کے اس پودے کی طرح مر چکا ہو“۔ تھے ایسی جگہ لگایا گیا ہو ”جہاں نہ سورج کی حد فشی ہو اور نہ ہوا۔ دادا بھائی کی حوصلہ افزائی کرنے والی مثال کی بدولت جناح سیاست میں ایک معتدل قوم پرست کی حیثیت سے داخل ہوئے اور ہندوستان و انہی کے بعد جلد ہی کانگریس کے ونگ میں گئے۔

کیا مسٹر جناح نے قانون کا مطالعہ سیاسی کیریئر کی تیاری کے لئے کیا تھا؟ ۱۸۸۳ء کے موسم بہار میں اس کے ذہن میں کیسے کیسے خیالات پیدا ہوئے؟ ان کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں، ہم صرف انکا جانتے ہیں کہ وہ ابتدائی امتحان میں ضرور شامل ہوا ”ابو لہز آف کورٹ میں داخلہ کے لئے نہایت سہلہ ٹیسٹ تھا۔ اس نے وہ امتحان لائینز پر کے بغیر دیا اور ۵۰ درجہ میں ۱۸۸۳ء کو کامیاب ہو گیا“ اگر وہ تاخیر کرنا تو شاید اپنی قانونی مہم شس شب مکمل نہ کر سکتا“ کیونکہ اگلے سال سے کسی جنگلی شراکتہ کاٹ کر دی گئی تھیں اور پیشہ دارانہ قانونی سرٹیفکیٹ جاری کرنے کا عمل سب سے زیادہ قبول بنایا گیا تھا۔ یوں مسٹر جناح کا سرمایہ اس کی تعلیم مکمل ہونے سے قبل ختم ہو جاتا۔ وہ مگر سے مزید سرمایہ بھی نہیں منگا سکتا تھا۔ اس کے والد کی دولت مندی عالمی مندی کے آثار چڑھنا اور مالیاتی زلزلہ ہمارے گردوش سے منسلک تھی۔ ان دنوں ہندوستان کا چاندی کا روپیہ برطانیہ کے سری سرنگ کی نسبت زیادہ مندرے کا شمار تھا۔ ۱۸۸۳ء کے بعد تو عالمی مندی طوفان ڈال پڑی ہو گئی۔

اگرچہ جناح پوجاوارہ اسراف برداشت بھی کر لیتے یہ مشکوک ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی مدد کے لئے صلح کو مزید سرمایہ بھیج سکتے تھے یا نہیں؟ پوچھا تو ہی اس وقت بڑا غضب ناک ہو ایک اسے پتہ چلا کہ فوج ان جناح نے اس کے کاؤدار کو چھوڑنے کا سختی ادا کر لیا ہے۔ نہ ہی اس بات کا زیادہ امکان تھا کہ سر فریڈرک گرامس کے دفتر کا کوئی ذرا فرما اس ”توجہات“ دفتر سے منگوا دی جھٹکھل کرنے پر آمادہ ہو جاتا۔ چہ کہ جناح انکی طرح جانتے تھے کہ انیس اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہو جائے ”ان کا کوئی اداری ستون باقی نہیں رہ گیا تھا۔ ان کی زندگی میں یہ سب موقع نہیں تھا یہ وہ یکہ و تھا اور ایسی سخت خطرناک پوزیشن میں گھر گئے تھے ”مگر بھی وہ ہرگز نہ ڈگمگائے۔ اپنا کیریئر بدلنے کے لئے جرح کی ہی پھرتی کے ساتھ کام کرتے رہے“ اگر انیس اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی فکر کرتا یا غور کیا تھا تو اس وقت تھے۔ تو ان کا کوئی ریکارڈ نہیں ملتا۔ ۵۰ درجہ جون ۱۸۸۳ء سے انہوں نے انگلینڈ میں قانون کی پڑھائی باقاعدہ کرنا شروع کر دی۔

انگلینڈ میں بیسے عایدات خارج ہونے والوں اور پھر ڈال جانے والوں کی فرست رکھتی ہے ”میں میں خاصا دلچسپ ہوتا اور نصف سے زائد برطانوی وزیر اعلیٰ کاٹھن مارڈ کیسٹک سے لے کر اسٹیکٹنگ شامل تھے۔ برطانیہ کے وہ عظیم

قرین وزیر اعظم ایزراکلی اور جمیڈ اسٹون نے وہاں داخلہ لیا مگر دونوں میں سے کسی ایک نے بھی کورس عمل نہیں کیا۔ ۱۹۸۳ء میں جب مسٹر جناح داخل ہوئے "جان مارلے" (۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۳ء) کو پھر ۳۱ سال پہلے انگلش کی عمارت میں داخل ہوا تھا "قانونی کونسل کی مجلس انتظامیہ کا رکن منتخب کر لیا گیا۔" "ON COMPROMISE" کا مصنف "جان سٹوارٹ لی" کا سب سے اہم شاگرد جمیڈ اسٹون "انٹرنیڈ کی ہوم رول تحریک کا سیکرٹری اور لیبل پارٹی میں اس کا معاون ہو ٹیسٹ جان (بعد میں لارڈ) مارلے "جس نے سب سے اہم دور میں (۱۹۰۶ء تا ۱۹۱۰ء) بحیثیت سیکرٹری آف پلیٹ فارم لڑنا پانچ سال تک کام کیا۔ وہ بھی اس سے آگے تھا۔ برطانیہ کے لائق قرین لیبل لیڈروں میں سے مارلے "جناح کی پسندیدہ شخصیات میں سے ایک بن گیا۔ اس کی کتاب "ON COMPROMISE" اصولوں پر مبنی پرورش انداز جہاں شعلے کی طرح جناح کے دماغ میں جوست ہو گئی "جس نے ان کے تحلیل کو ایسے دلائل کے ساتھ روشن کر دیا کہ وہ اصولوں کا انتخاب کرتے وقت "سپاہی" کو سرطرت رکھنے پر اصرار کرنے لگے۔ جناح نے بعد کی زندگی میں طلبہ سے خطاب کرتے وقت مارلے کے حوالے دیتے اور انہوں نے ذاتی طور پر ان رد و اوارانہ خیالات سے وابستہ رہنے کی کوشش کی جو انہوں نے انگلز کے اس عظیم قانون دان سے اقتد کئے تھے۔

مسٹر جناح کی قانونی تعلیم زمانہ وسطی کے گڈ اپر تیس شب طرعی کار میں تھوڑے سے رد و بدل کے ساتھ مکمل ہوئی۔ مذکورہ طریق کار انگلزان کے قیام سے چلا آ رہا تھا۔ انگلزان کا پیر نام بادشاہ کے سارجنٹ آف ہاؤس "تھامس ڈی انگلز" کے نام پر چودہویں صدی کے نصف ثانی میں دکھایا تھا۔ اپنا انتظام تپ چلانے والی اس کونسل کے جلسوں کی کارروائی اور معاملات کا ریکارڈ ۱۳۲۳ء سے انگلزان کی لائبریری میں "بلنگ بکس" کے زیر عنوان محفوظ ہے "جنگ طلبہ کونسل کی تاریک چاروج اری کے اندر رہا کرتے تھے۔ داخلہ لینے والے طلبہ کی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی کہ انہیں اندر جگہ دینا ناممکن ہو گیا تو باہر کی دیوارت کو علاقائی طور پر اس طرح قائم رکھا گیا کہ پستود خشی میں داخل ہونے والے ہلہ طالب علم کم از کم تین ڈزگرٹ ہال میں کھاتے تھے اور جن کے نام باقاعدہ درج نہیں ہوتے تھے "بیساک مسٹر جناح کا موطہ تھا "وہ چھ ڈزگرٹ کھاتے تھے۔ ان کھانوں کے مجلسی اہل کو جن میں دکھاء قانون دان طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر انہیں گفتگو بحث یا سہادت میں مصروف رکھتے تھے "قانونی تربیت کا ایک اہم جزو سمجھا جاتا تھا۔ فوجی انوں کے لئے اہلی ذہانت کو بھڑکاتے اور بد رفتاری عمارت کو ترقی دینے کے لئے اپنے پیش کے چرموں کے ساتھ بحث کرنے سے بہتر اور کیا صورت ہو سکتی تھی؟ "مزید برآں یہ بیٹھ کر گفتگو کرنا "کھینچنے کا لہجہ" دو تھی یا جنلی نگریت کا مختصر ویدہ بناتا تھا۔ اگر کوئی فوجی ان اپر تیس ہو شیار اور کچھ دار و ہاتھ و دکھاء کی صحبت میں ہلہ جان لیتا کہ بہترین بات کیسے کہنی ہے اور کوئی بات ان کی ہجو ڈھٹی ہے۔

بہر طور گرٹ ہال صرف کھانے کے لئے استعمال نہیں ہوتا تھا بلکہ وہاں قانونی اور سیاسی چیلے بھی ہوتے تھے "جن میں پہلے دکھاء قانونی مسابک پر بحث کرتے تھے بعد میں طلبہ ان کی جوری کرتے ہوئے معاملات کو زیر بحث لاتے تھے۔ مسٹر جناح کی قانونی تعلیم کا بہترین حصہ دو سال اپر تیس شب کے دوران "پڑھائی کا موڈ تھا جو انہوں نے ایک چور سفر کے چیمبر میں گزارا "وہ چیمبر کے باہر ٹیبل کورٹ کی غلام گردشوں سے لے کر ہول پارن کی چٹنی ہوئی چلڑیوں تک ہر جگہ اپنے استاد کے پیش وارانہ نقش قدم پر چلتے تھے۔ تھوڑی سی مبالغہ آمیزی کے

ساتھ کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی ذہین طالب علم نہ کوہ ہاد کے ساتھ ساتھ قانون عام پر وہم بلیک سٹون کی کنٹری چڑھ لیتا تو اسے اتنی معلومات حاصل ہو جائیں کہ ان کے دل پر بار میں داخلہ لینے سے پہلے یہ آسانی فاضل امتحان میں پاس ہو جاتا۔ مسٹر جناح کی جماعت ابھی تک نوجوانوں کے اسی پرانے کتب سے غفلت رکھتی تھی جسے قانونی پیشہ کے لئے بہت ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ بشرطیکہ وہ اس پیشہ کی اصطلاحات کو سمجھ سکیں جس طرح سے لباس پہننا اور دوست برحقوں میں کھانا کھانے کا طریقہ آتا ہو۔

مجھ پر میں مطالعہ یا گریٹ ہال میں ڈنر کھانے سے جو وقت بچتا اس کا زیادہ حصہ وہ شخص میں محکم ہمارے گزارے۔ کبھی برٹش میوزیم کے ریٹنگ روم میں 'جہاں جانے کی خواہش ہر انسان کو ہوتی ہے' بیٹھ کر یاد دہانی کرتے۔ وہ سائل کا مطالعہ کرتے۔ انوار کے روز 'ہب وہ بند ہو تا تو بعض اوقات ہائیڈ پارک چلے جاتے' جہاں کھلی شخصیات کسی کی لطافت سے لطف اندوز ہوتے جو کبھی پرکھتے ہو کر کسی بھی موضوع پر اپنے دل کا اخبار نکال دیا کرتے۔ اگر اس میں بولنے کی ہمت ہوتی۔ آخرش ہوم روم میں دونوں سلگتا ہوا مسئلہ تھا۔ آخرش پارلیمانی پارٹی کے ممبر پارلیمنٹ الفریڈ دیب کو جس کی تقریریں مسٹر جناح نے ویسٹ منسٹر گیلری میں بیٹھ کر سنی تھیں ۱۹۰۷ء کے کانگریس کے بعد اس سیشن کی صدارت کے لئے چنا گیا تھا۔ 'میں قہم و احتضار سے 'وہ جہاں بھی پایا جائے' غفلت کرنا ہوں' خصوصاً اگر میری حکومت کی طرف سے اس کا اور ٹکاپ کیا جائے' یہ کہ اس صورت میں خود بھی ایک مددگار تھا۔ وہ کہتے تھے 'دیب نے کانگریس کے اجلاس کے سامعین کو تھکا دیا اور دیب تک آفریڈ کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا' انڈیا ہائی پرٹش اسپاز کی طرح نقصان اٹھاتا رہے گا۔ کہ تک پارلیمنٹ مطبوع ہو چکی ہے۔ مہلا کو لوگوں کے مسائل کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ وزراء میں آفریڈ کے سوال پر جتنی اور بھگتی رہتی ہیں۔ اہم شاہی معاملات کی وجہ سے ایسا نہیں ہو تا۔ مسٹر جناح کے لئے یہ ایک سختی تھا جس کے شعوری طور پر وہ لندن کے ان تھا ایام میں گردید۔ ہو گئے کہ ایک چھوٹی سی اکیڈمی اور اس کے مسلسل مصالحت کس طرح ایک عظیم سلطنت کو مطرغ بنا سکتے ہیں۔ انمولدے پر ملائی کردار کی جملہ کمزوریوں اور طاقتور عوامل کی جانچ پڑتال کرنا سیکھا۔ یہ تو معلوم نہیں کہ کیا انہوں نے خود بھی ہائیڈ پارک میں کھڑے ہو کر کوئی تقریر کی یا نہیں۔ بہر حال وہاں سے انہوں نے محفل دوروں کو ہی کر بیٹھ سہاڑ اور ضروریوں کو دلہنوں میں اٹھانے کی ہمت سی مفید چاہیں ضرور دیکھیں۔

وہ ہر انوار لندن میں نہیں گزارتے تھے۔ کم از کم ایک بار ضرور دوستوں کے ساتھ آکسفورڈ چلے جاتے۔ بعد میں پریس کے ساتھ اپنی پہلی جھڑپ کو جو آکسفورڈ میں سلطنت بریت میں کے دور ان ہوئی یاد کرتے ہوئے انہوں نے بتایا 'میں دوستوں کے ساتھ تھا۔ ہمیں انوار گرینوڈ میں کے ایک بھوم نے گھیر لیا۔ ہم نے ساتھ کی گلی میں ایک قتل گاہ کی کنڑی دیکھی۔ ہم ایک دوسرے کو سڑک کے ساتھ ساتھ پیچھے اور پیچھے رہے۔ یہاں تک کہ گرفتار کر کے پریس اسٹیشن پہنچا دیئے گئے اور ایک تھپہ کے ساتھ رہائی مل میں آئی۔' یہ پہلا موقع تھا جب قانون کی غیر معمولی طور پر پابندی کرنے والے اس متحدہ ستانی کو عداوت میں بند کیا گیا۔ یہ ایک اور نمایاں فرق ہے جو اسے شہر اور گھر میں تیرہ دوسرے ہمت سے قوم پرست لیڈروں سے ممتاز کرتا ہے 'جنہوں نے ساٹھ سال پر ملائی شکل کی کوٹھنوں میں گزارا ہے۔

سٹیج سے دلچسپی

لندن میں قیام کے دوران قیصر ان جہاں جھیل کو بہت زیادہ پسند کرنے لگا۔ اس کی فحش آمیزش اس نے بعد میں اعتراض کیا، پرانے سٹیج پر روم کا کمرہ لہوا کرنے کی تھی۔ اس نے اداکار بننے کے بارے میں کب سے خواب دیکھا شروع کیا؟ یہ واضح نہیں ہے۔ بظاہر یہ مرحلہ قانون کی تعلیم سے شروع ہونے کے بعد ہی پیش آیا۔ شاید ابتدا میں قانون نے اسے پور کیا یا شاید دکھاء کی کارکردگی دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا۔ انگریزوں سے بڑے دکھاء اپنی لہواکاری سے سامعین کو مسحور کر دیتے تھے۔ اس سٹیج نے سٹیج کی طرف جانے کے شوق کو سمیٹ لیا۔ سر جلیب کوئی عارضی تحریک یا گزرا ہوا خیال نہیں تھا بلکہ ایسا معاشرتی تھا جو زندگی کے آخری برسوں تک قائم رہا۔ فاطمہ جہاں کا بیان ہے کہ "انتہائی مصروف سیاسی زندگی کے دنوں میں بھی جب وہ حکماء اور راجہ کے گھر کو قانونی مشورے سے شیکسپیر کا مطالعہ کرتا۔ اس کی توانا کو بخیر یاد ہوئی۔" بعد وقت ساتھ رہنے والی ایک ہنسی نیک بعد میں کہتا ہے کہ "میں ان کے سب سے بڑے سارے کے طور پر ساتھ رہی اور جنہوں نے اس کی ڈرامائی جہاں اور حکماء انہوں میں نہ دوسری طرف پھیر کر بات کرنے کا انداز دیکھا تھا" خواہ وہ جنوں کے ساتھ ہوتی یا چوری کے ساتھ "ان کا تجربہ انگریز ہوتا کہ وہ پیدا ہونے والا کار ہے۔ سر جلیب اس کے بہت سے سیاسی خطوط نے یہ یاد کر کے زندگی قلمی کی کہ مسٹر جہاں "بھلی لہواکاری کر رہا ہے۔" حالانکہ وہ اپنے دل میں اس انتہائی سلیبہ ہوتا تھا۔ سر جون ۱۸۸۵ء کو مسٹر جہاں نے ۱۸ سالہ بڑا ایک چمک لکھا جس کے ذریعے پارلیمنٹ میں داخلہ کے خط واپس لے لیا۔ اس نے اپنے باپ کے ان خطوط کو نظر انداز کر دیا۔ جن میں بدعت کی گئی تھی کہ جہاں سے بگڑتے ہوئے کاروبار کو سنبھال دینے کے لئے فوراً گھر آ جاؤ۔ اس نے ہار کے تمام اخراجات پہلے ہی لہوا کر دیے تاکہ اس رقم میں سے کسی دوسری مد میں خرچ کرنے پر تیار نہ ہونا پڑے۔ مسٹر جہاں ایک کے ہاں اور اس قیام انصاف دہانہ اور کراہے مکان اور کھانے کا نصف خرچ دینا پڑتا تھا۔ پیر کے معاملہ میں وہ بہت فاطمہ تھا۔ لندن کے ابتدائی برسوں میں اسے کثرت شعاری کی جو عادت پڑ گئی تھی "وہ ہمیشہ قائم رہی۔ اس نے اس رقم میں سے بھی جو ابتدا میں دلوں نے دی تھی، لندن جیسے شہر کے وسط میں رہتے ہوئے ان دنوں دوسرے زمین پر سب سے زیادہ ترقیب دینے والا مقام تھا، پانچ سے زیادہ کی رقم میں ابتدا کر لی۔ اگرچہ وہ لندن میں رہنے اور اداکار بننے کے خواب دیکھتا رہتا تھا۔

تھیمبر سے وابستگی

"دیکھنے کے بعد کچھ دوست مجھے تھیمبر بھیج دیں کئی کے خیر کے پاس لے گئے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں اسٹیج پر جا کر تھیمبر کے بعض افراد پر محمول۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کی دیکھ اور وہ بہت محظوظ ہوئے اور نونا مجھے کام کرنے کی دیکھ کی۔ میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی اور میں نے اپنے والدین کو خط لکھا کہ میری کامیابی کتنے دکھائی دے گی۔ میں نے انہیں بتایا کہ قانون بہت زیادہ وقت لینے والا پیشہ ہے جس میں کامیابی غیر یقینی ہے بلکہ اسٹیج پر اداکاری بہت ہی سہجہ ہے اور اس میں مجھے ایسا اتنا دل گیا ہے اور یہ کہ اب میں خود تکمیل ہو جاؤں گا اور دو تین تھیمبر کے معاملہ میں انہیں بالکل ٹھیک نہیں کہیں گے۔ میرے والد نے جواب میں طویل مدت

بلکہ سمجھا جس میں میری تجویز کو سختی سے رد کر دیا۔ تب میں نے عراسلے میں ایک خط لکھا تھا جس نے مجھے بہت حد تک اذیت دی اور اپنے فیصلے میں تبدیلی کرنے پر مجبور کر دیا۔ "اب خدا ان سے دعا کرتی کہ وہ" میں اپنے تجربے کے پاس کیا اور اسے وہ لوگ اظہار میں بتا دیا کہ آج سے بعد میں وہ اپنی کرتے ہوئی اور وہ نہیں دیکھا۔ وہ بڑا عرصہ ہوا۔ اس نے مجھے کام جاری رکھنے پر آمادہ کرنے کی ہمت نہ کر سکی تھی۔ تاہم میرا ارادہ اعلیٰ تھا۔ میں نے جس معاہدہ پر دستخط کیے تھے اس کی شرائط کے مطابق مجھے کام بہتر کرنے کے لئے عین کام چاہی تو نہیں دیا تھا۔ لیکن وہ اظہار تھا اس لئے فیصلہ کن انداز میں دیا۔ "لیکھ ہے جب تمہیں اس خط سے کوئی ٹکاؤ نہیں تو تمہاری خواہش کے برعکس تمہیں کیوں رکھا جائے۔"

دستخط شدہ معاہدہ ظاہر کرتا ہے کہ لندن کے اسٹیج اور اداکاری سے مسرت تھان کی وہ اعلیٰ سختی پختہ تھی۔ ظاہر ہے اس کا اولین اعتبار تھا۔ باپ کے "طویل خط" میں ایسی دلچسپی سے باز رہے کہ زور دیا گیا تھا جس نے انہیں ایک اہم معاملہ میں اپنا ذہن بدلتے پر مجبور کر دیا۔ لیکن وہ آخری موقع تھا جب انہوں نے اپنا فیصلہ بدلنا۔ خدا ان سے بددلت کے اقوام نے ان کے ضمیر کو بری طرح سمجھوڑا۔ ان کا دل دھیمی ہو گیا۔ لگتا ہے اسی خط کے ذریعے انہیں اپنی شقیں میں کامیاب سے اٹھ جانے کی خبر ملی۔ لیکن یہ شریک مباحث کے دلچسپانہ مشق کی اظہار بھی اسی سے ملی ہو گیا کہ جس کام کا آغاز کرنے پر انہیں بہت زیادہ خوشی ہوئی تھی اور اس میں کامیابی کے لئے وہ دلچسپی سے دعا کرنے کی انتہا کی تھی اسے آسانی سے چھوڑنا ممکن نہ تھا۔ یہ صرف باپ کے اس خط کا اثر ہو سکتا تھا جو ہر اناک خبروں، نصیحتوں اور بدایات سے پر تھا۔ اس عراسلے کے معاہدہ سے انہیں کتنا حیرت ہو گیا تھا ان میں اس کے تمام کے آخری جتنے جس سے کیف عالم اور بددلتی میں گزرے اس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

وکالت کی سند

ہر مئی ۱۸۹۶ء کو مسٹر جناح نے انگلستان کی مجلس انتظامیہ سے وکالت کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی استدعا کی تاکہ اس "تعوذ" کو دیکھا کر وہ برطانوی ہند کی کسی بھی عدالت میں بطور وکیل پیش ہو سکیں۔ اب وہ وطن لوٹنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ تاہم کراچی جانے پر آمادہ نہیں تھے۔ کراچی میں اب ان کے لئے کوئی کشش باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ لندن سے روانگی سے کئی روز پہلے ہی ۱۸۹۶ء کو انہوں نے اپنے کماؤ کی باقی ماندہ رقم پینسل بنک آف انڈیا لیمنڈ بکنج میں اپنے نام سے کھلے گئے نئے کماؤ میں منتقل کر دی۔ اگلے دن وہ اپنی بیوی اور کزن کے ذریعے براہ راست کراچی پہنچی اور وہاں ہو گئے جہاں مستقل طور پر رہنا چاہتے تھے۔ باپ کے خط نے انہیں تمام تر دھرموں کے باوجود لندن کے چال میں چھپنے سے بچا لیا تھا۔ تاہم انڈیا کی تقسیم سے کم کسی چیز پر وہ کراچی جانے پر آمادہ نہیں ہوئے اور وہ بھی مختصر سے دور (اگست ۱۸۹۷ء تا ستمبر ۱۸۹۸ء) کے لئے "عمرے" سے چٹوڑیک کی قوم کی قبر کے لئے کراچی میں میم رہے۔

دوسرا باب۔ بمبئی — وکالت اور آغاز سیاست

۳۰ اگست ۱۸۹۶ء کو مسٹر جناح کا نام بمبئی ۵ سرٹیفکیٹ ہائیکورٹ میں دینا کر یا گیا۔ یہ قابل ذکر واقعہ اس

کے ایک دس سال بعد وقوع پذیر ہوا۔ جب کراچی کا ایک سماجی لڑکا قانون کے اس دکتوریائی عمل کے قریب سے گزرا تھا۔ اس نے لندن میں طرح طرح کے جو تجربات حاصل کئے تھے اور عقیدہ وطن واپسی کے دوران جو ذلم گئے تھے انہوں نے ان تجربات کو مزید بہتر کر کے اسے صحیح معنوں میں قبولی بنا دیا۔ وہ اس کی شفقت اور بیرونی کی محبت سے محروم ہو چکا تھا۔ کراچی کے ساتھ اس کے مضبوط ترین رشتے کل جراثیمی کے ذریعے قطعی طور پر ختم ہو چکے تھے۔ ایم اے جٹان اسکوائر نے اگلے چند ماہ جی ماہ سی اور تکلیف میں گزارے اور پھر اپنی زندگی طرف دواں دواں ہو گیا۔

بھٹی کے لئے اور مسٹر جٹان کے لئے ذاتی طور پر شروع ملاقات کا زمانہ تھا۔ جٹان سے کلنی وار بلیک (طالعون) ۱۹۹۹ء کے موسم غولان میں دور آمد ہو کر بھٹی کی مصروف ترین بندرگاہ میں کھیل بھلی تھی۔ تھوڑی دیر کا جس سے چند مشرقی کے دور میں ہندوستان کے لاکھوں انسان لغت اہل بنے 'بھٹی' پہ نا اور اسے آباد کے ہندوئی بازاروں اور تہذیبی والے شہروں میں کم از کم اس وقت تک بڑا دور رہا 'بھٹی' تک کہ ۱۹۹۸ء میں اختراع پندرہ فاکٹر ڈیو 'ایم' پا کھن نے بلیک کا نیلے ایکوا میں کیا۔ مسٹر جٹان کی منگائی 'سٹرائی' پر اتنی غیر معمولی توجہ کہ وہ دن میں کئی بار اپنے ہاتھ لٹل کر دھرتے تھے شاید پا کھن کی ایکوا سے پہلے دور میں شروع ہوئی جس پر زمانے میں مسابین پانی اور مکان میں سفیدی کرانے کو اس دہا کا ترقیاتی سمجھا جاتا تھا۔ صاف حشرے اور بے ادب لہاس نڈرائی ذاتی صحت کا خصوصی خیال اور کم آہیری کے حلقی عمر بھران کے دماغ پر جو خفا سوار رہا اس میں تیرائی کی کوئی بات نہیں 'وہ اس دور میں ہواؤں کے زور اور منگائی کے ناقص انتظام 'بھٹی' کی مرطوب گرمی 'تھوڑی سی کو اور پیش فطرت کے پس منظر میں درست ہی لگتا ہے۔ کچھ عرصے بعد انہوں نے چینی دواؤں پر واقع اپلو ہوئی میں ایک اچھا سا کمرہ کرائے پر لے لیا جو ہائیکورٹ کے سمت ہی نزدیک تھا۔ یہاں ان کے سمت سے ایام دوسرے دکھا دی کارکردگی کا عذاب اور اپنے پہلے موکل کے انتقاد میں بسر ہوئے۔

پریذیڈنسی مجسٹریٹ

حقیقت یہ ہے کہ مسٹر جٹان کی وکالت کے پہلے تین برسوں کے حلقی کچھ بھی معلوم نہیں۔ بہر حال ۱۹۰۰ء کا سال ان کے لئے خوشیوں اور اسمگلر کا بیٹام لایا۔ اس سال ان کے ایک انتخابی "دوست" نے ان کے پیشہ ورانہ رنگاؤ کو وقعت کی نظر سے دیکھا۔ یہی وہ دوست تھا جس نے اس کا حادف بھٹی کے قائم مقام ایف ڈی کیت ہنزل جان مولو اور تھو بیکٹرس سے کرا دیا۔ آخر لڈوکر نے مسٹر جٹان کے بارے میں فوری طور پر اعداد پتہ دی گئی کہتے ہوئے اسے اپنے دفتر میں کام کرنے کی دعوت دی۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی پیشکش تھی جو بیکٹرس کی طرف سے "کسی ہندوستانی" کو کی گئی۔ یہ بات مسٹر جٹان کے انتخابی دھار دوسٹوں میں سے ایک سر جی ہائیڈ (۱۸۷۹ء تا ۱۹۵۹ء) نے اپنی یادداشتوں میں لکھی ہے۔ بیکٹرس کا اصرار اور ادوار اور مسٹر جٹان کے لئے اس کی ابتدائی جدوجہد کے نازک دور میں جس سے وہ گزر رہا تھا امید کی کرن ثابت ہوئی۔ بے شک اس کی پورہ بھی من بائی "اس کے علاوہ جو بھائی اور حلقہ احباب نے معاشرتی طور پر اس کی اداری اور انگیزانوں سے

کامیاب ہو کر آئے ہ اسے خود ہی معاونت فراہم کی مگر سیکٹرز میں نے جنرل کے قانونی کیریئر کے لئے وہی کچھ کیا جو کرافٹ نے اس کی زندگی کے لئے کیا تھا۔ سیکٹرز میں کام کرنے کی بنا پر جنرل کو ان معلومات تک رسد پہلے رسائی ہو جاتی تھی جو کورٹ کی نیم تاریک گھم گدھوں میں سے گزر کر کئی دن بعد دوسرے دکھاء تک پہنچتی تھیں۔ سیکٹرز میں کے باقیات کام کرتے ہوئے چند ماہ گزرے تھے جب اسے پتہ چل گیا کہ بجٹی کے چار مجلسوں میں ایک کی جگہ خالی ہونے والی ہے۔ یہ قیمتی اطلاع موصول ہونے پر اس کا ذہن فوراً حرکت میں آیا۔۔۔ ایڈووکیٹ جنرل کے دفتر میں "کھڑکی سے باہر بھاگتے ہوئے کورنگار پیچھے ہوئے" اس نے گہست سے گزرتی ہوئی ایک وکٹوریہ گاڑی دیکھی۔ وہ باہر کی طرف دوڑا اور اس میں سوار ہو کر سر چارلس لولی وینٹ کے دفتر میں پہنچ گیا۔ سر چارلس ان دنوں صوبائی حکومت بجٹی کے قانونی مہر تھے۔ انہوں نے سیکٹرز کے خوب صورت 'ہر قسم فوجیوں معاون کو انکا حشر کرنے والا پایا کہ اسے "عارضی" پیڈل فی ٹی مجلسوں کے طور پر کام کرنے کے لئے جنم لیا۔

سٹریٹجی نے چھ ماہ تک اس منصب پر خدمات انجام دیں اور ہر قسم کے چھوٹے موٹے فوجداری مقدمات کی سماعت کی جن میں بھروسے سے تعلق رکھنے والے وکیلوں اور مسلمانوں کا حضور بھی تھا جو انہی بھجروں میں چھپا کر دیکھنے کے باوجود پکڑے گئے تھے۔ ٹکٹ کے بغیر سفر کرنے والے مسافروں کے خلاف حکم دینے کی افکار نے اور قیمتی ملاحوں کے خلاف الزامات کو انہوں نے بندرگاہ میں نظر انداز جہازوں پر کام کرنے سے انکار کر دیا ہے جیسے مقدمات قابل ذکر ہیں۔ سٹریٹجی نے ایک ریاستہ اور ذرا رنج کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ تاہم اس نے محسوس کیا کہ بار کے مقابلہ میں چھوٹے دروازے کشش کے بہت کم امکانات رکھتا ہے۔ کیا یہ برائی کی خراب پسندی تھی جس نے وکالت کو اس کے لئے زیادہ دلچسپ بنا دیا تھا یا زیادہ ترغیب بخش مصلحت کی دکھائی؟ بلاشبہ بڑے وکیلوں کے جبر میں شہرت اور دولت دونوں آتی ہیں اور جنرل ان دونوں کے خواہش مند تھے۔ اس لئے جب ۱۹۹۱ء میں سر چارلس نے انہیں ریٹائر میں ایک مستقل جگہ کی پیشکش کی جس کی ابتدائی پندرہ سو روپے ماہوار تنخواہ ان دنوں جی سی مستقل بھی جاتی تھی تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے سفارت کر لی: "میں جلد ہی اس قابل ہو جاؤں گا کہ پندرہ سو روپے روزانہ کما سکوں"۔ چنانچہ انہوں نے بہت تھوڑے دنوں میں ایسا کر دکھایا۔

کامیابی قدم چومتی ہے

ایڈورڈ ہیشم (۱۹۰۹ تا ۱۹۸۰ء) کے دور حکومت نے "بہو اتفاق سے بیسویں صدی کی ابتداء کے ساتھ ہی شروع ہوا" سٹریٹجی کو ان کے پسندیدہ کیریئر میں مقبولی سے استوار پایا۔ وہ خاصی بڑھ چکے تھے چنانچہ انہوں نے ایک نیا دفتر کرائے پر لیا اور اس بار بار کور پر کشش جمیر کی کمرائش و ذرا نقل میں کوئی کسر افغان نہ رکھی۔ جنرل بھائی پر بھائی صحت کا درد میں مبتلا آجائے کے ساتھ ہی غراب ہو گئی تھی اس لئے وہ اپنے بیٹے بچوں کو لے کر کراچی سے پہنچی آگئے۔ وہاں کماجک کے طوطے ملائے میں ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لے کر رہتے گئے۔ ایسا لگتا ہے کہ درمیانی زمانے میں سٹریٹجی اپنے باپ کی زیادہ خدمت میں کر سکے۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۳ء میں جنرل

بھائی بھتی کے رتھ گھیری ساحل پہ قتل ہو گئے 'جہاں انہوں نے زندگی کے آخری ایام تھکائی اور کسمپرسی کے عالم میں گزارے۔ سات بہن بھائیوں میں سے جناح نے انجیلی فاطمہ کے ساتھ قرعہ اور پائیدار قتل قائم کیا جس نے بھائی کی گرفتار مدد کی بدولت جلد راکھونڈ سکول میں دو رنگ طالبہ کی حیثیت سے داخلہ لے لیا تھا۔ ان دنوں ہندوستان بھر میں مٹھن اسکول پر انگریز اور کانوی تعلیم کے بہترین مراکز تھے۔ شاندار ابتدائی تعلیم کی بنا پر فاطمہ کو محنت پر نوردہ نئی جیسے انتہائی سخت مقابلے والے تعلیمی ادارہ میں داخلہ مل گیا 'جہاں انہوں نے انجیل سکول میں انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔

جناح اقوام کے اقوام اپنی پیادری بہن سے ملنے جاتے۔ اسے تعلیمی میں خواہر بھتی کے اور مرد کی سرکراتے ' ہر بھائی کی طرح اس کا بھی پسندیدہ مشغلہ تھا۔ بھائی کی طرح لہذا اور چہرے اجسم وضع قطع میں وہ ہر سو سطر جناح کی دھنسل تصویر تھتی ۔ اسی کی طرح شرفاقت ' بلند پیشانی ' نگاہ کی جذباں اسی طرح ابھری ہوئیں ' اسی طرح چھوڑا ہوا ہڈی ہڈی اور گھری انکھیں ' اور بال جو ابتدا میں بڑے گرم اور کالے سیاہ تھے ' بعد میں سردی سے بالکل سفید ہو گئے تھے۔

نذیب نے جناح کی زندگی میں بھی بھی اہم کردار ادا نہیں کیا ' اگرچہ اس کی سیاسی اہمیت اپنی جگہ تھی۔ انہوں نے آغا خان کی سات لہاسوں کو راستے دہلی خوجہ پر اداری سے ہر وقت کے سرٹے میں ترک قتل کر لیا تھا اور بارہ لہاسوں کے چورنگار اٹا فٹری فرقہ میں شامل ہو گئے ' جو کسی زورہ امام کے قاتل نہیں۔ بھتی میں جناح کے پسندیدہ دوستوں میں سے ایک جنس ہر الدین طیب کی مسلمانوں میں سے ہر گنگہ روت کے چھلے ج اور کانگرس کے تیسرے صدر ' اٹا فٹری تھے ' طیب کی ' جناح کی طرح سیکولر لہل بدولت پند تھے ' جنہوں نے نہ اس کانگرس کے اجلاس میں صدر رتی خطبہ دینے کو کہا : "میں یہ بات سمجھنے سے قضا کا سرہوں کہ مسلمان دوستوں کو دوسری لہاسوں اور مذہبوں سے قتل نہ رکھنے والے ہم وطنوں کے ساتھ سب کی بھائی کے لئے شائد جانتا ہوں کام نہیں کر سکتے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے جس پر ہم بھتی پر پڑنے لگی ہیں ہمیشہ سے عمل پیرا ہیں "۔ جناح کے دوسرے قریب ترین دوست پارسی ہندو اور عیسائی تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اپنے مذہب کے ساتھ آغا مجید نصیر تھا ' جتنا انگریز کی قانون اور ہندوستانی قوم پرستی پر یقین رکھتا تھا۔

علی گڑھ تحریک

برطانوی ہند کی ایک بڑی تعالیٰ تہادی کے انکڑ ہند اسلام کے چورنگار تھے ' اپنا مرکز دہلی پر ست (سنی) تھے جو قرآن اور سنت نبوی کو اپنے صحیح دوزمو طرز عمل کے دہ اہم مانگتے سمجھتے تھے ' سید احمد علی کے بدولت ہند چور تھے ' نہ کانگرس کے اس دہائی کو کہ وہ ہندوستان کی قومی تحریک ہے ' آئینی جدوجہد سے دور کرتے تھے ' جنسی شدت وہ عوام کے مصحوم من ادا ہونے کے قائل تھے۔ ۱۸۷۵ء میں یعنی کانگرس کے قیام سے ۱۵ سال پہلے ' سر سید نے ' علی گڑھ ہر دہلی سے قریب ۸۰ میل کے فاصلے پر جنوب مشرق میں واقع ہے ' اپنے اثر آفریں مہزون اننگہ اور نیکل لاج کی بنیاد رکھی ' جسے آکسورڈ کے رہائشی اور نوردہ لکالی لہاسوں نے پر چلایا کیا۔ یہاں متحول مسلمان گھرانوں کے بچوں کو عربی سائنس ' فلسفہ اور اخلاقیات کے علاوہ برطانوی سامراج اور اسلام دونوں سے

وفا داری کا درس دیا جاتا تھا۔

جہاں کرکٹ کے میدانوں اور مطالعہ گاہوں کے کمروں میں وہ نسل پرستان چڑھی جس نے بعد میں مسلم لیگ کی تشکیل و تعمیر میں نمایاں حصہ لیا۔ سر سید کو ۱۸۵۷ء میں شاہ انگلستان کی طرف سے "پائٹ" کا خطاب دیا گیا۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی برٹش ایمپائر کی خدمت میں گزاری۔ دلاکسر رائے نے انہیں امپیریل ریویسٹر کو نسل میں نامزد کیا۔ سر سید نے اس منصب پر پلٹ فارم سے ۱۸۸۵ء میں سادہ اور غیر مقلد اصول انتخاب رائے کرنے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان جیسے ملک کے سیاسی نظام میں 'جہاں ذات پات کے امتیازات زوروں پر ہیں' جہاں مختلف نسلوں کو ایک نہیں بنایا جا سکتا، جہاں مذہبی اختلافات شک و شبہ پر آمیز ہیں، ایسا اصول کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ایک مشرے بعد انہوں نے کانفرنس کے اعتراض و مقاصد کو بدو بخ اور زمانہ حال کے حقائق سے بے خبری پر مبنی قرار دیتے ہوئے بتایا اور کہا کہ وہ اس بات کو مد نظر نہیں رکھتے کہ ہندوستان میں بہت سی قومیں آباد ہیں۔ انہوں نے پہلے ہی فرض کر لیا کہ مسلمانوں کے ساتھ عربوں، ایرانیوں اور کشمیریوں کی طرح یکساں معاملہ کیا جا سکتا ہے اور وہ سب ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا یہ دو قومی نظریہ کی ہدیہ دہر میں پہلی رقم ریزی تھی جو آگے چل کر تحریک پاکستان کی نظریاتی اساس بنی۔

وکالت کے میدان میں نمایاں کردار

بمبئی کا ہجرتی ایم۔ اے۔ جناح ایسے انکار و خیالات سے بھی اسی طرح انگھٹ اور کوسوں دور رہا جس طرح وہ ایسے استدلال کا قائل نہیں تھا کہ یہ ۱۸۸۳ء تک جب سر سید احمد خاں نے پہلی بار ہندوؤں اور مسلمانوں کو دو الگ الگ قومیں قرار دیا، وہ تمدن میں قیام پذیر تھا۔ ان دونوں وہ قانون کو بڑھنے، گھٹنے اور اس کی تعبیر و تفسیر کرنے میں شریک تھا۔ قانون ہی اس کا لوز و صفا چھوڑا تھا۔ اگرچہ ایک وکیل کے طور پر اس کی منفرد کامیابی میں اداکارانہ صلاحیتوں کا کوئی دخل نہ تھا۔ حقیقت میں "مسٹر جناح وہی بگھڑے جو بگھڑے قدرت نے انہیں بنایا تھا۔"

بمبئی ہائی کورٹ میں پریکٹس کرنے والے ان کے ایک ساتھی کا کہنا ہے: "وہ ایک عظیم قانون دان تھے، قدرت نے انہیں پھل مٹھائی تھی، وہ اپنے گرو ویش کا مشاہدہ کر سکتے تھے۔ ہمیں ان کی صلاحیتیں پر دی طرح ابھار کر دیں۔ وہ انتہائی صاف ستھرے خیالات رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے ولاکس کا رخ وطن کی آزادی کی طرف بھرنے دیا۔ ایسے ولاکس جن کا انتخاب انہوں نے سوچ بچار کے بعد کیا تھا۔ وہ انہیں بہت آہستہ آہستہ لفظ کر کے ادا کرتے تھے۔" ایک اور ہم عصر رقم طراز ہے: "جب وہ عدالت میں کھڑے ہوتے، ڈیڑھ دو میٹر بے نی طرف دیکھتے جاتے، اپنی یف ہنٹی منگ گائے وقت کا نکالیاں دیکھتے جیسے آپ کسی عداوت سے اس کی ترویج کر سکتے ہیں، وہ سب سے طاقتور بن گئے۔ ہاں ہاں، ان کے بارے میں یہی لفظ سوڈاں ہے سب سے طاقتور۔" ہر اٹھ آٹھ کا کہنا ہے: "وہ کمرہ عدالت پر ہلاد کر رہتے تھے، سر بالکل سیدھا رکھتے جو بدترین حالات میں بھی پر سکون رہتا۔ وہ ہم میں سے بڑا کم ترین وکیل تھے۔" جناح کے سب سے زیادہ مشہور قانونی شاگرد ایم۔ سی چھاگ نے ہندوستان کے پہلے مسلمان جو بمبئی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بنے، بتایا: "ان کا مقصد جیٹ کرنے کا انداز

اور انگریزوں سے کسی طرح کم نہیں ہوا تھا۔

سیاسیات میں جناح کی پسندیدہ شخصیات میں دادا بھائی نوروتی اور پارسی برادری کے ایک اور ذہین و فطین لیڈر سرفیروز شاہ مشق شامل تھے۔ مشق کے تجربہ میں انہوں نے درسیاتی عرصے میں کچھ دیر کام کیا تھا۔ مشق نے ۱۸۸۵ء میں کانگریس سیشن کے صدر کی حیثیت سے تقرر کرتے ہوئے زور دیا کہ ہندوستان کی قومی تعمیر کے عمل میں تمام اقلیتوں کو اپنا اپنا کردار ادا کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ انہوں نے کہا تھا: ”میرے نزدیک ایک پارسی اپنے اس وطن سے جس نے اسے ہم دیا، جتنی زیادہ محبت کرتا ہے، وہ اتنی ہی بہتر اور فطرس تر ہے، جتنا کوئی ہندو یا مسلمان بحیثیت ہندو یا مسلمان زیادہ بہتر اور فطرس تر ہے۔“ انہوں نے اس بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا: ”کیا یہ تصور کرنا ممکن ہے کہ دادا بھائی نوروتی مثال کے طور پر جیسے کہ وہ سچے پارسی ہیں، ایک ہندوستانی کے علاوہ کچھ اور ہیں؟ کیا کسی کو شک ہو گا؟ اگر میں ایک اور مثال پیش کروں، یہ کہ سر سید احمد خاں اس وقت زیادہ عظیم اور زیادہ عالی مرتبہ تھے جب انہوں نے اپنی جملہ خدمات اور توانائیاں اور صلاحیتیں بلا امتیاز سب ہندوستانیوں کی بھائی کے لئے وقف کر دی تھیں یا اس وقت جب وہ آخر میں خود غرضی اور ملیزم کی کے مسلک کا پرچار کرنے لگے تھے؟“۔

مشق ہندوستان کے پہلے پارسی وکیل تھے جنہوں نے ۱۸۶۸ء میں کنجڑان سے سرکاری جاس کی اور بمبئی میں شیل کار پر مشق میں ۳۶ برس تک کام کیا اور چار مرتبہ اس کے صدر بنے۔ وہ ایک خوش وضع، چاکانہ شان رکھنے والے اور گرم مزاج وکیل تھے جنہیں بمبئی کا ”بے تاج بادشاہ“ کہا جاتا تھا۔ وہ جناح کے ابتدائی زمانہ و کامت میں دادا بھائی نوروتی سے زیادہ کریمینٹی کا نمونہ تھے۔ ۱۸۹۰ء میں انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین ”غرضی رفاہیت“ کو توجہ دینے اور اصلاحات کو لانے کے ایک سوزوں حربے سے تعمیر کیا۔ لہذا ان جناح بھی انہی خطوط پر سوچتے تھے۔

کانگریس میں شمولیت

کانگریس کے جس پہلے سیشن میں جناح نے شرکت کی، وہ اس کا چھواں سالانہ اجلاس تھا اور دسمبر ۱۹۰۳ء میں بمبئی کے مقام پر منعقد ہوا۔ سرفیروز شاہ مشق مجلس استقبالیہ کے صدر تھے۔ انہوں نے اپنے غیر مقصدی کلمات میں دو سرخری کالوں کے صدارتی خطبہ سے بھی طویل تھے، کانگریس کے اندر اپنی عظیم حیثیت اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور اسلوب کا اظہار کیا۔ انکسار نے ہندو لارڈ کرزن کی اس مہیاانہ نصیحت کا جواب دیتے ہوئے کہا: ”میرے خیال میں ہندوستان کی جماعت سیاست میں غلط فہم نہیں کی جا سکتی۔“ مشق نے سوال کیا: ”یہ انگلیں اور گروہ کیسے ہندوستان کی کیسے پارسی ہو سکتی ہیں؟“ جب تک ہمیں سیاست کے میدان میں ایک معمولی اور اعتدال پر جی کرنا بھی اہم کر کے کی اجازت نہ دی جائے۔“

برطانوی ہند کی ”فطرت اور غیرت دار وجود کو کسی“ کے ہوتے ہوئے یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا۔ مشق نے دلائل و بات کے اس قول سے کہ: ”پوری وجود کو کسی معیار کے لحاظ سے ہمہ کثرت اور مقدار کے نقطہ نظر سے غیر معمولی خاصیتوں پر عمل کرانے کا رجحان رکھتی ہے۔“ مکمل انکال اور اس کی تائید کی۔ آخر میں اس نے تہج و پیش کی کہ

آئندہ سال بھیجی سے ان کے دو سفراء بھیجن کو کانگریس کے مندوبین کی حیثیت سے لندن بھیجا جائے جو سیاسی ممبرین کی اس پیش گوئی کو کامیابی سے دیکھ کر کہنے میں مدد دے سکیں کہ ویسٹ منسٹر اور وائنٹ ہال میں ایس پارٹی کی حکومت ہوگی۔ اس قدر اہم کام کے لئے ہمت نے جن دو مافیوں کا انتخاب کیا ان میں سے ایک گرہیل کرشن کو کھیلے اور دوسرے مسٹر جٹن تھے۔ گو کھیلے کو اگلے سال کانگریس کے سالانہ اجلاس کی صدارت کرنی تھی۔ ان کا انتخاب ہر ایک کو موزوں اور حسب حال محسوس ہوا لیکن مسٹر جٹن سے ابھی تک کانگریس کے زیادہ تر مندوبین نا آشنا تھے۔ علاوہ ازیں اس وفد پر لکھے والے اعتراضات صحیح کرنے کی بہت بہت سے سوال اٹھائے گئے۔ اگلے سال تو یہ وہ یہ وفد نہیں بھیجا گیا تاہم آئندہ سال بعد مسٹر جٹن کو کھیلے کی معیت میں جیتا لندن گئے۔ جب ان دونوں کو ایک ہی رات گلیں میں پھنسا دیا گیا تھا۔ ۱۹۰۵ء کے اجلاس میں مسٹر جٹن کو کھیلے سے پہلی مرتبہ ملے تھے۔ تاہم اس کے بعد یہ معاملہ چھٹی دہائی اور ابتدائی پندرہی سے اسے حادثہ ہونے کے ایک بار کو کھیلے کو کھیلے دل سے نراج حسین پیش کرتے ہوئے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ سیاست میں ”مسلم کو کھیلے“ بننا چاہتے ہیں۔

کانگریسی سیاست میں مسٹر جٹن کی شمولیت بھیجی میں ان کے ترقی پذیر قانونی پسے اور معاشرتی زندگی کی ضمنی پیداوار کا ایک لازمی جزو تھا کیونکہ دادا بھائی کے ساتھ ان کا یہاں تعلق لندن میں قائم ہوا تھا۔ لارڈ کرزن کے عرصہ دور حکومت میں ہندوستان کے ان عظیم پانچ فوج افروں میں سیاسی بے چینی کے استاد کا تقویت ملی۔ نہ آزادی کے ساتھ محبت کا جذبہ پیدا کرنے والے انگریزی لڑائی کے افکار سے بہت زیادہ متاثر تھے لیکن جب وہ اپنے گرد پیش پہنچی ہوئی بے روزگاری، سیاسی غلامی اور بے لگہ رویہ کی فہمت و طاقت کو دیکھتے تھے تو کلیہ محسوس کر رہ جاتے تھے۔ ”یوپیے بھی ۱۹۰۵ء کا سال بہت سی عالمی تبدیلیوں کا سال تھا۔ جاپان نے روس کے دے دے جیکر بکری جلائے پر بھلی کی سی حرکت کے ساتھ صحیح اسی سال پائی۔ پنیز برگ کا انقلاب“ جس نے زار کو ایک ناسمجھ پارلیمنٹ (دانا) مقرر کرنے پر مجبور کر دیا“ اسی برس وقوع پذیر ہوا۔ جیتوں کی طرف سے انگریزی بل کا کئی بندہ گاہوں میں پانچاٹ اور برطانیہ کے تعلق غیر قوی انتخابات“ جنہوں نے آئندہ عشرے کے دور میں لندن میں لیبل پارٹی کی حکومت قائم ہونے کی پیش گوئی کر دی“ جیسے واقعات نے پورے برصغیر میں جوش و خروش کی زبردستی لہر دوڑادی۔ اندرونی طور پر لارڈ کرزن کے دور کا سب سے زیادہ ڈرامائی اور دور رس اثرات کا حامل تمام ہندوستان کے سب سے بڑے صوبے بنگال کی تقسیم کا فیصلہ تھا۔

تقسیم بنگال

سازمے آئندہ کرڈونے دائم آبادی کے صوبے کا انتظامی لحاظ سے کنٹرول کرنا واقعی مشکل تھا لیکن اس کی تقسیم کے لئے جو خط کھینچا گیا اس نے اس صوبے کی بنگالی بولنے والی ”قوم“ کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ ہندوؤں کی اکثریت والا مغربی علاقہ ایک طرف چلا گیا جبکہ زیادہ تر غریب مسلمانوں پر مشتمل مشرقی حصہ دوسری طرف۔ مشرقی بنگال اور آسام کو لاکر مسلم اکثریت کا ایک نیا صوبہ قائم کیا گیا جس کا دار الحکومت ڈھاکہ قرار پایا۔ مغربی بنگال میں ”جس کا مرکز کلکتہ ہی رہا۔۔۔ ہندوؤں کی برتری بدستور قائم رہی۔ تاہم اس میں بنگالی بولنے والے

مبارج اور اردو بولنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اس میں بنگالی بولنے والے ہندوؤں کی اکثریت نہ رہی۔
 نکلنے کے سرکردہ بنگالی ہندوؤں نے جو ۱۹۴۷ء سے کرزن کے زبردست نکتہ چیں تھے 'ابلی' 'بارو' وطن' کی اس
 تقسیم کو برطانیہ کی 'سزا اور حکومت نہ' کی مشہور پالیسی کا انتہائی حربہ قرار دیا۔ تقسیم کے خلاف ہندو
 مظاہروں کا سلسلہ جو نکلنے کے پچھم بازاروں اور ننگ گلیوں سے شروع ہوا۔ اس میں قومی احتجاج اور باہر سے
 آنے والے انگریزی مال کے پینکٹ کی خوفناک لہر نے بہت جلد بھیجی 'پہا' 'ہر اس اور اور' کو بھی اپنی لپیٹ میں
 لے لیا۔ لاکھوں ہندوستانی جن کا بظاہر سیاسی مطالبات سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا 'بنگلہ' کے 'ان' انتہا پسوں سے
 متاثر ہو کر 'ہر بازاروں کی تعدادیں انگریزی اسکولوں کو چھوڑ کر نکلنے کی سڑکوں پر کانگریس کا نیا قومی ترانہ "ہندے
 ماترم" (بارو وطن کو سلام) گاتے ہوئے مارچ کرتے اور حکومت کے خلاف ہر شبیلی تقریریں کر کے جذبات میں
 آگ لگا دیتے تھے 'مقبول' سے ایک دوسرے کا ہاتھ تمام کر سیاست کے میدان میں کود پڑے۔

جناح نے بنگال کی اس تقسیم کے خلاف ذاتی طور پر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا۔ حالانکہ اس دھماکہ خیز اقدام
 کے سیاسی اثرات نے نہ صرف اس کی زندگی میں انتخاب برپا کر دیا بلکہ ہندوستان کا نقشہ ہی بدل ڈالا۔ ایک
 معتدل کانگریسی دوست اور جدی حیثیت سے شاید وہ صدور کو کھلے کے اس رد عمل سے متعلق ہو گئے ہوں کہ یہ
 تقسیم "ایک خالص غلطی" ہے جو وہ نوکر شاہی نظام کی بدترین خصوصیت "رائے عام کی اطلاع تو چوہے" اعلیٰ دماغی کی
 بات اس کے جھوٹے وعدوں کو لوگوں کے مزے ترین جذبات سے بغیر نظر کا بے انتہائی کامل مظاہرہ ہے۔"

برہماں سمجھی کے ایک مسلمان کی حیثیت سے جناح ہندوستانی قوم پرستوں کے تمام زمینی گروہوں کے مابین فیم
 و فصد اور بے وفائی کے جذبات سے قریباً باطل انگ تھلک رہے جس میں بہت سے بنگالی ہندو شامل ہو گئے تھے۔
 برہماں وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انگریزوں کا سیاسی اقدام کس قدر دانشمندانہ ہے "جس سے بنگالی مسلمان کو
 نکلنے کے جاگیرداروں 'سواہ' داروں نیز ہندوؤں کی سیاسی قیادت سے چھٹکارا مل سکے اور بھونے سے پر سکون
 دھماکہ کو نکلنے 'بھینچ اور دہ اس جیسی صوبائی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے۔ تقسیم بنگال نے پورے برصغیر کے مسلم
 شعور کو بیدار کر دیا جس کی بدولت ۱۹۴۶ء میں آحاک کے ختام پر مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔

کرزن کا جانشین اورا منو بھی نواری پارٹی سے تھا۔ وہ برطانیہ کے ان عام انتخابات سے تھوڑے دن پہلے
 نکلنے وارد ہوا جس کے نتیجے میں اس کی جماعت آئندہ دس برس کے لئے لندن میں اقتدار سے محروم ہو گئی۔
 متاثر نفس طور پر لبرل پارٹی کے ٹیکرڈی تحفہ منیت برائے ہند جان مارنے نے اس ایسا کر "جس میں وہ ۱۹۴۶ء سے
 حصہ تک شریک اقتدار رہا" ٹھوٹے ٹھوٹے کرنے میں انتہائی کردار ادا کیا "جتنا خود مختار ہے۔ اس نے وائٹ ہال
 (برطانوی حکومت کا صدر دفتر) کی باگ سنبھالنے ہی انتہائی بے ضرر وجوہات کی جا پر ہندوستان میں آئینی
 اصلاحات رائج کرنے کا وعدہ لیا۔ مارلے کی کونسل نے ہر اصلاحات تجویز کیں "ظاہر ان کا مقصد ہندوستان بھر
 میں سیکولر نانکھہ حکومت کی بنیاد کو مزید دست دینا اور اس پر قائم ہست ہی پابندیوں کو ختم کرنا تھا۔ لیکن اس
 اقدام سے برطانوی ہند کے زیر تدبیر دستور میں مذہبی اختلافات کے کمرے جج ہو گئے۔

شملہ وفد

یلم اکتوبر ۱۹۴۶ء کو برطانوی ہند کے ہر صوبے اور کئی ریاستوں سے چنے گئے شریف اہل ثروت اور صاحب

وقت مسلمانوں پر مشتمل ایک وفد آتا تھاں کے زیر قیادت شمس کے دانشور ایگل لاج میں داخل ہوا۔ منو کا چونہ تھا امیر "شمس" کی کاروائی تھی جسے عرف عام میں "مسز رانی" کہا جاتا تھا۔ ٹھیک کیا رہ بیچ ہال میں داخل ہوا۔ آتا تھاں نے باری باری اپنے ساتھیوں کا دانشور اسے سے تعارف کرایا۔ اس کے بعد لاوارڈ منو نے با آواز بلند وہ سپانسر پر حاضر جھگڑے کے چارے سے چار شدہ ایک باریک بھلی پر گھسا ہوا تھا "اور اس کے ٹیکڑی ہے آواز تلپ منو کو پھلے سے موصول ہو چکا تھا۔ اس سپانسر میں یہ تفسیر شامل تھی کہ:

"مسلمان ہند نے جھٹ جڈپ وادری اور رعایا سے ساری حسن سلوک پر 'ہو ان کے عکرموں کا امتیازی دیکر رہا ہے' شکل بھوسہ کیا ہے اور اس کے نتیجہ میں اپنے مطالبات پر ایسے طریقوں سے زور دینے سے اجراز کیا ہے جو خوف و ہراس پھیلانے کا سوجھ بوجھ ہیں۔ لیکن ہم ظلموں دل سے چاہتے ہیں کہ مسلمان ہند کو آئندہ اس شاندار اور قدیم روایت سے انحراف نہیں کرنا چاہئے۔ حالیہ واقعات نے جڈپا کو بھڑکایا ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کی فوجوں نسل کو 'شو شاید بعض حالات میں اور بعض ہنگامی ضروریات کے تحت معتدل منور اور علیحدہ رہنمائی کی حد سے آسانی کے ساتھ باہر نکلتی ہے۔"

اور اس تفسیر کے پائے حضرات سے دانشور اسے یا اس کے محفل میں سے کسی پر بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ "ہمیں امید ہے کہ حضور واک ہمیں شہرہ ی میں یہ عرض کرنے پر معاف فرمائیں گے کہ یورپی طرز کے لہاکہ وادہ اعلیٰ اعلیٰ ہند کے لئے بنے ہیں۔ حقیقت میں ہماری برادری کے بہت سے صاحب فکر ممبر سوچتے ہیں کہ اگر انہیں ہندوستان کے ساحل شرقی 'نڈہ بھی اور سیاسی حالات کے مطابق کامیابی سے وادہ ہے تو احتمالی توجہ 'پیش جی اور احتیاط سے کام لینا ضروری ہو گا۔ اور یہ کہ کسی توجہ اور احتیاط کے ساتھ انہیں اپنا کیا گیا تو یہ حد ہے کہ اس سے دوسری برائیاں کے علاوہ ہمارے قومی مفادات ایک غیر ہندو اکثریت کے روم کریم پر چاڑیں گے۔"

ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے برطانوی حکمرانوں کی خدمت میں "غیر ہندو" اکثریت کے خلاف ادا کی درخواست پیش کرتے وقت "قومی مفادات" کے الفاظ پھل پار استعمل کئے گئے تھے۔ سپانسر میں سرکاری خدمات کے پرنسپل شعبہ میں زیادہ مواقع فراہم کرنے کے لئے مسلمہ توقعات کا اظہار کرتے ہوئے مزید عرض کیا گیا تھا۔ "ہم مسلمان ایک جداگانہ برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے کچھ انسانی مفادات ہیں جن میں دوسری برادریاں شریک نہیں۔ اور ان کو بظاہر اس حقیقت سے قصاص پہنچا ہے کہ انہیں معتدل لہاکہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس لئے ہم استدعا کرتے ہیں کہ حکومت براہ فہوش ہندوستان کے تمام صوبوں کی گزشتہ وادہت یزوداد کی سلازمیں مسلمانوں کیلئے ایک مناسب حد کا اہتمام کرے۔ تعلیم کے مواقع بڑھ جانے کی وجہ سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ تمام مسلم ماہرین تعلیم کی ہر تعلیمی تحریک شریک کرتے وقت یہ کو شخص دیتی ہے کہ کردار کو سمجھایا جائے اور ہم یہ سوچنے کی ہمارت لیتے ہیں کہ یہ چیز کسی شخص کو ایک ایسا گورنمنٹ ملازم بنانے کے لئے صرف ذہنی استعداد سے کیس زیادہ اہم ہے؟" آخر میں مسلمانوں کے لئے مرکزی اور صوبائی کونسلوں "پالی کورس" کے پینوں 'ہندوستانی اور اہل یزودادہ دینیوں کے اہل ان ہائے وادہ میں علیحدہ تفصیلی خصوص کر کے کی گزارش کی گئی تھی۔

منو نے اس وفد کا پتہ نہ کر سکا۔ اس نے علی گڑھ اور اس کے علاقہ کے کردار کو سراہتے ہوئے

انہیں "اپنے مذہبی عقائد میں جلتا، وفاداری اور حب الوطنی کے اصولوں میں محکم" قرار دیا۔ اس نے وفد کو اس وفاداری، سوجھ بوجھ اور مضبوط استحکام پر مبارکباد دی جس کا اعتراف پاکستان میں فراوانی سے کیا گیا تھا۔ اس نے مشرقی بنگال اور آسام کے مسلمانوں کا اس بات پر شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے تقسیم کے دوران بڑی اعتدال پسندی اور ضبط و عقل کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ انگریزوں کے ساتھ بیٹھ خضاب اور مسلموں کو مل کر رہیں گے۔ چونکہ وہ گرمی بنیاد پر استوار جیل پارٹی کے جمہوری اصولوں پر یقین نہیں رکھتا تھا اور بذات خود ایک دھت پند زمیندار تھا "اس نے اسراء کے وفد کو یقین دہانی کرائی کہ میں مشرقی بنگالوں کی سرحدی جہت اور دواغ کے باہین مشرقی دنیا کی سیاسی مشینری کا ہرگز خیر مقدم نہیں کروں گا۔

آخر میں منو نے اعلان کیا کہ "ہندوستان میں کسی ایسے طریقہ انتخاب کو شرانگیز ناگاہی تصور کیا جائے گا جس کا مقصد برصغیر کی آبادی کے اجڑائے ترکیبی میں شامل برادریوں کے عقائد و روایات سے قطع نظر منصف حق رائے دہی کو تسلیم نہ کرے۔ مسلمان برادری کو مطمئن رہنا چاہئے کہ ایک برادری کے طور پر ان کے سیاسی حقوق اور مفادات کا اس نے انتظامی ذخائر میں تحفظ کیا جائے گا جس سے ہمراہ تعلق ہے۔" وفد نے اس یقین دہانی پر اکتفا اطمینان و مسرت کے ساتھ واپس آئے کا شکریہ ادا کیا۔ دوسرے روز ٹی پارٹی میں وفد نے لمبی بحث کو یقین دلا دیا کہ اب ہم محسوس کرتے ہیں کہ واپس آئے ہمارے غیر خواہ ہیں۔

منو اور اڈلپ منو نے اسے اہم ترین کامیابی سے تعبیر کیا اور عالم آفرانہ کرنے اسی شام اپنی رقم کو تیار کر کے میرے خیال میں اس طرح ۳۰ لاکھ لوگوں کو پائی اپوزیشن کی صفوں میں شامل ہونے سے روک لیا گیا ہے۔ نکلنے کے مشورہ قوم پرست اخبار "مرتب بازار پڑکا" نے وفد اور اس کے استقبال کے بارے میں یوں تبصرہ کیا۔ "ایک ہوشیار کرنے کا معاملہ تھا جس کی مکمل منصوبہ بندی مظاہرہ مست حکام نے اپنے کرتوتوں پر پائی بھیجنے کے لئے کی تھی۔ حکام چند بائیت سادہ لوح لوگوں سے اپنے طرز عمل کی تصدیق چاہتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہندو ایسا نہیں کریں گے اس لئے انہوں نے مسلمانوں کے دھت پند طبقات سے اس کام کا آغاز کیا۔" یہ دونوں اندازے سنا کر جی جی تھے۔ جانشین وفد کے ساتھ "مسلمانوں کے لئے جو اکاؤنٹ انتخاب کا۔۔۔ جو شاہراہ پاکستان کی طرف ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے" وہ کیا کیا "اہم شرط وفد کی کو خشن کا اصل لب لباب مسلم لیگ کی تشکیل تھی جس کا قیام سال ختم ہونے سے پہلے عمل میں آگیا۔ جناح کو جو انہی دنوں آنا خان کے ادا میل فرقہ سے ملے ہوئے تھے "مسلم وفد کا ڈھاکہ میں ہونے والے مسلمانوں کے اجلاس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

مسلم لیگ کی تشکیل

نومبر میں ڈھاکہ کے نمایاں جاگیردار سلیم اللہ خان نے جنسین ان کی وسیع طاقت و جاگیر کی بنا پر "نواب" کا خطاب حاصل تھا "ملی گزہ کی محزون انجی نیشنل کانفرنس کو دعوت دی کہ وہ اپنا سالانہ اجلاس ڈھاکہ میں منعقد کریں۔ اس کے ساتھ ہی تجویز کیا گیا کہ "مسلم آل انڈیا کانفرنس" بھی اسی شہر میں ہونی چاہئے۔ وفد شرط کے دنوں میں تو "صاحب لڑائش" تھے تمام ڈھاکہ کے شاہ بارگ میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھنے کے لئے ۳۰ دسمبر

۱۹۹۶ء کو جو پہلے منعقد ہوا اس کی مجلس استقبالیہ کی تجویز مبنی انہی کے حصہ میں آئی۔ اس اجلاس نے خاموشی اور ہر سکون ڈھاکہ کو جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کی سیاست کا مرکز بنادیا جہاں ملک کے کوٹے کوٹے سے آئے ہوئے ۵۸ مسلم مصلحین کی بڑی نمائندگی سے قاضی کی گئی۔

مسلم لیگ کے پہلے صدر نواب وقار الملک حلقہ حلقہ حسین (حیدر آباد) نے اس طرف توجہ دلائی کہ "مسلمان ملک کی مجموعی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ واضح رہے کہ اگر کسی بہت بڑے کے سرے پر ہندوستان میں انگریزی حکومت نے دینی تو ملک کا اقتدار اس قوم کے ہاتھوں میں چلا جائے گا" جو ہم سے قریباً چار گنا زیادہ ہے۔ حضرات! اب ہم میں سے ہر ایک کو سوچنا چاہیے کہ اگر ہندوستان میں ایسی صورت حال پیدا ہو گئی تو ہماری پوزیشن کیا ہو گی اس وقت ہماری جان 'مال' عزت و آئندہ اور مذہب سب خطرہ میں پڑ جائیں گے۔ اس وقت بھی جبکہ ایک مضبوط انگریز انتظامیہ اپنے شیعہوں کا تحفظ کر رہی ہے، ہمیں اپنے بھائیوں کے غائبانہ ہاتھوں سے اپنے مفادات کی حفاظت کرنے میں شدید دشواریاں پیش آرہی ہیں۔ اگر تم یہ نہ کر سکتے تو ایسا وقت آسکتا ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے غلام بن جاؤ۔ اور بھائیوں کی اس خواہش کی تکمیل کو روکنے کی مسلمانوں کے پاس اس سے بڑھ کر اور کچھ کوئی تدبیر نہیں کہ وہ برطانوی حکمرانی کے بھندے سے تھے خود ہو جائیں اور اپنی جائیں اور مال اس کے تحفظ کے لئے وقف کر دیں۔"

گویا رعبت پسند اور ایسے وقاردار مسلم امراء کی جاتی ہوئی مسلم لیگ جو بڑی بے تکلفی سے اعتراف کرتے تھے کہ مجلس امن کی جاء کے لئے نہیں بلکہ خلع و جہو کے لئے بھی انگریزی حکومت کی طرف سے فراہم کردہ حفاظت مانگ رہے ہیں قوم پرستانہ انگیزوں کا اظہار کئے بغیر وہ وہی آئی۔ "ہمیں اپنی جانوں 'اپنے اسوال' اپنی عزت و آئندہ اور مذہب کا خیال ہے تو ہمیں حکومت کا وقار دینا ہو گا۔ ہماری خوشحالی ہندوستان میں برطانوی راج سے ہماری وقار دہانی کے ساتھ مشروط و محصور ہے۔" صدر مشاق حسین نے کھل کر اعتراف کیا۔ وہ نظام حیدر آباد کے ہاں طاقتور کرچکے تھے جہاں نہ سیاسی احتجاج کی اجازت تھی نہ انصاف دانے کو یہ داشت کیا جاتا تھا۔

"مجھے یہ اعلان کرنے میں کوئی باک نہیں کہ جب تک کانگریس کے رہنما انگریزی حکومت اور انگریزوں کے خلاف نفرت ختم کرنے کی یہ جھلک نمک کو شش نہیں کرتے تو جو یہ کہ اس وقت کنا جا رہا ہے اور کیا جا رہا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ سرکشی و نافرمانی عام ہو جائے گی اور مسلمان ہند سے کسا جائے گا کہ وہ اس باغیانہ جذبے کی سرکشی کے لئے مجلس ذہالی بیخ فوج کرنے کے بجائے برطانوی حکومت کے ساتھ مل کر سرخوڑ طور پر اپنا ضروری فرض ادا کریں۔"

نواب سلیم اللہ خان نے اس اجلاس میں چار قراردادیں پیش کیں، جو سب کی سب مختلف طور پر قبول کر لی گئیں جس کے نتیجے میں مسلم لیگ کی تخلیق ہوئی۔ مسلم لیگ جس کے مقدور میں مسلم ہندوستان کی سب سے بڑی سیاسی تنظیم اور چالیس سال سے بھی کم مدت میں پاکستان کے لئے تحریک کا طبردار بننا کھڑا تھا، مسلمان ہند کے سیاسی حقوق اور مفادات کے تحفظ اور ترقی نیز اپنی ضروریات اور گزارشات صوبانہ طور سے حکومت کے کوئی گزارش کرنے کے لئے وجود میں آئی تھی۔ نواب آلف ڈھاکہ نے اسے اس راستہ کا ایک موڑ قرار دیا جو سرسید احمد خان نے اس سال پچتر ہزار انگریزوں کی ذیادہ دہ کر مسلمانوں کے لئے مخصوص کیا تھا۔

آٹا خاں کو مسلم لیگ کا پہلا اعزاز ہی صدر منتخب کیا گیا اگرچہ وہ اٹھارہ کے انتخابی اجلاس میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے بعد میں لکھا کہ ”یہ بات دہم کی جد تک طر امیر قحی کہ ۱۹۶۶ء میں ہمارے جہاک ترین مخالف جناح تھے انہوں نے ہر اس کام کی اٹ کر مخالفت کی جو میں نے اور میرے دوستوں نے کیا تھا“ کیا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ معروف مسلمانوں میں سے ایسا طرز عمل اختیار کرنے والے دی ایسے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ بد اکثر انتخاب کا ہمارا اصول بھانے خود قوم کو تقسیم کر رہا ہے۔“

جناح ۱۹۶۶ء کے کانگریسی سیشن میں ۶۳ مسلمانوں اور قریباً ۱۵۵ ہندو پارٹی اور بیانی منصوبہ کے ساتھ شرکت کر چکے تھے۔ اس اجلاس کی صدارت دادا بھائی نورونی نے کی جبکہ جناح نے ان کے بیکر فرائی کے طور پر کام کیا۔ مرید سید نورونی اپنے کورور ہو چکے تھے کہ وہ خود صدارتی طلبہ نہیں پڑھ سکے تھے ضبط تحریر میں لانے میں جناح نے ہاتھ ڈالا اس نے ان کی جگہ کرکیلے نے وہ طلبہ پڑھا جس کے شروع میں متعدد سال تھے۔ ایک سال میں لیبل وزیر اعظم کیلین پیرین سے حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کرتے ہوئے کیا گیا تھا۔ ”اچھی حکومت عوام کی اپنی حکومت کا ہرگز قبول نہیں ہو سکتی۔“ اس منزل کے عملی حصول کی اہمیت طلبہ میں ”جی نیاز مدنی“ سے درخواست کی گئی تھی کہ ملازمتوں کے ہر شعبہ میں زیادہ سے زیادہ ہندوستانیوں کو مواقع دینے جائیں اگر بہت سے انگریز افسروں کو ہندوستان پر لانے کی ضرورت تھی تو یہ ہے اس کا سبب ہو سکتا۔

”اس اقدام نے ہمیں دولت روزگار اور عمل دشواری کے ذریعہ دینے کے لئے روکا ہر اہم شے سے محروم کر دیا ہے۔“ یورپین کی بھانے ہندوستانی کو مزدور میں لگا اس سارے مقابلے میں سب سے اہم ہے۔ باہمی تعاون سے تعلیم کو لوگوں میں ختمی کے ساتھ بھلا نا ضروری ہے ہر انگریز تعلیم مفت اور لازمی ہونی چاہئے۔ نیز ہر قسم کی مفت اعلیٰ تعلیم کا اہتمام کیا جائے۔ ایک طرف تعلیم دوسری طرف انتظامی امور کی عملی تربیت اتنی نڈی سے حکومت خود اختیاری کے تمام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے گی کہ بہت سے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

دادا بھائی کی تقریر جس میں مارلے کا بار بار توالہ دیا گیا تھا ”مفت“ کے مقدس لفظ کے مساوی ”سب سے بے ضرورت“ ہو کسی انسان کے اپنے کو گرم رکھ سکتی ہے۔“ کے الفاظ درج تھے۔ مسٹر جناح نے جس وقت انہیں پیش کش کانگریس کے پلیٹ فارم سے اپنی تیسویں سالگرہ منائی تو ان کے دل میں مذکورہ بالا نوعیت کی انگلیں اور خیالات موجزن تھے۔ اس تقریر میں ”تعلیم بنگال کو“ انگلینڈ کی فاش طاقت “قرار دیا گیا تھا۔ تاہم دادا بھائی امید رکھتے تھے کہ انتخاب کے ذریعے اس کی بھی کراؤ جاسکتی ہے۔ تقسیم کے بعد مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین جو جتنے ہوئے فاصلے کے بارے میں اٹھارہ خیال کرتے ہوئے انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ۔

”بلکہ مذہبوں اور طبقات کے ہندوستانوں کے مابین مضبوط سیاسی اتحاد ہونا چاہئے۔ میں اس کے لئے ہندوستان کے لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ان میں مصالحت ہے۔ قوت ہے اور کچھ ہو جائے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ اور زندگی کے تمام شعبوں میں اپنا ہاتھ حاصل کر سکیں۔ سرکاری ملازمتیں ان کا کھل ایک اپنی ضرورت ہیں۔ سرکاری ملازمتیں سب کچھ نہیں۔ ایک بار حکومت خود اختیار مل جائے تو سب کے لئے خاص طور سے ملے گی اس سے پہلے نہیں۔ اس لئے اپنی اہمیت کے لئے تمام لوگوں کا مضبوط اتحاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ انہیں اگلے ڈوبنا چاہیئے۔ ان کے بغیر تمام کوششیں بیکار و برباد۔“

خوبصورت قلمی خاک

مسٹر جناح اس کفرے کے دوران جس قدر سیاسی جلسوں میں شریک ہوئے۔ وہاں قومی اتحاد کے لئے توازن لانا پڑا۔ جس کی بنا پر انہیں ”ہندو مسلم اتحاد کا سچا سفیر“ کہا جانے لگا۔ مشہور شاعر سجاد حنی خانپڑو سے جنہیں ان کی خوش توازن کے سبب ”بلبل ہند“ کہا جاتا تھا، مسٹر جناح کی پہلی ملاقات کلکتہ کے اسی سیشن میں ہوئی۔ جب وہ ایک ابھرتے ہوئے وکیل اور مستقبل کے سیاست دان بن رہے تھے۔ خانپڑو کے بتوال وہ جذبہ حب الوطنی سے پوری طرح سرشار تھے۔ خانپڑو ان کی مسودہ کن وضع قطع اور کیا بات و صحبت و مزاح سے بہت متاثر ہو گئے۔ انہوں نے نو جوان جناح کا ایک بہت سی سمیت افروز قلمی خاک کہاں لکھیا ہے۔

”طویل حیات اور پود قار آہم انتہائی دیرپا چلا، حیات کے لحاظ سے بہت ست رفتار اور بیش پند، مگر مل جناح کی لطیف شخصیت پر غیر معمولی قوت حیات اور برداشت کا ملاحظہ آج بھی وہ چاہا ہے۔ ایک حد تک قاعدے قانون کا پابند، نازک مزاج، قد سے تنہائی پند اور چھلانگ اترنا کا باک، وہ خاموش شخصیت اور کم آواز کا ذکر ہے لیکن جو اسے جانتا ہو اس کے لئے یہ سب معنوی غائب ہیں۔ وہ ایک کمر اور سرگرم انسان، تیز دماغ کا حامل اور محنت کی طرح نرم دماغ، زندہ دل و خوش طبع اور بچے کی مانند دلکش، دانش مند کی اصل ترین سیار پر پورا اترنے والا اور باعمل انسان، اندازہ لگانے اور زندگی کو تسلیم کرنے میں ہوشیار و غیر جانبدار، اس کے باقی بقدر کی ظاہری حیات موثر طور سے شریک اور شائد اصول پرستی کو بچانے ہوئے ہے۔ جسے انسانیت کا اصل دھرم کہنا چاہئے۔“

ہندو مسلم اتحاد کے لئے مساعی

جناح کلکتہ سے ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دینے کے مشن میں کامیابی کی بہت سی توقعات لے کر لوٹے آہم چند ہم عصروں کی طرح انہیں بھی احساس ہو گیا تھا کہ سراج کی اس حیل تک پہنچنے کے لئے جسے کانگریس نے اپنا لیا ہے، ایسا اتحاد کس قدر ناگزیر ہے بلاشبہ وہ اس بات کو سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ کہ اس کے دلبرا بھائی فیروز شاہ اور گوگلے جیسے اتحاد الہ پند سر سوتوں اور دوستوں کی کانگریس کے لیڈروں کی حیثیت سے کامیابی کا واحد انحصار سیکر و دستوری قوی اٹیل پر ہے، وہ بری اقلیتی حیثیت کے ذریعے اس کا حصول ممکن نہیں۔ وہ ہر قسم کی تنگ نظری اور علاقائی تعصبات سے بالاتر ہو گئے تھے جدید لباس میں ایسا ٹیکسٹریٹن بیرونی گئے جس کے انہیں میں برک، مل اور مارلے کے بلند ترین خیالات کو نیچے رتے اور دل کو گرماتے رہتے تھے۔ کانگریس کا قومی سیاسی پلیٹ فارم اب ان کے لئے ناچار المانی انتخاب ہی کیا تھا۔ جو بھٹی کے کانگریٹ سے تنظیم تر اور زیادہ خوش دلانے والا تھا۔ لندن سے واپس آنے کے بعد دس سال کی تکفیرت میں وہ صحیحیٹا بھٹی کی شخصی حکومت کے ظاہری وارث کی حیثیت اختیار کر گئے۔ جو کانگریس کی مست رفتار سیاسی تیل کا گازی کو بانک کر آزادی کی سوجھ بھڑکین تک لے گیا۔

کانگریس کے اندر ایک اور زیادہ سرگرم آنکھانی گروپ نے 'ہنس کی قیادت میں اسٹریکٹس' کو کانپے ہائی مینڈاٹر تک اور بنگال کے آتش مزاج جیسے چند ہلال کے ہاتھ میں تھی 'بہر حال ہندوستان کی سب سے بڑی قوم پرست تنظیم پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے اصلاح پسند و زعمی مخالفوں سے ٹکرائی۔ اگرچہ کوئی لورنگ اورنگ دونوں نے پانچویں اسیسٹنٹ تعلیم حاصل کی اور قومی خدمت میں بھی ایک ساتھ کام کر چکے تھے، تاہم ان میں کئی لحاظ سے خصوصاً سیاسی حیلوں اور فلسفے کے لحاظ سے بہت اختلاف پایا جاتا تھا لوکانیہ اور اس کی نئی جماعت مارلے کی موجودہ اصلاحات پر یقین نہیں رکھتی تھی یہ لوگ کسی کام کے لئے انگریزوں کی دہریہ حکومت کے سامنے "مذلت یا گزشتات" پیش کرنے کے خلاف تھے۔ پانکاج ان کا سب سے بڑا انتخاب تھا۔ وہ پہلے مشقی کپڑے اور نئی بوتلی دوسری دکانی اشیاء پر انہیں تمام برطانوی اداروں بشمول اسکولوں، ہسپتالوں اور کونسلوں کے پانکاج پر زور دیتے تھے۔ ان کے پانکاج کی دوسری اقتصادی شش کا مقصد کئی صنعت خصوصاً سولی پکڑنے کو جسے ہاتھ سے بنا اور مشین کے ذریعے تیار کیا جاتا تھا، ترقی دینا تھا۔ انہوں نے سوراخ (حکومت خود اختیاری) کو اپنی منزل قرار دیا، لیکن جس قسم کا سوراخ وہ مانگتے تھے وہ انگریز شہریں کا وہم و گم میں نہیں، بلکہ ہندوستانوں کو عملی طور پر آزاد کرنے کا مطالبہ تھا۔ شک نے لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے کے لئے 'ہنس میں زیادہ تر ان پڑھ کسان اور شہروں کے مزدور تھے، جن علاقوں کو قبضہ بنا کر اپنی تحریک کو آگے بڑھایا وہ ہندو قوم کے مذہبی، مگر خدا اور علاقائی ریاستوں سے باخبر تھے اور عام طور سے مسلمانوں اور دیگر برادریوں سے برکشت کرتی تھیں۔ کیونکہ وہ صرف ہندو ہیروں کو خوش کرنے کے لئے استعمال کی جاتی تھیں۔ موقع پر موجود انگریز حکام نے اس امر کی ہوتی اپنی زمین کی آزاد رہانے کے لئے اندرونی ذخائر اڑائیں، یہ بیکار ثابت ہوئیں، حالانکہ قوم پرستی سے فتنے کے اس طرح کے "ڈنڈوں کے لئے گولیاں" دینے سے قہر کر رہا تھا۔ زیادہ تر لیڈروں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا گیا۔ جن میں پنجاب کے ایک سے "مہادیو کمال" بہت رانے بھی شامل تھے۔ انہیں ۱۹۰۷ء کے موسم بہار میں برقی گرفتار کیا گیا، وہ قومی ہیرو بن گئے، لیڈریت سے ڈر کر حکومت نے برقی جہاز میں سوار کر کے انہیں ہانڈلے (بھا) بھیج دیا، جی پائی پائی نے کانگریس کے لئے صدر کے لئے لالہ بہت رانے کا نام تجویز کیا، مگر فیروز شاہ اور گوکھلے دوسرے امیدوار ڈاکٹر راج بھاری کوشش کے حق میں تھے جو ٹکٹ کے ذریعہ جانی جیل سے تعلق رکھنے والے ایک مسلم تھے۔

یہ گوند ہندی جس نے کانگریس کو آٹھ دس چار تک دو گھنٹوں میں اپنے رکھا، ۱۹۰۷ء کے سورت سیشن میں دھماکہ کی شکل اختیار کر گئی۔ پہلی کے بعد کانگریس کا سینیٹا بننے والا شہر سورت اصلاح پسند قیادت کی طاقت کا سب سے مضبوط مرکز اور حکومت کی تمام قوتی دولت کا مرکز تھا۔ صرف ذرا تھوڑے یقین تھا کہ وہ سورت کے اجلاس میں اس کا کام رکھ سکیں گے۔ اور کوئی گڑبگ نہیں ہوئی۔ بہر حال انہوں نے شک اور اس کے پیروں کے جذبات کا فائدہ اٹھا لیا تھا۔ دوش بہاری کوش، جو قومی صدارتی خطبہ پڑھنے کے لئے کانگریس کے پڑاؤ سے دوسرے کی طرف چلے، شک نے چلا کر کہا۔ "پانکاج تک آؤ" اس نے لالہ بہت رانے کا نام بطور امیدوار پیش کرنے کی بہت اپنے ارادے کا اظہار پہلے ہی کر دیا تھا۔ تاہم پلیٹ فارم پر سے کسی نے اس کی بات نہ سنی۔ اس کے باوجود شک باز نہیں آیا۔ وہ خود پلیٹ فارم پر چڑھ گیا اور دوسرے کی طرف رخ کیا۔ کانگریس کے لئے وہ ان رضا کاروں نے

اسے روکا جانا آہم کو کھلے اپنے پرانے ساتھی کے دفاع میں تیزی سے آگے آگیا اور مخالفین اقدام کے طور پر
 تنگ کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ زیادہ تر مسندیں اٹھ کھڑے ہوئے اور بیچ بچے تھے اور طرح طرح کے
 اشارے کر رہے تھے۔ کئی سرگرم نے ایک اکڑا ہوا پلیٹر زور سے اسٹیج کی طرف پھینکا جو فیوڈ شاہ اور بھال کے
 سحر اور ہر دو طرح ہر دھما سریرہ راتھ بڑھتی ہو گئی۔ اس سے ہر طرف ایک الجھل مچ گئی اور غل فضا ہونے لگا۔
 مجبوراً ہم لیس کو دھمکتے کر کے شامیانہ خالی کرانا پڑا۔ کانگریس اگلے سال تک باہم بحث و گفتگو میں مصروف رہا۔
 انقلابی گروہوں میں غلی رہی۔ جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ ہندوستان کی قومی تحریک کی واحد اور جائز
 وارث وہی ہے۔

سود کی گروہ بندی کے بعد انقلابیوں کی طرف سے دہشت گردانہ سرگرمیاں اور سرکار کی طرف سے
 اندوادی کارروائیاں بہت زیادہ ہو گئیں۔ تنگ کو ۱۹۰۸ء کے موسم گرما میں گرفتار کر لیا گیا اس پر چھ ماہے شائع
 ہونے والے اس کے اپنے مستقبل عام اخبار "کیرنی" کے ادارتی کالموں میں "انسانہ تحریکیں" شائع کرنے کا
 اہرام لگایا گیا۔ تنگ نے اپنا مقدمہ لڑنے کے لئے جتھہ کو اپنا وکیل بنایا۔ جتھہ نے کمال جرات و دیباکی سے
 دہلی کی جٹھ کے نام پر سب بیکار ثابت ہوئے کیونکہ اگرچہ جتھہ کے بارے میں مقدمہ کی سماعت شروع
 ہونے سے پہلے ہی اپنا دھم بھ کر چکا تھا اگرچہ جتھہ کے دہلی سے اس کے کانوں پر جوں تک نہ رہ سکی۔ لیکن
 اس نے بحیثیت قانون دان جتھہ کی ذہانت اور قوی لہذا رہنے کی صلاحیت کا اعتراف کیا۔ کوئی عام آدمی ہو تا تو
 ایک ایسی سیاسی پارٹی کے لیڈر کا گھر اس کی جماعت کے خلاف بھی مقدمہ لڑنے سے کسی ہمانے انکار نہ کرتا۔
 لیکن جتھہ نے نہ صرف اس بازو کو سرخ پر تنگ کا ساتھ دیا بلکہ ۱۹۰۹ء میں جماعت کے ایک اور اہرام کے تحت
 چلنے والے مقدمہ میں بھی اس کی وکالت کی اور کامیاب رہے۔ پول انہوں نے ہندوؤں کے اس عظیم رجعت
 پسند رجسٹروں کو نہ صرف اپنا نمونہ انسان بنایا۔ بلکہ اس سے بہت بھری حسین و شائق بھی حاصل کی۔

مرکزی مجلس دستور سازی کی رکنیت

مجلس دستور ساز کے لئے ہارلے اور سنو کی تجویز کردہ اصلاحات میں ابتداً "واکسرانے کی توسیع شدہ" اور
 کونسل (کابینہ) میں ہر اہل طرز پر منتخب ہونے والے چار مسلمانوں کو نمائندگی دینے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ لیکن
 ۱۹۰۹ء میں جب اس بل کو قلمی شکل دی گئی تو ساتھ اور انہیں کی مرکزی مجلس دستور ساز میں مسلمانوں کے لئے چھ
 نشستیں رکھی گئیں۔ کونسل کے نصف سے زائد ممبران گریز تھے "اعلاہ ازین سنو نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ
 مسلمانوں میں سے کم از کم دو اضافی ممبر اپنی مرضی سے مقرر کر دے گا۔ اگر انہیں مخصوص طبقہ ہائے دیانت مثلاً
 ذہبیہ اردوں اور بلوچائی لوہاروں سے منتخب نہ کیا گیا۔ اس طرح مسلمانوں کو واکسرانے کونسل میں ۲۸ میں سے ۸
 نشستیں مل جائیں گی جو چھ دسے ملک میں ان کی آبادی کے تناسب سے کہیں زیادہ ہو جائی۔ ۱۹۰۹ء تک خود سنو
 "مسلمانوں کو دی گئی زیادہ نمائندگی" کی شکایت کرتا تھا۔ اسلئے جواب میں کہتا تھا۔ "پہ آپ کے مسلمانوں کے
 فائلو دھاری کے بارے میں وہ پہلی تقریر تھی جس نے انہیں ایسا کرنے پر اکسایا۔" جب سیکرٹری آف پلیٹ بھی
 اس امر کا قائل ہو گیا کہ یہ بات کچھ میں آنے والی ہے کہ ہمیں ایسے منصوبے بنانے چاہئیں جنکے ذریعے

مسلمانوں کو ناراض کئے بغیر ہندوؤں کو خوش کیا جائے۔ اگر ہم دونوں کو ناراض کرنے سے بچا جائیں تو بڑے خوش قسمت ہوں گے۔“

یہ اگاہ انتخاب کا مدد سولہ تھے شروع شروع میں مسٹر جناح نے قومی مصلحت کے تحت مسترد کر دیا تھا بعد ازاں مسلمانوں کو علیحدہ حیثیت کے متعلق ان کے ذاتی شعور و ادراک کو ترقی دینے کا سبب بن گیا۔ مسٹر جناح ان پہلے چار مسلمان مجاہدوں میں سے ایک تھے جن کا انتخاب خصوصی خیابا پر عمل میں آیا تھا وہ ۱۹۴۵ء میں۔ لیکن کی خصوصی مسلم نشست سے مرکزی مجلس دستور ساز کے رکن منتخب ہوئے۔ پینتیس سال کی عمر میں آغا جی قومی اعزاز پانے والے وہ سب سے کم عمر ممبر تھے انہوں نے مسلم لیگ میں اس کے تین سال بعد شمولیت اختیار کی۔ ان کے انتخاب کی داستان بڑی پر لطف اور دلچسپ ہے۔ مرکزی کونسل کی اس نشست کے لئے بجٹ کے دو مسلمان امیدوار تھے۔ دونوں سرکاری طلباء اور دیوبند سے ملازمین۔ ہر ایک کو نسل میں جانے کا خواہش مند لیکن دوسرے کے سرکار و بار میں اثر و رسوخ سے خائف۔ بڑے خود غر کے ہندوؤں نے طے کیا کہ ان میں سے کوئی بھی انتخاب نہ کرے اور ایسے شخص کو کڑا کیا جائے جس کے ذمے ”معاذ حق“ اصرار دے اور سیاست دان کا دونوں کو پالانے ہوں۔ یوں قدم خالی مسٹر جناح کے ہم نگر اور وہ بلا مقابلہ منتخب قرار پائے۔

یہ منظر کاسہا لی جناح کو گھٹے گروپ میں لے گئی۔ اس گروپ کی بجٹ سے ”بزنل سینٹ“ پہلے خود شہ کے پاس ہوئی تھی۔ اس طرح ہندوستانی حکومت کے دستور یہ کام کرنا پہلے ٹھکے اور شہ میں رہا پھر دلی آگیا۔ جناح کے اہم ترین اور سب سے طاقتور انجمنوں میں سے ایک بن گیا۔

لیگ کے منشور میں تبدیلی

مارنے اصلاحات کی بدولت طاقتور انتظامی کونسلوں وائٹ ہل اور ٹھکے شہ دونوں جگہ ہندوستانیوں کو تاحد کی لئے گئی۔ پہلی بار ۱۹۴۷ء میں ٹیکرمری آف نیشنل برائے ہند کی کونسل (وائٹ ہل) میں دو ممبر مقرر کئے گئے۔ جن میں سے پہلے ہندوستانی ممبر رازہ ایس بی سنا تھے۔ انہوں نے ۱۹۴۹ء میں یہ منصب سنبھالا۔ وہ پورا نسل کے لحاظ سے برہمن اور جناح کی طرح ہر سٹریٹز کانگریس کے اعتدال پسند لیڈر تھے۔ ۱۹۴۸ء میں ان کی پریکٹس بڑے ذمہ داری پر تھی۔ اس لئے شروع میں اس میں مذکورہ منصب قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے کیونکہ اس طرح ان کی سالانہ آمدنی دس ہزار ڈالر کم ہو جاتی۔ تاہم جناح اور گوبندلے نے انہیں ملک و قوم کے لئے اتنی بڑی مالی قربانی دینے پر راضی کر لیا۔ اس معاملے میں جناح نے جو کردار ادا کیا وہ بھی ان کی اس اصول کے ساتھ مضبوط و بالکل کی دلیل ہے کہ ہر کام کے لئے صلاحیت کے لحاظ سے بہترین امیدوار تلاش کیا جائے خواہ وہ کسی نسل ذات اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ مسلم قائدین نے ایک ہم مذہب قانون دہن کے لئے ہم چلائی تھی ۱۹۴۸ء کے لئے مسلم لیگ کے امر تشریفی کے صدر سید علی امام خود بھی لندن سے خارج ہر سفر تھے۔ انہوں نے ۱۹۵۰ء میں دارا سنا کے مشغولی ہونے کے بعد ان کی جگہ لی۔ اس طرح تمام انتظامی مقررہوں میں ہندو مسلم تقابلی امیدواروں کی نامزدگی اور بعد ازاں فرقہ وارانہ مساوات کی دوائنت قائم ہو گئی۔ مسلم لیگ ایف اے میں مسلمانوں کے سب سے

اہم مطالبہ۔ جداگانہ انتخاب۔ سے الگ حلقہ۔ تمام جنوبی کے ساتھ اپنے اس بنیادی اصول پر جس ری کہ ہر اہم سرکاری اسامی کے لئے مسلمان امیدوار کا نام تجویز کیا جائے دوسری طرف کانگریس نے اس اصول کو پیش قوی اور جمہوری مقاصد کے خلاف سمجھا۔ جیسا کہ مارلے جیسے اعتدال پسند انگریزوں کی رائے بھی یہی تھی کہ مذہبی بنیاد پر اندراج خواہ کوئی مسلمان ہو یکمشتو تک ہو یا کلاوی نسبت ہو، بہر حال ایک جدید سکولر قوم کی مساوی بنیادوں کے لئے خطرناک طور پر نقصان دہ ہے۔" یہی طرح اس بات پر اسی قدر یقین رکھتے تھے جتنا کہ مارلے اس کا قائل تھا۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۰۰ء میں کانگریس کے الہ آباد سیشن میں ایک قرارداد کی تائید کی جس میں کہا گیا تھا۔ "یہ اجلاس میں پہل کیٹیوں 'ڈسٹرکٹ ہارورڈ یا دیگر مقامی اداروں کے لئے جداگانہ کیوں علی انتخاب کے اصول میں توسیع یا الحاق کو سخت پسند کرتا ہے۔"

مقتضی طور پر جنس نے سنٹرل کونسل کا بھرپور پلے سال سب سے آخر میں تقرری۔

تیسرا باب۔ کلکتہ۔ سرگرم سیاست (۱۹۰۰-۱۹۰۱ء)

۱۷ جنوری ۱۹۰۰ء کو آئرنہیل مسٹر ایم اے جناح نے ۶۰ بھرتی مجلس دستور ساز میں "بھتی کے مسلمان رکن" کی حیثیت سے منتخب اٹھایا جس کا اجلاس برطانوی ہند کے دارالحکومت کلکتہ میں منعقد ہوا تھا۔ لارڈ ویلنگٹن کے ایک مدعی سے ڈاکٹر عرصہ کل قیصر کردہ کل میں واقع مجلس کے پرانے مجبر کو اس تاریخی اجلاس کے لئے تیار تیار ہونے کا کیا تھا۔ لارڈ دستور اور اسے ہند نے اپنی حکومت کے منتخب مشیران کو جن میں گوگلے "مولی کل مسو" سرحد راتھ، جنسی اور ایم اے جناح شامل تھے، خطاب کیا تو ان میں جیت پر شاکیں میں لباس اور ہوا ہوا تھے ہوتے مسلمانوں سے پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ منو نے اپنے انتہائی غلبہ میں قریح ظاہری کہ "مجھے یہ یاد کر کے جی مسرت ہو رہی ہے کہ توسیع شدہ کونسل۔ ہندوستانی قوام کو ان اقدامات کے لحوس ہونے کی بابت یقین دلانے میں پیش قدمی کرے گی جنہیں شروع کیا ہم مناسب سمجھیں گے۔"

منٹو سے جھڑپ

منٹو کی ان مصوم توقعات پر جلد ہی پانی پھر گیا جس کا تعلق معاہدہ کے تحت ہندوستانی مزدوروں کی جنوبی افریقہ کو برآمد کے قریبی خاتمہ سے تھا، جناح اٹھارہ خیال کرنے کے لئے پہلی مرتبہ کھڑے ہوئے اور وائسرائے سے ایلہ چارے کچھلے سال فرانسواں میں گاندھی جی کی زیر قیادت چلنے والی تیرہ گرد (ہم تعاون) تحریک کو کچلنے کے لئے ہر متحدہ دوا رکھا گیا تھا "اس نے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک غم و غصے کی لہر دوڑا دی تھی۔ اس سلسلے میں کانگریس نے ایک قرارداد منظور کی جس میں حکومت پر زور دیا گیا تھا کہ جنوبی افریقہ کے کسی علاقے کے لئے جیسے کہ ہندوستانی مزدوروں کی بھرتی پر پابندی لگائی جائے اور وہاں کے حکام کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے" جیسا کہ ہندوستانی مفادات سے کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ کونسل میں ۱۲ فروری کو زیر فور آیا۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا: "یہ سب سے زیادہ دردناک مسئلہ ہے۔ ایسا مسئلہ جس نے اس بدسلوکی اور ظلم و ستم کی بناء پر جو جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں پر مسلط کیا جاتا ہے، تمام طبقات کے لوگوں کی رہی

اور خوف و دہشت کے جذبات کو انتہائی دور پہنچا دیا ہے۔" مٹھو نے "غالبانہ سلوک" کے الفاظ استعمال کرنے پر مسز جناح کو ٹوکتے ہوئے کہا کہ "یہ الفاظ اسے سخت ہیں کہ ان کی کونسل میں برٹش ایمپائر کے ایک دوست ملک کے خلاف استعمال نہیں کیے جاسکتے۔"

"مائی لارڈ! میں اس سے زیادہ سخت زبان استعمال کرنے کی سوچ رہا ہوں۔ تاہم میں اس کونسل کے دستور سے بخوبی آگاہ ہوں اور ایک لمبے کے لئے بھی اس سے اجازت نہیں کرنا چاہتا۔ پھر بھی میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہندوستانوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ سخت ترین ہے اور اس واسطے پر پورا ملک متعلق ہے۔" فقروں کا یہ مختصر ماحولہ جناح کے کراہت نواز کونسل کے چیمبر میں بحث کے اسلوب کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ یکسر بری امتیاز سے الفاظ چنتے اور ایک دفعہ کے ہوئے الفاظ ہرگز نہیں دہراتے تھے۔ ان پر تنقید کرنے والے کو طرہ و راجح ہوتا "والٹر اسٹرائٹ" یا چنٹ "اپنے کسی بھی مسئلے کے جواب میں عموماً شرمسار کرنے والی زبان میں کوڑے بستے دیتے۔ وہ بالکل سی سرزنش پر بھی خاموش نہیں رہتے تھے۔ وہ اپنے استرخے کی مانند تیز دماغ اور الفاظ کو دلیل اور قسم و فرست کے ان کند جھنڈاؤں پر دگرتے جنہیں ہاتھین کے خلاف ہونے والا نا محصور ہونا۔ مسز جناح کے اس جواب سے لارڈ مٹھو خوفزدہ ہو گئے اور ان سے کوئی جواب ہی نہ دیا۔ اسی سال "مسٹر ریلی" واپس چلے گئے۔ ایک اور لبل اور سرسپارلس پارڈنگ اس کا چاٹھیں بنا۔ وہ جناح کے سب سے بڑے سرکاری مداحوں میں سے ایک بن گیا۔ تربیت کے لحاظ سے سٹار کلاہ پارڈنگ کی مطلق امیہی اور نہایت نے ٹکٹ کی کونسل میں شائع اور دے داری کا کیا انداز قائم کیا۔ اسے ہندوستان کے لئے جان مارنے نے چاہا تھا۔ لارڈ کپٹر نے ان دونوں انگلیوں آری کا سہ سالہ رابطہ تھا "والٹر اسٹرائٹ" بننے کے لئے زبردست سم جلا رہا تھا تاہم مئی ۱۹۴۰ء میں انڈیا ورڈ بکس کی موت نے اسے ایک انتہائی طاقتور حلیف سے محروم کر دیا۔ مارلے نے شادی زمین کے موقع پر پارڈنگ کو ہندوستان کا وائسرائے بننے کی پیشکش کی تھی۔ نئے وائسرائے نے ٹکٹ بچنے ہی جلد محسوس کر لیا کہ بنگال کی تقسیم اس کی سلطنت کے جملہ سیاست میں ضعف و توانائی پیدا کرنے کا موجب بنی ہوئی ہے۔ وائٹ ہال میں مارلے کے چاٹھیں لارڈ کرسو سے اس کی پہلی ایم پیلیس سفارش یہ تھی کہ بنگال کو متحد کر دیا جائے اور اس کے ساتھ بہار اور اتر پردیش کے جداگانہ صوبے قائم کئے جائیں۔

اوقافِ مل

عبار مارچ ۱۹۴۷ء کو جناح نے قانون سازی کے لئے اولین اقدام کے طور پر مسلم اوقاف کے جو از کابی پیش کیا۔ دو سال بعد ہندوستان کی آمد میں غیر سرکاری تحریک پر منظور ہونے والے سب سے پہلے قانون کی شکل میں سامنے آیا۔ لندن کی پریوی کونسل نے وقت کی ہوئی ہائیڈامیں سے یہ کے متعلق وصیت کو ناجائز قرار دے دیا تھا اور آخر کار ۱۹۵۳ء میں مذہبی خیراتی اوقاف کی واپس کا قانون بن گیا۔ جناح نے اس فیصلے کا قانونی طور پر بدلتے کا مطالبہ کیا اور اسے اسلامی شریعت کے بنیادی اصولوں کے مطابق قرار دیا۔ قانون وصیت جناح کے لئے سب سے زیادہ شخصیت خلق ظم اور قانونی دلچسپی کا خصوصی گوش بن گیا جس کے وہ کم از کم ۱۹۴۹ء تک مسلم ائمہ و امیر رہے "جس کی تصدیق پہلے کی جلدوں میں محفوظ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۰ء تک "وصیت کاہر اتنی قانون"

کے زیر عنوان مرتب کردہ رپورٹوں سے ہوتی ہے جو ان کے آبائی گھر اور زیر بینش انگریزی ملاحیری میں اب بھی موجود ہیں۔ وصیت کے مسئلہ میں ان کے سوکھوں میں ہندوستان کے امیر ترین نواب نظام حیدر آباد، نواب بھوپال اور راجہ آف محمود آباد کے نام قابل ذکر ہیں۔

جس طرح تقسیم بنگال مسلم لیگ کی تحقیق کا ایک اہم سبب بنی تھی، اسی طرح دسمبر ۱۹۰۵ء میں دہلی کے موقع پر اس کی تفتیش کے اعلان نے زور دار بھنگہ لگا کر اس جماعت کو اپنی طرکیت ہندی کی پختہ حالت ترک کرنے پر مجبور کر دیا۔ نواب آف دھاکہ نے برطانیہ کی طرف سے اس تفتیش کو حکومت ہندی کا امریکی "مقاہرین" کے سامنے سراجہ اڑی پر محمول کیا اور اس اقدام سے نظام ہندوستانوں کو یہ ناپیغام ملا کہ "ہم نہیں تو کوئی نوازش نہیں"۔ تقسیم کو منسوخ کرنے کے ساتھ ہی چارج ڈپٹی نے برطانوی ہند کے لئے فکرت کے بجائے دہلی کے تاریخی نظام کو دار الحکومت قرار دینے کا اعلان بھی کیا، جس ایک نیا شہر تعمیر کیا جانے والا تھا۔ دہلی مسلم سلاطین اور محض حکمرانوں کا پایہ تخت رہ چکا تھا، جنہوں نے اواخر تیسری صدی سے ہندوستان کے اکثر دیپت حصوں پر حکومت کی۔ یہ شہر شہلی ہندی مسلم آبادی کا دار الحکومت اور اداروں کا مرکز اور تاریخی یادگاروں کا گہوارہ اور "آگرہ دہلی بندہ" علی گڑھ اور لکھنؤ کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو جب دارلارڈ پارک ہاسٹی پر سوار ایک شاہی مجلس کے ساتھ چاندنی چوک سے گزر رہے تھے تو دہلی ان کا تہرستان بننے پڑے وہ گلیہ ان کے ہونہ میں ایک دم آکر بٹھا جس سے ان کا ایک کانٹا ہلکا ہو گیا اور دم کے ایک ٹکڑے نے دائرے کی پشت چیر ڈالی اور ان کے کندھے کا پٹھا صاف ٹھکڑا آنے لگا۔ ہندوستان کے شمال ترین دائرہ اس میں سے ایک کے ہونے والے قابل کا بھی سراغ نہیں ملا۔

مسلم لیگ میں شرکت

جناب نے دسمبر ۱۹۰۵ء میں کانگریس کے سالانہ اور مسلم لیگ کے کونسل اجلاس میں شرکت کی۔ یہ دونوں باہمی پر کے مقام پر منعقد ہوئے تھے۔ اگرچہ ابھی تک انہوں نے مسلم لیگ میں باقاعدہ شمولیت اختیار نہیں کی تھی، تاہم انہیں اس جماعت کی کونسل کے اجلاس میں ایک قرارداد کی حمایت میں بولنے کی اجازت دے دی گئی، جس کی رو سے لیگ کے حامد میں ایک نئے متحدہ "حکومت خود اختیاری کے ایسے نظام کا حصول جو مسلمانوں کے لئے موزوں ہو، دستور کی ذرائع سے ہونے کا رہا جائے گا۔ موجودہ انتظام حکومت میں ہندو راج اصطلاحات کی جائزگی۔ اہل ہند کے درمیان قومی اتحاد کو فروغ اور عوامی جذبے کو ترقی دی جائے گی۔ نیز دیگر اقوام سے اشتراک و تعاون کیا جائے گا۔" کو شامل کرنا مقصود تھا۔ چند ماہ بعد وہ کنٹنہ گئے اور سرسوت جی پانڈے کے ساتھ لیگ کے بڑے اجلاس میں بحیثیت ممان خصوصی شرکت کی۔ اس اجلاس میں لیگ کے لئے زیادہ معتدل دستور منظور کیا گیا۔ اس موقع پر صدر جلسہ میں محمد شفیع نے نیا دستور پیش کرتے ہوئے کہا تھا: "میں یہ خیال کرنے میں اپنے آرتھل دوست مسٹر محمد علی جناح سے پوری طرح متفق ہوں کہ کونسل کے تجویز کردہ طریق کار کے علاوہ کسی اور طریق کار کو اپنانا دانشمندی نہیں ہوگی۔"

لیگ کی پہلی قرارداد کے ذریعے مسلم اوقاف کے بحرانہ قانون کو مرکزی مجلس دستور ساز سے منظور کرانے پر مہارکار دی گئی تھی۔ ایسے پرناک غیر مسلم کو دیکھ کر جناح جن ایپل کو رو نہ کر سکے جو ان سے مسلم لیگ میں شمولیت کی خاطر بار بار کی جارہی تھیں۔ اس سلسلے میں لیگ کے سیکرٹری سید وزیر حسن اور پان اسلام ازم تحریک کے سرکردہ لیڈر نیز دو زمانہ "کامریٹ" کے ایڈیٹر مولانا محمد علی جوہر نے اسی سال لندن میں ان سے ملاقات کی اور قوی مقاصد کے جلد حصول کے لئے لیگ میں شامل ہونے پر زور دیا تھا۔ چنانچہ مسز جناح نے ۱۹۴۷ء میں لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔ "تاہم پہلی اس شرط کا اظہار کیا: "مسلم لیگ اور مسلم عداوت سے میری وفاقاری کسی طرح اور کسی وقت اس حد سے قوی مقصد سے جو ملال کا موجب نہیں بنے گی جس کے لئے میری زندگی وقف ہے۔"

سفر انگلستان

اپریل ۱۹۴۷ء میں مسز جناح اور گوگلے بمبئی سے اور پال کے لئے روانہ ہوئے تاکہ وہاں لاوارا سلنگٹن ایئر ٹیکرٹری فاریٹ وچتر میں راکل چیک سروس کیشن جس کا ایک رکن راجنہ میکلڈاٹھ بھی تھا سے ملاقات کر کے بعد ستائیس کے مطالبات سے اتفاق کر سکیں۔ ان کا یہ تحریریں لاہور میں کے درمیان عدم تعلق میں ملاقات کا طویل ترین وقفہ ثابت ہوا۔ لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی ان موضوعات کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا جس پر ان کی بحث ہوئی۔ تاہم ان میں کیشن کا ایجنڈا 'جنرل کونسل کی اصلاحات اور بعد مسلم اتحاد حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حقیقت شامل ہوں گے۔ گوگلے نے بعد میں سوچا کہ ان کے پاس سوشلسٹک انڈیا سوسائٹی (۱۹۴۱) کے دفتر میں اکڑا آتی رہتی تھیں۔ بتایا تھا کہ "جناح میں سچا جوہر موجود ہے اور وہ ہر قسم کے فرقہ وارانہ تفریبات سے پاک ہے۔" یہ جتنے اسے بعد مسلم اتحاد کا بہترین طریقہ بتائے گی۔ "حیرت ہے کہ یہ جنگجوئی کس طرح درست ثابت ہوئی۔" تاہم ایسا لگتا ہے کہ صحر کے چالیسویں برس میں داخل ہوتے وقت مسز جناح نے الفرنسٹاک طور پر بکر دینے والے فرقہ وارانہ اتحاد کے اس جذبے کو گلے سے لگایا تھا۔

جناح جنبر ۱۹۴۷ء میں ہندوستان لوٹنے اور لاہور میں کے کراچی سیشن میں شرکت کی جو ان کی ۳۵ ویں سالگرہ کے دن بعد منعقد ہوا تھا۔ وہ گزشتہ سترہ سال سے کراچی نہیں گئے تھے۔ وہاں بچپن کے بہت سے دوستوں سے مل کر انیس بے پناہ خوشی ہوئی۔ اجلاس میں انہوں نے ایک قرارداد خود مرتب کر کے پیش کی جو کونسل آف انڈیا کی تشکیل نو کے بارے میں تھی اور اس میں سب سے پہلے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ سیکرٹری آف شینٹ اور ان کے انکیز میں واقع گلے کے ماز میں کی تحریکیں ہندوستان کے بھٹ میں سے نہیں ہنگ وہاں کے بھٹ میں سے ادا کی جائیں جس کا مقصد لکس روڈ کان کو وائٹ ہال کے پرے سلسلے پر انصاف والے مصادر کے باقی ہو جو سے بھانا تھا جنہاں نے یہ مطالبہ بھی پیش کیا کہ جی کونسل میں سے زیادہ ممبر نہیں ہونے چاہئیں جنہاں کی ایک تنہا قیود نو ممبر سرکار کی ہندوستان میں ہر مسئلے ہو۔ جن کا انتخاب مرکزی و صوبائی کونسلوں کے اراکان کو کرنا چاہئے۔ بھانا ہندو کہ نصف ممبران عوامی نام نہ ہوں۔ جنہیں ان کی صلاحیت و قابلیت کی بناء پر چنا جائے اور ہندوستانی امور سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو۔ ہائی نصف ممبران دینا نر نظام سے لئے جائیں جو کم از کم دس سال ہندوستان میں کام کر چکے ہوں۔ یہ کونسل انتہائی کے بھانے خاصیت مشاورتی ہوگی اور اس کی صلاح کا دور ۵ برس چلتا ہوگا جس قرارداد پر

کام کرنے اور کانگریس کے اندر ان کے ابھرتے ہوئے قائدانہ کردار کی بدولت انہیں ۱۹۳۳ء میں انگلینڈ جانے والے ایک کانگریسی وفد کا سربراہ منتخب کر لیا گیا۔ اس دورے کا مقصد لاہور ٹریک کی توجہ گروہ کو نسل آف انڈیا ٹرل کے بارے میں اور انہیں پارلیمنٹ اور وائٹ ہال کو اپنا جہنم اپنا تھا۔ مسز جناح نے اس اجلاس میں ایک قرارداد کو اپنی تائید بھی کی جس کے ذریعے مسلم لیگ کو برٹش ایمپائر کے اندر رہتے ہوئے حکومت خود اختیاری کا تصور اپنانے پر مہاراجہ ودی گتی تھی۔ مسلم لیگ کے اس یجن کے ساتھ عمل اتفاق کا اظہار کیا گیا تھا کہ ملک کے اتحادہ مستقبل کا انحصار ملک کی مختلف قوموں کے درمیان ہم آہنگی اور تعاون پر ہے۔

مسز جناح گراچی سے بذریعہ ٹرین آگرہ پہنچے جہاں ۳۱-۳۰ ستمبر ۱۹۳۳ء کو مسلم لیگ کا اجلاس ہونے والا تھا۔ ان دنوں وہ دونوں اہم سیاسی تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کے کارسولے پر کام کر رہے تھے۔ ان کی پوزیشن بدی مشغول تھی۔ وہ نہ صرف کانگریس اور مسلم لیگ سے تعلق رکھتے تھے بلکہ حکومت کے ریکس سے بھی۔ لندن اور ٹکٹہ دونوں جگہ ان کا پاؤں تھا۔ گونگے لور سر فریڈرک شاہ جیسے آدمیوں کا ساتھ ان بھی اس پوزیشن میں نہ تھے کہ ہندوستان کے سیاسی مستقبل پر اثر انداز ہونے والے اہم مسائل پر تمام خیالات سن سکیں۔ لیگ کے آگرہ سیشن میں مسز جناح نے توجہ دہش کی کہ "فرقہ وارانہ ثابت" کے اصول کی از سر نو توثیق کو اگلے سال تک ملتوی کر دیا جائے۔ انہوں نے اپنے مذہبوں پر واضح کیا کہ ایسی خصوص غلامی کی کاتجو صرف یہ نیکہ کار دہان روک خانوں میں بٹ جائے گا۔ کانگریس نے اس مسئلے پر کارروائی ملتوی کر دی ہے اور اس بات پر زور دینے کی بہت سے دیگر وجوہات بھی ہیں جنہیں سرعام بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آخر اندر سے شاید ان کی مراد گونگے سے انگریز جہاز پر اور لندن میں وہی دین اور کانگریس کی برطانوی کھلی کے ممبران پارلیمنٹ کے ساتھ مذاکرات تھے بہر حال۔ وہ اس قسم کے مشترک پلیٹ فارم کے لئے کوشاں تھے جیسا کہ انہوں نے ۱۹۳۱ء کے میثاق ٹکٹہ کے لئے اکٹھا اجلاس مشغول کرنے میں مدد دی تھی 'تمام ان کی یہ پہلی توجہ مسلم لیگ نے رائے ٹھری کے ذریعے مسترد کر دی اور کہا کہ جداگانہ انتخاب کا اصول مسلم لیگ کی جاکے لئے بہت ضروری ہے۔ یہ ایسا مسئلہ تھا جس پر لیگ کے ممبران کی اکثریت بڑے عرصے تک مسز جناح کے سخت خلاف رہی۔

انگلستان کا دورہ سراسر

اپریل ۱۹۳۴ء میں دوبارہ ایک وفد لے کر لندن گئے جس میں کانگریس کے منتخب بنگالی رہنما بھوجو ناتھ اور لالہ لاجپت رائے شامل تھے۔ لاہور کرے نے وفد کے ساتھ اس کی توجہ فوراً بعد ملاقات کی اور جناح کو اس گروپ کا سربراہ بننے والا قرار دیا۔ اگرچہ اس نے مسز جناح کو "چٹاک" سمجھا تو کہ اس نے کہا تھا کہ انہیں خوشی ہو گی اگر میری کونسل میں ہونے والے اختلاف رائے کو دیکھا کر لیا جائے۔ اور کسی ممبر کی تحریک پر پارلیمنٹ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

گانگہی سے پہلی ملاقات

تاریخی اتفاق کی بدولت مسز جناح اور اہم کے گانگہی 'پہلی جنگ عظیم کے آواز بھائی میں تھے۔

ہر زمانہ ہی مسلمانوں میں ایک ہندوستانی مسلم تجارتی کمپنی کے لئے کام کرنے کی فرض سے نکل گئے تھے اور وہاں
 ہیں سال سے زیادہ عرصے کے دوران قیام شہ گروہ (سپاہی کے لئے برت رکھتا) کا اصول وضع کیا اور نژاد سوال نیز
 نسل میں عہد ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۰ء تک ہم تھرو اور ہم تعاون کے لئے آزاد کر دیتے رہے۔ جنگ چلنے کے باعث ان
 کے جہاز کا رخ بھیج کے بھائے لندن کی طرف موڑ دیا گیا۔ لندن پہنچے ہ انہوں نے دیا گروہ سلا پیغام دیا "اس
 میں ہندوستانیوں سے اپیل کی گئی تھی کہ وہ فوجی خدمات کے لئے رضا کارانہ طور پر آگے آئیں اور "غیر جانبداری
 سے سنبھلیں۔"

جنگ نے گروہ می کے اعزاز میں دینے کے اس شاندار استقبال سے جس کا اہتمام لندن کے سیمل ہوٹل
 میں کیا گیا تھا "شرکت کی۔ تاہم نہ تو وہ فوج میں بھرتی ہوئے نہ ساتھ کی قائم کردہ علیحدہ ایمرٹینس تنظیم کوہ کے
 رکھنے بنے۔ ان کا اپنا مشن ہی طرح باکام ہو گیا تھا۔ تمام انگریزوں کے دل دہلیخ پر جنگ مسئلہ تھی اور
 کسی کو ہندوستان کے لئے اصلاحات پر غور کرنے کی فرصت نہ تھی۔ اس تنظیم کی پیش کا کام بھی اسی بے اعتباری کی
 نذر ہو گیا جس نے کوئٹہ آف انڈیا میں ہونے والی تبدیلی کو معرض انوائس ڈال دیا تھا۔ مارلے اس بات پر
 ناراض اور دل برداشتہ ہو کر وزارت سے علیحدگی اختیار کر لی کہ اس کے نو جوان لیبل وقت کے کارلائیل جارج
 ایڈوڈ کرے اور وائس چیمبرلین کی قیادت میں مسمر کو حق دہا مل "کی طرف بڑی تیزی سے جہ رہے تھے۔ پر
 جوش طریقے سے جنگ پر اٹھانے والے "توقنی فروش" عظمت اور وقار کے خوابوں میں کھوئے ہوئے وہ سب
 ایک تھکن اور جلدی کی توقع رکھتے تھے۔ اس کے پچھلے نئے و فز جنگ کا انہماک بنایا گیا "انہی لمبی سوچوں کے
 ساتھ جو قیصر کے جہلیت کی چوٹی کی طرح پھر تھیں "نور کو بڑی طاقتوں کی ایک طویل اور خون آلود جنگ میں گھر
 ہوا یا جس کے فرق افروزی قوت اور واسطوں میں تقریباً بڑی کر کے تھے۔ ابتدا میں ہندوستان سرگرم حمایتی اور
 سرآمد قرار دین گیا۔ اتحادیوں کے لئے فکرمند "سہا یہ اور اہم مسلمان جنگ جس میں پلازے کی اشیاء "دودیاں
 اور دہلی کو شامل ہوا تھا "اور ان جنگ سرب کو جانا رہا۔

برصغیر نومبر ۱۹۴۰ء میں جب عثمانی علیحدہ (ترکی) نے اتحادیوں کے ساتھ شامل ہونے کے بجائے جنہوں نے
 اس سے دہانگی تھی "محمدی طاقتوں سے رابطہ جوڑ لیا تو ہندوستانی مسلمانوں کی وقاروں کو زبردست چیلنج لاحق
 ہو گیا "کیونکہ اسلامی دنیا کے قائد اور "ظیفہ اللہ" یعنی سلطان ترکی کو عثمانی ایما کی حدود کے باہر بھی درود
 تک واجب الاحرام سمجھا جاتا تھا۔ انگریز انتظامیہ جس نے خود غصوں کیا کہ نظام آف مید و قبلہ ہندوستان کا
 نمایاں ترین نمونہ پہلوی ترکی راتھیں فریاد ہاتا ہے جو بحولی ایشیا کی "پان۔ اسلامک حکایت" میں استعمال کی
 جائیں گی۔ ایسی افواہیں حقیقت میں بالکل بے بنیاد ثابت ہوئیں۔ اگرچہ اگلے سال شکاہر میں چند مسلمان
 بے نذر کو غیر مسلح کر دیا گیا "تاہم حقیقت یہ ہے کہ برطانوی ہند کے ہر مسلمان فوجی نے حق تک خوب ادا کیا اور
 شمال مغربی سرحدی صوبے کے پٹان "نیز پنجاب کے مسلمان بھی عسکوں اور گورکھوں کے ساتھ "ہو ہندوستانی
 فوج میں درجہ کی فوجی کی حیثیت رکھتے تھے "شریک جنگ رہے "بلکہ مسلمان بھارتوں نے خود کسی سرکشی کے بغیر
 عراق کے علاوہ مصر اور مغربی افریقہ کے علاوہ ہندوستان پر دارالکرامت دی۔ اس دوران مسلم لیگ کانگریس اجلاس نہیں ہوا "ممبر
 مان۔ سبر ۱۹۴۰ء میں اس کی طرف سے یہ تاثر دیا گیا کہ اس کے لیڈروں کے فیادات پان اسلامک نیز برطانیہ کے

خلاف اتحاد جذبات کے لئے غیر ارادی طور پر بیٹ نام صبا کرنے کے سلسلے میں بری طرح متحرک ہیں۔

گاندھی کا نسلی تعصب

جنوری ۱۹۴۵ء تک جناح وطن واپس آ گئے۔ گجرات کی گورنر سہمانے جس کے سربراہ مسٹر جناح تھے مسلمانا گاندھی کی ہندوستان والہی پر ایک اشتعال دیا۔ مسلمانا کی ایسی پٹیس کو اس نے اپنے ہائی کے بغیر دیکھ کر انہیں لکھن میں ہنگامہ اصرامی دورہ دیا تھا "فرانس چلی گئی تھی" اس لئے انہوں نے وطن واپس آنے کا فیصلہ کر لیا۔ جوں میں کی زندگی قریباً تین عشرے اور بڑھ گئی۔ گاندھی کی طرف سے مسٹر جناح کے اس مذہب غیر مقدم کا جواب یوں دیا گیا "مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ ایک "مکھن" نہ صرف مجھے علاقے کی سہمانیں شامل ہے بلکہ اس کی صداقت کر رہا ہے۔" اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ صاف دل ہونے کے بجائے کینہ پر دہ تھے۔ گاندھی اپنے عقیدے کی اس نے زیادہ ہوشیاری کے ساتھ سرپرستی نہیں کر سکتے تھے دیکھ کر انہوں نے مسٹر جناح کی توہین پھیلنے کی بلکہ ہر ایک کو اس امر سے آگاہ کر دیا کہ وہ ایک اقلیتی فرسے سے تعلق رکھتے ہیں۔

گاندھی کی متضاد شخصیت

اس کئی چہرے رکھتے والے شخص کے متعلق رائے زنی کے لئے کوئی افورم حقیقت کو چتا ہائے جس کے لباس "دودھ" تقریر اور طور طریق "اس کی مذہبی دانشگری کے باہیں کوئی یکسانیت اور مطابقت نہیں تھی۔ جناح نے صحیحیٹا انگریزوں کے خلاف گاندھی کی ظاہری وضع قطع اور سیکور سوچ اور فراست دیکھ کر یہ توقع قائم کی تھی کہ ہندو اکثریت کے رشتے کار اور ہونہوں کو قائل کر سکیں گے کہ وہ ان کی کسی بھی عوامی تنظیم کی گھٹنے دینا ہرمان یاد دہانی کی طرح قیادت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود عوام کے سامنے پہلی تقریر میں انہوں نے جناح کے متعلق جو الفاظ کہے "ان سے ہر ایک کو پتہ چل گیا کہ وہ "مکھن" ہیں۔ گاندھی کی اس پہلی تقریر سے ان کے تشکلات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ وہ بیٹ ایک دوسرے سے ہماری کشیدگی اور بے اعتمادی کے ساتھ اختلاف کرتے رہے۔ اس پر معنوی خوش خلقی کا طول چڑھا لیتے تھے۔ ان کے دو ایما ہرگز دو حجاز اور خوش گوار نہیں رہے۔ وہ بیٹ ایک دوسرے پر دستاویز کے بغیر یکے باڑی کرتے دکھائی دیتے تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے لاشعوری طور پر قوی اقتدار "مستوریت عامہ اور اپنے سامعین پر غلامیہ صورتے ہونے یا بامت زیادہ سر آفریں کشیدہاں حاصل کرنے کی جنگ میں ایک دوسرے کو اپنا "منفرد دشمن" تصور دیکھ لیا تھا۔

سفرِ دہلی شاہ کی موت کے چند ماہ بعد فروری ۱۹۴۵ء میں گونگے بھی فوت ہو گیا۔ اس طرح جناح یسکی کی اعتدال پسند کانگریس کی سربراہی کے لئے دیکھے وہ گئے (دو ماہ بعد) نے اپنی زندگی کے "فری دو سال لکھن میں گزارے) جون ۱۹۴۵ء میں برما کی نیل سے واپسی کے بعد ملک "پنچ کانگریس پارٹی" کا غیر متنازعہ فیہ اور قوی رہبر بن چکا تھا۔ اس کی حقیقت کو غلط کرنے والا کوئی نہیں تھا "تیم اس کی سرسایت پر سے تھوڑ کر بجلی تھی اور وہ چار رہتا تھا" اس لئے اس نے آخری پانچ سالوں میں انتظامی احتجاج کے بجائے قانونی چارہ جو یوں پر

بھروسہ کیا۔ ان میں سے بعض مسز جنرل کے سپرد تھیں۔ ہندوستان کی قومی قیادت کے بحرِ مٹ میں ایک نئی نئی پائیدہ شخصیت سزائی بیسٹ کی تھی جو تھیں سو تھیں سو سنا تھی جس کی بنیاد ان کی گرو ماہم بلو اسکے نے رکھی تھی۔ یہی صدارت کرنے سے اس آئی تھیں، لکھی "میرا انڈیا" کی ادارت قبول کر کے وہیں تک تھیں اور ۱۹۵۵ء میں "ہوم روم لیگ" کے نام سے اپنی جماعت قائم کی۔ اس کی تھیں میں اگلے سال تک نے بھی پانچ تھیں ایک ہوم روم لیگ تھیں۔ سزائی بیسٹ اپنا تھیں مزاج "غرض چان قطابت اور انگل کو ششیں ۱۵۔ ۱۹۵۵ء میں کانگریس کے دونوں دھڑوں کو شیعہ شکر کرنے کے لئے وقف کر دیں۔ مسز جنرل نے ان کی بھرپور مدد کی۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ اور کانگریس کے مابین صحیح پائے کی جدوجہد بھی کرتے رہے تاکہ وہ اپنے آئندہ اجلاس سمیٹ میں مضفہ کر سکیں۔

دسمبر ۱۹۵۵ء میں سمیٹ کے مقام پر لیگ اور کانگریس کے اجلاس تھوڑے سے واسطے پر مضفہ ہوئے تاکہ ہندو مسلم اتحاد کو ترقی دینے اور ایک قومی پلیٹ فارم بنانے کے خواہاں لیبرلن دونوں جماعتوں کے اجلاس میں شریک ہو سکیں۔ سمیٹند منشا، جنوں نے کانگریس کے سیشن کی صدارت کی، ابھی وائٹ ہال میں ایڈورڈ ٹیکر فزی مقرر نہیں ہوئے تھے، انوں نے مسز جنرل کے ساتھ مل کر ایک ایسا فارمولہ وضع کرنے کی کو مشعل کی جو تمام سیاسی گروہوں اور قومیتوں کے لئے قابل قبول ہو۔ کانگریس کی اصلاحات کے لئے نام بننے سے مضفبات کو دہراتے ہوئے لارڈ منشا نے تین تھیں مضفبات کو توجہ کا مرکز بنایا جن کے متعلق انوں نے لوگوں میں رائے کا مصلی اتفاق دیکھا تھا۔ ایک یہ کہ تعلیم یافتہ ہندوستانوں کو فریج میں کمیٹیں اور عام لوگوں کو قومی تربیت دی جائے۔ دوسرے مقامی طور انیادری میں توسیع کی جائے اور تیسرے صنعت و تجارت بشمول ذراعت کو ترقی دی جائے۔

لیگ و حصوں میں بٹ گئی

مسلم لیگ کے سیشن کی صدارت بنگال کے پیر مسز مقرر الحق نے کی۔ وہ کانگریس کے ایک مصلی پند لیڈر ہونے کے علاوہ ایسے مشرک پلیٹ فارم کی تلاش میں تھے جو ہر دو فریق کو قابل قبول ہو۔ لیگ کے مضفہ کانگریس نے اس سال اجلاس مضفہ کرنے کی مخالفت کی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ شاید یہ اقدام بنگ میں ابھی ہوئی حکومت کو ہراساں کرنے کا سوچا ہو چکا، لیکن صدر جیلر کا استدلال یہ تھا:

"ان مضفبات ہادری خاصوشی کی مظل اور خراگیزہ تعمیر کی جاسکتی ہے۔ دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں جو ایک حالت پر کمزور رہتی ہو، یا تو ہمیں آگے قدم بڑھانا ہو گا یا پیچھے کی طرف چلنا ہو گا۔ کہا جاتا ہے کہ کانگریس کے ساتھ ایک ہی شہر اور ایک ہی وقت میں مسلم لیگ کا جیلر کرنا مسلم لیگ کی آزادی پر ضرب لگانے اور اس کی انفرامت کو کانگریس میں ضم کرنے کے حروف ہے۔ صدارت سے چھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ برادریاں بھی افراد کی طرح اپنی انفرامت سے محبت کرتی اور اسے فروغ دیتی ہیں۔ جب اختلاف میں سے اتفاق پروان چڑھتا ہے، قوم جسکی صحیح اور دیر ترقی سے متکثر ہوئی ہے۔"

اس کے باوجود مسلم لیگ کے سمت سے لیبرلن ————— مضفبات کے دوسرے خلاف تھے۔ سمیٹ

طبیعت کے مالک مولانا حسرت موہانی کی زیر قیادت اختلاف کرنے والوں نے اس سیشن کے دو مرتبہ اجلاس کو جو ۳۱ دسمبر ۱۹۵۵ء کو منعقد ہوا، ملتوی کرانے کی قرارداد پیش کی۔ مسٹر جناح نے ابھی گری صدارت سنبھالی تھی کہ مولانا حسرت موہانی اپنی جگہ سے اٹھے "سنجی کی طرف بڑھے اور چلا کر کہا: ہم انکے آف آؤڈر "صدر نے حکم دیا: "برادر کرم بیٹہ جا چکے۔" اس سے پہلے کہ مسٹر جناح اصلاحات کی انجیم کا مسودہ مرتب کرنے کے لئے خصم ص کی کھینک کی تشکیل کے لئے قرارداد پیش کرتے "اور وہیں غیور بازی کرتے ہوئے سینکڑوں ماسٹینز اللہ کی تحریک کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔" صے میں جھگڑے ہوئے بعض مولویوں نے منظرِ راجت پر توازن کے کئے شروع کر دیئے۔" مسلمان ہو تو مسلمانوں کی سی شکل بناؤ۔ قرآن حبیبی حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں کا سال لباس پہنو۔ حبیبی لانا اور بولنی چاہئے۔ تم مسلمان یلڈر بننے کی کوشش کرتے ہو، لیکن تم مسلمانوں کے یلڈر نہیں بن سکتے۔" مسٹر جناح کے خلاف اسی قسم کے جذبات سے مسٹر جناح کو عمر محمد واسطہ چڑا اور "کا کراہم" کا قابل احترام لقب ملنے کے بعد بھی ان کے خلاف ایسی بیان بازی ہوتی رہی۔ ڈاڈھیوں والے کئی پلہان صے میں جیتنے چلاتے ڈانکس کی طرف لپکے۔ حسرت موہانی کہہ رہے تھے: "اسو ہی وہ واحد صحیح زبان ہے جس میں مسلم لیگ کی کارروائی ہونی چاہئے۔" بڑا روں کے اشتعال میں ہر ایک اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، ان میں سے بعض صرے گا رہے تھے اور بعض دستیانہ انداز میں اپنے اپنے اصرار لہرا رہے تھے جس وقت مسٹر جناح فرامیں کو جلسہ گاہ سے نکلوانے میں مدد دے رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ بجلی کے پمپس کھڑائی اور ڈاڈھیانے کے قریب کمال ہے اقتضائی سے سارا اشتعال کچ رہ گیا اور اس کے قوی بھی اقوام کر رہے ہیں۔ جناح نے کھڑ کو بتایا کہ شامیانے میں حکم اتنا ہے گا کہ ہو گیا ہے کہ جلسے کی کارروائی جاری رکھنا ممکن نہیں رہا اور یہ کہ جلسہ کرنے والے عام "مسلمان" ہیں جو خلاف ضابطہ اور ٹکٹ کے بغیر جلسہ گاہ میں داخل ہوئے۔ انہوں نے کھڑ سے لہرانے کے علاوہ لوگوں کو نکالنے اور یہ دخلکش کرنے کے لئے مدد مانگی کہ اگر کسی نے پیسے دے کر ٹکٹ لیا تو وہ نکالے جائے "اسے فوراً ٹکٹ کی رقم واپس کر دی جائے گی۔" ایڈورڈ نے وہ مستقل خدمت بجالانے سے انکار کر دیا اور اس بات پر اصرار کیا کہ میں اپنی فوری شامیانے کو مکمل طور پر خالی کرانے کے لئے استعمال میں لائیں گا۔ تاہم مسٹر جناح نے منظرِ راجت سے کہہ کر اجلاس ملتوی کر دیا اور بعد میں جلی قادیوں سے ملے گا کہ اگلے دن کے سیشن کے لئے منصوبہ بندی کی جا چکے۔

تیم جنوری ۱۹۵۶ء کو سمجی کے عظیم الشان تاج محل ہوٹل میں لیگ کا اگلا سیشن منعقد ہوا جس کی حاضری صرف باقاعدہ اراکین اور پمپس کے نمائندوں تک محدود تھی۔ ٹھیک دس بجے کارروائی شروع ہوئی۔ صدر جس (مسٹر راجت) نے گفتگو بدلتی پر مختصری روشنی ڈالی اور پھر مسٹر جناح کو خطاب کی دعوت دی۔ ان کا استقبال قدر دار تکیوں سے کیا گیا۔ بجلی مسلمان سٹوڈنٹس یونین کے صدر کی حیثیت سے وہ فوجیوں کا انڈیل مل اور بجلی کے بے تاج بادشاہ اور بچے تھے۔ کالے سیاہ بالوں اور گھنڑی طرح بھری ہوئی سوجھوں کے ساتھ لیگ اور بنگالی کوارڈی مائند دے پٹے "ان کی نواز روٹانہ کو لبیس کی طرح تھی اور لباس اسٹریٹین جیسا بجلی ہی نظر میں آکر غور نہیں ان کی گردن وہ ہو جاتی تھیں اور اکثر مردان کی قریب کرتے یا ان پر دھک کرتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے ماسٹینز کو ————— ایڈورڈ کے ہامیانہ طرز عمل سے آگاہ کیا۔ ہر طرف سے "مجمہم" کی توازیں آنے

تکس۔ بعد ازاں اٹھان دانے سے منکود کردادہ قرار دیا۔ چلی کی جس میں تجربہ کیا گیا تھا کہ اصلاحات کی تحکم مرتب معدن کرنے کے لئے ایک خصوصی کمپنی قائم کی جائے جو اس سلسلے میں دیگر سیاسی تنظیموں — کانگریس کے دونوں گروہوں — سے صلاح مشورہ کرے گی جو انھیں "مقتدہ ہندوستان" کے نام پر اصلاحات کے واسطہ پلٹ قائم کا مطالبہ کرنے کی اجازت دے گی۔ اس قرار داد کا ردِ عرض نمایاں سے غیر مقصود کیا گیا۔ برطانوی ہند کے ہر صوبے کی نمائندگی کرنے والے ان کانگریس پر مشتمل کمپنی تشکیل دی گئی جس کا سرورہ مسز جناح کے قریبی دوست اور موکل سر مل ہرمل جلاور "راجہ آف کھنڈ آباد کو چنا گیا۔ سمجھتی سے کمپنی کے ممبروں میں سر قاتنا خاں اور مسز جناح، جنک پنجاب سے میاں سر محمد شفیع، میاں سر فضل حسین اور بنگال کے ممبروں میں سے اے۔ کے فضل الحق کا نام قابل ذکر ہے۔ تاج گل ہوئی کے اجلاس سے پہلے مسز ستر جناح نے مسز جناح کی مسلم لیگ کے لئے خدمات کو سراہتے ہوئے کہا تھا: "ہندوستان کی مسلم آبادی مسز جناح کی مدد سے معین ہے، کیونکہ ان کی ساری کے بغیر ہم سمجھتی میں اجلاس نہیں کر سکتے تھے۔" یہ کہتے ہوئے وہ جناح کی طرف حوجہ ہوتے اور کہنے لگے: "مسز جناح، ہم مسلمان ہندو آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔" یہ مسلم لیگ کی طرف سے پیش کیا جانے والا اپنی قسم کا بدعنوان فیس تھا، تاہم اسے آخری نہیں کہا جاسکتا۔

چوتھا باب۔ لکھنؤ تا بمبئی — ہندو مسلم اتحاد کی سفارت (۱۸-۱۹۱۶ء)

جناح کے لئے ۱۹۱۶ء کا سال شہرت و خوش قسمتی کا سال تھا۔ مسلم لیگ کو سمجھتی میں اختلاف سے بچانے میں مدد دینے کے بعد اس جماعت کو لکھنؤ جو کسی زمانے میں اودھ کے محل قواہوں کا دار الحکومت رہ چکا تھا، میں توجہ کی نئی جگہوں سے ہتکار کرنے کے لئے اس کا مدد جن لیا گیا۔ جن دونوں یورپ خود کو زہریلی میس سے بھرے ہوئے معنی ملاز پر ٹھکے ٹھکے کر رہا تھا۔ ہندوستان نے جناح کی پیمائش قیادت میں ایسے سیاسی افق کی طرف پیش قدمی کی جو سرے کھڑی آزادی کی خیری صبح سے تاہاں دکھائی دے رہا تھا۔

جناح سمجھتی کی مسلم نشست سے منڈلی مجلس دستور سازی کی دوسری مدت کے لئے پھر سے منتخب ہو گئے۔ انہوں نے اس فورم کو ایک اچھے مقصد کے لئے استعمال کرتے ہوئے کانگریس۔ مسلم لیگ خلافت سے حلقہ تھلوج کو جو پہلے سے مرتب شدہ فیس، کانگریس کی متروکہ کمپنی کو "جس کے سرورہ موتی قابلِ نمونہ تھے، نو سال کر دیا۔ انہوں نے امرتکھن کمپنی کا ایک اجلاس اپریل میں اپنے محلِ احوال، گھوڑا دانے گھر میں طلب کر لیا۔ بڑی سال نے ایک وکیل کی حیثیت سے جو "لٹ کٹائی تھی۔ اس کا ایک صر کانگریس اور مسز جناح کی نشست کی ہوم و دل۔ لیگ کی صلاحت لڑائی اور فرائض لاد اور پر لڑتے تھے۔ وہ مسز جناح کے مدد تھے اور ان دونوں اپنے دوستوں سے ان کا تعارف اس طرح کرتے تھے: "ہم سے مسلمانوں کے برعکس، وہ اتنے ہی بچے قوم پرست ہیں جتنا ہم میں سے کوئی ایک۔ وہ اپنی قوم کو ہندو مسلم اتحاد کی دلدور کھارہے ہیں۔"

عامے عرصے تک وہ منڈلی بیسٹن کو نسل میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہے، لیکن تیسری دہائی کے آخری برسوں میں دونوں میں دیردست ٹھن گئی۔ موتی قابل "جو کہ ایک تھوڑا حراج آف دیو کیٹ اور جم کر مقابلہ کرنے

والے پہلوں تھے "قوی تحریک آزادی کی قیادت خود کرنا چاہتے تھے یا کم از کم اسے اپنے فرزند جواہر لال کو دینا چاہتے تھے نہ یہ جانتے تھے کہ کنکڑوں سے فارغ التحصیل تھے، محض ایک ملاقاتی پانڈے کی مدد کرنے پر کیسے قیامت کر سکتے تھے "خواہ مال دولت کے لحاظ سے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔"

پہلے میں کانگریس اور مسلم لیگ نے "بیٹھتی آزادی" کے زیر عنوان تھلویں مرتب کر لیں جن پر کنکڑوں میں مرصہ حق ثبت ہوئی تھی۔ ایسے کے موقع پر آنکلیڈ میں زبردست شورش مچا ہوئی، جسے ہندو کی فوج نے جلی بے رحمی سے فرو کیا اور اہل میں بارش لاد لگا دیا گیا۔ جنگ کی ہولناک جاہ کالوں بھڑی سے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے دی تھیں۔ امپیریل کانفرنس میں حکومت خود اختیاری کے ساتھ براہ راست لٹاؤنگی کے مطالبات بڑھ گئے۔ انڈیا آفس میں سٹی سے کرپ کی جگہ آئسن چیئرمین نے سنبھال لی۔ ہارڈنگ نے سہا شت میں عظیم تر کردار کی ہمت بعدوستانی مطالبات کو نظر انداز کرنا ناممکن سمجھا اور اس بات سے اتفاق کر لیا کہ جملہ شاہی کانفرنسوں میں فرماؤنگی کی ہمت بعدوستان کا دعویٰ برحق ہے۔ بہر حال کرنل اور ہارڈنگ کے سامنے جواب بھی کابینہ پر چھائے ہوئے تھے "اس کی ایک نہ چلی۔ وسط ۱۹۳۹ میں ہارڈنگ کو واپس بلا لیا گیا اور اس کی جگہ رسل کے ایک جیسے مزاج کے کپٹن لارڈ جیمز رائلے وائسرائے ہند کا نیا منصب سنبھالا۔

رتی کے ساتھ پیار کی پیشگویی

اگر آوار کے اجلاس سے فارغ ہو کر جتان دارم جنگ چلے گئے تھے تاکہ شدید گرمی کے اگلے دو مہینے بھیجے کے بجائے اپنے دوست اور موکل سرانٹا ٹانگ بی جیٹ کے سرہانی عمل میں گزار سکیں۔ جیٹ بھیجے کے حصول تین پارسی خاندانوں میں سے ایک تھا۔ وہ سوچی پکڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ اس خاندان کی امارت دودھندی کی بنیاد سرانٹا کے عظیم مسموم راولا نے رکھی جو شہرے میں سورت سے بھیجے آئے اور بیٹے انڈیا کپتی میں بطور فینک کلرک ملازم ہو گئے۔ وہ دو بیٹی (دو بیٹوں کا ترجمان) کے طور پر بھی کام کرتے تھے۔ فرانسیسی آجروں نے "جنس اس پھولنے سے لچیں دلیپن پارسی کلرک سے واسطہ پڑتا تھا" اس کا نام "لی جیٹ پارسی" (Le Petit Persi) رکھ دیا۔ یہی حرف اس کے اخلاف کا لقب بن گیا۔ اس کے بیٹے ٹانگ بی جیٹ نے بیٹی کی پہلی کائنات قائم کی جو ٹانگ بی جیٹ کا کپٹیکس اینڈ ٹاراج کی شکل اختیار کر گئی۔ پہلے جیٹ سرانٹا کی سربراہی میں بیٹی کی مضبوط ٹانگانی ایسوسی ایشن شہرہ میں قائم ہوئی۔ وہ ۱۹۳۹ تک اس کے چیئرمین رہے۔ گویا انیسویں صدی کے اختتام تک جیٹ خاندان نہ صرف امیر ترین خاندانوں میں سے ایک تھا بلکہ رفاہی کالوں میں بھی سب سے بڑھ کر حصہ لینے والا اور اپنے ملک کی سب سے زیادہ خدمت کرنے والا تھا۔ ۱۹۴۹ میں پہلے سرانٹا کی وفات پر اس کی ساری شہرت "دولت" مذہبی فرائض "وٹا تک اور ڈے دامیاں اس کے بیٹے ٹانگ بی کے حصے میں آئیں۔ اس کے ہاں الکونی بی رتن پائی نے "محر فروری ۱۹۵۰ء کو جنم لیا تھا۔ رتی جیسا کہ اسے کہا جاتا تھا "بچپن سے ہی احتمالی دھنسل "غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں سے لالہ "پر فطرت سے بہرہ ور اور ہر لحاظ سے طبعاً سورت تھی۔ وہ جوئی مخلوق جناب میں داخل ہوئی "اس کی تمام صلاحیتیں "طوبیاں اور حسن در معنی میں اسنے طوطی کن اور غلطی انداز میں اضافہ ہوا کہ وہ "ہر یوں کی شہزادی" جیسے بہت سی پیادہ اور

بہت ہی نازک نظر آئے گی۔ اس کا زمین پر ری طرح مسخہ 'اس کی ذہانت ہمہ وقت بیدار اور جنس انجیز تھی۔ وہ مددگار شامی میں بھی اسی دلچسپی کے ساتھ حصہ لیتی تھی جتنے شوق سے میدان سیاست میں 'پٹانچہ ۱۹۸۶ء کے دور ان اس نے بستی میں منعقد ہونے والے ہر جلسہ میں اصرار کے ساتھ شرکت کی۔ وہ جیٹ بلی نقار میں بیٹھی۔ اس کی کوڑی اور معاشقہ بیوی کے علاوہ اس نامہالی بیٹھ اس کے ہمراہ ہوتی۔

اسی سال گرما میں بنگہ دہی کی عرسولہ برس اور سفر جناح کم از کم چالیس سال کے تھے 'دار پبلک میں قسط زمین سے ۵۰۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ماڈرن ایج رست وچ میں دونوں کے باہمیں پیار و محبت کے رشتے استوار ہوئے۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں جناح نے امر آباد میں جو کہ گہرائی پلنگٹاک دولت اور قوت کا مرکز تھا، 'بستی پر اور غل کا نفرنس کی صدارت کی۔ اس موقع پر انہوں نے تجویز پیش کی کہ صوبائی حکومتوں کو چاہیے کہ بستی کی حکومت تھی 'ایسی خود مختار انتظامیہ میں تبدیل کیا جائے جو عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعہ برابہ ہو۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کو 'جہاں کہیں بھی وہ اقلیت میں ہوں 'مسوزوں کافی اور موثر نمائندگی دی جائے۔ جہاں تک خطی اور بلدیاتی حکومتوں کا تعلق ہے 'جناح نے رہیں در مارنے جیسے لیبل دہشتاؤں کے دلائل دہراتے ہوئے اس بات پر اصرار کیا کہ وہ مکمل طور پر منتخب ہونے چاہئیں۔ موثر و سرکاری کنٹرول جسے کلکڑ اور کشکڑو کے کاروائے ہیں 'ختم کیا جائے۔ تجویز میں کا انتخاب پر راز کو کرنا چاہئے اور بظاہر منصب صدر کی نامزدگی موقوف کی جائے۔ ایکساز آمدنی یا آمدنی کا کوئی جینی حصہ ان لوگوں کو دیا جائے تاکہ ان کو اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے معقول وسائل میسر آسکیں۔ اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ سب سے زیادہ طاقتور مول سروس کو وقار و تاحمین میں تبدیل کر دیا جائے جو ہندوستانی رائے عامہ کے سامنے برابہ ہو۔ ہر حال تبدیلی کے لئے جناح کی انتظامی تجویز کا سلسلہ ہمیں قطع نہیں ہوا۔ انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ہندوستان میں قانون اسطر کا اطلاق ختم کیا جائے 'جس کا یہ رہا باشعور اس سے مستثنیٰ ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ پریس ایکٹ اور مارشل لاء کی کثیر صورتیں جن میں آٹھ ایکٹ کو منسوخ کیا جائے۔ انہوں نے اس قانون کے حالیہ اطلاق کو بطور خاص تنقید کا نشانہ بنایا 'جس کے تحت سزا میں بیٹھ کے بستی میں واسطے پر پابندی لگائی گئی تھی۔ نذر ممت اور لازمی ابتدائی تعلیم کے لئے فوری قانون سازی پر بھی زور دیا۔ انہوں نے یہ مطالبہ بھی کر دیا کہ بری اور بری فوج میں ہندوستان کو بھی رائل کمیشن ملنا چاہئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ہندوستانی سپاہیوں اور عام قوموں کی حیثیت سے لڑنے میں بہت اچھے ہیں تو وہ انہوں کے مناصب پر فائز ہونے کے اہل کیوں نہیں۔ جناح نے اپنا خطاب سب سے زیادہ جالب نظر مسئلہ 'ہندو مسلم اتحاد پر اتمام خیال کرتے ہوئے ختم کیا۔

"مجھے یقین ہے کہ تمام صاحب فکر حضرات اس کے دل سے قائل ہیں کہ ہماری اصل ترقی کا راز ایک ہی سرزمین سے قطع نہ کیے والی دو قوموں کے باہم غیر ملکی 'میل جمل اور تعاون میں مضمر ہے۔ ترقی کا اصل نقطہ اس کے اتحاد و اشتراک کے درمیان واقع ہے۔ تاہم اس کا حل مشکل نہیں ہے۔"

جناح پر ری مسلم قوم کے وکیل کی حیثیت سے خطاب کر رہے تھے۔ وہ اپنا سیاسی فلسفہ یا آزادی تجویز بیان نہیں کر رہے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ قربانی اکثریتی قوم کو دی گئی ہوگی۔ انہیں اس کا صلہ بھی حسب حال ملے گا۔

اس لئے میں اپنے ہندو دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ فراخ دلی اور اعتدال پسندی سے کام لیں اور مسلمانوں کی دیگر سرگرمیوں کا خیر مقدم اور ان کی حوصلہ افزائی کریں 'خواہ انہیں جداگاتہ انتخاب کے معاملے میں یکہ قربانی کھانی نہ پڑتی ہے۔

"یہ اختیارات کی پیروی کسی سے جسوری فمائیدوں کو منتقلی کا مسئلہ ہے۔ آئیے ہم وقتی طور پر اپنی تمام تر توجہ اور قوت تھیں اس ایک سال پر مرکوز کر دیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد ہو جانا چاہئے اور اس اقلیت اختیار است کو بحیثیت متحدہ موثر بنانے کے لئے ہر آئینی اور جائز وسیلہ ہونے کا کار لانا چاہئے۔ ہم ایک سیدھی راہ پر ہیں۔ ارض مسعودہ (راست بخشن مقام) ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ نوجوان ہندوستان کا نصب العین اور اس کے لئے کھلا راستہ یہی ہے کہ قدم آگے بڑھاؤ۔"

اہم قومی مطالبات

جناح زیادہ پر امید کمی نہیں رہے۔ انہیں ہندوستان کا مستقبل اسی قدر تابناک 'زندگی' انگ اور روشنی سے آگاہی، بھرپور دکھائی دیتا تھا جتنا کہ دلی کے ساتھ اپنا مستقبل درخشاں نظر آ رہا تھا۔ دونوں نے مختلف براہوں میں اٹھ کھڑی تھی۔ اس کے باوجود محبت نے ہر ہندی کو متحد اور تمام دھارمیں دور گردی تھیں 'اس لئے انہیں اپنی تخلیق اور سیاسی قوتوں کی انتہائی بلندی پر کم از کم یہ بات یقینی نظر آتی تھی کہ گھنٹہ کو جانے والی شاہراہ پر وہ یقیناً کامیابی سے پہنچا رہے ہوں گے۔

پہلے وہ ٹھٹھکے گئے جہاں مرکزی دستور کا ۱۱واں اجلاس بنوڑ جاری تھا۔ نئی دہلی کی تحریک لاکھ امتحانی سے وفاداری سے چل رہا تھا کہ وہاں مرکزی کونسل کے اجلاس کا انعقاد ۱۹۴۰ء کی دہائی کے آخر میں بھی مشکل نظر آتا تھا۔ اکتوبر کے اختتام سے قبل انہوں نے مرکزی دستور کے ۱۱واں دیگر ممبران کو 'انہیں کی یادداشت' پر دستخط کرنے پر آمادہ کر لیا۔

اس کے بعد وہ یادداشت دائرہ اسے کوچن کی گئی اور آخر میں وائٹ ہال کو ارسال کر دی گئی۔ اس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ دستور ساز مجلس کے منتخب ممبران کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ تمام ہندوستانی اراکین کا انتخاب کریں جو آئندہ انتظامی کونسلوں میں یا کر کام کریں۔ علاوہ انہیں مجلس دستور ساز میں منتخب لاکھوں کی خاصی اکثریت ہونی چاہئے اور رائے دہی کے اصول کو مسلمانوں اور ہندوؤں کی مجلس کہیں بھی وہ اقلیت میں ہوں 'مستجاب اور مستقل لاکھوں کی کے ساتھ وسعت دی جائے۔ کم از کم ۱۱۰ ممبران پر مشتمل ایک سپریم کونسل اور ۶۰ تا ۱۰۰ اراکین پر مشتمل صوبائی کونسلوں کی سفارش کی گئی تھی۔ ان کونسلوں کو فزادہ ذمہ داریاں اور پارلیمانی کڑ لیاں دی جائیں اور نیکمرٹری آف میٹ کا ممبرہ ضم کر کے اس کی جگہ وہ ایڈز نیکمرٹری جن میں سے ایک ہندوستانی ہو 'کا تقرر ہونا تھا اور ان سب کے واجبات برطانوی بیٹ سے ادا کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ لیڈر یجن انجیم کے متعلق کہا گیا تھا کہ 'ہندوستان کو منتخب لاکھوں کے ذریعے اپنے اور آپ حکومت کرنے والی خود بینشوں کی طرح حیثیت دی جائے۔ صوبائی حکومتیں خود مختار ہونی چاہئیں۔ نیز حکومت خود اختیاری کے مکمل قانون کا مطالبہ بھی اس میں شامل تھا۔ ہندوستانیوں کو ہتھیار لے کر بچنے کا وہی حق ہونا چاہئے جیسا

کہ ہر حصہ کو حاصل ہے۔" آخر میں استدعا کی گئی تھی کہ ہندوستانی فوجیوں کو بھی مسلح افواج میں انگریزوں کی طرح رائل کمیشن کا اہل شام کیا جائے۔

اس بارداشت میں انگریزوں اور مسلمانوں کے لئے دستوری اہلیت بھی فراہم کیا گیا تھا۔ نہ گورنر اور بینش کا قیام بحال رہا۔ تھوڑی سی شکایتوں کی صورت میں جنگ عظیم اول کے بعد برقی کاسن و سٹو کے اندر رہنے والے عمل میں آتا تھا۔ ابھی تک جنگ ختم ہونے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ہندوستانی دستوں کو عراق، عرب میں اور جرمنیت اٹھانی پر دہلی تھی اس کی مکمل رپورٹ ابھی منظر عام پر نہیں آئی تھی۔ انگریزوں کا ہندوستان کی سرحد پر سے اٹھنا جاری رہا تھا۔ روس میں رونما ہونے والے انقلاب نے اتحادیوں کو ان کے مشرقی ہاتھ سے محروم کر دیا۔ برطانیہ کی جنگی کابینہ میں حصہ، ہندوستان کے پہلے ہوئے ہاتھ پر توجہ مرکوز کرنے کے لئے بصیرت کی افسوسناک طور پر کمی تھی یا اس میں ایسی خرابی تھی یا تو اس سے محروم تھی۔ ۱۹۱۶ء کے سرانے برطانیہ عظمیٰ غیر انڈیا کو کاروبار کے شکار اور مواقع میں سے ایک موقع فراہم کیا تھا۔ جب ایک لکھ بے سوار ہو کر طوفانِ آبدی کے والے ساحل تک پہنچا لیکن قیام اور اسے ضائع کرنے کی صورت میں ان لوگوں کے سوا کوئی کاملاً اثر کے ساتھ چھاؤں تھا۔ جو بہت زیادہ مصروف، بزدلی، یا تیزی سے بدلے ہوئے لحاظ سے بروقت قائمہ اٹھانے کے لئے ابھی طرح چارہ تھے۔

جنگ نے اپنی ساری توجہ ایک ایسے قارمولا پر مرکوز کر دی جو ان کے قانونی دماغ نے صاف دل کے ساتھ وضع کیا تھا اور جسے وسطی ممبر میں کانگریس کے مدد سے ہی سہارا سے ٹکٹ میں درودہ ملاقات کے بعد منظور کر لیا تھا۔ ان کے بائیں لکھنؤ معاہدہ کی کاپیائی کا راز ہر مجلس قانون ساز کے لئے مقرر کردہ مسلم ممبران کی فیصد تھا۔ مرکز اور سمیٹی کی نشستوں کا ایک تہائی، پنجاب میں نصف، بنگال میں ۳۰ فیصد، بی بی میں ۳۰ فیصد، بہار، اڑیسہ میں ۲۵ فیصد، سی بی اور مدد اس میں حال فیصد پر اتفاق رائے پر مقرر تھا۔ بنگال اور پنجاب کو پھر ذکر میں مسلم نمائندگی کی ان کی آبادی سے قدرے کم تھی، "اقلیتی برادری کو اس کی آبادی کے مقابلے میں زیادہ نمائندگی حاصل ہو گئی۔ جنہیں یہ خوش کا حق تھا کہ مستقبل کے "ہندو راج" میں ان کی اسلامی شناخت ختم ہو جائے گی۔ انہیں چھین دینے کے لئے ایک بہت اہم تحفظ کا اہتمام اس طرح کیا گیا تھا:

"کسی مل، اس کی کسی قوم، کسی غیر سرکاری ممبر کی پیش کردہ قرارداد پر جس سے ایک دوسری قوم حائل ہوتی ہو، جس کے مسئلہ کا تعلق مختلف مجلس دستور ساز میں اس قوم کے ممبروں کو کرنا ہو گا، کارروائی میں کی جائے گی، اگر کسی خاص کونسل میں قرارداد مرکزی ہو یا صوبائی، اس قوم کے تین چوتھائی ممبران اس مل، اس کی قوم یا قرارداد کے مخالف ہوں گے، اس پر بھی کارروائی نہیں ہوگی۔"

لکھنؤ کے اجلاس سے خطاب

جنگ نے جس سمجھوتہ کا مسودہ مرتب کیا، اس میں کوئی مسلم نہیں رہے۔ ۱۹۱۶ء کو مسلم لیگ کے دو مشرم سے بحیثیت صدر انہوں نے اعلان کیا:

"ہم جن عظیم ہے اور لوگوں کے مشترکہ مسائل کی طرف تحریک دیتی ہے، جس کے لئے سب سے اچھے اور

سب سے زیادہ بجاور انسانوں نے زندگی گزار دی اور کام کیا۔ تمام اودار اور ہر قسم کے سوئی حالات میں تنظیمیں اٹھائیں، وہ انڈیا کو اس کی بہتیموں سے باہر لاری ہے۔

پورا ملک اپنی جھلی کی طرف مصروفیت کے لئے پیدا رہا ہے اور حلقہ کار امید کے ساتھ نئے آفاقی کی طرف فور سے دلچسپی رہا ہے۔ ملک میں ظلم، افساد اور پائنت عزم کا پانچواں عام ہے۔ تمام اطراف میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ مسلمان ہند اپنے آپ کو اور اپنی گزشتہ روایات کو بھٹکا نہیں گئے، اگر انہوں نے نئی ترقی پر دی کرنے میں بھرپور حصہ نہ لیا۔ جو آج حب وطن ہندوستان کے فرزندوں کو حرکت دے رہی ہے۔ اگر وہ اپنے ملک کی پکار کا جواب دینے میں کامیاب رہے، اگر ان کی نظر اپنے ہندو ہم وطنوں کی طرح مستقبل پر جمی ہوئی نہیں تو وہ مستقبل سے پیچھے رہ جائیں گے۔ لیکن آل انڈیا مسلم لیگ کے حضرات کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت اسلامی قوم اور ہر دے ملک کی ناگہانی قوم ہوئی ہیں۔ جو فیصلے آپ اس ناگہانی جہل اور ناگہانی سیشن میں کریں گے، اپنی پوری قوم اور وطن کے ساتھ رنگ لائیں گے۔ ہر کوڑ مسلمانوں کے غلبہ یلغار اور نفاذ سے بجا طور پر اس کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ ان فیصلوں کی نوعیت یہ ہی جی حد تک ہندوستان کے مستقبل اٹھو اور دستور کی آزادی کے لئے ہمارے مشترکہ افکار اور اسکل کا انحصار ہے۔

جس نے کسی بلیک پلیٹ فارم سے اپنے ہر جوش انداز میں دوبارہ ہر مرکز ترقی نہیں کی۔ انہوں نے جو عالمی کے اشارے پر چلنے والے برطانیہ کو کم ظرف ”دو غلام اور سیاسی اصراروں سے ایس گئے والا قرار دیا جو حب وطن ہندوستانوں کے منہ پر اکثر خامت کرتے ہوئے اس قسم کی باتیں کرتا ہے کہ کوئی چیز اتنی بیکار اور فرسودہ نہیں، چنانچہ ہندوستانی اپنے آپ پر حکومت کرنے کے جامل ہیں ”اور یہ کہ جمہوری ادارے مشرق کی فضا میں ترقی نہیں کر سکتے۔ وہ سارے ہندوستانوں کو دھکیل اور اٹھ کر کھسکا کر رہتے ہیں۔

انہوں نے حب الوطنی اور قومی طور آفاقی کے زندہ توانا جذبہ کو مرنے والے کڑا سیہ جذبہ سے لوث سوچ اور توانائی کو پروان چڑھاتا ہے۔ یہ جذبہ ہندوستانوں کی مداح میں سوچن ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس جذبہ کا سب سے اہم اور امید افزا پہلو یہ ہے کہ اسے قومی اتحاد کی سمت نومولود تحریک سے لٹولی ہے جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اکٹھا کر کے مشترکہ مقصد کے لئے برابرانہ طور پر خدمت میں لگا دیا ہے۔ ان کے خطاب کا یہ اہم جزو مسلم لیگ کے مقاصد کے لئے اٹھا پرچم کن سمجھا گیا کہ بعد میں سرکاری طور پر جو کتابچہ شائع ہوا، اسے اس میں سے خارج کر دیا گیا اور تحریک پاکستان کے دکانہ میں سے کسی نے اسے نقل نہیں کیا۔ ہر حال اس قسم کی سفسر شپ یقیناً مکران کے جانے اور بھٹکاتے جانے کا نتیجہ تھی کیونکہ ۱۹۴۶ء میں ہندو مسلم اتحاد کے ساتھ جملہ کے زندگی جذبہ کی وابستگی کو نظر انداز کر کے ہندو ازاں انہوں نے خود کو حصول پاکستان کے مطالبہ سے جس مضبوطی و استحکام کے ساتھ وابستہ کر دیا ”ہر دی طرح اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا جس طرح اچھی طرح جان گئے تھے کہ ہندوستان برطانوی حکومت سے آزاد مضبوط اور ایک قومی وطن کے طور پر صرف اس صورت میں مندر شہور ہو سکتا ہے ”جب پہلے فرقہ وارانہ شکوک و شبہات اور دیگر غمناکات کو دور کر لیا جائے۔ انہوں نے ناگرس میں رہتے ہوئے وہاں اپنے نمایاں قومی اہمیت کے حامل رہنمائے کار کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ غلبہ جہاں دستور سازی میں جینوں کا خاصا کرد مسلمانوں کو دے دیا جائے تاکہ مسلم لیگ کو قائل کیا جاسکے کہ مطالبات کی ایک قومی

فہرست مرتب کرنے میں کانگریس طغلق کا ساتھ دینا خود اس کے اپنے بھڑی فرقہ وارانہ مفاد میں ہے۔ اس سادرت کے ساتھ بات چیت کے ذریعے جو معاہدہ طے پایا اس سے ان کی قابل تعریف قانونی صلاحیتوں کی اسی طرح تصدیق ہو گئی جیسے کہ قوم پرستی کے ساتھ ان کے ہر خوش نگاہ سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

پر امید اور متحرک جناح نے یہ پیش گوئی کر دی کہ ہم نے کم از کم توجہی آنجہی جنگ پہلے ہی جیت لی ہے۔ متحدہ ہندوستان کا مطالبہ جو ملک کی حقیقی ضروریات پر مبنی ہو اور وقت نیز حالات کو پوری طرح غوطہ رکھتے ہوئے وضع کیا گیا ہو اسے تقریباً قابل حراست ثابت ہونا چاہئے۔ بحالی امن کے ساتھ ساتھ ہندوستانی مسئلہ جرات مندانہ اور فراخ اندیش غلط فہمی طے کرنا ہو گا اور ہندوستان کو برقی ایسٹ کے ایک آزاد نمونہ دار اور مساوی المرتبہ نمونہ کی حیثیت سے اس کا پورا اٹنی حق دینا ہو گا۔ اس وقت یہ سب کچھ بالکل واضح آسان اور عقل کے عین مطابق لگتا تھا۔ کانگریس ایک منصوبہ نے جسے "لکھنؤ پیکٹ" کہا جاتا ہے آزاد ہندوستان کے دستور کے لئے موئے موئے اصولوں پر مبنی لائحہ عمل ثابت ہوا۔ ہر حال انہوں نے اپنی انکیم کو دستور کی حقیقت میں منتقل کرنے کے لئے ہر قدم کا عمل سوچ لیا تھا۔

"اصلاحات کی انکیم اپنانے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ مسلم لیگ اور کانگریس آنجہی ماہرین سے ایک مل کر مسودہ مرتب کرنے کے لئے نفوس اقدامات کریں گی" یہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کا ترمیمی مل کھلانے کا اس کے ضمن میں تیارے ملک کا موجودہ دستور شامل ہو گا۔ دینا مل تیار ہونے پر کانگریس اور لیگ کو اختیار کرنا ہو گا۔ دونوں مذاقوں کو اپنے اپنے سرکردہ نمائندہ افراد کا ایک وفد مقرر کرنا چاہئے جو اس بات کا خیال دیکھیں گے کہ اس مل کو برطانوی پارلیمنٹ میں پیش اور منظور کرایا جائے۔ اس منصوبہ کے لئے ہمیں اس قدر زیادہ سرمایہ جمع کرنا چاہئے جتنا کہ ممکن ہو تاکہ بعد جمعہ کے لئے ضروری وسائل ہونے کا دلائے جا سکیں جب تک کہ تیارا منصوبہ پورا نہ ہو۔"

لکھنؤ پیکٹ رومی کی نوکری میں

ان کا دماغ اپنے اکثر اخرجیہ اور ہندوستانی ہم عصروں سے کئی سال پہلے سوچتا تھا۔ بد قسمتی سے لکھنؤ پیکٹ پر کسی عمل دور آمد نہیں کیا گیا۔ تاہم اس کی منظوری ہندوستان کے قومی اتحاد کا ہم کٹہ ثابت ہوئی اور اس نے جوائنٹ ایڈیٹ کے اس برصغیر حکومت کے لئے ایک ایسا معتدل اور مستقل آنجہی دھانچہ فراہم کر دیا جیسا کہ بعد کا کوئی منصوبہ دو سالہ سال کی محنت ہے پتہ الحراہات اور دست حقین طوں ترجیح کر کے تیار کیا گیا۔ ہر حال کانگریز حکمران اپنی ہندوستانی سلطنت پر دھن کے اصول خود ارادیت کا اطلاق کرنے کو ہرگز تیار نہ تھے۔

کانگریس کا اجلاس مسلم لیگ کے قیصر دیا (لکھنؤ) میں منعقدہ تاریخی سیشن سے چند دن پہلے منعقد ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں سورت کے مقام پر گروپ بندی کے بعد سے یہ اس کا پہلا متحدہ اجلاس تھا جس میں ۲۳۰۰ سے زائد مندوبین شریک ہوئے۔ کانگریس کے صدر ایم سی موہندار نے ملک اور اس کی جماعت کا کانگریس سے انوکھ پر خیر مقدم کرتے ہوئے کہا "مصلح کرانے والے دست مقدس ہیں۔" ہندو مسلم اتحاد کی طرف آتے ہوئے موہندار

نے اعلان کیا:

”میرے معاملے کا کیا ہے اور بعد مسلم دونوں اپنی حکومت کے لئے مشترک مطالبہ پیش کرنے پر حقیق ہو گئے ہیں۔ کانگریس کی کینٹین اور مسلم لیگ کے نمائندوں نے کلکتہ میں دو روزہ مذاکرات کے بعد ایک اعلان کر ملک میں نمائند حکومت کے لئے ایک مشترک مطالبہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔“ ملک نے حقیقت پسند سیاستدان کی حیثیت سے اعلان خیال کرتے ہوئے کہا: ”ہم لوگوں کے کسی بھی گروپ کے ساتھ ایک مشترک مقصد متفقہ نہیں کرنے پر تیار ہیں۔ میں یہ دیکھ سکتی ہوں کہ اس کی طرف سے بھی اپنا دست تعاون دائیں نہیں کھینچوں گا۔ اگر وہ کوئی ایسی انجیم پیش کریں جس کا مقصد ہماری قومی تلاحج و بہبود کو ترقی دینا ہو۔“

ڈنشا بیٹھ کو کلکتہ فاش اور دوسری شادی

جناح کی کامیابی ناقابل شکست تھی۔ انہوں نے مطالبے کا جو سواد مرتب کیا تھا ’دونوں پارٹیوں نے اسے جوں کا توں قبول کر لیا۔ اب وہ اسے ذاتی اطلاق کے حلقہ بیٹھ کے لئے پیش کرنے کو چاہتے تھے انہوں نے دونوں قوتوں کو جھوٹے کرنے کا ایک طریقہ سوچا ’پھر ان کے ذہن کے مطابق اعلیٰ ترین تہا ’وہ بظاہر ایک عجیب و غریب سوال لے کر سر ڈنشا بیٹھ کے پاس پہنچے اور ان سے پوچھا ’مختلف اقوام کے بچیں شادیوں کے حلقے آپ کا کیا خیال ہے؟ دلی کے باپ نے ہر اس سوال پر ہکا بکا رد کئے تھے ’اس کی حمایت میں اپنی پروردگار کے ظاہر کرتے ہوئے کہا: ”اس سے قومی یکجہتی کو عاسی تہذیب ملے گی اور ممکن ہے آخر کار مختلف قوموں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کا آخری حل ثابت ہو۔“

جناح اس سے بہتر جواب کی توقع نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے بحث پر مزید الفاظ خارج کے بغیر اپنے بوڑھے دوست سے دو ٹوک الفاظ میں کہا: ”میں آپ کی صلاح داری سے شادی کا خواہشمند ہوں۔“ سر ڈنشا ششدر رہ گئے ’جیسا کہ جنس چھاگہ نے ’پھر ان دونوں مطالبوں کے طور پر جناح کے مجبور میں کام کر رہے تھے ’اس واقعے کو یاد کرتے ہوئے تانا: ”میں نے خیال نہ تھا کہ اس کے بعد کس ایسے ذاتی مضمرات کے حامل ہوں گے۔ دوسرے زیادہ برہم ہوئے اور ایسے کسی خیال کی حمایت کرنے سے جو ان کے نزدیک مستحق خیر اور انوکھا تھا ’مختلف اختلافات کو جناح نے اپنی خوش حالی اور زبردست دلائی کے ساتھ بحث کی ’میتا کہ وہ اکیلے کر سکتے تھے لیکن وہ فضول ثابت ہوئی۔ پہلے ہی احمقان میں ان کا فرقہ دارانہ ہم آہنگی اور ہمارے احمقوں کو فریاد دینے کا خواب بڑا، طریقہ پر پیش ہو گیا۔ سر ڈنشا کبھی حقیق نہ ہوئے ’یہاں تک کہ ایسی رنج اور شکست آمیز گفتگو کے بعد ’میں کالوں کے طائرہ بھگتی کے ہر شخص کو ملے تھا ’ان کے ساتھ کبھی بات نہیں کی۔ نہ ہی وہ کسی بھی صورت میں ایسی شادی کی اجازت دینے پر تیار ہوئے۔ اولین قدم کے طور پر انہوں نے دلی پر پابندی لگا دی کہ جب تک وہ تاریخ کی حیثیت سے ان کے شاندار سنگ مرمر کے محل میں قیام پذیر ہے ’جناح سے ہرگز نہ ملے اس کے بعد انہوں نے قانونی چارہ جوئی کرتے ہوئے پارسی صبح ایکٹ کی بنیاد پر حکم انتظامی کی درخواست دے دی کہ جب تک میری بیٹی تاریخ نہ ہو ’شادی کی اجازت نہ دی جائے۔ لیکن ایک ایسے دیکھنے نے انہیں پاروں شانے چٹ گرا دیا جس نے اپنی زندگی میں شاید ہی کوئی مقدمہ ہارا تھا اور اس معاملے میں بھی وہ غرضی سے نکالی کا دروازہ کھولنے پر لے کر مبرا نہیں

”اور مرئی نے بھی اپنی پند کے ہونے والے شوہر کے لئے پرورش ظلم کا اہتمام کیا۔ اپنے باپ کی ہمت و حمی کے باعث وہ دوبارہ اس سے بھی نہیں ملی۔ بریٹ کی طرح کوئی قصبہ یا والدین کی ترجیح اسے اس کے ارنوے سے باز نہ رکھ سکی۔ سرانجام کو اپنے مقابلے کے ہمت و حمی آوی کے ساتھ عرصہ سے چلتے ہوئے اس نوجوان جوڑے کی وارفتگی کے مسئلے پر دوبارہ واسطہ چڑا۔ ان دونوں نے غاموشی سے ’صہو سکین سے لیکن اشتیاق کے عالم میں انتظار کے دن گزارے۔ یہاں تک کہ رتی ٹھانہ سال پر رے کر کے قافرا بالغ ہو گئی اور چند ماہ بعد جب جناح کی ناقص تفسیر کو رت و دم کی حکمران نے آخری قانونی رکاوٹ کے پرچے اڑا دیے تو دونوں رشتہ ازدواج میں شملک ہو گئے۔

جو سن اور ترک فوجیں رتی کے باپ سے کہیں زیادہ سخت جان اور باجس کن حد تک مشکل ثابت ہو گئیں۔ عراق میں چلی ’ہائڈروار‘ جیسا کہ ہندوستانی دستوں کو عراق کے صحرا میں پیش آنے والے ہولناک الیہ کو کہا جاتا تھا، برطانوی پارلیمنٹ میں بہت سے سخت و خیر سوالوں کا موجب بنی اور طویل تحقیقات کی گئی جس سے پتہ چلا کہ ہندوستانی ہندو گاہوں سے مصلح فارس کو جو ملے اور دوسرا اسم سادان سمجھا گیا، وہ اشتیاقی باقصر تھا۔ نیکرڈی آف ٹیٹ مجسٹریٹس نے ساری ذمہ داری قبول کر لی، اگرچہ وہ اس میں قصور وار نہ تھا اور وسط ۱۹۳۵ء میں انڈیا آفس کی کمان سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کی قربانی کے نتیجے میں لہلہ پاملی کے ایڈون باجیو کو امور ہند کا انچارج بنا دیا گیا۔ اس نے ۲۰ مئی ۱۹۳۵ء کو دار الحکومت میں انکوائری حکومت کی جی حوصلہ بخش پالیسی ’جس پر حکومت ہند کو عمل افغان ہے‘ پر چمک کر انتظار کے ہر شعبہ میں ہندوستانوں کی شرکت میں اضافہ کیا جائے اور حکومت خود اختیاری کے اداروں کو ترقی دی جائے تاکہ ہندوستان میں برٹش ایمپائر کے ایک لازمی جزو کے طور پر ذمہ دار حکومت کی راہ ہموار ہو سکے۔ اس طرح آفرکار برطانیہ کو ڈو جنین شیش کا وعدہ کرنا پڑا جس کا انتظار ملک بھر کے سیاسی رہنما جنگ کے آغاز سے ہی کر رہے تھے۔ ۱۹۳۵ء کے سرمایہ ایڈون باجیو نے پہلے نیکرڈی آف ٹیٹ برائے ہند کی حیثیت سے ہندوستان کا دورہ کیا۔

ہندوستان کی تقسیم جدید صورت حال ایک آری کا نئی ممدوں پر قائم ہونے اور ناقص نے باجیو کو بری طرح حاشا کیا۔ جیسا کہ بعد میں دورہ کرنے والوں کا حال ہوا، علائکہ وہ اس سے پہلے بھی صحرا میں ہندوستان کا دورہ چکا تھا۔ ایک ’سیوری‘ کی حیثیت سے وہ خود کو ’مشرقی‘ سمجھتا تھا۔ اس سے پہلے اس نے اپنی شخصیت آبادی اور دولت و شوکت کی آنکھیں خیر کر دینے والی ناقص کے درمیان اتنی زیادہ فریت پر کر نہیں دیکھی تھی۔ ہندوستان نے اسے اس قدر خوفزدہ کر دیا کہ اپنے دورہ کے اختتام پر وہ بالکل سبھل ’باغی‘ کا نظارہ اور غم و ہمت سے سبھل ہو چکا تھا۔ دراصل چارے لیکن باجیو کو ہندوستان نے گہرا کر دیا تھا۔ اپنے پرورش استقبال سے اسے اتنی خوشی ہوئی کہ یہاں کے بے پناہ سماجی اور حالت زار دیکھ کر اسے دھچکا اور ٹکرائوں کی طرف سے جو سرکاری سلوک کیا گیا، اس نے مجذب میں ڈال دیا۔



اسٹیکر کا خراج تحسین

ہندوستان کے جن سیاسی رہنماؤں سے اسٹیکر نے بات چیت کی ان سب میں جناح نے اسے سب سے زیادہ حاشا کیا۔ اسٹیکر نے اپنی ڈائری میں نوٹ کیا: ”پست اور مستحق اعلیٰ درجات و اطوار کے لحاظ سے کامل دیکھنے میں حاشا کرنے والا“ فلاں سے پوری طرح یس اور اپنی پوری اسٹیم پر مصر (واقفانے) محسوس کرنے اس کے ساتھ بحث کرنا چاہی، لیکن الجھ کر وہ کہا۔ جناح بہت چالاک آدمی ہے اور بلاشبہ یہ بات اسٹیکر کا ہے کہ ایسے شخص کو اپنے ملک کے معاملات چلانے کا موقع نہ دیا جائے۔ ہندوستان کا دورہ کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں اور کوئی بد اقدام اٹھانا چاہتے ہیں۔ میں واپس وطن نہیں جاسکتا اور کوئی چھوڑا کام نہیں کر سکتا بلکہ بالکل کچھ نہیں کر سکتا۔ اس قدم سے لانا ہے دور کا اتناڑ ہونا چاہئے یا اسے بالکل سے دوچار ہونا چاہئے۔ اسے ہندوستان کی آنکھ، تاریخ کا بنیادی سوال پٹنا چاہئے۔ کرام میں کچھ کی نہیں دیکھی تھی۔ میں ایسا آدمی نہیں ہوں۔ اگر اس قسم کی چیز کو ختم کر سکیں۔ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے یہ خواہش کی ہے کہ میں کرنل کی طرح پسند کیا جاؤں۔ لائیو پارٹی میں ہوں۔ کاش پوری برطانوی کاؤنڈ میں آئی۔ کاش اسٹیکر میں ہوں۔ یہ ہندوستان کی بد نصیبیوں میں سے ایک ہے کہ میں یہاں جہاں بالکل تھا ہوں۔ وہ شخص جسے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچانا اپنی حیثیت لے جسے اس کی طرف سے وزیر داخلہ کے نام مسٹر جناح کی ذاتی اکیلے پر حال ہی میں ٹیل سے رہائی ملی تھی۔ اسٹیکر کو دعوت دی کہ وہ کانگریس کے ٹکٹ اجلاس میں شرکت کرے جس کی صدارت خودہ کرنے والی تھی۔ اس پر اس نے اپنی ڈائری میں لکھا: ”اگر لائیو پارٹی اس کام کا اہتمام ہو تا تو بلاشبہ کانگریس سے ٹکریا اور ان کے لئے تقرر کرتا۔ مجھے ایسا کرنے سے روک دیا گیا ہے شاید یہ ساری صورت حال کو بچا لے۔ نام کانگریس نے ہمارے لئے خوب سہی ہے اگر ہم اس وقت تک میں ہوں جب ہندوستان کی اس حقیقی تحریک کا اجلاس ٹکٹ میں ہو رہا ہو۔“ مسٹرینٹ وہ پہلی قانون واحد انگریز قانون تھیں جنہیں کانگریس کا صدر چنا گیا۔ یہ ان تکالیف کا صلہ تھا جو انہوں نے سال کے وسط میں اپنی ”باغیانہ صحافت“ کی بددلت میں قید و بند کی صورت میں جیلی تھیں۔ مسٹر جناح نے پھر جن دنوں ۱۹۴۷ کو موصوفی کی نظربندی کے فوراً بعد ان کی جماعت ہوم ریل ایک کی بجٹی برائی کا پارٹی سنبھال لیا۔ رتی مسٹرینٹ کے مرکز مداحوں میں سے ایک تھی۔ کانگریس کے ٹکٹ اجلاس میں کم دقتی مسٹرینٹ اور ان سے کہیں زیادہ سامعین نے شرکت کی۔ مسٹر جناح نے اس موقع پر ایک قرارداد کے ذریعے مطالب کیا کہ سجادہ کشن کی اصلاحات پر مقررہ آد کیا جائے جسے زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔ چند دن بعد انہوں نے وہی قرارداد مسلم لیگ کے جلسہ میں پیش کی جس میں کامیاب تھا یہ اجلاس برنڈر سجادہ کرتا ہے کہ حکومت بلا تاخیر ایک مل اسٹیبل میں پیش کرے جس میں دسمبر ۱۹۴۷ کی کانگریس ”لیگ اسٹیم میں منظور کردہ اصلاحات شامل ہوں۔ یہ لائحہ حکومت کے اعتراف کی جانب پہلا قدم ہو گا۔ جن دنوں لائحہ حکومت کے مدنی امکانات قریب آتے تھے بہت سے مسلم لیگی رہنماؤں کی یہ تحریکیں بدعتی تھیں کہ ہندو اکثریت ان کے مفادات کو پس پشت ڈال دے گی۔ مسٹر جناح انہیں قہین دلاتے تھے کہ ایسا نہیں ہو گا۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ اگر سات کروڑ مسلمان کسی قانون کو منظور نہیں کرتے جسے جٹ بائس کے ذریعے پاس کرنا

ہو گا تو آپ کا کیا خیال ہے اور پاس ہو سکتا ہے اور اسے اس ملک میں چھڑ کیا جا سکتا ہے؟ مسلمانوں کو اس تشویش میں چھو نہیں ہونا چاہئے کہ ہندو اکثریت میں ہیں انہوں نے قانون پاس کر سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ کیا تو سارا مکمل بچر جائے گا۔ وہ مسلم لیگ کے ارکان کو ڈر دے کر نصیحت کرتے تھے کہ اپنے ”دشمنوں“ سے نہ ڈرو ہندوؤں کے ساتھ تعاون کرنے سے نہ کوئی تو نگہ حکومت خود اختیاری کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے۔

علی برادران کی خدمات

مسلم لیگ کے مختلف سینیٹرز اور اہل بیت کے لئے مولانا محمد علی مخدوم ہوئے تھے۔ تمام پارے سیش کے برادران ان کی کرسی عالی رہی کیونکہ انہیں اور ان کے برادر بزرگ مولانا خستہ سی و سرس، نظریہ کردیا گیا تھا۔ علی برادران کو حکومت نے ۱۹۳۷ء سے ہنگامی اختیارات کے تحت قید کر رکھا تھا مولانا محمد علی کی ادارت میں شائع ہونے والے اخبار ”کامریٹ“ (انگریزی) اور ”ہمدرد“ (اردو) میں حبیبی خلیفہ عبدالحمید کی برادرانہ شکل کے ساتھ حمایت کی جاتی رہی اور انگریز حکام نے مسلسل تک ان دونوں بھائیوں کی گرفتاری کے متعلق قطعی وجوہات ظاہر کرنے کے سلسلہ میں ہر اسرار خاموشی اختیار کئے رکھی یہیں تک کہ ۱۹۴۷ء میں مسٹر جناح نے سخیل بھٹی دستور ساز میں سوال اٹھایا تو جواب میں بتایا گیا ”انہیں اس لئے نظر بند کیا گیا ہے کہ وہ شاہ (برطانیہ) کے دشمنوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے تھے۔“ علی برادران نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں کے لئے بھی اتحاد کی علامت بن گئے اور مہاتما گاندھی نے برقی راج کی مخالفت میں اپنے اولین عظیم قومی متحدہ کے لئے انہیں چن لیا۔

گاندھی نے ایک طرف علی برادران کی ہمدردی میں خود کو شامل کر کے مسلمانوں کی فریادیں ہمدردی و حمایت حاصل کر لی اس کے ساتھ ہی انہوں نے تمام ہندوستانوں سے برطانوی فوج میں بھرتی ہونے کی اپیلی کر کے سرکار کا اصرار بھی جیت لیا۔ یہ دونوں پوزیشنیں ان بیوروں کو متصادم تھی جنہیں ”جنوں نے مہاتما کے بارے میں کبھی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں سے یا حالات جنگ سے خوش ہیں۔ اس کے باوجود ۱۹۴۷ء کے آخر اور ۱۹۴۸ء کے برادران ان دونوں مہاسب نے گاندھی کی سیاسی قوت کے لئے بہت اہم سادوں کا کام دیا۔

اس نازک مرحلہ پر مسٹر جناح نے برطانیہ کی توسیع شدہ بھرتی مہم پر پانی بے پانی سے تنقید کی۔ وہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ ہندوستانوں کو جنگ میں شریک ہونے کی دعوت دینے سے پہلے انہیں وہی حیثیت ملنی چاہئے کہ برطانیہ کے برابری باشندوں کو حاصل ہے۔ انہوں نے بطور خاص مطالبہ کیا کہ ہندوستانوں کو بھی مسلح افواج میں اس کی کیٹن ملنا چاہئے۔ جسٹس فورڈ نے قرضی سے ڈانٹتے ہوئے اس پوزیشن کو ”سودا بازی“ قرار دیا۔ اس پر مسٹر جناح نے عقلی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ”کیا یہ سودا بازی ہے۔ اگر میں اپنے ملک میں بادشاہ کے مسلولی المرتبہ شخصہ کی حیثیت سے خود ادا کے ساتھ اپنی حکومت سے مسلسل اس پابندی کو جتانے کا مطالبہ کروں؟ مائی لارڈ!“ یا یہ سودا بازی ہے۔ ”اگر میں یہ کہوں کہ مجھے میرے ملک میں وہی حیثیت دی جائے جو برابری باشندوں کو حاصل ہے؟ کیا اسے سودا بازی کہتے ہیں؟“۔ ہر حال مسٹر جناح کو کونسل کے ایک منتخب رکن کی حیثیت سے اس ”جنگ نظریں“ میں شرکت کی دعوت دی گئی جو اسی سال اپریل میں، مقام دہلی واقعہ اسکے زیر صدارت ہونے والی

قریب فیصلی کے انہی تجویزی اس سے کہ اگر ہمیں فری ہو اور

دہلی کے ساتھ شادی کی رسم ہر اپریل ۱۹۵۸ء کو مسز جہاں کے مکان سداوتہ کورٹ "لیڈنٹ پلیجٹ روڈ" آباد دہلی پہنچی میں انعام پائل۔ دہلی نے تین دن پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اگرچہ وہ عمر غیر فرزند و دست پر عمل پیرا تھی۔ دہلی کے کسی رشتہ دار نے شادی میں شرکت نہیں کی۔ وہ اپنے باپ کے گل ٹائٹل مگرے سے "مسز جہاں" کے مکان سے ایک میل سے بھی کم فاصلے پر واقع قاضی آباد سالہ کی عمر کو چھپنے کے بعد ہجرت آئی تھی۔ مسز ڈائنا نے اس وقت تک اس طرح سوگ ملاؤ جیسے وہ مرگئی ہے "جب تک کہ مسز جہاں اور اس کے بانیوں دس برس سے بھی کم مدت میں بدلتی نہ ہو گئی۔" راجہ محمود آباد کے علاوہ مسز جہاں کے اختیاری قریبی چند دست شادی کی خاموش تقریب میں شریک ہوئے تھے۔ راجہ محمود آباد کے صاحبزادے اور باقیوں کا بیان ہے کہ مسز جہاں نے شادی کے موقع پر اپنی دامن کو بے انگوٹھی پہنائی "وہ سب سے والد نے بطور تحفہ دی تھی۔ اپنی سون بھی انوں نے ہمارے نیلی نال دانے بگھر میں ملاؤ تھا۔ نیلی نال بانگل دار بیٹنگ کی طرح نہیں ہے" تمام سچ سچ سے ایک میل کی بلندی پر واقع پانڈی مقام ہے جسے نسو خاندان کے افراد اور راجہ محمود آباد بھی نعت پسند کرتے تھے۔ دہلی اور جہاں نے یہاں مسٹر کے کچے جنگلات میں خوب گھوڑا سواری کی اور پاد و محبت کے جذبات کو اچھی طرح برداشت کیا۔

ہم ایک بھتہ حق سون سنانے کے بعد تو جوں جو ڈاڈا پر سونڈولی پہنچا اور وہاں لال قصے کے قریب مینڈو ہوئی میں قیام کیا۔ یہ شاہکار ہوئی حلیہ طرز کے باتوں کے لئے شہرت رکھتا ہے۔ عمل مثنوی طرز کا ہے ہوئی چٹا کے محبوب ترین ہوئی میں سے قیام و وجہ بھی دہلی آئے اسی میں فہرست۔ دہلی کی کئی زبانوں میں بحث کیا، پھول سکتے رہے۔ سن ۱۱۰۰ شمسی خطبہ ایک رنگ کے دہلی پارہات میں اس کا پورا پورا پھول اور طرز ادا کرتے والے کی ظہریں کھب جانا تھا۔ وہ میرے ہوا ہرات اور سونچ سے مرصع میری جڑوں میں تھی اور جوں دھنسل اور ازمیں انگریزی سکرٹ چلی تھی۔ مسز جہاں اپنی محنتی کالی سوچوں اور پتہ پھول آکھوں کے ساتھ ایسے جست لباس میں لباس رہے جیسا باہم کے اندر رہنے والا کوئی نہ ہو لایا۔ وہ اپنی دامن کے ہر لہار سے مکمل ساتھی تھتے تھے۔ دونوں کی ہر ذی دیکھنے والوں کو بڑا متاثر کرتی تھی۔ انھوں نے موسم بارش اور دونوں نے حد مسوار و شادوں تھے۔ اس آغاز کے ساتھ ہی انھوں نے بہت حد تا حد تک اپنی توجہ کر سکتے تھے کہ مستقبل اگر دہلی نصرت میں تو مسلسل خوشنیا سے ضرور ہمراہ رہے گا۔

دلی کی بار بار کانفرنسوں پر پرامنہ ان جنگ قیام میں مسٹر جین نے اس شخص سے کرلی جو قوی شہرت اور سیاسی قوت میں ان کا سب سے بڑا حریف بنے والا تھا۔ ابھی ان کا اپنی سون بھی مکمل نہیں ہو تھا اس لئے شاید ان پر یہ الزام عائد نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اس حقیقت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا تھا کہ ان کے خلاف کتنی زبردست طاقت تھی۔ لیکن یہ جو واقعہ اسے کانفرنس میں آکر سے نکلے ہند کے ساتھ شریک تھی۔ مگر میں نے قریباً دس سال بعد اپنی کتاب EXPERIMENTS WITH TRUTH میں جس سے دنیا بھر میں لاکھوں کروڑوں ہندوستانی نوجوانوں اور طالب علموں کو روشنی ملی اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا میں دعوت نامہ کے جواب میں دلی گیا تھا۔ خوشامد اور چالاک ہی کے ہاتھ اپنی خودداری قیام کر کے کسی کو غلطی کا یہی عادت

نہیں تھی۔" بلاشبہ وہ اس بات کو فراموش نہیں کر سکا کہ میں کیا کر بیٹھا ہوں، نہ ہی اس بیچ کو اپنے ذہن سے کھینچ سکا۔ اس کے باوجود وہ اپنی صفائی کس طرح پیش کرتا ہے، "میں واقف اس کے سامنے مسلمانوں کا کہیں" پیش کرنے کا نکتہ ابھار رہا تھا۔ میں نے ایسی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے، جس سے علی برادران کو زبردستی خارج کر دیا گیا تھا، اپنے اصولوں پر جلی اعتراضات پر اصرار کیا۔ چنانچہ دلی پہنچی کریں نے واقف اسے کو کانفرنس میں شرکت سے متعلق اپنے نال سے تحریری طور پر مطلع کیا۔ جیسفورد نے مجھے ملاقات کی دعوت دی تاکہ مل جینے کے معاملہ پر گفتگو کر سکیں۔ واقف اسے اور اس کے ذاتی سیکرٹری مسٹر اسے کے ساتھ طویل بحث ہوئی، آخر میں شرکت پر آمادہ ہو گیا، مگر سال اس میں گامدھی کا کردار ہندوستان کی فوج میں بھرتی سے متعلق گامدھی قرارداد کی تائید کرنے تک محدود تھا۔ جہاں تک مسلمانوں کے مطالبات کا تعلق تھا، اس بارے میں طے پایا تھا کہ گامدھی بعد میں واقف اسے کو غلط سمجھے گا۔ جیسفورد کی شرائط تسلیم کرنے پر گامدھی کے ضمیر نے اسے اس قدر الجھن زدگار اس نے پکارا کہ کر لیا کہ میں یہ تائید مختصر سے مختصر الفاظ میں کر دیں گا۔ اس کی تائید صرف اس مختصر سے مختصر مشعل تھی۔

میں نے اسے احساس زبرداری کے ساتھ اس قرارداد کی تائید کرنا ہوں۔ اس نے یہ عقوبت پہلے ہندی میں ادا کیا اور پھر خود ہی اس کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا۔ بعد ازاں اپنی خود نوشت میں گامدھی نے اس زبان کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا اور اس نے ابتدا میں اشتعال کی تھی۔ اور کہہ الفاظ یا اس میں مختصر اس کا کہ حمایت کو قبول کر گیا، جن سے جنگی مظالم اور برطانیہ کی جنگی مشین کو زبردست ترقیت ملی تھی۔

"سمت سے لوگوں نے مجھے ہندوستانی بولنے پر مبارکباد دی۔ ان کا کہنا تھا جہاں تک ہماری یادداشت کام کرتی ہے، کسی ایسے اجلاس میں ہندوستانی بولنے کا یہ پہلا موقع ہے۔ مبارکباد کے بیانات اور اس انکشاف نے کہ واقف اسے کی بیٹنگ میں ہندوستانی بولنے والا میں پہلا شخص تھا، میرے قوی خاطر کو مدد کر دیا۔ میں اپنے آپ میں سحر کر رہ گیا۔ یہ کیا المیہ ہے کہ ملک کی زبان کو ملک سے متعلق تعلیم کی بابت اجلاسوں میں موضوع قرار دیا جائے اور وہاں ہم جیسے ننگے شخص کا ہندوستانی زبان میں تقریر کرنا قابلِ تحسین سمجھا جائے۔ اس طرح کے واقعات ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ہمیں کتنی پست سطح پر گرا دیا گیا ہے۔"

وہ یہ اعتراف نہیں کر سکا کہ اسے سمجھنا بہت مشکل کی طرف سے واقف اسے کی حمایت حاصل کرنے کے لئے ہم خود کا اصول ترک کرنے پر جو مبارکبادیں موصول ہوئیں، ان سے اسے افسوس ہوا۔ اس نے اپنے بچے جذبات کا اظہار "ایک ننگے ہوئے شخص" کی صورت میں کیا جس کا "قوی خاطر" مروج ہو گیا تھا۔ لیکن جذبات کو اپنے حافظہ اور دنیا کے لئے محض قوی زبان کی دہر بات کے باعث جانو ضروری۔ حقیقت میں ہندوستانی زبان بولنے پر ایسی کوئی پابندی نہیں تھی جسے گامدھی کے شرم سے سکونے کا موجب قرار دیا جاسکے۔ تاہم جنگ کے لئے فوجی بھرتی کے ساتھ اس کی دانگی نے واقعی اسے ۱۹۱۸ء کے اختتام سے نکلنے والی صدر میں جلا کر دیا۔ لیکن دار کانفرنس میں گامدھی کا وہ ادارہ ان کے کردار جہاں کے حکومت کے خلاف موقف کے لئے جہاں کن ثابت ہو اور دلی کی پوری قوم پرست قیادت کو ہم کو ان دن کا افکار کر دیا۔

جہاں نے ایک قابلِ قوم پرستانہ قرارداد پیش کرنے کی کوشش کی تو واقف اسے نے اسے "خلاف ضابطہ"

قرار دے کر مسترد کر دیا۔ جس سفرو کے نام ایک بار میں انہوں نے بنی ہے باقی سے اس موقف پر اصرار کیا کہ ہم اپنے فوجیوں کو ایسے اصولوں کی خاطر ملک کرنے کے لئے نہیں کہہ سکتے جنہیں ان کے اپنے ملک میں عمل نہیں کیا جاتا۔ کوئی محکمہ قوم دوسروں کے لئے اس بے چہری اور توہین کے ساتھ نہیں کر سکتا جیسا کہ کوئی آزاد قوم اپنی اور دوسروں کی آزادی کے لئے سرگرم آرائی کر سکتی ہے۔ اگر ہندوستان کو برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کی خاطر تسلیم کرنا پڑے گا تو اسے ایک شریک کاری حیثیت سے لیا کرنا ہو گا۔ ایک محکمہ کے طور پر نہیں۔ اسے یہ احساس دلانے کے لئے کہ وہ اپنی آزادی نیز کالج برطانیہ کے ماتحت آزاد اقوام کی دولت مشترکہ کے لئے قائم رہا ہے۔ ایسی صورت میں وہ آخر تک برطانیہ کا ساتھ دینے کے لئے اپنی اپنی کالوں کا زور لگا دے گا۔ پہلے اقدام کے طور پر ہندوستان میں کانگریس ایک انجیم سے ہم آہنگ قانون کے ذریعے چم چری طرح اسرار حکومت کے قیام کی تفصیلی دستاویزیں کیا جائے اور اس سلسلے میں مسودہ قانون بلا تاخیر پارلیمنٹ میں پیش ہونا چاہئے۔" اگر ۱۹۱۸ء میں دہلی دار کاغذوں کے موقع پر گاندھی جی جناح کی قیادت میں متحد ہو جانا اور مسز جناح ایک سال سے بھی کم مدت میں اس سے بد عمل نہ ہو جائے تو وہ دونوں متحد ہو کر شاید برطانیہ کو اس بات پر آمادہ توفیق کر سکتے کہ ہندوستان کو ایک لامنتہ آزادی دے دے۔ تاہم وہ انتقال اقتدار کے عمل کو جیتا جیت کر کر سکتے تھے۔ شاید انہیں تقسیم ہند کے مرحلے سے بھی دو گزرنا پڑے۔

ملک اور اپنی پسنٹ مسز جناح کے قدم ہدم پل رہے تھے۔ بجلی کے گورنر اور ڈاکٹرن نے ماحول کے ایک خط میں ان تینوں کو اس خط پر براہ کمال کہا کہ اس نازک وقت میں وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے فرض کا احساس نہیں کر رہے ہیں۔ چند ماہ بعد جس سفرو نے مسز جناح اور مرکزی کونسل میں ان کے کئی قوم پرست ساتھیوں کے خلاف اپنے ٹیکرٹری کے مزید کان بھرے اور ان پر الزام لگایا کہ وہ سخت مخالف ہیں۔ ان کے بارے میں یہ سوچنا کہ ہم کچھ کر سکتے ہیں، بیکار محض ہے۔ ان میں پائی جانے والی گتھی کا سدباب نہیں کیا جا سکتا اور میں اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کو تیار نہیں ہوں۔

گورنر وائس رائل دار کاغذوں میں ۱۹۱۸ء کو ڈائن ہل، بمبئی میں منعقد کی۔ مسز جناح اس میں شریک ہوئے اور انہیں اس وقت جیتا جیتا آیا جب وائس رائل نے یہ کہا: "میں کچھ ایسے حضرات موجود ہیں کہ ان میں سے بعض کا عوام پر خاص اثر و رسوخ ہے۔ ان میں سے بہت سے ہوم رول لیگ، نائی سائی پارٹی کے ممبر ہیں جن کی سرگرمیاں گزشتہ سالوں میں ایسی رہی ہیں کہ میں ان کی حمایت کے الفاظ پر عمل ہونے کے بارے میں اطمینان داری سے مجبور نہیں کر سکتا۔" ملک نے وائس رائل کی مجوزہ قرارداد میں یہ ترمیم پیش کرنے کی کہ محض کی حکومت خود اقتدار کے بغیر ملک کا دفاع نہیں ہو سکتا، لیکن اسے علما دار کاغذوں سے نکال دیا گیا۔ اس کے بعد مسز جناح خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا:

"آج کے دن سے کل میں اپنی اس کلین انصاف کا افسار کرنا چاہتا ہوں، بڑا کیسی ایسی ہوم رول لیگ کے رہنماؤں کے الفاظ اور صداقت کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مجھے اس طرز کلام اور طرز عمل پر بہت المیہ ہے اور بڑا کیسی ایسی کے بارے میں احترام کے بارے میں خاصہ شدت کے ساتھ اس پر احتجاج کرنا ہوں۔ ہم اپنے ملک اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے دوسروں سے بدھ کر رہے ہیں، فرق صرف طریق کار کا ہے۔

حکومت کے طریقوں کو بہتر بنانا ایک پسند نہیں کرتی۔ میں صرف حکیم کی برتری کے لئے تجاویز پیش کر رہا ہوں۔ حکومت کی اپنی حکیم ہے۔ یعنی وہ "سپاہیوں" کی برتری چاہتی ہے۔ 2۔ میں خطرے سے بچنے کے لئے محض اس قدر کافی نہیں۔ ہم ایک قوی فوج یا انتظامیہ درگزر میں بہ مشکل فوج کی تشکیل چاہتے ہیں۔ محض گریہ کی فوج سے کام نہیں چلے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ ہم سے مدد چاہتے ہیں تو آپ حکیم یا فوجیوں میں یہ احساس پیدا کریں کہ وہ ایسا کرنے کے شہری اور بادشاہ کی مساوی المرتبہ رکھتا ہیں۔ لیکن حکومت ایسا نہیں کر رہی۔ آپ کہتے ہیں ہم یہ بھروسہ کیا جانے کا اور زمینیں حقیقی شریک کار بنایا جائے گا لیکن کب؟ ہمیں محض الفاظ نہیں چاہئیں، ہم زمینیں چاہتے ہیں کہ اس مسئلے پر غور و فکر غیر مینہ دہت کے لئے تیزی کر دیا جائے۔ ہم عمل چاہتے ہیں اور فوری اقدام کے طلبگار ہیں۔"

دھنگن کے ساتھ حکم کلا سرکہ ٹوائی سے پیدا ہونے والی جھگی نے ان کے سانی دوا کا بھی حاشا کیا۔ اپنی سون سے دواؤں کے بعد جلد ہی سبز جناح کو گورنمنٹ ہاؤس پہنچنے کے ایک دفتر میں دعو کیا گیا۔ دتی نے جس کا بنا ہوا کھٹے تھے گاؤں میں بہن رکھا تھا۔ لیڈی دھنگن نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ اگر سبز جناح کو سواری لگ دی ہے تو ان کے لئے شال لاوے۔ سبز جناح نے حاکم کی دواؤں کا انتظار کئے بغیر اپنی میزبان کو قاطب کرتے ہوئے کہا: "جب سبز جناح کو سواری لگے گی تو وہ خود کہہ دیں گی اور اپنے لئے شال مانگ لیں گی۔" یہ کہتے ہوئے میاں جی دی دواؤں لائے اور کمرے سے نکل آئے۔ اس کے بعد اس وقت تک گورنمنٹ ہاؤس کے اندر قدم نہیں رکھا جب تک کہ دھنگن پہنچنے سے چلا نہیں گیا۔

صوبائی دارالافتاء کے انتظام کو ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا کہ جناح کی پادشاهی نے امر ایملیہ کو پہنچنے میں صبح ہم دھل مٹایا۔ اس موقع پر زبردست دہلی سے خطاب کرتے ہوئے سبز جناح نے کہا:

"دارالافتاء دھنگن کہتے ہیں کہ ہم دھل ایکٹ لالک ساتھ چلے جا رہے ہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ آپ کا طریق کار اور پالیسی سب کچھ غلط ہے۔ میں چچن نہیں کر سکتا کہ کوئی وہ دھکوت بھی ادا کرنا ہو سکتا ہے کہ اسے یہ نظر نہ آئے۔ انہیں ہم پر اعتماد نہیں، اس لئے ہمیں اپنے وطن اور ایسا پناہ کا دفاع کرنے کی اجازت دینے کو تیار نہیں۔ وہ اسی حکیم کو قائم رکھنا چاہتے ہیں جس کی حیثیت سپاہیوں کی فوج کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کے باوجود وہ ہم سے گھر کرتے ہیں کہ ہم ان کی مدد نہیں کر رہے۔ میں دیتی کچھ کہتا ہوں جو سبز جناح نے "میرا ہم نیما دیا" کی بات کا تھوڑا "حکومت ہند ہمارے پیش نظر شامد کے لئے بالکل بیکار" سے زیادہ شاہل میں بکڑی ہوئی اور احتمالی دقتنازی ہے۔"

کم دوش ایک ماہ بعد گاندھی نے سبز جناح پر زور دیتے ہوئے انہیں کھاکہ وہ فوجی برتری کے حلقے ایک ہندو اعلان جاری کریں گے گاندھی کی دلیل یہ تھی:

"میں آپ دیکھ نہیں سکتے کہ اگر ہم دھل ایک ماہ روکن برتری کی ایک مضبوط ایجنسی بن جائے اور اس کے ساتھ ساتھ آئینی حقوق کے لئے ہر دھند بھی کرنا رہے۔ تو گاندھی ایک حکیم جیتنا منظور ہو جائے گی؟ پہلے برتری کا دفاع تلاش کریں اس کے بعد آپ کو ہر چیز مبرا کر دی جائے گی۔"

یہ گاندھی کے عجیب ترین غلطوں میں سے ایک غلط تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ سبز جناح کو یہ غلط فہم کرنا صدمہ

ہوا کہ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جب گاندھی نے بھرتی کے سلسلے میں گجرات کا دورہ شروع کیا اور ذمہ داری کی توازن کے تحت — گاؤں گاؤں کے پھر لگائے تو اسے بھرتی کے معاملے میں سڑجھان کی مدد سے سوجا کا اعتراف کرنا پڑا۔ چنانچہ اس نے تسلیم کیا:

”جو کئی میں نے اپنا کام شروع کیا، میری آنکھیں کھل گئیں۔ میری رجحانیت کو زبردست دھچکا لگا۔ ہم جہاں کہیں گئے وہاں جلے منتھ کھے۔ لوگ ان جہلوں میں آئے تھے جہاں بھنگل ایک با دو افراد اپنے آپ کو فوجی بھرتی کے لئے پیش کرتے۔ آپ انہما کے حامی ہیں؟ آپ ہم سے جنگ میں شریک ہونے کو کہتے کہہ سکتے ہیں؟ حکومت نے ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی ہے کہ ہم اس کی ادھوا کریں؟ یہ اور اسی قسم کے سوال ہر جگہ ہمارا سامنا کرتے تھے۔“

اگست میں گاندھی نے اسے (ڈاکٹر) رائے کا پرائیویٹ سیکرٹری (کو اس سے بھی سخت سوالات پر مشکل حل دکھا: مثلاً ہم جو کہ اپنے اندر خورجی کو دیکھنے کا حوصلہ نہیں رکھتے اور جنہوں نے بھی جھپٹا ہواں کو چھوا تک نہیں اپنے اندر اچانک فوج میں بھرتی ہونے کی ہمت کیسے پیدا کر لیں؟ جبر کے انتقام سے نکل ہی گاندھی کی صحت نے جواب دے دیا۔ ہوں اسے اس انتہائی مشکل اور ناٹوٹھار کام کو ترک کرنے کا موقع مل گیا۔

”میری بھرتی کی قسم کے دوران میں اپنے دستور کی جاتی کے کنارے پر پہنچ گیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ حالات ضرور طویل پکڑے گی اور شاید بلا کثرت خیر ثابت ہو۔ جب میں استرطاعت پرورد سے گرا رہا تھا، دیکھ بھائی ٹیل نے آکر خبر سنائی کہ جرمی کو مکمل طور پر شکست ہو گئی ہے اور کٹھن نے پیغام بھجوایا ہے کہ مزید بھرتی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس خبر سے مجھے بڑا سکون ملا۔ ٹیل کے ساتھ ڈاکٹر کوٹوالی گیا تھا۔ اس نے میری نبض دیکھی اور بتایا: ”آپ کی نبض بالکل ٹھیک ہے۔ مجھے بالکل کوئی غصہ نظر نہیں آتا۔ یہ بہت زیادہ کمزوری کے باعث اصحابی سمجھا ہے۔“ میں نے پوری رات جاگ کر گزار دی۔ صبح طلع ہوئی، تمام سوٹ نہ آئی۔ اگرچہ میں اس خیال سے چھٹکارا نہیں دے سکا کہ خاتمہ قریب ہے۔“

ہندوستان کے لئے دستوری اصلاحات پر بائیکاٹ کی رپورٹ جولائی ۱۹۳۸ء میں مضرہ عام پر آئی جس میں سفارش کی گئی تھی کہ صوبوں میں انتظامیہ کا جزیوی کنٹرول کالاس دستور ساز کو سونپ دیا جائے اور ہندوستانی حکومت میں انتظامیہ پر منتقلی کے اثر و رسوخ میں اضافہ کیا جائے۔ نیز جہاں تک ممکن ہو مقامی اداروں کو مکمل اختیارات دینے جائیں۔ جناح نے ابتدائی رپورٹ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ۳ جولائی ۱۹۳۸ء کو درج ذیل اشاریہ کی جانب جاری کیا:

”یہ تجاویز فارسیوں اور دیہیوں کے قوانین کی طرح نہیں ہیں، تمام مزید بحث کے ذریعے ان میں ترامیم کی جاسکتی ہیں۔ مسئلہ کو سلجھانے کی بہت زیادہ کوشش کی گئی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ہندوستان میں سب سے بائیکاٹ کی راہ میں بہت زیادہ دلوں میں کمزوری کی گئی اور انہیں انتہائی ناؤک اور پیچیدہ مسائل میں سے ایک مسئلہ حل کرنے کو کہا گیا تھا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دہشت انگیزی پھیلانے والے گروہ نے ان پر باجائز دیا والا ہے، جس کے نتیجے میں عوام کو دی گئی مراعات پر بہت زیادہ پانڈیاں لگا دی گئی ہیں۔ کوئی بھی اصلاحی قدم بیکار ہو گا، جب تک جسے صوبوں، مثلاً، سمجھتی میں تمام ٹھکوں کو باسوائے پولیس اور انصاف کے، تبدیل نہ کیا جائے۔ میں اسے صرف

میوہ کی مرط کے طور پر قبول کرنے کو چاہا ہوں تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ فی الحال اسن دالان قائم رکھنے کی ذمہ داری حکومت کے لئے مخصوص ہے۔ کیونکہ تجویز میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ برصورت ہم ایک تجویزی مرط سے گزر رہے ہیں۔

جس نے خود کو ایک بار پھر جی حد تک استعمال پسند "پنکدار" ذہن آجی وکیل اور محنت و شہد کرنے والا سیاست دان ثابت کر دکھایا۔ ہائیڈرو کے ساتھ براہ راست معاملہ کرنے کے لئے ان کی کوششوں کو حکومت بعدوستان سے ناؤ نہ کرتی اور اس کا سیاہ دولت ایکٹ نافذ نہ ہوتا تو شاید جنگ کے دوران مصیبت کے جو سال آئے "میں میں انقلاب اختیار است کامل" جسے برطانیہ کے دو عظیم ترین لیبل سیکر فرج آف شیٹ جان مارلے اور ایڈون ہائیڈرو نے شروع کیا تھا میں برہان نہ ہوتا۔

جس کانگریس "لیگ کی اس مشترکہ کھیتی میں شامل تھے" جو ہائیڈرو تجویز پر کام کر رہی تھی۔ کھیتی نے رپورٹ کی منظوری کے ساتھ ساتھ پیشکش کیسٹ کی ترقی بھی کی اور کھل ذمہ دار حکومت کے حصول کی خاطر تیز تر اقدامات پر زور دیا۔ رپورٹ کی بابت کانگریس لیڈروں کے جائزے دیے تھے۔ سرپرست ہائیڈرو ترقی سے قبول کرنے کے حق میں تھا۔ جبکہ سی "اور" اس نے "دو عملی نظام" کی بابت ہائیڈرو کے خدشات کا اظہار کیا۔ وہ پانچ سال میں حتمی "ذمہ دار حکومت" کا قیام چاہتا تھا۔ جبکہ موٹی فائل صوبہ مزید ۱۰ سال تک انتظار کرنے پر آمادہ تھا۔ اسی دوران کانگریس اور لیگ کے سالانہ اجلاس دسمبر میں دہلی میں منعقد کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

جو نئی نومبر میں جنگ ماحول پر اپنے اہتمام کو پہنچی "اس کے ساتھ ہی دو لکھن کا دور گردن ہی ختم ہو گیا۔ جناح اور ان کی جگہ نے اس گردن کی رقصتی کا انتظار بھی نہیں کیا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ دو لکھن کے کچھ پارسی دوست جنوں ہل میں اس کی رقصتی کے موقع پر الوداعی ضیافت دینے کا منصوبہ بنا رہے ہیں "انہوں نے اس تحریک کے خلاف زبردست حمایت م شروع کر دی۔ کسی انگریز صوبہ دار کے خلاف یہ ان کی پہلی اور بڑی برزور احتجاجی م تھی۔ دو لکھن میوہ ل کھیتی نے اپنا اجلاس ہر دسمبر کو شام کے چھ بجے شروع کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ جناح کے کمرو میں ۳۰ جوان ساتھیوں نے گاؤں ہل کی بیڑیوں کے نزدیک ایک دات پہلے ہی کھپ لگا لیا۔ پولیس نے اگلے دن صبح چھ بجے تک راستہ کو صاف رکھا۔ جب ہل کا دروازہ کھلا "مسٹر جناح خود موقع پر پہنچ گئے اور قتلہ کے بالکل شروع میں جگہ سنبھال لی۔ وہ تیز رفتور میں سے ہل میں داخل ہوئے اور پہلی قتلہوں میں رکھی ہوئی کرسیوں پر لپٹے ہوئے روئل لگیوں کے ساتھ جھنڈ کر لیا۔ دوسرے وقت دتی بھی بیڑیوں سے بھری ہوئی قرض پائکٹ لے کر وہاں پہنچی گئی کیونکہ وہ لوگ ان بیڑیوں کو پھوڑنے پر آمادہ نہ تھے۔ ہمارا دو لکھن کے حافی ان پر جھنڈ کر گئے۔ اس سے قبل کہ بہتر تک پہنچی اجلاس شروع کرنے کا حکم دیا "ہل کچھ کچھ بھر کا قتلہ سر ہیشہ دی۔ کھائی نے جو کہ بھیجی کے سرکہ پارسیوں میں سے ایک تھا اور جس کے خاندان میں نے الیڈان کی حمایت سے بڑی دولت کائی تھی "اجلاس کی صدارت کی۔ لیکن جو نئی وہ تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا "سامعین نے "نہیں" نہیں "کا شور مچا دیا۔ قریباً بیس منٹ تک ہنگامہ جاری رہا۔ اگرچہ کھن چڑی توڑاؤ چلی نہیں دے رہی تھی "ہم سر جھیندی نے دو لکھن کو غراج حصین چینی کرنے کے لئے قرارداد چینی کر دی۔ اسی دوران کھنڈر پیس نے ہل خالی کرنے کا حکم دے دیا۔ جناح "دلی اور ان کے حامیوں کو جبرا ہل سے نکال دیا گیا۔ یہ پہلا دور "آجی" جو قتلہ تھا

جب کسی پادری شخص کو جناح کے ساتھ بد تمیزی اور مستافی کرنے کی حرات، ہولی، ہیرماں، دھانک ہاں سے بھٹی کے ایک بے مثال جھوٹی شکل میں باہر آئے۔

اسی شام لہار شہرہ میں جناح کے پرستاروں کا ایک شاندار جلسہ ہوا۔ اس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "حضرت آج آپ کی راج سے واضح ہو گیا ہے کہ ہندو کیسی اور آفریکی کی مشترکہ قوتیں بھی آپ کو مراد میں کر سکتیں۔ ہر دہرہ رات بھی وہاں کے لئے ایک تاریخی دن بن گیا ہے۔ حضرت جانے اور اس دن پر خوشیاں منائے جس نے ہمسو سے کوٹھ سے ہٹکار کر دیا ہے۔" رات کو شاندار مہم چالی میں ایک عظیم الشان احتجاجی جلسہ ہوا۔ اس موقع پر ایک مقامی وکیل نے نوجوان قیدی کی کہ "وٹنگٹن ہسپتال" کی خوشامد تحریک کو اپنی موت آپ مر گیا ہے۔ "خود مر ہے کہ اب "جناح ہسپتال" کے قیام پر غور کیا جائے۔ میری نوجوان ہے کہ مسز جناح انہیں کی شاندار ہے لوٹ اور پرانہ قیادت نے بھی کی عوامی زندگی میں توجہ دے کر دیا ہے۔" ایک ہمسہ چار کر کے گاؤں چلی میں سب کیا جائے۔" یہ اپنی کارگر ہوئی اور چھ مہینوں میں "جناح ہل" کے لئے ۱۰۰۰ روپے زکوٰۃ کی رقم جمع ہو گئی۔ ہمسہ کے جانے کانگریس کی طرف سے "جناح ہسپتال ہسپتال" تعمیر کیا گیا اور انہیں مکمل کانگریس کی مقامی قیادت میں آج بھی موجود ہے اور شہوان بھیجی کی شاندار راج کی یادگار ہے۔ ہر انہیں مسز جناح کی صباک اور پرانہ قیادت میں حاصل ہوئی۔ جناح کے کانگریس سے نکلے کے بعد اور خصوصاً قیام پاکستان کے بعد وہاں عجیب طور سے تاریخی قلعہ پر مشتمل لگا ہے اور اب گرام آباد میں اس کا حوالہ صرف "ہل" ہے "ہل" کے طور پر دیا جاتا ہے۔ بہت کم بعد ستائیس کر دیا ہے کہ ہسپتال چلی بھیجی کے سب سے زیادہ جرات دلائے والے بعد مسٹر احمد کے شہری صباک قیادت کے حکمت میں تعمیر کیا گیا تھا۔

پانچواں باب — امرتسر تا ٹانکپور ۲۱-۱۸۸۹ء

ماہر لڑائی کا خاتمہ ہندوستان کے لئے امن و آشتی کا سبب نہیں بلکہ علم و تمدن کی مزید ترقی آج بھی۔ مارشل لا اور صدارت کے حقوق کو واپس آف لینا قوانین نے فوری آزادیاں سلب کر لیں گے اور برہمن کی قانونی پارہ بھٹی کا حق زمین لیا جائے۔ حکومت ہند کو مکمل پہنچ دے دی گئی۔ اگر وہ جس ہندوستانی کو چاہے کسی ناخوش، وارنٹ یا دھرم پستہ کے بغیر گرفتار کر لے، 'حکومت میں لے لے'، 'تھریو کر دے'، 'اس کی قتل و حرکت پر پابندی لگا دے' یا جلا وطنی کا حکم کر دے۔ انڈیوں کی طرح سے فطری طور پر یہ قریح واپس کی گئی تھی کہ اس کے نتیجے میں ویسے حقوق 'آزادیاں اور قانونی شخصیات سبیل ہو جائیں گے' لیکن سبیل اس کے برعکس ہوا۔ سرکار کی مقررہ کردہ عداوت کھینچی 'جس کا سر پر ہندوستان کا ایک وکسٹنس سرسبلی وارنٹ تھا' کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کی جگہ پر آج بھی تھی۔ جس میں سٹارشل کی گئی تھی کہ سبیل فوجی اہلی اور ان کی 'اختیارات' کے قانون میں فوری طور پر کم از کم ۶ ماہ کے لئے قیام کر دی جائے۔ یہ اہلی نویت کا سبیل تھا۔ جو جنگ کے بعد مرکزی سٹارشل میں پیش کیا گیا۔ ملک بھر میں اسے 'ہندو قانون' قرار دے کر اس کے خلاف حرکت کا اہتمام کیا جانے لگا۔

ایڈیٹری جنم کو مذکورہ فی حق میں پیش کیا گیا، تو مسز جناح کا پسلا دو عمل یہ تھا کہ جی کونسل کا انتخابی جرائم کے لئے ملاطحت شروع کیا گیا ہے۔ ہریہ کی جگہ انتخاب نے لے لی تو ان کے لئے وسیع اختیارات کے لئے استعفیٰ کی رقم کل جاسے گی۔ کسی مذہب ملک کی قانونی تدبیر میں ایسے قوانین کے خلاف کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس قانون کے لئے یہ موقع بدترین ہے کیونکہ لوگوں نے حالیہ اصلاحات سے بڑی بلکہ توقعات وابستہ کر رکھی ہیں۔ اگر یہ قوانین منظور کر لئے گئے تو ان سے بہت زیادہ بے چینی، اضطراب اور احتجاج جنم لے گا اور حکومت و عوام کے باہمی تعلقات پر انتہائی خراب اثرات مرتب ہوں گے۔

تیم اس نتیجہ کا حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ جسٹس فورٹ روٹ اور عدلیہ مرکزی کونسل کے جملہ ۱۲ ہندوستانی ممبران کی مشترکہ مخالفت کے باوجود، اپنا کام جاری رکھنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ کونسل کے ۳۳ سرکاری ممبران اس سیاہ قانون کے معاملہ میں جو مارچ ۱۹۳۱ء میں منظور ہوا محض ریڈی کی سرپرست ہوئے۔ ان کی حقارتی کے فوراً بعد مسز جناح نے اپنی کھج کر بلا پارلی سے جسٹس فورٹ روٹ کے نام ایک خط لکھا جس میں کہا گیا تھا۔

”حکومت ایکٹ کو منظور کر کے آپ کی حکومت نے ہر اس قیمتی دہائی کی سرگرمی سے نفی کر دی ہے۔“
 ”اس نے ایک سال قبل اس وقت کرائی تھی“ (جب) ”ڈر پائٹنس“ کے موقع پر ہندوستانی سے
 مدد کی اپیل کی تھی۔ ان تمام اصولوں کو بے رحمی سے پامال کر دیا گیا ہے جن کے لئے برطانیہ عظمیٰ نے
 اعلیٰ طور پر جنگ لڑی تھی۔ ایسے موقع پر جبکہ ملک کو کوئی حقیقی غمزدار حق نہیں ہے، خود زور اور مال
 انحصار نے خود تو لوگوں کے سامنے جو ایڈہ ہے، نہ ہی رائے عامہ سے رابطہ رکھتی ہے، انصاف کے بنیادی
 اصول بن رہا ہے۔ دیکھتے ہیں اور عوام کے دشواری حقوق سے انحراف کیا ہے۔ خدا میں آپ کے اس
 فیصلہ اور آپ کی حکومت کی اس روش سے حیرت۔ احتجاج اور اعتماد برہمی کے طور پر ایمپل کونسل کی ممبری
 سے استعفیٰ دے رہا ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ اندر میں حالات نہ تو میں نوٹس کی خدمت کر سکتا ہوں۔
 نہ ہی یہ میری خودداری کے مطابق ہے کہ ایسی حکومت کے ساتھ تعاون کیا جائے جو کونسل میں عوام کے
 نمائندوں کی رائے کو اپنی بد روی سے ٹھکراتی ہے۔ میری رائے میں جو حکومت ایسے قانون کو لڑے اس
 میں حقور کوئی ڈا اس کی توقع کرتی ہے، وہ مذہب حکومت کھلانے کے حق سے محروم ہو جاتی ہے۔ مجھے آپ
 اپنی توقع ہے کہ سیکرٹری آف ٹریٹ برائے ہند مسز جیگجو، ہر پیکو، کو اس سیاہ قانون کو منظور کرنے کا
 مشورہ دیں گے۔“

اس استعفیٰ نے مسز جناح کی دواک قرار دیا۔ حکومت کی ایک بار پھر توجہ کر دی، تاہم جسٹس فورٹ روٹس سے
 مس نہ ہوا، جبکہ عدالت میں ”جیگجو“ کا ”خود ہندو کھیلے گا۔ جناح کے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں
 تھا کہ انہوں نے کچھ کو، جو سیکرٹری آف ٹریٹس کے ساتھ ہندوستان کے متعلق کی امیدیں وابستہ کر رکھی
 تھیں، اس لئے انہوں نے عدالت جانے کا فیصلہ کیا تاکہ وہاں اپنے خندوب دوست کو حکومت ہند کے حضور

کہہ دل کو مسزہ کرنے کی تڑپ دے سکیں۔ ان دنوں رتی امید سے حتیٰ اور ان کی وہ پہلی سی عمری بہت باقی نہیں رہی تھی کیونکہ جنگ کے بعد کا زمانہ پانچویں کن ثابت ہوا۔ دونوں کو مستقل دیکھا نظر نہیں آ رہا تھا جتنا کہ ۱۹۴۹ء کے ادراک میں تھا۔

لیگ وفد کی قیادت

مسلم لیگ کی طرف سے جناح کو اس وفد کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ ہر اس سال وزیر اعظم لائڈ چارٹر کی خدمت میں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ حکومت برطانیہ کو پیرس میں منعقد ہونے والی صلح کانفرنس میں کم از کم ایک مسلمان مندوب شامل کرنے پر آمادہ کر سکے۔ مسلم لیگ کے صدر 'اے' کے 'فصل الحق' کے جہول بعد حلقہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت محسوس کر رہی تھی کہ اب مسلم لیگ کی سیاسی قیادت کی دوسرے علاقوں پر قبضہ ہونا چاہیے۔ خواہ اعلیٰ کاغذات میں گئے۔ حالانکہ ان قوموں نے بڑے پیمانے پر قبول و اقرار کئے تھے کہ یہ جنگ عظیم چھوٹی اور غیر محفوظ تھی۔ کے حقوق کی حفاظت کے لئے لڑی جا رہی ہے۔ سر چیمبرلین نے جناح اور صدر اچھلے ایک بیان کو ۱۹۴۹ء کو ایپریل وار کانفرنس میں دیا۔ مسلمان کی نمائندگی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ چونکہ ان میں سے کوئی بھی مسلمان نہ تھا اس لئے مسلم لیگ کو یہ خطہ محسوس ہوا۔ ان مسلمانوں کے خلاف کو گناہ کر پیش کیا جائے گا یا نظر انداز کر دیا جائے گا۔ علی برادران اور دہلی کے صاحب علم دوسرے مسلمان اہل الکلام آزاد سمیت 'تحریک خلافت کے بہت سے قابل عام دھما' ابھی تک جرائم کی صراحت کے بغیر جیلوں میں بند تھے۔ مسلمانوں پر برطانوی حکومت کے تحت دوسرے دوسرے کے شری ہونے کا احساس دہی طرح غالب تھا۔ خالق دھما' برطانوی غوثیات کا اہتمام کر رہے تھے کہ برطانیہ نے دور ان جنگ مسلمانوں کے مخصوص مقامات کے خلاف کے بارے میں جو وعدے اور عہد کئے تھے 'ان کی پاسداری نہیں کی جائے گی۔' ترکی کی حیثیت 'ایک لگت خودہ دشمن طاقت کی تھی' قریب سیالائی اقوام نے اسے پیٹ پیٹ کے لئے دھانے کا فریم کر لیا تھا۔

جناح اعلیٰ لیگ کے عہدہ میں میں اعلیٰ لیگ اور ریجنٹ پارک کے نزدیک ایک مکان کر لیا۔ پرنس کراس میں قیام کیا۔ ان کے دوست جن میں بھٹی کے دیا ان جن میں شامل تھے۔ ان سے ملنے وہیں آئے۔ جن میں لال نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ "مسٹر جناح ذرا تھکائی کھاتے وقت ہر انکو کسی اعلیٰ یا دہلی حقیقت پر مبنی ہوتی تھی 'مکملہ کر پڑتے تھے۔ دھما است کی ایک شام کو جناح رتی کو مجبور کھانے لے گئے۔ لیکن انہیں جلدیڈ جیلر باکس سے واپس آنا پڑا۔ ان کی انکوئی بی بی جس کا نام دیا تھا سوار اور دھما است ۱۹۴۹ء کی دوسری رات کو نصف شب کے بعد وہ بیدار ہوئی۔ جب انھوں نے کہ اس کے ٹھیک ۲۸ سال بعد اسی دن اور اسی وقت جناح کی دوسری تحقیق پاکستان نے جنم لیا۔

لیگ کے بارے میں جناح کا ملین زیادہ کامیاب ثابت نہیں ہوا اگرچہ انہوں نے لائڈ چارٹر کے سامنے مسلمانوں کا کہیں بھی جرائم کے ساتھ پیش کیا لیکن وزیر اعظم کی طرف سے کوئی اطمینان نہیں

جواب میں ایک عالمگیر اور سادہ پیکار نے دارسانی میں ہندوستان کی لٹاکھڑی کی 'جہاں برطانیہ اور فرانس نے دہلی طور پر عراق، فلسطین، شرق اوسطی، شام اور لبنان کو اپنی قریبت میں لے لیا اور سلطنت عثمانیہ کنٹرول میں رہ گئی۔ جناح نے حقیقتاً تاریخ کی ہوگی کہ انہیں مسلح کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ وہ اپنی دور سے آئے تھے اور مسلم لیگ کے "معدوب" تھے تاہم ان کے بارے میں جیمس ہارڈن اور گنگلن اور ہندوستانی امور کے دیگر ماہرین نے حال ہی میں جس بدامنیوں، شک و شبہ اور نفرت کا اظہار کیا تھا وہ برطانوی کانپن کو ان سے بدعقلی کرنے کے لئے کافی تھا۔ اس مرتبہ دوسرے دواڑے بھی ان کے لئے بند رہے، "بھٹی کے بے گورنر جارج لائیو نے جناح کے خلاف عالمگیر کے کان بھرنے کی پوری کوشش کی اور ایک معاملہ میں لکھا کہ "جناح اگرچہ تقریر میں کمر ہے لیکن دل کا کالا ہے، حقیقت میں ناقابلِ صداقت اور سب احتجاجیوں سے بچ کر خائف وہ واحد شخص ہے جو مسلسل ایک بات کہتا ہے "راہ راست ہے گاڑیوں دھکا ہے لیکن اس کے برعکس کرتا ہے۔ لیون کی جن ہو شہد فضیلت سے انہوں نے طاقت کی" وہ لوگ بھی بہت کم شہد ویشالی سے بچیں آئے کیونکہ انہوں نے اپنی "آئینہ" ممبری سے اشتقاق دے دیا تھا اور اپنی بات کی حوصلہ افزائی کیا بہتر نہیں تھا۔

سانچہ جلیانوالہ باغ

ایپریل سے جولائی تک اور جلیانوالہ باغ (مرقس) میں انگریزوں کے ہاتھوں قتل عام کے بعد پورے ہندوستان میں ہر دم تھکون اور تشدد کی لہر چلائی تھی۔ گاندھی نے سیاہ قوانین کے خلاف احتجاج کے لئے اپریل کا دن ختم کیا اور اپریل کی کہ اس روز تک بھر میں پرتگال کی جائے "اس نے اپنے ہیو کاروں کو یہ دلائل بھی کی کہ شہداء اعزاز میں سرکاری انتظام کی طاقت کرنے سے انکار کریں۔ وہ دن مکمل طور پر ہر دم تشدد کا دن تھا تاہم ایک ہفتہ بعد یعنی ستمبر اپریل کو سکھوں کا خدشہ مقام "غوب آٹاپ سے تھوڑی دیر قبل "پہلے قومی یادگار شہر" میں تبدیل ہو گیا۔ گاندھی کے ناہنیں میں سے وہ کو چند دن پہلے گرفتار کر کے شہر دہ کر دیا گیا تھا۔ اس پر لوگوں کے پڑھش ہوم نے پھانسی میں واقع کشن کے بلکہ کی طرف احتجاجی مارچ شہر کر دیا۔ تشدد سپاہیوں نے خوف تھا ہو کر فائر کھل دیا جس کے نتیجے میں کئی افراد مارے گئے۔ اس طرح ہوم فیس میں بچے ہوئے اندام میں بدل گیا جو انتقام پر ہوا تھا۔ ان لوگوں نے پڑے شہر میں انگریزی بچوں کو ختم آؤٹ کر دیا اور چند انگریز موروثی نیز سولوں پر حملے کیے۔ ایک انگریز جیل کو شہر میں آگن و لگن عمل کرنے کے لئے طلب کیا گیا۔ اس نے تمام لڑائی جالوں میں پابندی لگا دی۔ ستمبر اپریل کو جب اسے جلیانوالہ باغ میں ایک احتجاج کی خبر ملی، جس میں ہزاروں لوگ شامل تھے "تو وہ اپنے دوست کے ساتھ فوراً وہاں پہنچا۔ جلد تک مکمل طور پر محاط سے گھری ہوئی تھی۔ جیل نے پڑ اس شہر کے جلد کو کئی وارنگ دینے پھر اپنے سپاہیوں کو فائرنگ کھلنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے اس دن افراد تھا اور ہندوؤں کے ایک میلہ کی وجہ سے مکانی طور پر فضیل تھی۔ لوگوں کا بہت بڑا ہوم "جن میں زیادہ تر ہندو تھے" حملے میں شرکت کرنے آیا ہوا تھا۔ فوجی دستے نے کٹارے کھانے والے واسطے سے خونخوار انسانوں کو آٹاپ پر کھل

چلائی۔ لوگوں کو دہشت کے عالم میں پانچ ٹکٹے کی کوئی راہ نہیں ملی۔ دس منٹ میں ۱۹۵۰ راولپنڈی غارت گئے۔ جس سے ۳۳ افراد ہلاک اور بارہ سو سے زیادہ زخمی ہوئے۔ جب سمر اپرل کا سورج 'ہندوستان کی برطانوی تاریخ کے بدترین قتل عام کے بعد' جسے بعد میں جسٹس نے 'تھامس کی گولی' سے تعبیر کیا، ٹوٹا ہوا تو جہاں اپنے جہازوں سمیت جانے والی رات سے واپس جا چکا تھا۔

جہاز نے وسط ایشیاء میں وطن واپس آنے کے بعد، بمبئی کراچی کو ایک اعتراض دیتے ہوئے اپنے ہم وطنوں کی نصیحت کی کہ انہیں اس تاریک ترین موقع پر قتل خرابی سے کام لینا چاہئے۔ جب تک کانگریس کے سالانہ اجلاس میں ہمارے قاتلین سوچ کچھ کر کوئی پروگرام وضع نہ کریں اور حوام اس کی حکمرانی نہ دیں، اگر ہم نے خود کی راہ اختیار کی تو اس سے ہمارے مقصد کو بہت زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔ جہاز کو اب بھی یقین تھا کہ کانگریس میں ایس نہیں کہے گا۔ تاہم انہوں نے جسٹس کی انتظامیہ کو "نام" قرار دیا۔ اور مطالبہ کیا کہ جتنی جلدی اسے واپس بلا لیا جائے، سب کے حق میں اتنی ہی بھر ہو گا۔ ترکی کے حلقہ وزیر اعظم کے وعدوں کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ان کی حیثیت "دردی کاغذ" کے ٹکڑوں سے زیادہ نہیں۔ انہوں نے کہا، مجھے یقین نہیں کہ اتحادی اقوام عرب ریاستوں کو حق خود ارادیت دینے پر آمادہ ہو جائیں گی۔ برصغیر وہ ہندوستان کے بارے میں خاموش رہا ہے اور خطی، تھامس، صنعتی اور کیمیکل قوتی — نیز قوتی فوجی پالیسی کے ذریعے "کچھ نکال دیا ہے" کو محسوس کر رہے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ حوام کو کوئی پیغام دینا پسند کریں گے، "بیکہ کانگریس کا امرتسر میں اجلاس ہونے والا ہے" تو انہوں نے جواب دیا "کانگریس کے دہشت گردوں کا انحصار اصلاحات مل پر ہو گا، جو میرے خیال میں وسط ایشیاء میں خود کو محسوس کر لیا جائے گا۔" جہاز نے جہاں میں لندن سے گاندھی کے نام اپنے مراسلے میں دریافت کیا تھا کہ وہ کانگریس کی بابت "ابھی پارلیمنٹ میں زیرِ غور ہے" کیا رائے رکھتے ہیں۔ اس کے جواب میں گاندھی نے لکھا تھا۔ "اصلاحات مل کے حلقے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ میں نے ابھی تک پوری طرح مطالبہ بھی نہیں کیا۔ میں دولت ایکٹ کے مطالبے میں مصروف ہوں۔ اگر دولت ایکٹ کو منسوخ نہ کیا گیا، تو اصلاحات عملی طور پر بیکار ہوں گی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں حکومتی حراست کی کوئی دوسری صورت نہیں، اسوائے حلِ ناگزیر کے، جو خدا نے چاہا تو اگلے پچھتے سے دوبارہ شروع کر دی جائے گی۔ میں نے خود کے وقوع پذیر ہونے سے بچاؤ کی وہ جملہ انتظامی تدابیر سوچ لی ہیں جو انسان کے بس میں ہو سکتی ہیں۔"

رہائی کی تمنا

یہ ان دونوں کے سیاسی انداز فکر میں ہائے جانے والے فرق کا لب لباب ہے۔ جہاز اب بھی معتدل قانونی ترجمہ پر یقین رکھتے تھے جبکہ گاندھی سلل ناگزیر کی چاروں کر رہا تھا۔ ان کے وسیع ثقافتی واسطوں کے باوجود کانگریس نے انہیں ایک دوسرے سے اور بھی دور کر دیا۔ جہاز نے اپنے بمبئی کراچی والے اعتراض میں تجویز پیش کی کہ اگر ہندوستان اپنے کم از کم چھ حلقے (پنجاب، اتر پردیش، اڑیسہ، گجرات، تامل ناڈو) میں چھ کر اپنے مسائل کا پتہ دیکھ کر کریں اور انہیں مستقل مالی امداد فراہم کی جائے اور رائے عامہ کی باتیں ان کی

پشت پر ہو تو بہت جگہ کیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ کام مسلسل اور مستقل بنیاد پر قائم ایسا لوہا انہماک دے سکتا ہے جس کے لاکھوں وہاں چہرہ کے لئے نہ جائیں بلکہ مستقل قیام کریں۔ کیا وہ اس تجربے کے ذریعے خود اپنے لئے موقع پیدا کرنا چاہتے تھے؟ اب وہ ایک بچی کے باپ ہیں بچے تھے اور انہیں اپنی بیٹی کے مستقبل کے ساتھ ساتھ اپنی جوانی و بچہ کے بارے میں بھی سوچنا تھا۔ ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کے زمانے سے بھی زیادہ غیر محفوظ بن گیا تھا۔ ایسی غیر مامن جگہ میں خاندان کی پرورش قرین دانشمندی میں تھی۔ ۱۸۵۷ء سے اب تک لاکھوں انسان شہداء انقلاب کی جھنڈ چڑھ چکے تھے۔ نیز سرحدی شوروں کی پنجاب کی طواریزی اور ہائی ملک کے کوٹے کوٹے میں نہ گروہ کا زہر سراجت کر چکا تھا۔ ان چیزوں نے مستقبل قریب کو تاریک اور بے یاس کن بنا دیا تھا۔ رقی کے باپ کے ختم روپے میں کوئی لپک نہ آئی تھی۔ نواسی کی پیداوار کے باوجود وہ ملٹی طور پر رقی کو اپنی بیٹی تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھا۔ چنانچہ لندن کی کشش میں وہ اہستہ اہستہ گئی۔ اس کا مستقبل اعزاز کم معقول نظر آنے لگا۔ سبھی میں جبر کی پرکھش تھی پھر تھی جو زیادہ وقت اور توجہ چاہتی تھی۔ شام کے اوقات 'م' دے دے دن بلکہ بعض اوقات ہفتہ کے ساتوں ایام اس میں گزر جاتے تھے۔ رقی کو جلد ہی معلوم ہو گیا کہ قانون ایک سخت گیر محبوب ہے۔ ان کے پاس جو تھوڑا بہت فاضل وقت چٹا وہ سیاست کی نذر ہو جاتا۔ شروع و شک 'م' جو رش و سرگرم 'بے چین' حسین و دھنل جوان اور عمارت رقی وقت گزارنے کے لئے ہر روز نئی تھریں سوچتی تھی انہیں پھر بھی تھریں قسم ہو جاتیں اور وقت بچ جاتا تھا۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ

بمطابق اصلاحات جن کا عرصہ سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ ۱۸۵۷ء کو جو کہ خارج عالم کی توجہ کی کا دن تھا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی شکل میں منظور کی گئیں۔ اس روز تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی کا اعلان کر دیا گیا۔ شاہی فرائض میں کما گیا کہ عوام اور حکمرانوں کے درمیان کسی قسم کی علی و تکلیف کی ہائی نہیں رہنے دی جائے گی۔ تاہم نیا قانون اس اعداد سے بہت کٹر نکلا۔ اگر وہ قانون ایک سال پہلے نافذ ہوا ہوتا تو شاید جنگ سے پیدا شدہ فحاشت مہری کرنے کے لئے کافی ہوتا۔ اگرچہ اس میں منتخب ہندوستانی نمائندوں کو تھوڑی بہت صوبائی ذمہ داری سونپنے کی غرض سے بعض اعلیٰ اور ان کے عوامی مسائل کنٹرول میں دے دیئے گئے تھے لیکن زیادہ تر معاملات اب بھی سرکاری ہاتھوں میں رہتے کے لئے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔ نصف زر نصف حکمرانی کا یہ نیا وضع کردہ نظام 'لٹے' دو عملی کیا جاتا تھا 'برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو یکے بعد دیگرے متعدد مراحل کے ذریعے سیاسی اقتدار سپرد کرنے کا قہر سولا تھا۔ مرکزی مجلس دستور ساز کو بنی حد تک وصیت دے کر وہ اپنی پہلوی پارلیمنٹ میں تبدیل کر دیا گیا تھا جس کا منتخب اراکین ان ذریعے جس کا نام پریسیڈنٹ اسبلی رکھا گیا تھا 'اکٹریج اراکین' تھا۔ کانگریس اور لیگ کے مطالبہ پر سیکرٹری آف سٹیٹ برائے ہند اور آفس کے سٹیٹس کی کھڑا ہوں اور دیگر افراتبات کا بوجھ ہندوستانی فرائض سے اٹھا کر برطانوی پارلیمنٹ پر ڈال دیا گیا۔ ہندوستان میں ایک پبلک سروس کمیشن کا قیام عمل میں آتا تھا۔ جس کی بدولت

۱۸۳۳ء سے جی دہلی اور لندن میں ایک وقت نواب محمد سرکاری ملازمین کی بھرتی شروع ہونے والی تھی۔ ایکٹ کے تخریمیں کیا گیا تھا کہ نظام حکومت کی کارکنی تعلیم کے فروغ اور نصابہ اداروں کے بارے میں مزید قانونی تحقیقات کرائی جائے گی تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ سر میں کے بعد اس دار حکومت کے اصول کو پورے کاروائے کی کس حد تک کجا کس ہے۔ اگر ان اصلاحات کا خلا دولت ایکٹ اور امرتسر کے قتل عام (جلاوطن) جلیانوالہ باغ سے پہلے عمل میں آجائے تو یقیناً اس کے ختم ہونے پر اثرات مرتب ہوتے اور ہندوستان بھر میں خیر مقدم کیا جاتا۔

امرتسر سیشن ۱۹۱۹ء

۱۹۱۹ء میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے سالانہ اجلاس امرتسر میں منعقد ہوئے۔ مسلم لیگ نے ہندو مسلم اتحاد کو نہ صرف اپنی تجویز اصلاحات کے لئے بلکہ اس ساری کارکنی کے لئے جو ہندوستانوں نے انمولک و جدان ملک انجم دلی تھی۔ کامیابی کا راہ قرار دیا اور ۱۹۱۹ء کے کانگریس لیگ میٹنگ کے نتیجے میں ایسے اتحاد کی راہ میں حاکم بری سیاسی رکاوٹ پر قابو پایا گیا۔ علی برادران لیگ کے امرتسر اجلاس میں شرکت کے لئے آئے تو لوگوں نے کراہے ہو کر ان کا یہ جوش فحشوں سے استقبال کیا۔ (مولا) محمد علی نے خدائی کے ساتھ انک الفاضل سامعین کو یقین دلایا کہ "خدا کی حکومت کے سوا کسی کی بادشاہی نہیں چلے گی۔" جناح کو لیگ کے آئندہ اجلاس کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ جناح نے اسی سال جنرل میں کلکتہ کے مقام پر مسلم لیگ کا ایک خصوصی اجلاس طلب کیا۔ انہی دنوں کانگریس کا بھی "اتحادوں کی طرف سے اعلان کردہ شراناک صلح سے پیدا ہونے والی سیاسی صورت حال" جلیانوالہ باغ کے قتل عام کے بعد برطانیہ کے سخت اور سبہ دردناک دو عمل "پنجاب بھر میں سفائی و بے دردی کی بابت شائع شدہ خبروں پر غور کرنے کے لئے" کلکتہ میں ایک ہنگامی اجلاس ہو رہا تھا۔ اس موقع پر لیگ سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا۔

"ہمارے یہاں حق ہونے کا بنیادی مقصد اس صورت حال پر غور کرنا ہے جو حکومت کی طرف سے صلح نامہ پر دھکا کرنے کے بعد سوچی سمجھی اور مسلسل اپنائی ہوئی پالیسی کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ سب سے پہلے دولت ملی آیا۔ اس کے ساتھ ہی پنجاب میں مظالم کا دور شروع ہو گیا۔ بھر سلطنت کاٹنے اور خلافت پر دستِ ظلم صاف کیا گیا۔ ایک اقدام ساری آزادی پر حملہ آور ہوا تو دوسرے نے ہمارے عقیدہ پر دھواں بولا۔ ہر ملک کے سامنے دو اہم اور بڑے کام ہوتے ہیں۔ ایک ہیں الاقوامی پالیسی میں اپنی آواز بلند کرنا اور دوسرے اندرونی طور پر انصاف اور انسانیت کے اعلیٰ ترین معیارات کو برقرار رکھنا۔ لیکن ایک شخص کو یہ حق دینا چاہئے کہ اس کا نظام حکومت اس کے اپنے ہاتھوں میں ہو۔ تاکہ وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق چلا سکے۔ جہاں تک ہیں الاقوامی معاملات میں ساری پوزیشن کا تعلق ہے، مسلمانوں کی حقوق رائے کے بارے میں وزیر اعظم کے اقرار ہائے صلح سے الحواف کرتے ہوئے، ترکی، شجاعت و مہمانگی کے خلاف اور شراناک شراناک مانکر کردی گئی ہیں۔ اتحادوں نے بیحدت کے پردہ میں سلطنت کاٹنے کو کھوت مار کا نشانہ بنا کر اس کے حصے ختم کر لئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے اس چیز نے بالآخر ہمیں یہ احساس دلایا ہے کہ اب ہم

میں لاقوامی معاملات میں ہندوستان کی لٹاکوگی کے لئے حکومت ہند " ہر ممکن کی گورنمنٹ اور خود شاہ انگلستان پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔

"اب ہمیں پنجاب کی طرف آنا چاہئے۔ سارے جیسیر میں بنایا گیا وہ قانون جسے بدنام زمانہ دولت سمیٹی کے جیسیر میں کے نام پر دولت ایکٹ کا عنوان دیا گیا ہے "لارڈ جسٹس کی حکومت نے مرتب کیا تھا۔ یہ ان "صرف جرائم" کے ارتکاب کا موجب بنا جن کی تکلیفی کو مہل کے الفاظ یا غارتوں کے آئسو بھی ختم نہیں کر سکتے۔ وہ اسے "قوت فیصلہ کی غلطی" کہتے ہیں۔ اگر یہ حرف آخر ہے تو میں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ قوت فیصلہ کی غلطی ہے اور انہیں کچھ نہیں توکل ضرور اس کی سزا بخشتی ہوگی۔ یہاں ایک چیز ایسی ہے جس پر کوئی اختلاف نہیں "وہ یہ کہ اس حکومت کو لازماً ختم ہونا چاہئے اور اس کی جگہ ایک عملی اور دادر حکومت کو ملنی چاہئے۔ کانگریس اور لیگ کے اجلاسوں سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، ہمیں پاسپورڈ کی قرار داری پاس کر کے سیکرٹری ٹک ٹکٹ برائے ہند کو بھیجنے کے بجائے کسی زیادہ موثر طریقے پر غور کرنا ہو گا اور ہم یقیناً کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیں گے "جیسا کہ فرانسیسی اور اٹلی نے کیا اور نو سو لوہ مصر نے بھی یہی راستہ اپنایا ہے۔ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے "جب تک کہ ہمارے ملک کو عملی سیاسی آزادی نہیں مل جاتی۔ مسئلہ گاندھی نے اپنا دم لٹکانا کا پروگرام پیش کیا ہے "جسے خلافت کانفرنس کی تائید حاصل ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ اس کے اصول اور اس کی تعلیمات کو منظور کرتے ہیں یا نہیں " اس انجیم کے اثرات آپ میں سے ہر ایک کو اغواوی طور پر متاثر کریں گے "اس لئے آپ کو کسی چیز پر غور سے پہلے اپنی قوت کا امتحان لگانا اور موافق و مخالف دلائل کو ابھی طرح جانچنا ہو گا۔ لیکن ایک بار آپ نے مارچ کا فیصلہ کر لیا تو ہر کسی حال میں بھی قدم پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔

دلی جناح ان کے پیچھے پلٹتے قدم پر بیٹھی تھیں۔ انہوں نے ذاتی حیثیت میں اس انتہائی قدم پر جو خطروں میں لیا تھا "دلی نے وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔ اگر وہ شہ گرو پروگرام کی توثیق کرتے تو ان سے بجا طور پر توقع کی جاتی کہ جب تک وہ پروگرام چل رہا تھا "انہیں اپنی منصفیت ملک پر یکنس ہونے والی پہلی "چنانچہ انہوں نے مذکورہ بالا پروگرام پر سارا نہیں کیا۔ اب انہوں نے ابھی طرح محتاط لیا تھا کہ ایک اگلی ہوئی سیاسی قوت کے طور پر انہیں کشمکش میں جو کردار اور مقام ملا تھا "اب وہ تیزی سے دوبارہ زوال ہے۔ گاندھی کا ساتھ دینا دیشی درختوں سے چمک رہا تھا کہ ہندوستان کے سیاسی اقتدار پر دوسرے سارے چمک رہے تھے "تمام جناح نے انگریزی حکومت کی حد تکلیف کو ہدف تنقید بنا کر وہی مقام حاصل کرنے کی کوشش کی جس پر وہ ایک سال قبل فائز تھے۔

انگریزوں کی بدعسدی

جناح نے محسوس کیا کہ اہل پنجاب پر وحاشے مکمل و علمی و ستمی و انوکھائی کے لئے جو رائل کمیشن مقرر کیا گیا تھا "اس نے سربا غریت جہل و انز اور اس کے ساتھیوں کو بری الذمہ قرار دے کر "اس امر کی ایک

اور حکمیں اور شرٹاک مثال قائم کر دی ہے کہ ایک انگریز اور ہندوستانی کے مابین تنازعہ کی صورت میں انصاف نہیں ہو سکتا۔ حکومت ہند نے اپنی جہز جس عکرافت اور مخصوص سلوکی کے ساتھ نیکرٹری آف پلیٹ کے نام اپنے ذہنچے میں ایک قرار دلو بھیجی "جس میں اس امر کے طرز عمل پر تبصرہ کیا گیا تھا اور اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لی گئی تھیں کہ فیصلہ سناتے وقت وہ خود ملوم کی حیثیت میں تھے۔

اب ہم "فیصلہ کی غلطی" کی طرف آتے ہیں جیسا کہ کاہنہ نے اپنے بدداتی فیصلہ میں کہا ہے "ہو بہائے خود غلطی سے کم نہیں۔ میں یہاں پارلیمنٹری بحث کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بلاشبہ ہائیڈرو کے پاس ہندوستان کا کہیں ایسے ان کے دو بد پیش کرنے کا وقت نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ذاتی وضاحتیں پیش کرنے میں مد سے زیادہ مصروف تھے۔ اس کے بعد انگلستان کے بے مسز ٹوری پارٹی والوں نے اپنی شاہانہ عظمت کی خاطر لارڈ ہائیڈ کی رسوائی عالم قرار دلو منظور کر لی۔ دیکھنا کہ غلطی نے پاگل بریگیڈیئر جنرل آرمی "ڈاکٹر کو جسے باؤس آف لارڈز نے مسخرہ وہ دور کا ہیرو" کے لقب سے نوازا ہے "اور اوزرینے کی سفارش کی تھی۔ چنانچہ اسے خطیر رقم اور ہیرے، ہوا ہرات جڑی ہوئی ایک گلوہ" جس پر پنجاب کا بھارت دہندہ کے اتفاقا کندہ تھے " بطور انعام پیش کی گئی اور ۱۹ ممبران نے اس قرار داد کے حق میں ووٹ دیئے۔ جنہاں نے کہا:

"یہ منہ بولنے لگاتی جرائم ہیں۔ آج ہم ایک خطرناک اور انتہائی غراب صورت حال سے دو چار ہیں۔ اس کا حل آسان نہیں اور دلو میں بہت سی دشواریاں حائل ہیں۔ لیکن میں لوگوں سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ بے در پے غلطیوں کے آگے ہتھیار ڈالنے جائیں۔ ہر بھی میں حکومت سے کہوں گا کہ لوگوں کو باجی کی بدل سے ڈالا جائے۔ ورنہ عوام کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہے گا کہ وہ ہم تعاون کی پالیسی شروع کر دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ مسز گاندھی کے ہڈ گرام سے ہم آہنگ ہو۔"

اس طرح جناح "انگریزی انصاف اور مسلمانی تہذیب کے شریف ترین اصولوں پر ذاتی عقین میں بد اعتمادی کی آخری حد کو پہنچ گئے۔ ہر حال وہ آخری جست لگا کر اسے قطعی طور پر مسخر نہیں کر سکے جیسا کہ گاندھی اور اس کے لاکھوں چور لاکھوں نے کر دکھایا تھا کیونکہ ایسا کیا "خود اپنے آپ کو" جس مقصد کے لئے وہ لڑ رہے تھے اس کو "اور انہوں نے جو حیثیت حاصل کر رکھی تھی اس سب کچھ کو بھٹکانے کے حروف ہو گئے۔ جناح صاحب اس لئے مذہبی یقین نہیں تھے اور جلدی سے اپنے شاندار قانونی مجاہدوں اور کہیں سے جکدوش ہو کر "دھارت یا ذیل خانہ کارغ اختیار نہیں کر سکتے تھے" جس جلدی گاندھی نے چرچہ کاٹا ہوا ذکر قوانین وصیت کی پر یکس شروع کر دی تھی۔ ان دونوں شخصیات کے نمونے اس وقت تک مختلف بنیادی دھارنوں میں اس طرح ذمل پچکے تھے کہ شدہ خصان کے بغیر دل نہیں نکلتے تھے۔ ہر ایک قیادت کے ایک اسٹاکل کا مکمل اصل نمونہ بن گیا "جو مختلف طبقوں کے موافق حال تھا۔ یہ اچانچہ مختلف زبانوں اور مقاصد سے وابستہ ہو گیا اور مختلف دنیاؤں کے مخصوص انداز میں ذمل گیا۔ جناح مسلمی رنگ میں دنگے ہوئے شری ہندوستان کا مالل بن گئے جو مثالی اور پھرٹی میں اپنی اختیا پر تھا۔ گاندھی ہندوستانی کسان کی معین دانشمندی اور ایسی دھاتی زندگی کا مظہر بن گئے "جس میں انکس کو سنے اور ہر قسم کی مشکلات برداشت کرنے کی بے پناہ صلاحیت ہوئی ہے۔

فاخرس کے ٹکڑے اجلاس میں گاندھی کو پہلی بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔ اگرچہ ان کے عدم تعاون پر گرام کی سی 'نر داس' اور بی 'سی' پال جیسے سرکردہ بنگالی لیڈروں نے زبردست مخالفت کی اور وہ جتن کے جالی بن گئے۔ اپنی پیسٹ کا بجائے بھی دوسری تھا۔ تاہم مصافحے کی برادری اور ان اور موتی لال نسو کی مدد سے حکومت کے خلاف مارچ کرنے کی قرار دیا۔ اشد سے منظر کراہی، سمجھنے کے 'مہوب' تاجر میاں محمد پھولانی نے 'جو کہ گاندھی کے نمایاں حامیوں میں سے ایک تھا' فاخرس کا پتلا بھرنے کے لئے اپنے خرچہ سے خلافت کانفرنس کے ہزاروں مندوبین میاں کر دیئے۔ جنہوں نے گاندھی کی حمایت میں ووٹ دیئے۔ اس طرح گاندھی حکیت جسور کی حامی جماعت بن گئی۔ اس چیز سے فاخرس کو مالی امداد دینے والے ہیں کہیں میں انقلابی تبدیلی واقع ہوئی اور دولت مند ہندو بار وادیم نیز تاجر پیشہ اور صنعت کار مسلمانوں کی جگہ نچلے درجے کے عوام الناس نے لے لی۔ گاندھی نے جس دن اپنا سیدہ گاندھی کا پرگراہم قومی سنگ پر پہلی بار شہر کا کیا (یعنی کیم اگست ۱۹۳۰ء) اسی دن لوگوں نے ایک آنجنائی ہو گئے۔ خود تک نے بھی گاندھی کی قیادت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ انجائیکٹر پر ہنسن تھا کہ خلافت کے مشن کو قوت کرنے پر ہرگز تیار نہیں ہوا۔ اپنی پیسٹ جس نے گاندھی پر بھی ہتھ نہیں کیا، ان کی تحریک کو "طرت کی ردا" قرار دیتی تھی۔ جبکہ تو کھیلے کا اصلاح پسند چارٹیں اور سوشلسٹ تحفہ ایڈیٹور ساسانی کا سربراہ وی "ایس" سری نواس شاستری مصافحہ کو سراہا ہوا اور شیخ علی کھٹا تھا۔ فیروز شاہ مست کا استانی راجست پند شاکر، اور کھنکھل پور فیروز علی کا ایک رضاؤتکا "ای" داتا" گاندھی کو بائیں اور طوطہ پسند قرار دیتا تھا۔ "میکو" ایک طویل دور تک گاندھی کی "مختصرانہ سیاست" کو نہیں سمجھ سکا، اب تک کرنے کا تھا کہ شاید اس کا سبب گرو "ای" داس پر یہ تحریک خلافت میں نمایاں سرگرمی دونوں دوسری سازش کی کہیں تھیں۔ نیکرزی تک شیت سے تیار نہ ہو سکا، ان کی ہی میں ان کہ گاندھی نے غلام میں بڑی کامیابی حاصل کی، اپنے مصافحے میں نکھ: "اشتراکی مصلحت مندوں نے خلاف مصلحت دشمنی میں مسلمانوں کی شکایات کو استعمال کر دیے ہیں اور مجھے جس بڑے دار گتہ سے وہ پان اہلام ازم کا وہ لائحہ عمل ہے، "میں پر ہل کر وہ احتجاجی تحریک کو اپنے ہاتھوں میں لے رہا ہے۔"

ہوم رول لیگ سے استعفاء

جنان اور گاندھی ٹکڑے سے سیدھے سمجھ گئے تاکہ وہاں سرانکوزر کو ہونے والے ہوم رول لیگ سورانج بھا کے جلسہ میں شرکت نہ کر سکیں۔ گاندھی نے اجلاس کی صدارت کی اور اپنی پیسٹ کی ساتھ تنظیم کے مشورہ میں ایسی ترامیم تجویز کیں "جنہیں ہندو دار دانے سے وہ منظور تھے گرو مہم کے موافق خطوط پر استوار ہو جاتا۔ جنان نے اس قرار دے لی مخالفت کی۔ گاندھی نے تاکہ اسے انکلیت کا پہلے قبول نہ ہو، وہ سورانج بھا سے استعفیٰ دینے میں آزاد ہے۔ اس اجلاس میں صرف دو ممبران شریک ہوئے جنہیں بہتے مظہر کوٹس پر بلا دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک کتابی سے مئی آئے جنان کا ساتھ دیا۔ اس میں سمجھنے کے وہ مصروف پادری بننا، اس اور فانی دوار کا داس شامل تھے۔ ٹکڑے خورہ اقلیت اجلاس سے اٹھ کر پہلی مئی اور ایک مہینہ پر دانا ہونے سے پہلے ہی جنان نے "بے امنوں کے ساتھ" اس دینی کی روایت سے استعفیٰ

دے دیا جس کے وہ خود بھی سرور رہ چکے تھے۔ گاندھی نے انہیں مٹانے کے لئے خط لکھا کہ "آپ بھی اس نئی زندگی میں شریک ہوں۔ جس کا دورانہ میں نے انہوں کے لئے نکھول دیا ہے۔ اپنی رہنمائی نیز تجربہ سے ملک کو قائمہ بنچائیں۔" اس مراسلے کے جواب میں جتان نے جو خط لکھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کانگریس کے باوجود سمجھنے کے موقع پر وہ اس طریق کار کے بارے میں "جس پر گاندھی نئی کامیاب تھے" مختلف رائے رکھتے تھے اور ان کی سوچ کس قدر نہ مزاحی اور پینٹلانی پر مبنی تھی۔

"اگر 'نئی زندگی' سے آپ کی سزا' آپ دیا ہوا طریق کار اور پروگرام ہے تو مجھے افسوس ہے میں اس پر صاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں پانچ یقین رکھتا ہوں کہ یہ جہاں کی طرف لے جائے گا 'تکمیل اصل نئی زندگی جو ملک کے سامنے دکھ دی گئی ہے' وہ یہ ہے کہ عمارت واسطہ ایک ایسی حکومت سے ہے جو عوام کی شکایات، محسوسات اور جذبات پر کوئی توجہ دینے کو تیار نہیں۔ نیز یہ کہ عوامی اہل وطن سٹے ہوئے ہیں۔

احتمالاً پندرہ پارٹی اب بھی غلط روش پر ہے اور یہ کہ آپ کے طریق کار سے ہر اور سے میں پھر اصل دی ہے اور لوگوں کو تقسیم کر دیا ہے۔ جہاں جہاں آپ گئے ہیں 'عام لوگوں' نامی یہ حال ہے کہ نہ صرف ہندو اور مسلمان میں تفریق پیدا ہو گئی ہے بلکہ ہندو ہندو اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے یہاں تک کہ جین باپ سے بدظن اور الگ ہو گیا ہے۔ ملک بھر کے لوگ عام طور سے بائیس ہو چکے ہیں اور آپ کے اختیار پر پروگرام نے اکثر یا تجربہ کار فوجیوں اور باؤلف و باؤلفہ لوگوں کی سوچنے کی صلاحیت کو منقطع کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ مکمل بد فہمی اور اجترائی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ میں اس کے تصور سے ناگوار ہوتا ہوں۔ تاہم اس ایک بات پر میرا پانچ یقین ہے کہ اس کا بنیادی سبب حکومت کی موثر پالیسی ہے اور جب تک ملک کو دور نہ کیا جائے اس کا اثر جاری رہے گا۔ اس سبب کو دور کرنے کی سیرے پاس موثر آواز یا طاقت نہیں 'تاہم میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے اہل وطن کو تھکاتے ہوئے اس کے اس کارے پر تیار کیا جائے۔ جہاں انہیں باستانی پاش پاش کیا جائے۔"

کیا ۱۹۳۰ء میں ستر جتان نے "پہلی عادی کر دینے والا انڈین" قومی قیادت اور اتحاد کے بارے میں ان کو غراب سے بے اثر کرنے والی پہلی صدا سے جس تھی؟ یہ بات واضح ہے کہ انہیں گاندھی یا ان کی قوت فیصلہ پر بالکل اعتماد نہیں تھا کہ وہ ملک کو پاش پاش ہونے سے بچا سکیں گے۔ کیا ان کے دل میں پہلی بار یہاں ہونے والا یہ انڈین 'تقسیم ہند' احساس نہیں تھا؟ جتان نے اپنے انکشاف توہ فطرتی خود اور کیا تھا۔

"قوم پرستوں کے لئے واحد چارہ دار یہ ہے کہ وہ سمجھ ہو کہ ایسے پروگرام کے لئے کام کریں جو مکمل اس دار حکومت کے بدلے حصوں کے لئے سب کے لئے قابل قبول ہو 'ایسا پروگرام کوئی فرد واحد نہیں دے سکتا' بلکہ اسے ملک کے ہر سرکردہ لیڈروں کی تائید و حمایت حاصل ہونی چاہئے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مجھے یقین ہے کہ میں اور میرے رفقاء کار اپنا کام کرتے رہیں گے۔"

اس خط میں ایک طرف اپنی کھردری کا اعتراف کیا گیا ہے 'دوسری طرف انہوں نے مقصد اور ہندو مسلم اتحاد کے ذریعے اس دار حکومت کے حصوں کی اس بدوجہ کے ساتھ اپنی دلچسپی کا اظہار کیا ہے 'جس کی بنا پر انہوں نے گھنٹہ چلت سے بہت پہلے 'اپنے' آپ کو وقف کر دیا تھا۔ ان دنوں خود بخود جی کو شاید

اس انتہائی فقرو میں زیادہ واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا تھا۔ "ممبروں نے پاس کوئی موثر آواز یا قوت نہیں۔" وسط ہند کے شہر ٹاچور میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے باقاعدہ اجلاس کرسس ۱۹۳۰ء کے بعد منسوخ ہوئے۔ بعد ازاں ہی جذبات کے اس پرانے اور سرگرم مرکز میں گاندھی کی انتہائی قیادت میں ایک نئی کانگریس نے جنم لیا۔ مسلمان نے پہلے ۸۰۰۰ دھرمبر کو سیکشنس کھلی کے اجلاس میں اپنی سابقہ قرار داد پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ "سوداگر تمام جائز اور پر امن ذرائع کو بند کر دے گا کہ حاصل کیا جائے گا۔" جناح نے فوراً مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ "آزادی کے لئے پوری چار دیوے کے بغیر برطانوی مصلحت کو ختم کرنا ناقابل عمل اور خطرناک ہے۔" تمام گاندھی کا استدلال تھا:

"میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تجویز کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ ہم برصغیر اور غیر مشروط طور پر برطانوی مصلحت ختم کرنا چاہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس عظیم قربانی کے ختم ہونے سے پہلے جس میں ہم قدم رکھ چکے ہیں، غالباً ہمیں خون کے سمندر سے گزرنا ہو گا۔ تمام ہمارے مصلحت یہ کہنے کی گنجائش پیدا نہ ہونے دیں کہ ہم غور بنی کے بھرم ہیں، بلکہ آنے والی فطرت بھی ہمارے بارے میں یہ کہیں کہ ہم نے تکلیفیں بھیلیں، نیز یہ کہ ہم نے کسی دوسرے کا خون نہیں بہایا بلکہ آزادی کی راہ میں خود اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔ اس لئے مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ میں ان لوگوں کے بارے میں زیادہ اطمینان بردار نہیں کہ جانتا ہوں کہ سچاڑ دینے کے لئے ہیں یا جن کے مصلحت کا جانتا ہے کہ ان کی جائیں خطرے میں ہیں، یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں؟"

توپن آمیز برتاؤ

جناح نے کھلی میں اس قرار داد کی اپنی مخالفت کی جتنی ممکن تھی۔ لیکن انہیں بتایا گیا کہ ان کی گزارش کن پیش کش میں "موسم کی کمی"۔ سب اگلے دن رائے شماری ہوئی تو نہ صرف ان کی مخالفت میں زیادہ ووٹ آئے بلکہ ان پر آوازے بھی کئے گئے۔ ہر نئی وہ محسوس سال اپنے انجام کو پہنچا، گاندھی نے ۱۹۳۵ء سے زائد مندرجہ ذیل ٹاچور میں منع ہوئے اور کانگریس کے جلسہ کی روٹی سنے اور قندلو میں گردش برسر امرتسر میں منع ہونے والوں سے دوگنا سے بڑھ کر تھے کے سامنے ایک سیاسی فلسفہ پیش کیا۔ مسلمان کی قرار داد کا اصول اور کانوں کے پردے پھاڑنے والی باتوں کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ لاہور لاہیت رائے نے ان کی تائید کی تو اس پر بھی دیر تک باتیں بحثیں رہیں۔ جناح اکیلے اٹھے اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ مجھے قرار داد کی مخالفت میں بولنے کی اجازت دی جائے۔ انہیں موقع دے دیا گیا۔ تاہم آف انڈیا کی رپورٹ کہتی ہے کہ "مسٹر جناح جیسے بڑے بڑے مسکرانے سے ڈانٹ پر آئے اور انڈیا آفرس خود اعتمادی اور مواد عقین کامل کے ساتھ بدلے، مدوش اور واضح انداز میں کانگریس کے پرانے مسلک میں تبدیلی کی مخالفت کی۔" ان کی تقریر میں "مہم شہم" اور "سیاسی ٹھگ" کے حقیر آمیز سوال اور ملک مخالف آوازوں کے ساتھ مداخلت کی گئی۔ انہوں نے گاندھی کا ذکر "مسٹر" کر کر کیا تو بھرے ہوئے سامعین نے شور مچایا کہ "مسٹر میں" مسلمان گاندھی "کو۔" لیکن وہ مسٹر کی عکرا کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے تشبیہ کو چھوڑ کر ایک ایسی راہ نکالنے

کی کوشش کی جس سے پرعرض جذبات سے معمور خطا میں خلق استدلال کی جگہ ہوا داخل کی جائے۔ انہوں نے بحث شروع کرتے ہوئے گناہ ۳۱۱ پر موقوف ہو کر ایک جگہ کی تقدیر دو آدمیوں کے ہاتھوں میں ہے اور ان میں سے ایک گاندھی ہے۔ اس پلیٹ فارم پر ٹھہرے ہو کر یہ جانتے ہوئے کہ انہیں اس اجتماع میں اکثریت کی حمایت حاصل ہے، میں ان سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ذرا توقف کریں۔ اپنے حامیوں کو تلاش رہنے کا حکم دیں، نکل اس کے کہ معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے۔“

گاندھی نے جناح کی اپیل کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہرمال محارت، بحری آوازوں، میٹھیوں اور شرارتوں نے آخر کار میٹھی گھنٹہ کے حلق ہوم رول لیگ کے سابق صدر اور مسیحی کانفرنس کے سابق سربراہ کو پلیٹ فارم سے اترنے پر مجبور کر دیا۔ جیسا کہ سی ٹی وی کے گھنٹہ فرائیڈ کی نے دو روز بعد ناچور سیشن کے بارے میں مسطورہ کو بائبل درست طور پر مطلع کیا کہ ”جناح کی تقریر بالکل بے اثر ثابت ہوئی۔“

یہ ان کی پبلک زندگی میں ان کی خودداری کو سب سے زیادہ واضح انداز میں نچا دکھانے والا تجربہ تھا۔ وہ اعلیٰ ترین سے دلی کے عہدہ ناچور سے روانہ ہو گئے۔ ناچور کے اجلاس میں انہیں جو نصیب اعلیٰ پڑی، اس کی یاد دہش ان کے ذہن پر سوار رہی۔ انہوں نے قوی لہزہ بننے کے جو خواب دیکھے تھے، اس دن سب پریشان ہو گئے۔ گاندھی نے سیاسی متحولیت کی انتہائی بلندیوں کو چھو لیا۔ جناح پہلے سے بھی ہلکی سیلج پر آ گئے، جہاں خود ان کے سلطان بھائیوں اور خلافت کے گاندھین نے مسلمان کے عوارض سے بھی زیادہ سخت طاقت شروع کر دی۔ شوکت علی کو ان سے لڑت تھی اور جہاں کہیں بھی جاتے، کھل کر اس کا اقتدار کرتے۔

اگرچہ انہوں نے صرف تین ماہ قبل مسلم لیگ کے اجلاس کے عداوت کی تھی، تاہم انہوں نے ناچور کے لیگ سیشن میں شرکت کی تکلیف تک گوارا نہیں کی۔ انہوں نے گاندھی کی مخالفت تحریک کی بنیاد خلافت کے نیچے کو، ٹھیک طور پر سمجھ لیا تھا کہ وہ بھارتی ہوئی آواز میں مغربوں سے ٹکرانے لے سکتے تھے۔ نہ ہی مزید گامیاں بننے کی تاب تھی۔ انہوں نے لوگوں کو واضح طور پر ان کے جنگی منصوبے کے مٹھ ہونے سے آگاہ کر دیا تھا۔ سیاسی اقلی پر جو بحران آنے والا تھا، اس سے ”زبانہ آری کے ساتھ انہیں جنگی مطلع کر دیا تھا۔ لیکن ہر جمہوری، خلافت کانفرنس، ”سودا جی سما“ کانفرنس اور لیگ نے ان کے دلائل کو دقتاوی، بدلی پر مبنی اور لفظ قرار دے کر ٹھکرا دیا تھا۔ کوئی ایسی حالت نہیں رہ گئی تھی، جہاں وہ اپیل کر سکتے، چنانچہ وہ عاشری سے گھر چلے گئے، سیاست کا میدان ان کے کیریئر کے نئے نئے نئے میدان اختیار کر گیا، ہر چند کہ ان کا سیاسی کیریئر ختم نہیں ہوا تھا۔

چھٹا باب — بمبئی کو مراجعت (۱۹۳۱-۱۹۳۲ء)

۱۹۳۱ میں سیاسی سچے چمڑے کے بعد جناح کیلئے دکالت میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے آئندہ پانچ برس کے شب و روز میں تمام قوانین اور صلاحیتیں قانون کے لئے وقف کر دیں۔ ان کے قانونی جیمبر اور بار نے انہیں پبلک زندگی کے شروع غل اور پچھڑا تجربے میدان سے دور رکھنے میں دواہوں کا کام دیا۔ خود

شعبہ کیا دیا سے بچیت نکل آنے کے بعد انہوں نے محسوس کیا جیسے کوئی نیا دلفب اور سرکاری علم و حکم کے ساتھ بدل گیا تھا۔ سیاست میں ایک قوم پرست کی حیثیت سے ان کے تیز رفتاری سے موت کے ساتھ ہی دلی کے ساتھ تعلقات میں بھی تبدیلی رونما ہوئی۔ اب ان کی زندگیوں کی خارجی ہفت دن کا ہفتہ کی قسم اور ان میں پہلا ساہوش و فروغ باقی نہیں رہا تھا۔ جناح اب چڑھتے ہوئے سیاسی ہیرو نہیں تھے۔ وہ دن پیش کے لئے ہو رہے تھے۔ 'بب وہ' منجانی جلسوں کے کسی ڈان ہال میں کھس جاتے تھے یا ایسی گلیوں میں جن کے نام پر باغی دھڑوں کے مبارک ناموں پر رکھے گئے تھے۔ کوئی اجتماعات سے خطاب کر لیتے تھے۔ واقعہ نامور کے بعد وہ تیزی سے جوڑے دکھائی دینے لگے۔ ایسا محسوس ہونے لگا کہ ۲۲ سال کا آزاد شخص ہانا جیلا خان 'راہوں' رات ایک مرد سیدہ دیر اور ۲۵ سال کی عمر کا مرد بھرپور شہر میں کیا ہے جسے اپنے قیمتی وقت میں سے جوان چوٹی کی لڑائیوں اور انگلیوں کی تسکین اور شیر خوار بچی کا دل بھلانے کی بالکل فرصت نہیں۔

دلی نے ان کی دلچسپی اور توجہ دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام فطری خوبیاں اور تزیین و تھیں سے کام لیا۔ 'ایم وہ ان کے گھسٹری دور مہینے میں ان کی بڑی بڑی عجایب و معجزوں اور لامحدود امکانات کا سال تھا۔ وہ دور ایک زمانہ انگریز خراب کی طرف تھیں میں ان کے پیچھے تیز رفتاری کے ساتھ ایک سراپا بن کر دور جا چکا تھا۔ اس دور مہینے کے بارے میں جناح کے ایک قانونی معاون کی روایت ہے "جناح کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے کی ضد تھے۔ جناح ہر روز اپنے مقدمات کی تیاری میں کھوئے رہتے تھے۔ مجھے یاد ہے ایک بار مجھ پر کوئی کاغذیں کر رہے تھے۔ اس دور میں دلی اندر آئی۔ وہ اپنے طریقے سے ہی ہوتی تھی جسے جدید معیار کے لحاظ سے بھی مست آگے کرنا مشکل ہے۔ وہ جناح کی میز پر بیٹھ کر اپنی اپنے ہاتھوں پر لے اور یہ بٹنی سے جناح کی کاغذیں کے قلم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ تاکہ وہ اکٹھے کر لیا کریں۔ جناح نے اب تک نہیں کی 'وہ بدستور اپنے کام میں مصروف رہے' جیسے وہ وہاں سب سے موجود ہی نہیں تھی۔ اس نے ابھی تک بھرتوں کی دنیا میں رہنا نہیں سیکھا تھا۔ اصلاحی ماحول کے باوجود زندہ لوگوں کے ساتھ دوستی و تعلق کی طرہ انکار تھی۔ اس نے خود مجھ سے ہونے والے کی حیثیت سے ہر دور باقی تھی 'کسی زمانے میں اپنے باپ کی کل کائنات کا مرکز و محور وہی تھی۔ اس دنیا سے نکلے جانے کے بعد شہر سے اس کے ملاقات دیکھے ہو گئے تھے۔ وہ اپنے طبقے کی اکثر ہندوستانی بھرتوں کے مقابلے میں جو عام طور پر اپنے والدین 'بہن' بھائیوں 'رشتہ داروں اور پہلے ہوئے خاندان کے دیگر ممبران سے تعلقات قائم رکھتی تھیں۔ خصوصاً ان کے لئے بعد انسانی مدد اور دوستی کے لئے اپنے شہر پر کسی زیادہ محدود کرنے پر مجبور تھی۔ دلی کا ایک کوئی رشتہ دار نہیں تھا۔ مرنٹا نے دوبارہ بھی اس سے کلام نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کہ شادی کے صرف دس سال بعد فوت ہو جانے پر جناح سے میں بھی شریک نہیں ہوا۔ جسٹس جھاگو نے دلی کے ساتھ جناح کے تعلق کا پھر ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: 'میں بھی خاندان نے اپنی بڑی کے ساتھ ایسا فیاضانہ برتاؤ نہیں کیا ہو گا کہ میں کہ سب سے جناح کا رشتہ تھا۔ اس کے باوجود وہ غریبی کچھ کچھ تھے کہ آتا وقت مانگنے والی اور اس قدر تھ رہے والی بڑی 'اب کے جناح سے نیا کہنے سے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا جاتا ہو گا۔"

بانیوں کے بعد عام لوگوں سے جہان کا پہلا خطاب ۱۸ فروری ۱۹۷۱ء کو پونا میں سرحدیں وقف انڈیا
 سماجی کے اجلاس میں ہوا۔ یہ پارٹی گوکیلے نے قائم کی تھی اور بری کے موقع پر ہر سال اس کے کسی
 ممتاز چھ افراد کو تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا جاتا تھا۔ جہان نے حکمت اور گاندھی کی تحریک عدم تعاون 'جو
 لوگوں کو غلامی سے جاری تھی' کے باجیں متحارب کر دینے والی سازشوں کی توجیہ پیش کیا۔ سیاست
 سے (اصلاحی) کی (اصلاحی) میں کی (واپس) کے لئے معقول وجہ یہ تھی۔ وہ اپنے آپ کو گاندھی کے پرگرام
 کی چوٹی پر آمادہ نہ کر سکے۔ جسے وہ ایک مذہبی تحریک سمجھتے تھے اور جو ان کے خیال میں جہم انسان کی فطرت
 کے خلاف اور جاہل کن طریقوں پر مبنی تھی۔ انہوں نے چلک بچے پر دوبارہ "تے کے لئے اپنی زندگی ظاہر
 کرتے ہوئے" لکھا۔ یہیں صرف اسی حقیقی سیاسی تحریک کی قیادت کے لئے میدان میں آتے تھے جو صحیح سیاسی
 اصولوں پر استوار ہو۔ "گاندھی پر ان کی توجہ جتنی سخت ہونے کے باوجود کثرت مقلد نہیں تھی، جس کا پھر وہ
 تھا کہ "بلاشبہ گاندھی ایک بڑے آدمی ہیں اور میں ان کا بھنا احترام کرتا ہوں" شاید ہی کوئی دوسرا اتنا احترام
 کرتا ہو۔ "تاہم مجھے ان کے پرگرام پر یقین نہیں اور میں اس کی حمایت نہیں کر سکتا۔" انہوں نے جرات
 کر کے اپنا یہ "قیاس" بھی پیش کر دیا کہ "اگر ان کو کھلے زندہ ہوتے تو وہ بھی اس پرگرام پر تیار نہ
 کرتے۔" "خود اور ہائیڈ کی مسم گاندھی کی توقع سے بہت کم موثر ثابت ہوئی۔ انگریزی ماحول میں
 بدستور وہ جاری رہا۔ اگرچہ بعض بدعنوانی دکاؤ نے پریکٹس چھوڑ دی تھی۔ سکول اور کالج بھی کھلے
 رہے۔ وہ تو دہائیں متروک وقت پر چلتی تھیں۔ بیل خالصتہ بھر گئے۔ پولیس نے کام کرنا ترک نہیں کیا تھا
 اور فونی عمل طور پر انگریز حکمرانوں کی دغا بازی قائم بھی رہی اور اسے ٹھکرا دینے تھے۔ ۱۹۷۰ء کے موسم
 گرما میں تحریک بھرت شروع ہوئی اور مسلمان قاضیوں کی صورت میں افغانستان جاتے گئے تو ہندوؤں اور
 تحریک خلاف کے دو میدان اتحاد کی وجہ سے نکال دیے گئے۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی کے باقی سالوں میں جہ جہ ہندو
 مسلم کشمیت ہوئے۔ "صرف خدا ہی جانتا ہے میں اکثر کیسی غلطیاں کرتا ہوں۔" گاندھی نے وسط است
 ۱۹۷۱ء میں اعتراف کرتے ہوئے لکھا: "جو لوگ مجھ پر مصوم ہیں انہیں ہونے کی سخت گاتے ہیں اور سر
 سے مجھے نہیں جانتے" زندگی پر انہوں کے خلاف بدوہد سے مہارت ہے۔"

نئے دائرے کی آمد

جیسو فورڈ کا بائیس دوسری فرینکس اصلاحی ادارہ کو نہیں تھا ریڈنگ ایمر اپریل ۱۹۷۱ء کو ہندوستان پہنچا۔ وہ
 ریڈنگ کا ادارہ چھپ جسٹس رہ چکا تھا اور اس میں کوہ لری کٹین جیسو فورڈ سے زیادہ اپنے ماحولی دکاؤ جیسے
 مسٹر جتاج کی سی حالتیں تھیں۔ ۱۹۷۱ء کے اختتام سے قبل ہی اس نے سیاستدانوں سے رابطے قائم کرنے
 کے لئے جہان کی مدد حاصل کر لی۔

جہان نے اس سال کانگریس کے امیر تھو میں ہونے والے اجلاس میں شرکت کی اور وہاں جیسی نے
 اجلاس چھپا، راجا ایم آر جہ اور دوسرے متحدہ لیڈروں کے ساتھ مل کر اس امر کی کوشش کی کہ گاندھی

کو تہ گری پر دو گرام ختم کرنے پر آمادہ کیا جائے تاکہ انھیں "عمل موہانی خود مختاری" نیز مکمل میز کافرٹس کے خلعی نے واقسرانے کے وعدہ کو پرکھنے کا موقع مل سکے اور وہ مرکز کے دو عملی نظام میں ممکنہ توسیع کی بابت بات چیت کر سکیں۔ گاندھی نے واقسرانے کی اس نمایاں پیش کش پر "خاموشی سے گھرے خیال میں لوپ کر" سوچا۔ جناح اور جناح اس دوران انتظار کرتے رہے۔ آخر کار مسلمان اس بات پر راضی ہو گئے کہ لاہور ریٹنگ کو وعدے پر دے کرنے کا موقع دیا جائے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد سب ان کے زیادہ لڑاکا ناکہن کی طرف سے دباؤ ڈالا گیا کہ گاندھی نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ اگر وہ پہلے جواب پر قائم رہتے تو ممکن ہے برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو انتقال اقتدار کا عمل چندہ سال پیشتر شروع ہو جاتا۔ بہر حال گاندھی کو خود حاکم ریٹنگ انھیں "مکھڑ کر دے" کی کوشش کر رہا ہے۔ "مجھے افسوس ہے" میں نے لاہور ریٹنگ پر ایک ایسی سازش میں طوط ہونے کا شبہ کیا جس کا مقصد ہندوستان کو پیشہ کے لئے ہے جو صلہ پاتا تھا۔" مسلمان نے اپنی حق ذاتری میں ٹوٹ کیا۔ کیا پیاس سال مسلمان کا شبہ رنج و الم کی اس نازک گھڑی میں خود اپنی موٹی قوت پر سے اعتماد دبا تھا؟ اس پر ہم بعد میں بحث کریں گے۔

اس سال مسلم لیگ کا اجلاس بھی احمد آباد میں ہوا۔ جس کی صدارت مولانا حسرت موہانی نے کی۔ جناح انھیں ختم چاہتے کرتے تھے۔ لیگ کی تاریخ کا نقطہ زوال شروع ہو چکا تھا کیونکہ زیادہ تر مسلمانوں نے اپنی قزاقانیاں تحریک خلافت کے لئے وقت کر دی تھیں یا جناح اور راجہ آف محمود آباد کی طرح جنگ کے بعد کی قیادت سے باجس ہو کر لیگ کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ موہانی کو تسلیم کرنا پڑا کہ "مسلم لیگ کی موجودہ حالت واقعی بہت کمزور گنتی ہے۔ لیگ میں اب ایک پرانے کیلنڈر کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔"

جناح نے وسط جنوری ۱۹۳۲ء میں سمجھتی میں ایک کل جماعتی کانفرنس بلائی تاکہ کوئی متبادل راہ نکالی جائے کیونکہ گاندھی کے شروع کردہ تہ گری پر دو گرام کے باعث جس میں ٹیکوں کی عدم ادائیگی بھی شامل کر دی گئی تھی صورت حال کھینچی جا رہی تھی۔ ہندوستان کی ہڈی ہڈی جماعتوں کے گاندھی سمیت قریباً ۳۰ لاکھوں نے کانفرنس میں شرکت کی۔ گاندھی نے بعد میں۔ پس کو تانا: "میں فیروز کی طور پر عمل اس خیال سے کانفرنس میں شریک ہوا تھا کہ شاید اپنے مشکل ساتھیوں و ساتھیوں کے سرنگراں بنائے جو کانگرس کے سابق صدر اور اب واقسرانے کو نسل کے نائب تھے کانفرنس کی صدارت کی۔ انہوں نے جناح کو قرار دیا جس نے چل کر کہا۔ ان قرار دہوں کا آغاز حکومت کی استبدادی پالیسی کی سخت مذمت اور کانگرس سے عدم تعاون ختم کر سکتے پر زور مطالبہ سے ہوا۔ آخر کار ایک مصالحتی قرار دیا ہوا اتفاق ہو گیا۔ جس میں حکومت اور کانگرس و تحریک خلافت کے باہمی اختلافات طے کرنے کے لئے ایک مکمل میز کانفرنس کے انعقاد کا مطالبہ کیا گیا۔ گاندھی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اصرار کیا کہ مکمل میز کانفرنس کے انعقاد سے پہلے حکومت کو ایک اعلان کے ذریعے اپنی کارروائی پر نمائندگی کے انعقاد کے ساتھ ساتھ ایسے اقدامات واپس لینے چاہئے جس سے

مسلمان ۳۰ رکنی کمیٹی سمیت میں شرکت کی تاکہ خلعی قرار دہوں کی جاری میں مدد سے سکیں۔ انہوں نے جناح کی تجاویز میں خاصا رد بدل کر ڈالا تاکہ اگلے دن جب نئی قرار دہیں پیش ہوں تو رجعت

پہنہ سرنگھان باز کری صدارت پر موجود نہ ہوں۔ چنانچہ دوسرے روز سرانیم وشریف وراپا سابق وزیر اعظم
میسور کری صدارت پر حاکم ہوئے۔ ساری قراردادوں میں مختلف طور پر منظور ہو گئیں۔ 'ایم گاندھی' نے ابھی
تک سول ناظرانی کو تیز کرنے کی اپیل دہلیس نہیں کی تھی اور کل میز کانفرنس کے تصور کو مکمل سوکچ کے
لئے عظیم کی چاری کے لئے مکمل ازبوت قرار دیا۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ ہندوستان نے ابھی تک ناقابل
تردد طور پر اپنی قوت ثابت نہیں کی ہے۔ ہرمال دو ہفتے بعد ہی پانی کے قبضہ چوراچوری میں ایک حکم نے
تھانے پر حملہ کر کے ۲۴ ہندوستانی سپاہیوں کو زندہ جاوڑا 'د گاندھی' کی قاضی ہو گئے کہ لوگ ابھی عدم تشدد
کی تحریک کے لئے چار نہیں ہیں 'چنانچہ اراکین فروری ۱۹۴۲ء میں انہوں نے جماعتی کو شتم کرنے کا اعلان کر
دیا۔ انہوں نے اس موقع پر لکھا:

"تھ اچھالی مجھ پر بہت زیادہ صبران رہا ہے۔ اس نے مجھے تیسری بار متنبہ کیا ہے کہ ہندوستان میں ابھی
وہ پی اور عدم تشدد کی فضا موجود نہیں ہے جسے مذہب کہا جاسکے 'جس کے معنی شریف' ہے 'عاجز' یا 'خبر'
خود سرنگھان چارے 'جو ہرگز مجرم اور نفرت انگیز نہ ہوں 'افزا پر' مشتعل معاشرہ میں 'خدا نے چوراچوری
کے ذریعے صاف طور پر مجھے اپنی بد امت سے مطلع کر دیا۔"

گاندھی کے یوں پلہا کیا جانے کے فوراً بعد جناح اور دیگر نے ان سے ملاقات کی۔ آخر انہوں نے کرنے
محسوس کیا کہ جناح 'گاندھی' کو سخت باہنہ کر کے ہیں ان کے درمیان ہونے والی بر ملاقات کے نتیجے میں
فصلہ جو تھا چلا گیا۔ چوراچوری کی پر تشدد خبر کے پہلے کے بعد جناح اور سر پرزوی دلاوا کا گاندھی کے
ساتھ بر کاؤ انتہائی ناخوشہ ہو گیا۔ ایک سال اور تھوڑا عرصہ بعد اب گاندھی کی باری تھی کہ وہ
تقصیر و سبب کیلئے عداوت کریں۔ ہرمال اپنے سب سے اہم حزب کی ہزیمت میں جناح کے لئے سرست و
اطمینان کا کوئی سامان نہ تھا۔ تیرہ گروہ کی ہاکھی جس کی بابت انہوں نے پہلے ہی ہنگامی کردی تھی 'تھوڑا اور
ہندو مسلم اتحاد کا خاتمہ ان کے لئے ابھی ختم نہیں لایا 'کیونکہ میثاق کھنڈن ان کے ہاتھ سے قوی قیادت
کا مجموعہ اس کے منظم ہونے سے مکمل ہی چھین جانے کے بعد 'جو کچھ بچا' وہ محض دانہ کا ذخیرہ تھا۔ چورا
چوری کی ان بد نصیب جلی ہوئی لاشوں کی طرح 'بھتی ذراکرات میں صرف ہونے والے دھڑا پر سکون لحاظ
اور کلکتہ میں اعتیاد سے وضع کردہ دستوری سکیمیں 'جن کی کھنڈن میں توہین ہو چکی تھی 'ناگپور میں انہیں
والے دھوکے کی ہیئت چھ گئیں۔ آخر کیوں؟ اب لاوا دینے تک کہ اس بات پر انہوں نے نہ دقت ہی گزر
چکا تھا جس پر چھ ماہ پہلے وہ چار تھا۔ کوئی کچھ انداز و تھوڑے تشدد کے واقعات اور دولت آمیز کلکتہ کے
بعد ایک نئے آئین کے لئے ذراکرات کیوں کرے؟ گاندھی کے ساتھ جناح کی کج خلقی اور ہٹا کھلی کوئی
حیرت کی بات نہیں تھی۔

وسط ۱۹۳۲ء میں جناح نے ایک نئی احوال پہنہ جماعت عظم کرنے کا فیصلہ کیا 'جس میں گاندھی کو
سرے سے شامل ہی نہ کیا جائے تاکہ وہ گاندھی کے خلاف زیادہ طاقت کے ساتھ اظہار خیال کر سکیں۔
انہوں نے اس فیصلے میں دیگر اور موافق اقل نمونے قانون کی درخواست کی 'لیکن دونوں نے مذمت کر
لی۔ اس طرح جناح اپنے کانگریس کے ہندو ساتھیوں سے بالکل کٹ کے رہ گئے۔ پرانے 'سفیر' نے فریڈ

دارانہ اتحاد کا جو بلی قہر کیا تھا وہ دھڑام سے گر پڑا۔ اس موقع پر جناح کی عملی دماغی میں اس وجہ سے بھی اضافہ ہوا کہ انہوں نے خود کو تحریک خلافت سے بالکل الگ ٹھیک رکھا تھا۔ علی برادران اور سوانہا اور الکلام آزاد انہیں حکومت کا ترہان اور اپنے مشن کے لئے حتمی ”تدار“ سمجھتے تھے۔ ان کا واحد سیاسی دوست جبریل کے زمانے کا ساتھی اور صندوق سے تعلق رکھنے والا پانچواں مسلم لیگی حاکم محمد جبریل ہی رہ گیا تھا جو پہنچی میں انڈین کے پاس آتا رہتا تھا۔ وہ دونوں بالابارلی کی چوٹی پر رات گئے تک سیاسیات پر بحث کرتے تھے۔ جناح کا ساتھ ہم دہلی ٹیکر ٹری جتنا داس، دار کا داس اور اس کا چھوٹا بھائی کاشفی بھی کبھی کبھار دوسرا نکلتا تھا۔ کاشفی جو دلی کا کرا دوست بن گیا تھا نکلتا ہے:

دلی کی یورپ کو روانگی

”مئی ۱۹۳۲ء کی ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ دلی ایک خاص قسم کے ہائے فیشن کے گھونے پر لیٹ ہوئی کہ ری ہے۔ ”کاشفی“ میری مدد کر۔ ”صبح آنکھ کھلی تو وہ خواب مجھے ابھی ملنے یاد تھا“ لیکن میں نے اسے نظر انداز کر دیا۔ اگلے رات پھر وہی خواب دکھائی دیا ”جس میں دلی وہ کے کے پادری تھی۔ تیسرے دن شام پانچ بجے کے قریب دفتر سے واپسی پر اور خواب کو بھلانے کے بعد ”میں جناح کے مکان (ساتھ کورٹ) پر گیا۔ دلی کے ساتھ ملے ہوئے مجھے کئی ہفتے ہو گئے تھے اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں کچھ وقت لے کر ان کی رہائش پر جا پہنچا۔ میں کار سے اترا تو جناح کا لور کرلی گیا۔ اس نے بتایا کہ دلی چار ہے۔ میں نے اسے اپنا کارڈ دیا۔ وہ ایک منٹ بعد واپس آگیا اور کہنے لگا ”دلی آپ کو بلا رہی ہے۔“ چنانچہ مجھے پچھلے برآمدے میں لے جایا گیا۔ جہاں وہ لیٹ ہوئی تھی۔ میں نے اسے صوفے پر لیٹ دیکھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ہم بیٹلی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ ساڑھے سات بجے جناح بھی اپنے پیجر سے آ گئے۔ انہوں نے مجھے مشروب نوشی کی دعوت دی اور کاکا رات کا کانا کھا کر ہاؤس۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں پانچ بجے سے آیا ہوا ہوں ”ڈنر تک نہیں ٹھہر سکوں گا۔ انہوں نے میری بات سامنے ہوئے مجھے رخصت کی اجازت دے دی۔“

اسی سال جبر میں دلی اپنی بیٹی پانچواں دوں لور نرس کو ساتھ لے کر لندن روانہ ہو گئی۔ کاشفی نے ہٹا کے الیگزینڈر گارڈن سے ان کے لئے ”مزمزم“ لکھاؤں کا ایک گلدستہ بطور تحفہ بھیجا۔ دلی نے دوران سفر لندن پہنچنے سے قبل ’۲۵ ستمبر ۱۹۳۲ء کو شکریہ کا خط لکھا جس میں دیگر باتوں کے علاوہ تحریر کیا تھا ”آپ کا خط پا کر مجھے بڑھ خوشی ہوئی“ اس لئے اگر آپ کو قاریغ کلمات میرا آجائیں تو اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہنا“ اگر میں زندہ رہوں تو۔۔۔ ہاں ایک بات اور یاد آگئی۔ جناح کے پاس جائیں ان سے ملاقات کر کے مجھے یقین کہ وہ کیسے ہیں۔ ان میں اپنے آپ کو قصداً حد سے زیادہ مصروف رکھنے کی عادت چمکی ہے۔ اب جبکہ انہیں پریشان کرنے اور ستانے کے لئے میں ان کے پاس نہیں ہوں گی ان کی حالت پہلے سے بدتر ہو جائے گی۔۔۔ اس کے اس اور ایک کو کہ ”میں قصداً خود کو حد سے زیادہ مصروف رکھنے کی عادت چمکی ہے۔“ یہ دلی کی مصروف زبان میں پرکھا جائے تو اس سے ان کے درمیان جڑی ہوئی دلدلی ظاہر ہوتی ہے۔

جیسا کہ جناح کے اوقات میں اپنی مداخلت کے شرعی انداز میں ذکر سے بچ چکا تھا۔ انہیں یہ جان کر نے اور سنانے کے لئے۔ ”اب سفید بالوں کی ایک لٹ جناح کی پیشانی کے وسط میں نمودار ہو گئی تھی جو اس امر کا بخوبی ثبوت تھا کہ وہ کتنی تیزی سے بوڑھے ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی گھٹن والی خوبصورت موٹھیں رکھتی چھوڑ دی تھیں اور اس دور کی قصیدوں میں وہ کہیں سکرانے لگے تھے۔ لباس کے معاملے میں وہ بدستور تھکا رہے۔ وہ پیش کمرے سیاہ یا نیلی بلج رنگ کا ہنگامہ جاری دار کپڑا پہنتے تھے۔

کونسل کی دوبارہ رکنیت

جبر ۱۹۴۳ء میں انہوں نے بمبئی کے مسلم رائے دہندگان کے نام ایک اپیل میں لکھا کہ اس شرط سے جو دائرہ مجلس دستور ساز کے انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں، ان کا فرض ہے کہ وہ مسٹر ایم اے جناح کی برادر حمایت کریں۔ یہ بات ”بمبئی کرائنگل“ کے ایک انڈیپنڈنٹ نوٹ میں کہی گئی تھی جس کی مجلس اوارڈ کے بیچہ بین وہ خود تھے۔ کانگریس اس موقع پر دو دھڑوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک گروپ جس کی قیادت موٹی ال سنو اور سی آر اس کے ہاتھوں میں تھی انہوں میں داخلہ کا خلاف اور سراج کا حامی تھا، جبکہ عدم تعاون پر ناراض گروہ کانگریس کا اقدار تھا۔ سراجیوں نے بمبئی کی جنرل نشستوں کے لئے اپنے امیدواروں، انتخاب کیا۔ جناح ایک آزاد مسلم امیدوار کی حیثیت سے میدان میں آئے۔ بمبئی میں ان کی مقبولیت اور احترام کا یہ عالم تھا کہ ان کے مقابلے میں کوئی امیدوار کھڑا نہ ہوا۔ اس طرح وہ ستر نومبر ۱۹۴۳ء کو آسانی سے اس کونسل کے ممبر بن گئے جس سے انہوں نے دولت الیکٹ کی منظوری کے بعد استعفیٰ دے دیا تھا۔

جی نے جردن ملک سے واپسی کے بعد جناح پر زیادہ توجہ دینی شروع کی، لیکن اس کی کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی۔ مثال کے طور پر تھکوریہ کورہ استعفیٰ صم کے دوران ایک روز مسٹر جناح اور چھاگال کے بعد جانے والے تھے۔ جم نے کارڈ لپکا ہوٹل میں جانے کا فیصلہ کیا۔ وہ بمبئی کے اچھے ہوٹلوں میں سے ایک تھا۔ جناح نے دو کپ کافی اور ایک ٹیکٹ پمپری کا نظم دیا۔

انگوشت و مشروبات کے سلسلے میں قائد اعظم مسلمانوں کے احساسات و اضطراب کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ انہوں نے سیکور ہندوؤں ”پارسیوں یا دیگر ہندوستانوں کے ساتھ تعلقات بدستور قائم رکھے۔ ۱۹۴۵ء تک ان کا یہ حال تھا کہ ایک موقع پر ان کے نو جوان دوست راجہ آف محمود آباد نے جب یہ کہا: میں اپنے آپ کو پہلے مسلمان سمجھتا ہوں۔ تو انہوں نے سختی سے سرزنش کرتے ہوئے کہا تھا: ”میں پہلے تب ہندوستانی ہیں اور بعد میں مسلمان ہیں۔“ لیکن اب وہ اپنے اسلامی شخص کی سیاسی اہمیت کوٹھانے یا فراموش کرنے پر ہرگز آمادہ نہیں تھے۔ ناگپور کے بعد ان پر بہت سے دروازے بھرا ہوا کر دیئے گئے تھے۔ سر جام ان کی جو تحریک کی گئی اور ان کی دولت کے اعتراف سے جس طرح اتفاق کیا گیا اس نے انہیں اپنی اہمیت سے نرا میں مزید کمرانی تک فرق کر دیا اور وہ اس برادری کے قریب تر ہو گئے۔ اب اب بھی ان کے

مشورے کو اہمیت دینی تھی۔ اس چیز نے انہیں زیادہ مضبوط بننے میں مدد دی۔ اگرچہ مختلف طریقے سے سنیوں کی زندگی کا ایک نیا مرحلہ شروع ہو چکا تھا۔ ان کے لئے ایک اور راستے سے اور چڑھنے کا موقع پیدا ہو گیا۔ وہ بہت بھاری پر تنگی محسوس کرتے تھے، لیکن اپنی تنہائی کے ساتھ گرتے گھبراتے تھے۔ مطلق انتخاب کا سلسلہ نہ ہو آ تو شاید دوبارہ سیاست میں قدم نہ رکھتے۔ اس بار انہوں نے ہر دھڑلے کو اپنی احتیاط سے دور کیا اور ہر اس چٹان کو پاش پاش کر دیا جس نے ان کی راہ روکنے کی کوشش کی۔

ساتواں باب — نئی دہلی (۲۸-۱۹۴۳ء)

آزاد ہلاک کی تشکیل

برطانوی ہند کی فوجی سرکھ اسمبلی کا پہلا اجلاس ۱۳ جنوری ۱۹۴۳ء کو دہلی میں منعقد ہوا۔ جناح نے وقت ضائع کئے بغیر افسرانے کے اختیاری خطاب کے بعد شمس کے چیس "آزاد" ممبران کو گفت و شنید کے لئے بل کر لیا۔ چونکہ وہ ایک عملی سیاستدان اور چابک دستی سے ذکاوت کرنے میں ماہر تھے، اس لئے وہ بنیادی اصلاحات کا ایک پروگرام وضع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ پرانے سامعین اس کی حمایت کریں گے۔ اور وہ اسے کامیاب بنانے کے لئے کام کریں گے۔

اب وہ اس پوزیشن میں تھے کہ موتی بال سوا اور سی۔ آر۔ داس کے پاس جا سکیں اور اپنے آزاد سامعین پر مشتمل طاقتور ہلاک کے گٹ سورج پارٹی کے ۳۲ ممبران میں ضم کرنے کی پیشکش کر سکیں۔ یہ سب فی کس ۳۰ سرکاری ملازمین کے تھے جو بپ چاہے گھست دے سکتے تھے۔ اس طرح راتوں رات اسمبلی کے اندر ایک نئی نیشنلسٹ پارٹی وجود میں آگئی جس پر لاڈ لہ رنگے کو قہقہے بھی ہوا اور فخر بھی آیا۔ منتخب نمائندوں کے اس طاقتور ہندوستانی ہلاک نے جلد از جلد دو نیشنلسٹ شیش اور پوری طرح خود مختار صوبائی حکومت کے قیام کی تاریخ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ اقدام اپنے اثر کے لحاظ سے بہت اہم تھا، تاہم سرکاری سطحے انہیں کوئی اہمیت دینے کو تیار نہیں تھے، اس لئے جناح نے نئی دہلی میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک پارلیمانی طرح ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کی جیسا کہ انہوں نے گھنٹوں میں کیا تھا۔ اس دفعہ کوئی جلد گردن دلا فارمولا کام میں نہیں لایا گیا۔ نہ ہی یہ اتفاق رائے زیادہ دیر تک قائم رہا۔

جناح نے اسمبلی میں ہر حکمت عملی اختیار کی تھی، وہ فروری ۱۹۴۳ء میں اس وقت بار آور ہو گئی جب دستوری اصلاحات سے متعلق ایک قرارداد میں یہ سفارش کی گئی کہ گول میز کانفرنس جلد چلی جائے۔ اہم اکتیوئیں کے حقوق اور مطالبات کا پورا اہمال رکھا جائے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں اس طرح ترمیم کی جائے کہ اس کی روشنی میں عمل زور دار حکومت کا قیام عمل میں آسکے۔ وہ قرارداد ۳۸ کے مقابلے میں ۶۷ ووٹوں سے منظور ہو گئی۔ اس کے نتیجے میں لاڈ لہ رنگے نے وزیر داخلہ سر الیکزینڈر سٹوڈی میں کی سربراہی میں ایک قرارداد کو ان کی کمیٹی مقرر کی۔ جناح نے چار دیگر ہندوستانی ممبروں کے ساتھ اس کمیٹی میں کام کیا۔ ان چاروں

کے نام اس طرح تھے: در اس کے سربراہ۔ ایس۔ سی۔ اسوائی آرمڈ ریفورسڈ لیبل فیڈریشن، پونا کے مسلم ڈاکٹر اور۔ لی۔ پرا انجی، اللہ آباد کے سربراہ، پیر اور پنجاب کے سربراہ، لاہور حکومت ہند۔ اسمبلی کے منتخب ممبران نے اسے جناح کھلی کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ جناح نے سال کے اختتام سے قبل ہی انھیں کے قوی مطالبات پر مشتمل رپورٹ مرتب کروائی، تاہم منتخب ممبران کی متحدہ اکثریت سے سرکاری سطحے منظور ہو چکے تھے اور وہ مطالبات سے آنکھیں چرانے لگے تھے۔ واقعہ اس نے اس رپورٹ پر بحث کی تجویز کو کئی بار دہرا کر دیا۔ اس طرح جناح کی سفارشات کو نہیں پشت ڈال دیا گیا۔

تحریک پاکستان اور ہندوستان کی جدید تاریخ پر اس کے منفرد اثر نے ہندوستان میں پارلیمانی حکومت کے ارتقاء کے لئے جناح کے مثبت کردار کو کسی قدر مدد دیا ہے۔ ان کے وقت اور ان کی صلاحیتوں کا مستحق ہوا۔ نئی قانون سازی کرنے، بیٹھ کی حدت کے حق میں اپن کے خلاف دلائل دینے اور سرکاری اہلکاروں پر قوم پرست ماحول کو داخلی طور پر دباؤ دار رکھنے میں صرف ہوا۔ مرکزی مجلس دستور ساز ملک میں جو حیثیت کو کھیلے کو حاصل تھی، اسمبلی میں ویسی ہی نمایاں مقام جناح نے حاصل کر لیا۔ وہ زیادہ تر قراردادوں پر ہوتے، ہندوستان کا بطور مصداق کرتے، ایک قانون دان کی ہی احتیاط کے ساتھ رپورٹ دیتے اور کسی ترقیب کے بغیر اعداد خیال کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ایک قرارداد کی حمایت میں، جس کا مقصد اسمبلی کو سرکاری معاہدات پر نظر ثانی کا اختیار دینا تھا اور دوسری حکومت اس کے خلاف تھی، دلائل دیتے ہوئے انھوں نے کہا: "اس میں الجھن کیا ہے؟ یہ محض ایک بیان ہے۔ وی دئی رٹلی کٹائی دہرائی جا رہی ہے۔ انتظامیہ اس اپن کے لئے حلیہ نوعیت کی مصروفیات میں شامل ہو کر کھوج لگانے والی روشنی نہیں جتا پاتیں۔ میں کہتا ہوں اس کا قطعی کوئی جواب نہیں ہے۔" اسی طرح ایک مل کی مخالفت کرتے ہوئے، جس کی فرض رعایت ہندوستان میں داخلے کے لئے پاسپورٹ کی شرط عائد کرنا تھا، انھوں نے دلیل دی: "جناح والا، میرے خیال میں پاسپورٹ پر جتنے بھی ضابطے عائد ہوتے ہیں، وہ عوام کے لئے بہت ہی تکلیف کا سبب ہیں، اس لئے جتنی جلد انھیں ختم کر دیا جائے، اتنی ہی بہتر ہے۔" فروری ۱۹۴۳ء میں انھوں نے ایک اہم قرارداد پیش کی جو اقتصادی آزادی کے لئے ہندوستان کی حدود کا مرکزی نقطہ بنی گئی، جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ "حکومت ہند کو روپے کی صورت میں فیڈر داخل کر کے بیسے جتنی ضرورت ضرورت کے لئے کی اجازت دی جائے، صرف لندن میں سترنگ کی صورت میں نظام کی بولی دے کر مذکورہ ضرورت کی خریداری کا سلسلہ بند کیا جائے۔" ان کا کہنا تھا "اگرچہ میری اس قرارداد سے اب ان کے ہر ممبر کو دلچسپی نہیں ہو سکتی، یہ ایک بہت ہی مشکل موضوع ہے، تاہم مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب فاضل ممبران اس معاملے کو سمجھ لیں گے تو انھیں بتا دے گا کہ یہ مسئلہ ہندوستان کو بہت بری طرح متاثر کر رہا ہے۔" اس کے بعد انھوں نے گزشتہ ۵۷ سال کی سرکاری خریداریوں کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ "یہ پابندی ہندوستان کی معاشی ترقی کی راہ میں زبردست رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔" وہ آخر اس نتیجے پر پہنچے: "جس سے سوچ پر موجود انگریز کارخانہ داروں کو بہت سی زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، وہ پہلے ہی معلومات حاصل کر لیتے ہیں، نتیجے میں تمام عملی مقاصد کے لئے خرید کا یہ سلسلہ برطانیہ کی انگریزی طرفوں کی طرف سے موصول ہونے والے فیڈر تک محدود رہتا ہے۔" ان کا استدلال یہ بھی تھا: "وہ ان جنگ بہت سے اسٹوروں کی ہندوستان میں خریداری، "ناگزیر"

ہو گئی تھی۔ ان کی یہ قرارداد منظور ہو گئی اور اس سے ہندوستان کی اقتصادی ترقی کو اچھی تقویت ملی کہ آزادی سے نکل کر شادی کسی دوسرے اقدام سے نصیب ہوئی ہوگی۔

جنگ شہری آزادیوں کے زیر دست جاری رہے اور انفرادی حقوق اور مساوی انصاف کے دفاع میں بیحد کھل کر لڑتے تھے۔ بجٹی کرائسٹل کے شہریدہ کردہ ایڈیٹر ملی۔ جی۔ ہارنی مین کو شہر میں دوبارہ داخلے کی اجازت دینے سے متعلق قرارداد پر اصرار کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"میں اس کی بیحد اذیت کھوں گا۔ میں نے آئینی قانون کی محقق گمرانیں میں اثر کر اس کا مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فرد کی آزادی کسی ملک کے آئین میں عزیز ترین شے ہوتی ہے اور وہ اس انداز میں سلب نہیں کی جانی چاہئے۔ اگر آپ کا دعویٰ سچا ہے، اگر مسٹر ہارنی مین نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے تو اسے کسی شہرہ دل کے سامنے پیش کریں۔ میں جوئے احساس کے ساتھ ہوتا ہوں کیونکہ میں محسوس کرتا ہوں کہ کسی شخص کو شہرہ نہیں کیا جانا چاہئے اور ایسے فرضی الزام کے تحت تو یہ کارروائی بالکل نہیں ہونی چاہئے، ہر سیرے علم کے مطابق سراسر غلط ہے۔"

اسی سال تجربہ میں شخص نے اس اصول پر اپنے ہتھ پھین کو دہرایا: "کسی شخص کے مال و آزادی میں مداخلت حکومت کی جائے۔" اسی روز ایک اور مل پر بحث کرتے ہوئے جناح نے وزیر داخلہ کی تحریک پر اعتراض کیا: "میں یہاں محض ایسے شخص کے طور پر نہیں کھڑا ہوں جو حکومت پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ لوگوں کے فائدہ کے کی حیثیت سے کھڑا ہوں اور حکومت کو وہی کہہ کر یا ہو گا جو لوگوں کے بہترین مفاد میں ہو۔ وہ کہہ نہیں جو حکومت کی مرضی میں آئے۔"

اگلے سال مئی میں انہوں نے مسلم لیگ کے ایک خصوصی سیشن کی صدارت کی جو لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا "۱۹۳۳ء کے شہرہ عامی سے یہ محسوس اور تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ہر طرف پابندیت کا کام ہو چکا ہے اور یہ کہ سول تاقربانی کی تحریک مستقبل قریب میں کامیابی سے نہیں چلائی جاسکتی۔ کونسلوں کا مطالعہ جیسا کہ مسٹر گاندھی کی فراہم ہے موثر اور کارآمد نہیں ہو سکتا۔ طاقت تحریک پر جو ایک مرحلے سے چل رہی ہے، کسی بہتر رجحان میں ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ ہماری گزشتہ تین سالوں کی جدوجہد کا نتیجہ یہ تھا کہ سوریاج کے حصول کی اطلاع تحریک چل چکی ہے۔ جی ڈی پی اور شمل سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ہندوستان میں امداد حکومت کے جلد قیام کے لئے اقدامات کئے جائیں۔"

اپنے مقصد کی طرف آتے ہوئے انہوں نے زور دے کر کہا "۱۹۳۳ء میں پہلی بار مسلم لیگ میں شامل ہونے وقت میں نے خبردار کیا تھا کہ سوریاج کے حصول کے لئے ایک لازمی شرط یہ ہوگی کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں سیاسی اتحاد و اتفاق ہو۔ میں جو اس وقت سے کہتا ہوں کہ جس روز ہندو اور مسلمان متحد ہو جائیں گے ہندوستان کو اسی دن خود بخود یونین خلیفہ حاصل ہو جائے گا۔ سوریاج کی اصطلاح پوری حد تک ہندو مسلم اتحاد کے نام سے ملتی ہے۔"

مسلم لیگ نے اس اہم اجلاس میں شے کیا کہ وہ ایسے سوریاج کے لئے جدوجہد کرے گی جس میں صوبوں کی دفاعی و عین ماسوائے مرکزی حکومت کے ان چند امور کے جو "عمومی اور مشترک نوعیت کے ہوں" ہماری طرح فروخت ہو۔ تمام اچھوتوں کو کھل نہ بھی آزادی کی ضمانت دی جائے اور مسلمانوں کے لئے جداگانہ نظام انتخاب

قائم رکھا جائے۔ حکومت انتخاب باہمی و علاقائی کا موجب بن سکتا ہے۔ نیز سوڈان سمیت دیگر ممالک کا متحدہ ماحصل کرنے کے لئے یہ بالکل بالکل طریقہ ہے۔ آئندہ کوئی ایسا بل یا قرارداد جس سے کوئی برادری مٹا رہی ہو اگر اس برادری کے منتخب افراد کی تین چوتھائی تعداد اس کے خلاف ہو کسی بھی مجلس دستور ساز میں منظور نہ کیا جائے۔ لیگ نے چنانچہ کی سربراہی میں ایک خصوصی کمیٹی بھی مقرر کی جسے حکومت ہند کے لئے آئینی استحکام تیار کرنے کا کام سونپا گیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین احساس کی افراط تک کھینچی کو تشویش اور اضطراب سے دیکھتے ہوئے مسلم لیگ نے مزید طے کیا کہ ایسے ”مصلحتی و روزمرہ“ کے قیام میں تعاون کیا جائے گا جن میں تمام قوموں کے نمبران شامل ہو کر باقاعدہ اجلاسوں میں فرقہ وارانہ اختلافات کو حل کرنے اور تصادم کے اسباب کو گھٹانے کی کوشش کریں گے۔“ چنانچہ نے مذکورہ بالا قرارداد کے علاوہ ایک اور قرارداد بھی پیش کی جس کے ذریعے زندگی کے تمام شعبوں میں مسلمانوں میں باہمی جاننے والی دوسو اکیس بدعقلی اور اشتکار پر مبنی دیکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا گیا تھا: ”اس بدعقلی کے باعث نہ وہ مفید جادہ خیال کر سکتے ہیں نہ انہیں کے تعاون کو فروغ دے سکتے ہیں۔ لہذا یہ چیز مسلمانوں کو ترقی اور حکومت طرز اقتدار کی لئے قوی جہود میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے سے بری طریقہ روکتی ہے۔“ ایک کئی مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کو داخلی جنگی کی ترغیب دینے کے لئے تشکیل دی گئی۔ ایک اور کمیٹی کو یہ فرض سونپا گیا کہ مثالی خلافت کمیٹی کے ساتھ مذاکرات کر کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کرے۔ اسی اجلاس میں آئندہ تین سالوں کے لئے پارٹی کا مستقل صدر چنا گیا اور مسلم ہندوستان میں اپنے انتظامی منصوبے کو بروئے کار لانے کا سوچ مل سکتا۔ اگرچہ تین سال کی مدت کافی نہ تھی مگر حال اچھا کام کی ابتدا ہو سکتی تھی۔

ترکی کے صدر مصطفیٰ کمال اتاترک نے اکتوبر ۱۹۲۳ء میں خلافت کا خاتمہ کر کے تحریک خلافت کی بنیاد چاکر دی۔ اس سے پان اسلام کے تصور پر کمری ضرب لگی اور زبردست پھوٹ پڑ گئی۔ پچانوچہ بعد مسلم فداوت میں تجزی اور شدت پیدا ہو گئی۔ شعل طلبی سرحدی صوبہ کے پھانوں سے لے کر اٹھارہ کے سو پانچ تک سب ان فداوت کی لہر میں آ گئے۔ کشمیر سے آٹھارہ تک ہندو اپنے ہمسائے ہندو مسلمانوں کے جو جنوبی ایشیا کے طول و عرض میں موجود تھے دشمن بن گئے۔ ہندوؤں نے پرجوش مذہبی تنظیمیں مثلاً ”سوامی بھارت“ (مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے والی) قائم کیں۔ عظیم عسکری تنظیم ”گھنٹی“ کے ارکان ہندو انکیت کے شہروں میں ڈال دیے اور مارچ کرتے وقت غریب شہر چلتے۔ جس سے مسجدوں میں نماز پڑھنے والے مسلمان ہست پریشان ہوتے تھے۔ یہ لوگ چکر ساز کی کرتے والے گائے ذبح کرنے والے قصاؤں کو بلا امتیاز و تفریق خیر و شر کا نشانہ بناتے تھے۔ بھارت و شورش پیدا کرنے والا ہر واقعہ علاقائی حملوں کی تعداد میں اضافہ کر دیتا تھا جس سے وسیع پیمانے پر فساد پھوٹ پڑتا اور فساد کے دوران بے شمار لوگ مارے جاتے یا زخمی ہوتے اور اس طرح کئی کا زہر عام پھیل جاتا۔

۱۹۲۳ء میں سی۔ آر۔ داس شدید بیمار ہو گئے۔ کانگریس میں سول لال سہو سواراج ہند روپ کے لیڈر کی حیثیت سے گاندھی سے ٹکر لینے والے اکیلے وہ گئے تھے۔ اگست ۱۹۲۳ء میں سول لال کے نام ایک ”انتخابی خط“ مراٹھے میں داس نے لکھا ”میں اس بات پر تیار ہوں کہ کانگریس کی شیخزی کو آپ کی گرفت میں لانے کو آسان بنادوں۔ حقیقت میں آپ کی مدد کے لئے کسی صورت میں روٹ حاصل کرنے کے لئے فریق نہیں ہوں

گا۔ میرا کسی چیز کوئی دعویٰ نہیں ہوا۔ محض پرامن لٹاکو فروغ دینے میں تعاون کروں گا۔ مزید یہ کہ اگر آپ پر ری معینہ کا کنٹرول سنبھالنے پر آمادہ نہیں تو میں اس کے لئے بھی پوری طرح تیار ہوں کہ ان صورتوں میں آپ کی گرفت مضبوط کرنے میں ہاتھ بٹاؤں جن کے حلقہ آپ کا خیال ہے کہ وہاں معاملات چلانے میں آپ کو کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔۔۔ بہر حال اسی لحاظ کے آخر میں خیال چلنے کے طور پر گمانہ جی جی نے ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جو ان پر کانگریس کا مدد دینے جانے کے لئے دباؤ ڈال رہے تھے۔ وہ مراٹھ کے انتظام پر لکھتے ہیں: "اس معاملے پر از سر نو غور کرنے کے لئے میری صرف ایک شرط ہے کہ یہ کہ آپ کی طرف سے بھی اس خرابی کا اعتراف کیا جائے کہ میں صدارت قبول کر لوں۔ کیا آپ براہ فہوش مسٹر داس، ٹیککر اور دوسرے ساتھیوں سے ملکر کر کے مجھے مطلع فرمائیں گے کہ کیا کرنا چاہئے۔"

گاندھی جی نے کونسلوں کا یہ مسلسل پہنچا کر دیکھا تھا "اس سے دستور ساز اسمبلی اور کانگریس دونوں جگہ سوئی۔ لال کی پوزیشن خراب ہو گئی تھی۔ گاندھی نے جی جی کے دو ان سوریج پینڈوں سے "بہادری اختلاف" پر جی ایک بیان شائع کرایا تھا جس کا چھوڑ یہ تھا کہ کونسلوں میں داخلہ عدم تعاون کے خلاف ہے اور میں ایسا ہی تصور کرتا ہوں۔ گویا وسط ۱۹۳۱ میں سوئی لال اس صورت حال سے دوچار تھے کہ یا تو وہ جناح کے ساتھ اپنی اسمبلی پارٹی کا اتحاد برقرار رکھتے ہوئے گاندھی جی کے احمد سے محروم ہو جانے کا خطرہ مول لیں اور کانگریس میں اپنی پوزیشن خراب ہونے دیں یا دوسرا راستہ اختیار کریں۔ یہ کوئی آسان فیصلہ نہیں تھا۔ وہ جی دے موسم گرما کے دوران بچہ آزمائی کرتے رہے۔ اگست میں انہوں نے صلاحات گاندھی کو بمبئی میں اپنی رہائش گاہ واقع جوہر پور آئے کی دعوت دی اور انہیں اسمبلی کے اندر سوریج پینڈوں کے قوی قہقیر کے کام کے لئے امانت کا قائل کرنا چاہا۔ جو ابرہہ لال نے بھی جی جی اس سال کانگریس کے سیکرٹری تھے مذاکرات میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے ان کے باپ جیادوں لال کر بھی گاندھی کو قائل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے نہ ان پر کوئی اثر ڈال سکے۔ ہندوستان کی جدید تاریخ میں صلاحات گاندھی کی ضد اور ہٹ دھرمی کا توڑ صرف جناح تھے۔ تمام تر دستانہ بات چیت اور موبائٹ شیلیڈ کے بیس پر وہ صلاحات کے بغیر "یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ دونوں میں کوئی خاصیت نہ ہو سکی۔ میں بھی جی جی سے باجس ہونا چاہتا تھا۔ گاندھی جی میرا ایک اچھا دوست تھے۔ دور نہیں کر سکتے تھے جیسا کہ ان کا معمول ہے۔ انہوں نے مستقبل کے بارے میں سوچنے یا کوئی طویل المدتی پروگرام وضع کرنے سے انکار کر دیا۔"۔۔۔ سو نے ان مذاکرات کو بجا طور پر اپنے باپ اور صلاحات کے درمیان فرق نہ سمجھ کر قرار دیا۔

گاندھی جی کی پوزیشن کو حلیم کرنے کے بعد سوئی لال نے اپنے سوریج پینڈو ساتھیوں کو اس بات پر متفق کر لیا کہ ایسے تمام صدارت قانون کو مسترد کر دیا جائے جنہیں منظور کر کے جی جی دکرسی اپنے اختیارات کو مستحکم کرنا چاہتی ہے۔ یہ بات قابل فہم ہے کہ اس قسم کے چند اقدامات سے کوئی اچھا نتیجہ بھی افاقیہ طور پر نکل سکتا تھا۔ سوئی لال نے اصرار کرتے ہوئے کہا "ہماری یہ واضح رائے ہے کہ ملک کے وسیع تر مذا میں ایسے چھوٹے قاعدوں کو قربان کرنا بہتر ہے"۔۔۔ بجائے اس کے کہ جی جی دکرسی کے اختیارات میں بالکل اضافہ نہ ہونے دیا جائے۔"۔۔۔ اس بیان نے سوریج پینڈوں کی قوی پارٹی کو موت کے خطرے سے دوچار کر دیا کیونکہ جناح اور ان کے اتحاد ساتھیوں نے اسمبلی کے اندر "مکوث ڈانٹے والے حوالے" میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ وہ ہر

توقیک پر اس کے استحقاق کے مطابق غور کریں گے۔ وہ کسی بل کی حمایت یا مخالفت میں صرف اس وقت ووٹ دیں گے جب انہیں یقین ہو گا کہ وہ بل ملک کی معاشی یا آئینی ترقی میں اضافے یا رکاوٹ کا سبب بننے والا ہے۔

مجھے صافمانہ کہا جائے

کریوں میں بسجی کے دورے کے دوران گاندھی جی نے ۳۰ کیپیٹیز فیئر میں "پارسی سرکل" کے ایک جلسے میں بھی تقریر کی جس کا مقصد بالاد کے سلاطین و زعماء کے لئے چند نفع کیا تھا۔ کافی دور کا اس اس اجلاس میں شریک ہوا اور ہنگامہ میں جناح کی کارکردگی کی نقل کرتے ہوئے مساجد کو "سنٹر گاندھی" کہہ کر خطاب دیا۔ اس نے نوٹ کیا کہ "مساجد" کے پردے میں بہت سے "مفسدے کام" کئے جاتے ہیں۔ ماسٹرن کی طرف سے کافی پر بلند آواز میں سوالات کی یہ چھڑا کر دی گئی یا تاہم اس موقع پر گاندھی جی اپنے نکتہ میں کا اعلان کرنے کے لئے اٹھے اور بولے:

"مسلحہ مساجد میرے عقول میں قفس پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جب کوئی شخص اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ ہر کوئی مجھے "مساجد" کے قہقہے کراہت آتی ہے۔ مجھ میں ذمہ دہنے کی خواہش باقی نہیں رہتی۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ میں جس قدر "مساجد" کا لفظ استعمال نہ کرتے پر اصرار کروں گا اس کا ہی زیادہ استعمال کیا جائے گا تو میں یقیناً اس کے استعمال پر ذمہ دہتا۔ آخر میں جہاں میں رہتا ہوں "ہر بھائی" میں اور بچے کو یہ علم ہے کہ وہ "مساجد" کا لفظ استعمال نہ کرے۔"

چار سال قبل ہنگامہ میں جو کچھ واقعہ یاد ہو چکا تھا جناح کے خیال میں گاندھی جی کی طرف سے یہ برسرعام مہذرت کا اظہار تھا۔ اسے لانا معلوم ہو گا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے "کافی" حکیم اور مسٹر جناح کو یقیناً اس کی رپورٹ دے گا۔

رتی کا تصوف کی طرف جھکاؤ

رتی نے ان دنوں کافی ہی ساتھ اتنی ہی ملاقاتیں کیں جتنی کہ اپنے مصروف طہر کے ساتھ کر سکتی تھی اور اس کے ساتھ کل کروڑ زیادہ ہے "تعلیمی سے" "مراسلت" کرنے لگی۔ سکون کی تلاش میں وہ تصوف کی طرف مائل ہو گئی تھی اور ادوار سے باتیں "ہواد کسے اور خیالات کی تبدیلی جیسے احوال میں کافی اس کا رویہ رہا کیا۔ وہ لکھتا ہے "رتی خیربادی دینا سے راجد قائم کرنے میں حد درجہ دلچسپی لیتے تھے۔ اس نے اپنے حقائق اور عقیدے کل کی صداقت پر کہنے کے لئے بہت سے مشکل اور خطرناک تجربے کئے۔ وہ برادری سے علم کی تلاش تھی۔" یہ واضح نہیں ہے کہ اس کے تجربات کیسے مشکل "اور خطرناک" تھے "تاہم ایسا لگتا ہے کہ اس نے گولیاں کھانا شروع کر دی تھیں۔ شاید شروع شروع میں بے غنائی و افسردگی پر قابو پانے کے لئے۔" علامہ بسجی کی بزرگوار پر انہوں "ادھین" "شیش اور گولیاں آسانی سے دستیاب تھیں۔ نومبر ۱۹۴۳ء میں اس نے کافی کو لکھا:

"ایک معاملہ ایسا ہے جس کے حقائق آپ سے بات کرنے کے لئے میں بہت بے چین ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس معاملے میں آپ میری مدد کر سکتے ہیں۔ تھوڑے دنوں سے میں دوا سے نکل چل کے مضمون میں

بہت زیادہ مشک ہو گئی ہوں۔ میں اس بارے میں زیادہ جاننے اور سچائی تک پہنچنے کے لئے بہت زیادہ چاہت ہوں۔ یہ ایک معاملے میں ڈالنے والا ٹھوس ہے۔ میں اس کے متعلق جتنا زیادہ سنی ہوں اتنی ہی زیادہ پریشان ہوتی ہوں۔ اگرچہ میں اب بھی سرگرمی سے اس میں دلچسپی لے رہی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ ہمارے شہر کے روحانی مصلوں سے ضرور روشناس ہوں گے۔ اوی ایسے جتنے کارکن ہی سکتا ہے۔ میں کسی مسلک سے وابستہ نہیں ہوں نہ ہی کسی عقیدے کی سوجھ ہوں۔ اب میں اس معاملے میں اتنی زیادہ کوششیں نہیں کر رہی ہوں کہ کسی ہنگامہ سے کے بغیر اسے ترک کرنا چاہتی ہوں کیونکہ میں خود کو دوسرے لوگوں کے تجربات پر قانع نہیں کر سکتی۔ میں اپنی ایسی شہادت کو ترجیح دوں گی کہ گناہ ہو جاؤں جبکہ آپ مجھے تلاش کرنے بھریں۔ میں بچے دل سے توقع کرتی ہوں کہ آپ اس معاملے میں میری مدد کر سکیں گے۔"

وہی نے ایک بار بعد اسے یاد دلانے کے لئے لکھا "میں جس چیز کے تعاقب میں ہوں وہ حضرات کا حق ہے جس پر کسی حرب طریقے سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ چونکہ میں اس معاملے کا ذاتی تجربہ حاصل کرنے کے لئے چاہت ہوں جس پر میں بڑا پختہ یقین رکھتی ہوں۔" اس کی تعمیل فوراً ضروری کاغذات تیار کر کوئی اس سے باتیں کرے اور اس سے اس بارے میں سوالات پوچھے جس میں وہ اتنی سرگرمی سے حصہ لے رہی تھی۔ "آپ ضرور آئیں اور مجھ سے جلد ملاقات کریں تاکہ ہم ساتھ موضوع پر گفتگو کا سلسلہ پھر سے شروع کر سکیں۔"

آئندہ اپریل میں اس نے ایک اور خط میں لکھا "میرے کالنی ہاں میں خواب کے اندر پلٹنے کے بارے میں چاہتی ہوں جس کا آپ نے ذکر کیا ہے" لیکن میں سارے خواب چتے پھرتے دیکھتی ہوں۔ آپ نے اپنے خط میں جس قسم کے تجربے کا حوالہ دیا ہے "میرے نزدیک اس سے بڑھ کر خوشی کی کوئی بات نہیں ہو سکتی لیکن میری دوا میں گرمی بخند میں پھنکارا دینے والی کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ پانچ یا چھ گھنٹے کا مکمل آرام جس میں ذہن تو سکون کی حالت میں ہو آئے" لیکن اس کے برعکس جسمانی طور پر بہت بے چینی لگتی ہے۔ خواب مجھے شادی دکھائی دیتے ہیں۔"

اب اس کی عمر ۲۵ برس کی ہو گئی تھی۔ "میری دوا بالکل جام ہو کے رہ گئی ہے۔ اگرچہ میں اپنے مزاج پر مطمئن اور بعض چیزوں کی خواہش کرتی ہوں۔ خدا ہمارا جاننا ہے کہ میری حقیقی حقیقت ہے نتیجہ کیاں رہی ہے؟ میرے جسے میں پھل تو کھا کاٹنے بھی نہیں آئے۔ میں انتہائی بے آرامی سے سوچ رہی ہوں اور چاہتی ہوں کہ کوئی نفسیاتی قوتوں کا مالک میری مدد کرے۔"

اس نے فاکہ جن کے کہے کہ اس کا شوہر ایسی باتوں میں دلچسپی لے۔ اس نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اس بارے میں کالنی کو خبر دیتے ہوئے لکھتی ہے:

"میں بہت بہت لیکن سچی طور پر بتا رہی ہوں کہ اس معاملے کی طرف مہذب کر رہی ہوں اور بھی دھونس اور بھی بھلا بھلا کر اسے کتاب پڑھ کر بتاتی ہوں۔ بتا رہی ہوں کہ یہ صلہ بندہ دوا کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ غیر معمولی اور ناقابل تردید ہے۔ اس واقعہ کا تعلق عقل کا سراغ لگانے سے ہے۔ یہ کالنی ایک فریب دار جن کے گرد گھومتی ہے جسے لہری سے چھانٹ کر ہر سب لے جایا گیا اور وہیں عقل گرد کیا گیا۔ اس جرم کی تحقیقات جاری ہو چکی ہیں۔ یہ جرم شہوت پرستی کے تحت کیا گیا تھا۔ مجرم کی چلائی وہ وہ شہادت نے پائیس کو بکس میں ڈال دیا تھا اور وہ

بدھ اس پر مبنی تھی کیا آپ یقین کر سکتے ہیں کہ انہوں نے ملتے جلتے حضرات پر کھوپانے کی اجازت نہیں دی تھی؟
 ہرمال انہوں نے مطلوبہ سراغ لگا لیا، شہادت اس نوعیت کی تھی کہ بدقسمت شخص کو پھانسی ہو گئی۔ جناح اس
 کیس میں کوئی مسلم نہیں دیکھ سکتے۔

کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ جناح اس کی وجہی کے لئے بہت زیادہ وقت یا توجہ دقت کرتے تھے۔
 ان کی قانونی پرنسپل میں ہی بہت زیادہ وقت صرف ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ رقی نے اپنے ہر آپریشن والے خط
 میں مزید لکھا، "میں یہاں تک ہے کہ ہم کسی صورت میں بھی تحریک نہیں جاسکیں گے کیونکہ مسٹر جناح ہڈا کے حضور میں
 مصروف ہیں۔" کافی اسے ہر قسم کی کتابیں "اپنے اپنی رسالے اور ڈارے فراہم کر آ رہا۔ ۱۹۴۵ء میں سال بھر وہ
 مسلسل اس سے ملتا رہا۔ بچتے میں تین یا چار دفعہ۔ دیکھا اب چہرے کی ہو گئی تھی۔ کافی نے چاہا کہ رقی اسے
 مدد اس کے اس اسکول میں داخل کر دے۔ مسز ایلی وینسٹ کی قصہ سوشل سوسائٹی کے زیر انتظام چل رہا تھا،
 لیکن جناح نے اس اقدام کی حراست کی۔ بلاشبہ انہوں نے محسوس کیا کہ اس طرح ان کی بیٹی اپنی قوم سے بالکل
 کٹ کر رہ جائے گی۔ شاید انہوں نے بھانپ لیا ہو کہ وہ جلد ہی اپنی انگریزی بیٹی سے عہدہ ہو جائیں گے جیسا کہ سر
 ڈنکا کے ساتھ ہوا تھا۔ جون ۱۹۴۵ء میں رقی دوبارہ بیمار ہو گئی تھی۔ اس نے لکھا "پارے کافی اس وقت رات
 کے دو بجتے والے ہیں، میں خوفناک حد تک تھکی ہوئی اور نیند کی حالت میں تھی، لیکن تمہارے خیال نے اگر مجھے
 جگا دیا۔ میں بہت تھکتا ہوں، ہر نکلے ہوئے باہر نکلی تاکہ تمہیں خط لکھ کر اور کچھ نہیں تو اپنے خیر کو سکون پہنچاؤں۔ کیا
 آپ مجھے صاف کر دیں گے؟ اگر میں دوبارہ سوجاؤں۔" برائے میں اس نے جناح کو گایا کہ میں کافی کے ساتھ
 قصہ سوشل سوسائٹی کے برقی کونٹین میں شرکت کرنے جاؤں گی، جو دسمبر میں مدراس کے مقام پر ہونے والا ہے۔
 مسلم لیگ کا اجلاس احمد میں ہونا طے پا چکا۔ برقی کے موقع پر وہ ایک قصہ سوشل ایہ عقیدہ رکھنے والا کہ ہر
 شخص روحانی وجہ اور وہ ان کے ذریعے براہ راست خدا کی معرفت حاصل کر سکتا ہے، کے طور پر مسز ایلی وینسٹ
 کی رہنمائی میں مصلحت شروع کرنے کا ارادہ رکھتی تھی، لیکن میں موقع پر اس کی سختی بتا رہی تھی "میں اسے اپنی
 روحانی ایک جلد سے فرقہ کئی پڑی۔ ہرمال سال کے اختتام سے پہلے ہی وہ لڑیا میں مسز ایلی وینسٹ سے ملے۔
 بوڑھی عورت نے فوراً ادارہ کر لیا کہ وہ کبھی "ناخوش" ہے۔ اس نے یہ فیصلہ سنا ہے ہونے کافی کی حیرت کی
 ایک بار پھر تصدیق کر دی "کیا تمہیں اس کی آنکھوں میں ناخوشی نظر نہیں آتی؟ اسے فورے دیکھو۔"

مدح دلچسپی کے دعووں کے باوجود گاندھی نے ۱۹۴۵ء میں کانگریس کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی۔ ان کی
 توجہ یہ تھی کہ جس طرح کوئی تاجر کا دہادی اجلاس کی صدارت کرتا ہے، میں نے بھی اسی طرح کانگریس کی
 صدارت کی ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے اندازہ شمار پر کرتے ہیں کہ شمال کے دونوں ہانڈوں میں مسلمانوں کی
 آبادی میں خاصا اضافہ ہوا ہے اور مسلمان پنجاب (۵۴ لاکھ) نیز بنگال (۷۰ لاکھ) میں اکثریت رکھتے ہیں۔
 نئی صورت حال کا غماض ہے کہ کھنڈ پیکٹ کے فارمولے پر از سر نو اکرانے کئے جائیں۔ مسلم اکثریت کے فن
 دونوں صوبوں کے بہت سے مسلم لیگی قائدین کو مسلمانوں کی اکثریت میں جیت پر قناعت کرنے کے لئے
 تیار نہ تھے۔ اس طرح فرقہ وارانہ تفریق کی تبلیغ مزید مری ہو گئی، جس نے مسلم لیگ کو تقسیم کے ناقابل واپسی خط
 پر پکا دیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں میں گاندھی کے ہم تعاون پر وہ گرام کے بارے میں جو خطا تھی پائی جاتی تھی وہ

بند رنج دار ہونے لگی۔

سر کے خطاب کی پیشکش

لاڈلے رنگ کا ہندوستان میں یہ آخری سال تھا۔ وائسرائے نے اسمبلی میں جناح کی کارکردگی کا جائزہ لیا تو اسے بہت محترم سمجھیں ہوئی، چنانچہ اس نے جناح کو اس قابل سمجھا کہ ان کا نام ٹائٹ کا مرتبہ (سر کا خطاب) دینے کے لئے مرتب کردہ فہرست میں شامل کیا جائے، بشرطیکہ وہ اس پیشکش کو قبول کر لیں۔ ان سے رابطہ قائم کیا گیا تو جناح نے دو نوک جو اب دوا میں صرف مسٹر جناح کہلانے کو ترجیح دیتا ہوں۔ میں محفل مسٹر جناح کی حیثیت سے زندہ رہا ہوں اور اسی حیثیت میں مرنا چاہتا ہوں۔" او مرتبہ دئی سے پوچھا گیا کہ اسے "میلڈی جناح" کہلا دیا کیسا اچھے لگے گا؟ وہ سوال پر ہنسنے والے کی بات پر دئی ہونے سے پہلے ہی بول پڑی "اگر میرے شوہر نے ٹائٹ بے قبول کی تو میں ان سے طے کی اختیار کروں گی۔"

میاں بیوی میں علیحدگی

وہ آخر الذکر راستہ اختیار کرنے کا حق رکھتی تھی۔ شاید اب اس نے اس معاملے پر سوچنا شروع کر دیا تھا۔ یہ وہ حق تھا جو اس نے چند سال بعد استعمال کیا۔ حالانکہ جناح کو "سر" کا خطاب نہیں ملا۔ ان کی بیوی کوئی رجعت پسندی اور اسلامی شعور کی ترقی نے نظریاتی طور پر ان کے ذہن اتنا بعد بنے کر دیا کہ بالآخر یہ لائی ہو گئی۔ اس کے علاوہ شخصی اختلافات بھی تھے۔ مسٹر جناح مٹا پچاس برس کے ہو گئے تھے، جبکہ دئی کی عمر ان سے نصف تھی اور ان کے مزاج میں ہم آہنگی و مطابقت کا لہر ان تھا۔ یہ وجہ نہیں کہ انہوں نے دئی سے محبت کرنا چھوڑ دی تھی حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۳۶ء میں جب وہ دئی کو ساتھ لے کر لندن، پیرس، نیٹیز اور امریکہ کے دورے پر گئے، اس وقت بھی یہ اس لگائے پٹختے تھے کہ بار بار موسم گرما میں دونوں کے مابین ابتدائی برسوں کی عداوتیں کشش پھر عود کر آئے گی۔

سینڈھریٹ کمیٹی کی رکنیت

۱۹۳۵ء میں انیس سینڈھریٹ کمیٹی کا رکن مقرر کیا گیا جس کے سربراہ آری چیف آف سٹاف ایڈیٹریل جنرل انڈر ہیکس تھے۔ کمیٹی کا مقصد سینڈھریٹ کی طرز پر ہندوستان میں ملٹری کالج کے قیام کا جائزہ لینا تھا۔ انہیں ممبران پر مشتمل ایک وفد میں شامل ہو کر کھدائی ممالک میں فوجی کالوں اور تحصیلات کے سائنس کے لئے اپرل میں بمبئی سے روانہ ہونے اور اگست میں واپس آئے۔ اس دورے کے بارے میں دئی پر چھن تھی اور وفد کی دوا لگی سے تھوڑی دیر پہلے اس نے اپنے دوست کو لکھا "کافی مین چہ بلا کے لئے یورپ اور امریکہ کے دورے پر جا رہی ہوں۔ میری حفاظت اور لوڈا کرنے کے لئے آپ میرے ساتھ نہیں ہوں گے" اس لئے براہ کرم میرے لئے کمیٹی پر عمل چھاپیں کر دیں تاکہ میں آپ کے ساتھ رابطہ قائم رکھ سکوں۔" اس نے کافی کو ایک خوبصورت نظم جو خود چنے ہوئے تھی اور جس پر محبت و تھملا کا عداوتیں عمل کر رہا تھا "گلے میں دیا۔ دئی نے

دائیں آکر کافی کوتاہی کہ جناح ایسی باتوں پر بالکل یقین نہیں رکھتے اور گنڈے قلعہ پر بھروسہ استاد کا ذہن اڑا رہا کرتے تھے۔ تاہم دوسرا اپنی سون کا سیلاب ثابت ہونے کے بجائے یہ ان کا ایک ساتھ سفر کرنے کا آخری موقع تھا۔ جیانی دودے سے واپس کے بعد دلی کی صحت و ندامت گئی تھی۔ "میں قیاس کرتی ہوں کہ ہم سب کو حسن و خیال کے لحاظ سے اس وقت واسطہ پڑتا ہے جب ہمیں ہر چیز راستے کی رکاوٹ محسوس ہوتی ہے اور کچھ وقوع پذیر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ ایک قسم کے انتظار کی ذہنی کیفیت۔ آری انتظار کرتا ہے اور انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ زندگی گتے اس کا انتظار اٹھ جاتا ہے۔"

اس نے اپنے بہترین دوست کافی کو ادا کی ۱۹۴۷ء میں لکھا "جب آپ آتے ہیں تو مجھے بحث خوش ہوتی ہے۔ براہ کرم مجھے یہ نہ کہیں کہ میں خاصی توانا نہیں ہوں اور اس قابل ہوں کہ آپ کی دوری برداشت کر سکوں۔ میں دوبارہ بالکل ٹھیک ہو چکی ہوں۔ اگر میرے پاس غراب اور سوچے ہوئے ہوتے تو میں معمول کے مطابق چلتی پھرتی۔ میں اپنے دوستوں سے ملنے جاتی ہوں اور آج رات میں بیٹھا جا رہی ہوں۔ خواب گاہ کے سلیپر بکن کر لیوٹک دوسرے جوتے اتارے نہیں ہیں جن میں میرے خوبصورت اور سون جیسے پاؤں تھکیں۔ اگر آنکھیں لپا جاتا تو پتہ چل سکتا تھا کہ ٹوٹی ہوئی سوئی لگی میرے پاؤں میں ہے۔ اس نے میں کو خوش کر دی ہوں کہ صحت کر کے دوسرا اپنی بیٹی کراؤں۔ اب اس کا زیادہ تر وقت تشنگ پانچو چاندروں۔۔۔۔۔ لیوٹ اور کٹوں پر صرف ہوتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کو پیاد کرتی تھی ان کی دیکھ بھال کرتی اور ان کے علاج پر بچوں بھی توجہ دیتی۔ کیونکہ دنیا تو سارا دن سکول میں اپنی سیلیوں کے ساتھ گھومتی باہر رہتی تھی۔ مجبوراً اسے پانچو چاندروں کے ساتھ اپنا وقت گزارنا پڑتا تھا۔"

مسلم لیگ کے صادق و قہص بیکر نری سید خسن الحسن نے لکھا ہے "فروری ۱۹۴۷ء میں لیگ کے دفتری دلی منتقلی کے بعد قائد اعظم جب بھی دلی آتے تھے ان کے صاحبزادے (فرس اور خانہ داری) کے طور پر کام کرتا تھا۔ ان دنوں اپنی بیگم مریم (دلی کا اسلامی نام) کے ساتھ ان کے تعلقات خاصے کچھ ہو گئے تھے اور وہ اکیلے رہتے تھے۔ کبھی سہیل ہوئی (ہوائی دلی کے بہترین ہوائیوں میں سے ایک) میں، کبھی میڈن میں اور کبھی ویلنگٹن کورٹ (ممبران اسمبلی کے نئے سرکاری قیام گاہ) میں قیام کرتے تھے۔ وہ اپنی صحت کے بارے میں اتنے غلام نہیں تھے جتنے دوسرے معاملات میں۔ دلی کی سردی انہیں داس نہیں آتی تھی "اس نے اکثر کہا کہ میں اور داس میں جتنا رشتہ خرابی صحت کے باوجود اسمبلی میں حاضر ہوتے اور اپنے وقت اور توانائی کا زیادہ تر حصہ سیاسی سرگرمیوں میں صرف کرتے۔ شاید انہی مصروفیات سے ان کو پھیر میں کی جھجھک اور مرکب بیماری کی ابتدا ہوئی جس نے ۲۱ سال بعد ان کی جان لے لی۔ کیا یہ شخص اتفاق تھا کہ جناح کی مضبوط جسمانی صحت اچانک خراب ہونے لگی؟ دلی سے ان کی طبیعت کی جھجھکاؤ (دلی کے پھیپھڑے اور جسم) جناح کے حوالے میں خاصے حلیف زور اور زخم طرہ تھے اور اسے کمزور تھے کہ وہ مزید دو سال بھی زندہ نہ رہ سکی۔ اس پر مستزاد دلی کی سردی تھی۔ حالانکہ انہیں علم تھا کہ وہ اپنی زندگی کی ایک صحت سے محروم ہو چکے ہیں۔ بھریاد شای نظام کے ہوا پر سے ان کا انتظار اٹھ جانے سے انہیں ایک اور صدمہ پہنچا۔ اس کے بعد ان کی صحت کبھی نہیں سنبھلی۔"

مصائب کی یلغار

۱۹۴۷ء کا سال ہندوستان کے لئے جمہوری طور پر اور جناح کے لئے ذاتی حیثیت میں امیدوں اور خوابوں کی ٹھکرت و ریخت کا سال تھا۔ بالچنگو کے الفاظ نے بڑھتی ہوئی قوم پرستانہ قوتحات کو جو حوصلہ بخشتا "اس کو پورے دس سال ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود بینٹن ٹینس "آزادی اور سورج کا حصول پہلے کی طرح اب بھی آنکھوں سے اوجھل تھا۔ نیکر نری آف ٹیٹ لارڈ برکن ہیڈ اور اس کے نواری ساتھیوں نے جان لیا تھا کہ ویسٹ منسٹر میں ان کے اقتدار کے دن گنے جا چکے ہیں "اس لئے انہوں نے تیرہ کر لیا تھا کہ ٹنگ نظریہ یعنی امپیریل طرز حکومت ہندوستان پر مسلط کر دیا جائے۔ راجے میکڈا لڈ کی لیبر حزب اختلاف پر ضمنی انتخاب کے نتیجے میں مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی اور ۱۹۴۷ء کے انتخابات میں اپنی عملی فتح کا بے ثباتی سے انتظار کر رہی تھی۔ نواری کابینہ نے ۱۹۴۷ء میں ایک دستوری کمیشن مقرر کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ ۱۹۴۹ء کے انڈیا ایکٹ کا جائزہ لے کر ہندوستان کے لئے نئے دستوری اصلاحات کی سفارش کر سکے۔ برکن ہیڈ نے اپنے ہر مشروط دست سربان سامنی کو کمیشن کا سربراہ اور چھ دیگر انگریزوں کو "جو سب کے سب ہندوستانی امور سے نااہل تھے" رکن مقرر کر دیا۔ ٹنگ کے بالچنگو لارڈ اردن نے "جو ہندوستانیوں کے محسوسات کی بابت زیادہ جودہ اند اور حساس رویہ رکھتا تھا" زور دیا کہ اس کمیشن میں کم از کم دو ہندوستانیوں کو ضرور شامل کیا جائے۔ لیکن برکن ہیڈ کی مرضی یہ تھی کہ اس کا فرستادہ کمیشن اپنی تحقیقات کسی قصبہ و چانداری سے متاثر ہوئے بغیر ہونے کا رکھے۔

جناح نے جون میں دائرہ رائے کو واضح طور پر قتب کرتے ہوئے لکھا کہ اس معاملے میں افراد کا انتخاب ہر دوسرے معاملے سے زیادہ اہم ہے۔ کیا خود اپنی تقرری کے امیدوار تھے؟ بالکل ایسا ہی تھا۔ ہندوستان کے دستور کی اصلاح و بہتری کے کام میں اپنے وقت اور توانائی کے دو بے حکومت کی مدد کو نہ ہی پیش مشرف رہتے تھے اور اب کام ہی ان کے لئے سکون و اطمینان کا دار و مدار نہ رہ گیا تھا۔ ان کی تنہیہ کو مسترد کر کے ایک اور چہ لگایا گیا جو ہندوستان کے باقی مابعد حقائق سے بے خبر اور فرسودہ قیادت کے ساتھ انہیں بھی سنا ڈال لارڈ برکن ہیڈ نے ان کی تجویز نومبر میں اطلاق مسترد کر دی۔ جب اگلے سال فروری میں سامنی کمیشن پہنچی پہچا تو پورے ہندوستان نے جگہ توڑ "سامنی واپس جاؤ" کا نلک شگاف نمودار کیا۔ کمیشن کی ساتوں کی منت کو شای حکام کی ٹنگ نظریہ نے کام شہد ہونے سے پہلے لگا بیڑہ کر دیا تھا۔ ان لوگوں نے کڑاؤں ہندوستانیوں کے محسوسات کو پس پشت اہل کردہائی سفارشات کو سب پر ترجیح دی تھی۔

سامنی کمیشن کے مسئلے نے مسلم لیگ کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ ایک جمہور نامور پ سابق دامبر سر محمد شفیع کی قیادت میں ۱۹۴۸ء میں فتح ہوا اور کمیشن کا خیر مقدم کرنے کے علاوہ اس کے ساتھ تعاون کرنے کا فیصلہ ہوا۔ جبکہ لیگ کی کونسل کے نواز ترار کان نے ۳۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ٹنگٹ میں جناح کی ذمہ صدارت منعقد ہونے والے اجلاس میں شرکت کی۔ اپنی پیسٹ اور سرہنچی نائینڈ اور ماری صمان کی حیثیت سے شریک ہوئیں۔ اجلاس کی صدارت کے لئے تمام جلس کا کام تہج ہوا تھا لیکن وہ بین آخری لمبے پر ٹال گئے۔ ان کی جگہ سلووی محمد بیٹوب نے اردو میں فی الہد صدارتی تقریر کی۔ اس سیشن میں منظور ہونے والی اہم ترین قرارداد یہ تھی کہ "دستوری

کمیٹیوں اور اس کے طریق کار کے بارے میں جو اعلان کیا گیا ہے، وہ اہل ہند کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ اس لئے (جناح لیگ) نے طے کیا ہے کہ ملک بھر کے مسلمانوں کو کمیٹیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہئے اور کسی مرحلہ پر کسی بھی صورت میں تعاون نہیں کرنا چاہئے۔“ اجلاس کے آخر میں جناح کو اگلے تین سال کے لئے دوبارہ مستقل صدر بنی لیا گیا۔ اس موقع پر انہوں نے گرتھ ہوئے کہ:

”برطانیہ کے خلاف ایک دستوری لڑائی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ مصالحت کے لئے فراکٹ کی پیل ہماری طرف سے نہیں ہوگی۔ اس کے لئے حکومت کو دور خواست کرنی چاہئے۔ ہمیں مساوی شریک کار بنانے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ ہم نئے نظریہ کی حتی الوسع مزاحمت کریں گے۔ جہاں نواز باغ ہمسائی ذراغ خانہ تھا۔ تمام تر گوروں پر مستقل کمیٹیوں کا قیام کر کے لاہور کی بندھنے کے دیا ہے کہ ہم حکومت خود اختیاری کے اہل نہیں ہیں۔ میں جنت المویہ کا غیر مقدم کرتا ہوں (ایک کانگریسی ہندو جو شریک اجلاس تھے) کانگریس اور صاحبان کے پلیٹ فارم سے ہندو لیڈروں نے ہماری طرف جو دست تعاون پڑھا ہے، میں اس پر صبر کا اعہاد کرتا ہوں“ کیونکہ میرے لئے یہ دخلکش حکومت کی طرف سے دی جانے والی کسی بھی رعایت سے زیادہ بیش قیمت ہے۔ ہمیں دوستی کے اس ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے۔ فی الحقیقت آج کا دن ہمارے لئے پادروشن و آجاک ہے۔ ہماری صفوں میں اتحاد بنیاد کرنے کے لئے لاہور کی بندھنے کے متعلق ہیں۔“

اس طرح فوری پارٹی کے واپس جانے والے نیکر ٹری آف ٹیٹ نے ایک سی ہست میں وہ کچھ حاصل کر لیا جو گاندھی اور جناح اپنی مقبولیت اور اختیارات کے امتحانی عروج کے وقت بھی حاصل نہیں کر پائے تھے۔ اس نے کم از کم دو تہی طور پر ایک ایسے ملک کو جس کے دشمنوں سے ابھی فرقہ واریت کا خون بہہ رہا تھا، اپنی لائٹ اور ہم تعاون کی مشورہ لاشوں کے درمیان نئے سرے سے سامنے لیئے کا موقع فراہم کر دیا۔ گاندھی "جناح سوتی دل" ہر امر لال، بلکہ ہر مرید، تعاون اپنی جیت سے کوادھ ملک گیر قومی تحریک میں شہر کر دیا جس کا مقصد یہ کہ "ہند" سامنے اور اختلافی لحاظ سے دھ لیا کہی کو "اس کی وہ لائٹ کی کرتے تھے" مسرت کر دیا تھا۔

آشواں باب - کلکتہ (۱۹۳۰ء)

جناح کو خوش مزاجی سے محمدی کا احساس ۱۹۳۸ء کے اراکین میں ہوا حقیقت میں اجلاس کی سال پہلے ان کا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ ان کے لئے خوشی کا وقت قدرت کی خصوصی مہلت و فواض تھی۔ سال کے اختتام تک ہندو مسلم اتحاد کا وہ کلمہ جس کی بنیاد فرقہ وارانہ بد اعتمادی، جنگ و شہ کی محروم دیو ادوں پر رکھی گئی تھی، ابھی ی اور بے اطمینانی کی لہروں سے زلزلے میں ہوس ہو گیا۔ بچے دل سے واپس کی کوئی راہ باقی نہیں رہ گئی تھی۔ گاندھی سے قتل کی فرحت ملنے ہو کے دوبارہ ملنے کا کوئی امکان نہیں با۔ یہ کہ بیٹے نے اپنی ماہیت کا اندیشے سے تمام ہندوستان کی تعمیر کا سامان پیدا کر کے انہیں اکٹھا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ ایک باطل عارضی طور و تہی سراب تھا۔ یوں محسوس ہونے لگا کہ یہی خود ہندی نے کانگریس میں ان کے دفائے کار کے ساتھ تہویش کو اہاک کم کر دیا ہے۔

کلکتہ سیشن سے فارغ ہو کر جناح فوراً اپنی پہلے ہاکہ لوگوں کو سامنے کمیٹی کے اپنیات کے لئے منظم کیا جا سکے۔ مقامی سطح پر جو اپنیات کھلی تشکیل دی گئی اس کی صدارت جناح کے جیسے میں آئی اور ان کے معاون

جہاں کو بیکرزی منتخب کیا گیا۔ جہاں کا لکھا ہے:

سائنس کیشن کا بیٹھ

"جس تک کیشن کے بائیکاٹ کا تعلق تھا، جناح چٹان کی طرح مضبوط تھے۔ کھیل کے سامنے توجہ پیش کی گئی تھی کہ بائیکاٹ صرف سیاسی لحاظ سے کیا جائے، ملتی طور پر نہیں۔ جناح نے اس سے بالکل انکشاف نہیں کیا۔ وہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے۔ ان کا استدلال یہ تھا "بائیکاٹ" بائیکاٹ ہونا ہے۔ یہ ہر لحاظ سے عمل و لامل ہونا چاہئے۔" بائیکاٹ کم کے مسئلے میں ہم نے کئی اجلاس منعقد کئے۔ چوہدری کے میدان میں ایک جادوگر عام بھی منعقد ہوا۔"

سائنس اپنے کیشن کے ساتھ سر فروری ۱۹۴۸ء کو ساحل بمبئی پر اترنا۔ جناح کا بائیکاٹ ہر لحاظ سے موثر رہا۔ کامیابی نے اس کا سیلاب بائیکاٹ کے منتظمین کو دلی مبارکباد دلا تھا۔ لیکن "انڈی پینڈ تھس اور کامیابی سب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ یہ کہن ہیڈ نے سائنس کو لندن سے روانگی کے موقع پر بریف کیا تھا۔ اگلے دن اس نے دانشورانے اردن کو یاد دلانے کے لئے لکھا:

"ہم نے بائیکاٹ کا تقرر کرنے کے لئے بیٹھ بائیکاٹ نہ کرنے والے مسلمانوں نہیں ہوئی برادری کامیابی ملوں اور دوسرے حوالہ پر انھیں کیا ہے۔ آپ اور سائنس اس کا بیڑا تازہ کر سکتے ہیں کہ آیا مخالفت کی وجہ اور میں خلاف ڈالنے کے لئے ایسی جتنوں میں کام کرنا قریبی مصلحت ہے یا نہیں؟

دفعہ حکومت نے جب یہ دیکھا کہ بائیکاٹ کی کم قوی سطح پر یہ کہن ہیڈ کے انوائس سے کہیں زیادہ کامیاب ثابت ہوئی ہے تو وہ ہلکا کر رہ گئی۔"

اس بائیکاٹ میں یہ کہن ہیڈ نے جناح کے کردار کی اہمیت کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے ان کو سب سے الگ کر کے کیشن سے کہا تھا:

"سائنس کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ تمام مراحل میں ایسے اہم لوگوں سے ملاقات کرے جو بائیکاٹ میں شامل نہیں ہیں۔" اس نے اردن پر زور دیا "خصوصاً مسلمانوں اور پے ہوئے طبقوں سے۔ میں تمنا کروں مسلمانوں کے ساتھ ان کی ملاقاتوں کی وسیع بنانے پر توجہ مرکوز کرو۔"

اس کے بعد اس نے ایک انٹرویو لکھار کی بدترین اتفاق میں غور کرو۔ "موت اور حکومت کو" کی پالیسی کا اعلان کیا۔ جس میں شخصیت کے طور پر کہا گیا تھا "سائنس کیشن کا مستند بیٹھ ہندوؤں کی کثیر آبادی کو ان خدشات سے "فرخوہ" کرنا ہے کہ مسلمان کیشن پر جھگڑے ہیں۔ وہ انکی دہشت پیش کرے گا جو ہندوؤں کی پوزیشن کے لئے یکسر بدست فخر ہو گا اس کے ذریعے جناح کو نظر انداز کرتے ہوئے مسلمانوں کی نفوس ادا حاصل کی جا رہی ہے

آل پارٹیز کانفرنس

سر فروری کو جناح دہلی میں ایک کل جماعتی کانفرنس میں شریک ہوئے، جس کی صدارت کامیابی کے مندر حکیم انصاری نے کی۔ مولی لال، جواہر لال، لاہوتی رائے، بالوہ اور برہما سمیت انگریز مشترک سیاسی لیڈر موجود

تھے 'البتہ گاندھی نہیں آئے۔ وہ اپنے سامری سنی آشرم سے نہیں نکلے، نہ کب وہ دستور پر منصوبہ بندی پر زیادہ یقین نہیں دیکھتے تھے۔ یہ کانفرنس اس لئے پلائی گئی تھی کہ سامری اور دوسرے جتنے ہی آئینی فارمولا پیش کریں، تمام ہندوستانیوں کی طرف سے اس کے مقابلے میں واحد قبلہ فارمولا پیش کیا جاسکے۔ کانفرنس میں سب سے پہلے جو مسئلہ زیر بحث آیا، وہ یہ تھا کہ "آئینی میں کس منزل مقصود کو مرکز قرار دیا جائے۔" تجویز کیا گیا کہ آئینی میں دو بینیں طرز کی حکومت کے قیام کو اصل مقصد قرار دیا جائے۔ بعض ممبران کی طرف سے اعتراض کیا گیا کہ کانفرنس نے آزادی کا لال کو اپنی منزل ٹھہرایا ہے، ہمیں اس سے گزر چلنا ہے، واضح نہیں، نا چاہئے۔

جواہر لال نہرو اور کانگریس کے ایک سابق صدر سری نواس آشکر آخر کار گروپ کے ساتھ تھے۔ اس نکتہ پر موتی لال نہرو اور جناح کو ان سے قدرے اختلاف تھا۔ آخر میں جس فارمولے پر اتفاق رائے ہوا، وہ یہ تھا کہ "مکمل خود مختار حکومت کے لئے دستور تیار کیا جائے۔" مسلمانوں کی نمائندگی اور حقوق کا مسئلہ جی کسانٹی سے ملے بائیکا۔ اگرچہ تو تیار ایک جتنے تک جاری رہی۔ جواہر لال نے گاندھی کے نام مراسلے میں لکھا: "دوسرے ملکی صبر نے ناقابل برداشت تھی اس لئے میں، کانفرنس سے بچے ہوئے وہیں سے ٹھک آیا۔"

جناح نے آخر تک ہر امید رہنے کی کوشش کی۔ کانفرنس کے اختتام سے قبل دہلی میں اسمبلی کا بجٹ سیشن شروع ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے آزاد مافیہوں کو "اتحاد کی ایک اپیل" پر دھکا کرنے کے لئے آمادہ کر لیا، جو خود انہوں نے لکھی تھی۔ دس دن تک بے کار بحث ہوتی رہی، ممبران کانفرنس مسلمانوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کے بغیر ختم ہو گئی۔ دیکار، ناہوی اور لاہور رجسٹ رائے ہد اکانہ انتخاب کو ٹکڑ ٹکڑ کرنا چاہتے تھے۔ جناح اس کے بدلے میں آئینی تہذیبوں کا مطالبہ کر رہے تھے، لاہور رجسٹ رائے انہیں قبول کرنے کو ہرگز تیار نہ تھے۔ ہد اکانہ انتخاب کے بارے میں جناح کی پوزیشن بحث سے واضح اور دو ٹوک رہی۔ وہ اس کے ڈرے ایک طرح کا تحفظ اس وقت تک کے لئے چاہتے تھے جب تک صحیح سیاسی لحاظ سے کنزرو اور تقابلی لحاظ سے ہمسافہ وہیں آکر بتدریج ہندوؤں کے برابر آسکیں۔ ممبران مسلمانوں کو مستقل تحفظ اور آئینی اثر و رسوخ کی فراہمی کا یقین دلانے کے کئی طریقے تھے تاکہ ایسے اکیلائی عمل کی بیانیہوں کو ناگزیر بنا دیا جائے۔ جناح نے ایسی تجاویز ۱۹۴۷ء میں مرتب کر کے پیش کر دی تھیں۔ ان تجاویز کو مسلم لیگ نے 'جو اہمی دو گروہوں میں نہیں ملتی تھی'، تاریخ میں حقور کر لیا اور کانگریس نے مکی میں پوری طرح ان کی منظوری دے دی۔

چونہ نکالت

"دلی مسلم اتحاد" جیسا کہ انہیں موسوم کیا گیا، قحوط انتخاب پر بعض شرائط کے ساتھ اتفاق کیا گیا تھا۔ یہ جی شرائط رعایت اور بعد میں آنے والی تجاویز پیشان کشی کی طرح، جناح کے آئینی پارٹنر دلی کی بے نظیر تخلیق تھیں۔ حقیقت میں انہوں نے ۲۹ مرکزہ مسلم کانگریس کو "جن میں سر فطیح اور عبد الرحمن جیسے دھت پند شامل تھے" ہد اکانہ انتخاب کا اصول "ہر کہ پیش مسلم لیگ کی پالیسی کا بخدا ہی تجرہ" ترک کرنے پر آمادہ کر لیا، جس سے اکیلے مسلمانوں کو یہ حق مل گیا کہ مسلمان امیدواروں کو ووٹ دے سکیں اور جملہ مسلم سیاستدانوں کو مجبور کر سکیں کہ وہ اتحاد انتخابی سرگرمیوں میں اپنے جتنے کے سارے مسلمان ووٹوں سے اپنی کریں۔ مسلمان

امیدواروں کی ایک خفیف سی تعداد کو اب بھی ان تمام صورتوں سے انتخاب کرنا تھا، جہاں مسلمان اقلیت میں تھے جیسا کہ میثاق کھٹو کے تحت طے پایا تھا، تاہم ہندو جمہوروں کی اتنی ہی تعداد کو مسلم اکثریت کے صورتوں سے منتخب ہونا تھا۔ چونکہ ہر امیدوار مجبور تھا کہ حمایت حاصل کرنے کے لئے مشترک راستے بندھان سے اپیل کرے، اس لئے ان سب کے لئے نرم رویہ اختیار کرنا ناگزیر تھا۔ یہ بات قابل فہم ہے کہ ایسی تنظیم کے تحت منتخب ہونے والے مسلم امیدوار یا تو کانگریس ہوتے یا خلافتی، مسلم لیگ، کانگونی، لہاندہ، شلاہی، جیتکا۔ یہ ایک فراخ دلانہ سیاسی رعایت تھی جو ثابت کرتی ہے کہ قومی اصولوں اور مکمل آزادی کی حق پرست پالیسی نے ہندوؤں کے ساتھ جناح کا لگاؤ کتنا بے لوث اور جفاکانہ تھا۔

انہوں نے بدلے میں جو آئینی مراعات مانگی تھیں، وہ کسی لحاظ سے کمزور تھیں۔ ان کے ذریعے مسلمان اکثریت کے تین مکمل صورتوں (سندھ، سرحد اور بلوچستان) کا کنٹرول حاصل ہو جاتا۔ پنجاب اور بنگال میں آبادی کے غالب کے لحاظ سے وہ کنٹرول مل جاتا، جس کے وہ مستحق تھے۔ سندھ اس وقت تک انتظامی لحاظ سے بنگالی کے زیر انتظام تھا، جس کا گورنر جنرل یا انتظامی وجوہ سے کوئی جواز نہیں تھا۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان انگریزوں کی نظر میں بہت زیادہ پسماندہ اور قبا ئلی نظام میں جکڑے ہوئے تھے اور طور پر بند تھے، انہیں مکمل صوبائی درجہ حاصل نہیں تھا، اس لئے ان کا انتظام مرکزی طرف سے مقرر کردہ قومی نظام، اسمبلیوں کے بل پر چلا رہے تھے۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے بعد سے پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں نے واضح اکثریت حاصل کر لی تھی، تاہم اسمبلیوں میں ان کی تعداد میں اس نسبت سے اضافہ نہیں ہوا۔ اس طرح جناح کی تجاویز سے منتخب مسلمان نمائندوں کو باقی صوبائی حکومتوں میں اکثریتی کنٹرول حاصل ہو جاتا۔ آخری مطالبہ یہ تھا کہ مرکزی مجلس دستور ساز میں مسلمانوں کی کم از کم ایک تہائی تعداد کا انتخاب بھی قحط راستے بندھان کو کرنا چاہئے۔

جناح نے ۱۹۴۸ء کا، فردوسی نظم ہونے سے پہلے ہی بھاپ لیا کہ صاحب کے ہاؤس میں اگر کانگریس اس نظریہ کو واپس لینے پر مجبور ہو گئی ہے جو اس نے گزشتہ چالیس سالوں میں اپنی سمجھوتے کے سلسلے میں دی تھی۔ ہر حال انہیں بارش میں بیٹ بیٹن کے قسم ہونے تک وہ جلی میں رکنا چاہا۔ انہوں نے لیگ کو نسل کو اپنا ہم خیال مان لیا، جس نے ہندو مت صورت میں اس بات پر "افسوس کا اظہار کیا کہ ہندو صاحبان نے غلامی کی تہذیب مسترد کر دی ہیں" اپنے اہل وطن کی یہ انہیں کھول دینے والی ننگ نظری اور تعصب سے مجبور ہو کر "جناح نے ہندو کے لئے اردو کی طرف دیکھا۔ ان کا دلچسپ ہنسنے اور طویل غصے سے ہمارا افسرانے کے ساتھ گزشتہ دو صدیوں میں اسمبلی کے اندر چار قریبی رابطہ رہ چکا تھا اور وہ اردو کی زبانیت "مستند اور دیانتداری کے قائل ہو چکے تھے۔ کل جماعتی کانگریس کا "ہنگامہ" جتنی دیر تک جاری رہا، افسرانے کے سرحدی جن خودت کے مطابق متفقہ دوسرے نے جناح کو برا ستارہ کیا۔ باقی تمام طرح میں انہوں نے افسرانے سے ملاقات کی اور آئینی، بحران سے نکلنے کی دو تجویز پیش کیں۔ ایک یہ کہ سامانی کمیٹی کو ایک قحط کمیٹی میں تبدیل کیا جائے، دوسری یہ کہ ہندو مت تبدیل پر مشتمل دیکھے گی اختیارات کا حامل ایک اور کمیٹی مقرر کیا جائے۔ اردو کو یہ خیال بڑا پسند آیا، کیونکہ جناح نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ کسی طرف سے سخت جتنی بھی تو وہ خود اس سے سخت نہیں گے۔ ہر حال لیکن ہینے نے انکی تہذیبی کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنی اس بہت دوسری پر قائم رہا کہ کسی ہندوستانی سیاستدان کی گنج کو سمجھتی ہے نہ لیا جائے۔ جناح ایک دفعہ پھر سوئر اٹھاؤں کے تعاون سے محروم

ہو گئے۔

رٹی کے آخری ایام

۳۰ مارچ ۱۹۸۸ کو وہ کھٹے مانعہ اور قد سے بڑھ کر اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ ساتھ کوٹ میں رٹی ان کی کھڑکی میں تھی۔ وہ آج کل ہوئی میں نکل ہو چکی تھی اور وہاں ایک مینے سے کرانے کے کرے مل رہی تھی۔ اس کے بعد وہ ایک صحت سے اچھے نہ ہو گئے۔ کافی کے ساتھ اس کا رابطہ اب بھی قائم تھا اور وہاں سے خط لکھتے رہتی تھی۔ چنانچہ ۳۰ مارچ کے خط میں لکھا "آج میں دوسرے کے اڑھائی بجے واپس آئی۔" ۳۰ اپریل کو وہ اپنی والدہ کے ہمراہ نئی جہاز سے جیس روانہ ہوئی۔ ایک ماہ بعد جناح نے بھی لکھی۔ ایسے واقعات کے ذریعے جیس کا سفر اختتام کیا۔ سری نواز آنگر اور وہاں جن لال بھی ان کے ہمراہی تھے۔ جن لال جنیوا میں آئی ایل او کے ایک اجلاس میں شرکت کرنے جا رہے تھے۔

شک و شبہ سے بالا غلوں

"میں نے جناح کو واضح طور پر غصے اور نفیس کی حالت میں پایا۔ منہ بیز صوبہ سرحد میں اصلاحات اور سبوں کے تحفظ کے ذریعے ان کی تباہی سے متعلق پھرے سولے اختلافات کا حل تلاش کر لیا گیا تھا۔ لیکن یہ سب اتفاقی کے ماحول سے واقع ثابت ہوئے۔ جناح کہتے ہیں مجھے نیکان لیزر سے دیکھتے ہو اس حوالہ پر تمام میں میرے ساتھ شامل ہوں جس کی حلقہ دہلی میں دی گئی تھی۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ سوراخ کھل گیا۔ خواب نہیں رہے گا۔ بلکہ سیاسی حقیقت کے طور پر آپ کے سامنے ہو گا۔ وہ واضح طور پر دل کی حالت میں ہیں۔ وہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جو دل میں کینہ رکھنے کے ذاتی محرکات یا ذاتی ستاروں کے حصول میں کوشاں نہیں ہوتے۔ ان کا غلوں شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ پھر یہ حقیقت بھی ہے کہ وہ دنیا کے سب سے زیادہ خوش انسانوں میں سے ایک ہیں۔"

اس سال گرمیوں میں جناح کو لندن میں کوئی سرکاری کام نہیں تھا۔ تاہم وہ پرانے لیل اور لیور ساتھیوں سے ملے۔ جن میں راجسے میگزینڈ اور لارڈ ریڈنگ بھی شامل تھے۔ بعد ازاں وہ آئرلینڈ کے ہندوستان نواز ممبر پارلیمنٹ فیئر براؤن کی دعوت پر ڈبلن گئے۔ وہیں انہیں رٹی کے بارے میں جیس سے جن لال کا خصوصی پیغام ملا۔ جس میں لکھا گیا تھا "میں ۱۶ دسمبر کا دن ہے اور ہے ہوشی کی حالت میں ہے۔" جناح فوراً جیس پہلے چارچریم ہسپتال میں چیک کرانے کے بعد انہوں نے رٹی کی والدہ سے بات کی۔ جس نے بتایا کہ آپ اس کی حالات "بہتر" ہے۔ اسی دن میں جن لال ہسپتال سے آزاد تھیں۔ لیکن قیام کے قریب مرگے۔

یہ سن کہ جناح چند منٹ کے لئے کھیتے میں آگئے۔ پہلے انہوں نے طور کو شعل کی۔ پھر مجھے کہا کہ ٹینک میں فون کر کے اس سے رابطہ قائم کروں۔ میں نے ٹیم کی قیام کی۔ انہوں نے انہارچ اس سے بات کی۔ جس نے میری فزکلی تھری کی۔ کرسی سے اٹھتے ہوئے انہوں نے کہا: "آؤ ہم اس کے پاس چلیں۔ ہمیں اسے بچانے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔" میں انہیں ٹینک میں پھونڈ کر چلا آیا۔ جہاں وہ قریباً تین گھنٹے رہے۔ جب وہاں سے

لوٹے تو ان کے چہرے سے بے چینی کے آثار غالب ہو چکے تھے۔ انہوں نے اسے نئے ٹینک میں داخل کرادیا اور علاج کے لئے نئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا۔ اس طرح سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔ تاہم انہوں نے کہ سبز جناح

خودست ہونے کے بعد اپنے شوہر کے پاس نہیں گھسی، وہ ان سے پہلے بستی پہنچ گئی۔ میرے خیال میں ان کی وہاں ملاقات نہیں ہوئی۔

تعمیراتی

جن دنوں چنانچہ ملک سے باہر تھے کانگریس کے صدر ڈاکٹر انصاری نے ہر مئی کو بمبئی میں ایک اجلاس کی صدارت کی جس میں دہلی کی کل جماعتی کانفرنس کے بعض ممبران شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں طے پایا کہ منوکی لال سوہی کی سربراہی میں ایک "کیشن" قائم کیا جائے جو یکم جولائی تک ایک قومی دستور کا مسودہ مرتب کرے گا۔ یہ کیشن جو کانگریس نے سامنے کیشن کے جواب میں منظور کیا تھا اسی طرح غیر موثر ثابت ہوا۔ اس نے مذاکرات کو مکمل کر کے "تایم مسئلوں کے بااثر ناکامی سے اس سے الگ تھلک رہے اور یہ کیشن مسلم ہندوستان کے سرکردہ رہنماؤں کی حمایت حاصل کرنے میں اسی طرح ناکام و نامراد رہا جیسے سامنے کو ہندوستان میں بحیثیت جمہوری ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ سوہی کیشن اپنا کام بدوقت نہ کر پائے تھے منوکی لال کانگریسی سیاست میں بری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ وہ گاندھی کے ایماء پر کانگریس کی صدارت کا "منہ" حاصل کرنے کے لئے باجمہ پایاں مار رہے تھے۔ وہ ڈاکٹر انصاری اپنے سر کے بجائے جمہور لال کے سر پر رکھنا چاہتے تھے "تایم دسمبر میں انھیں وہ نراج ایسے ہی سر پر رکھنا پڑا" وہ نہ ان کا خاندان سب سے اس اعزاز سے محروم ہو جاتا۔

نصو کیسٹن کا اجلاس اگست کے آخری ہفتے میں کھنڈ میں ہوا اگر موتی لال اور دودھ لال نے ملے آباد میں جو تاجور مرتب کی تھیں ان کی مدد میں ایک رپورٹ جاری کی جا سکے۔ موتی لال نے کوشش کی کہ جیل کے اعتراضات کا پہلے سے انداز کر لیا جائے اور ایسی پوزیشن اختیار کی جائے جو زیادہ تحفظ مسائل میں ان کے لئے قابل قبول ہو۔ موتی لال نے چھاگ کو کھنڈ لایا جہاں سوانتی ہائیڈرو "سوانتی وینٹ" موتی لال نے اہر لال تھریج بمبار سپر سے جو ان دونوں نیشنل لیبل ہائیڈروکس کے سربراہ تھے "حکومت کو کھنڈ چھاگ لے گیا ہے" میرا خیال ہے رپورٹ کی جاری میں میرا اہم حصہ یہ تھا کہ میں حکومت انتخاب کی بہت اپنے یقین پر مبنی تھی سے قائم رہا۔" موتی لال نے ایک مرحلے پر سوچا تھا کہ اچھیوں سے رپورٹ منظور کرانے کے لئے ہمیں دو اگنڈ انتخاب پر متفق ہو جانا چاہئے۔ میں نے اعتراض کرکے ہوئے کہا: "ہم یہ آئین حال کے لئے نہیں بلکہ مستقبل کے لئے وضع کر رہے ہیں اس وقت چھاگ کی عمر ۳ برس تھی" یہ ایک ایسی دستاویز ہوگی جس کی بہت توقع کی جاتی ہے کہ بدقسمتی رہے گی "اس لئے ہمیں اس میں کوئی ایسی چیز شامل نہیں کرنی چاہئے جو قوی مفاد کے خلاف محسوس ہو۔" آخر کار موتی لال مان گئے۔ چھاگ نے کھنڈ میں مسلم لیگ کی طرف سے رپورٹ منظور کرنے کا اعلان کر دیا۔ جتاں جیوتی دوسرے سے پہلے پہنچے تو ان کا سامان (چھاگ) خوش آمدید کہنے کے لئے بندر گاہ پر موجود تھا۔ اس نے مسٹر جتاں کے کہیں سے باہر آنے کا انتظار بھی نہ کیا اور وہیں رپورٹ کی منظوری سے متعلق "ٹو شیپری" جا شال۔ جتاں یہ سنتے ہی آگ لگا ہو گئے۔ چند بازی میں کوئی قوم افغان کے بھائیوں انہوں نے کہا: "ہم پہلے حضور دیکھتے ہیں اور رپورٹ پر لیگ کے باقاعدہ اجلاس میں غور کریں گے۔" جتاں کسی حال میں نصو رپورٹ کی کسی ایسی چیز کو جس کی دوسرے گزشتہ برس کی دہلی مسلم تاجور میں ملے کہ وہ ہندو پوزیشن "سے ان کو یکم زیادہ

لگا ہوا قید نہیں کر سکتے تھے۔

نصو رپورٹ نے اصولاً جمہوری ہونے کے باوجود بنیادی طور پر یہاں تک نقصان کی تردید کی اور مسلمانوں کے لئے اس کے بعض کمی قسم کے نقصانات پیش نہیں کئے۔ رپورٹ میں فرسودہ فصاحت شامل تھی۔ مثال کے طور پر "فرقہ دارانہ رائے دہندگی ختم کرنے کا مقصد فرقہ وارانہ اتحاد کو فروغ دینا ہے" جس کی صورت یہ ہوگی کہ انتخاب کے موقع پر ہر قوم کم و بیش دوسرے کی مخالفت ہوگی۔" ایسے الفاظ ان لوگوں کو بدبختی اور زنانہ سازشی پر مبنی محسوس ہوئے جو ہر سول سے تھکے اور فرقہ وارانہ قضیہ کی فضا میں سانس لے رہے تھے۔ نصو رپورٹ کی بدولت ان کا پہلا بیان انکوائری کے آخر میں مظرعام پر آیا۔ "آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے میری پوزیشن ایسی ہے کہ لیگ کے فیصلوں سے پہلے مجھے کچھ کہنے کی اجازت نہیں دیتی۔" اس کے ساتھ ہی انہوں نے مسلمانوں سے انہی کی کہ "ہو شیوار ہو جائیں" مجھے پچاس یا ہر سانس ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ مسلمان خود کو محکم کریں" احمد ہو جائیں "انہیں اپنی قوم کے حقوق کے لئے ہر معقول بات پر نڈر دینا چاہئے۔"

جناح کے اس بیان کی اشاعت سے اگلے دن موتی لال نے انہیں دعوت دی کہ وہ کیمپلی میں شامل ہو کر دلی میں ہونے والے اجلاس میں شرکت کریں۔ جناح نے موتی لال کی دعوت قبول نہیں کی۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ "نصو جہاں پر غور کرنے کے لئے مسلم لیگ کا کوئی اجلاس نہیں ہو سکا ہے" اور "بحیثیت صدر میرے لئے مناسب نہیں کہ اس کے فیصلوں کا پہلی انگارہ کر سکوں۔" ذرا کرات کے لئے یہ ان کی سب سے زیادہ موثر ٹھیک تھی جس میں جس کی منہ قوت کا راز پناں تھا یہ نگہ ان کی حیثیت سے عارت تھی کہ جب بھی کسی شخص کی شرائط سے ناخوشی محسوس کرتے تو پوری جماعت کی قوت اپنی تلخی میں جمع کر لیتے۔ اس وقت وہ خود روانہ ہونے والے تھے مگر وہاں ایک دولت مند اور طاقتور مسلمان جو کے مقدمے میں منافی کا چارج سمجھ لیں۔

پیرنگاڑا کے مقدمے کی پیروی

پیرنگاڑا کو اسلئے کی بھاری قندار ناما جانو طور پر قبضے میں رکھنے کے الزام میں سمجھوتہ میں قید کر دیا گیا تھا۔ ان کے مقدمے کی سماعت سمجھوتہ کے ایک خصوصی مجلسین کی عدالت میں ہوئی۔ جناح نے وہاں گورنمنٹ سرکٹ ہاؤس میں قیام کیا جو ایک پہاڑی کی چوٹی پر واقع شہری واحد اجماعت گاہ تھی جس میں سے دوڑنے والے خود اور سمجھوتہ کا عظیم الشان چراغ کا قلمرو بڑا گھل دیتا تھا۔ ان کی ٹیس ۵۵ روپے پر جب قیدی جو اس زمانے میں بدی معقول سمجھی جاتی تھی۔ مجلسین نے پیرنگاڑا کو سرگلاب کر دیا۔ جناح نے دو سال بعد اپنی دائرہ کی قیادت کے سوشل کی سڑا میں تھخینہ کر دی تھی۔

جن دنوں جناح خود میں عظیم تھے "دوام واقعات رونما ہوئے۔ ان کی طاقت نوجوان محمد امجد کھنڈ سے ہوئی" جو اس زمانے میں پیرنگاڑا کی خدمت کر رہا تھا "اور وہ آؤٹو پاکستان میں خود کا پہلا وزیر اعلیٰ بنا۔ دوسرے ریاست خراج کے نواب سرماقی بارلان نے "جو اسلئے میں جناح کی آؤٹو پارٹی کے رکن تھے" خراج پارڈس میں ان کے اعزاز میں ضیافت دی "جس میں جناح نے اختتامی جہیز فیض کے مطابق کافی شہرہ آفاق "چوڑی دار" پانچاں اور پاپ شوز پہن کر شرکت کی۔" سرماقی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے خود کے ممتاز مسلمانوں سے

غلاب کیا۔ ان میں سے بعض ممبروں کے لئے ان کے مضبوط ترین حالی اور مددگار بن گئے۔

راستے الگ ہوتے ہیں

خود چھوڑنے سے پہلے مدد فہر کو انہوں نے مقامی لیگیوں کے ساتھ سموار چارٹ کے بارے میں اپنی تشویش پر کل کر بات چیت کی۔ وہ دسمبر میں نکلنے والے تھے "انہوں نے بالکل نئی پیش گوئی کی جو بعد میں درست نکلے۔" سو سکا ہے اس کو نظن کے بعد ہمارے راستے الگ الگ ہو جائیں۔" کیا انہوں نے نکلنے کے دسمبر میں ہونے والے کو نظن سے پہلے ہی کچھ تیار کر لیا تھا کہ اب ایسے "دستوری عمل" کی تلاش میں جو ہر طبقہ "قوم اور مذہبی گروہ کے لئے قابل قبول ہو" انہوں نے ملک کی سماجی سطح پر ہلکے دوڑ ترک کر دی جائے؟ کیا وہ اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ مسلم لیگ کے لئے یہ بات زیادہ طبعی اور کم نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے کہ وہ تمام انگریزوں سے مذاکرات کئے؟ آخر کار کل سماجی کانفرنس میں اتفاق صرف کرنے کا اصل کیا تھا؟ کیا اب وہ اور بعد میں سماج کے فیڈر پانچ سال پہلے کی بہ نسبت کسی معاملے میں اختلاف رائے کے زیادہ قریب آ گئے تھے؟ اپنی حمی سے گرتی ہوئی صحت کے ساتھ ممکن ہے انہوں نے اس بات پر زیادہ توجہ سے غور کیا ہو کہ ہزاروں فیصد چلتے چلتے متحدین کے ساتھ "جن میں سے بعض انگریزی زبان بولنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے تھے اور زیادہ تر کوئی قانونی دستاویز ملاحظہ کرنے کے اہل نہیں تھے" طویل ملاقاتیں اور جیسے جیسے کرنے کا کوئی قاعدہ نہیں "نہ ہی اب وہ جسمانی طور پر زیادہ طاقتور تھے ان کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔

اگر کل فہر میں لیگ کو نسل کا اجلاس جناح کی سب فضا کا سبب نہیں رہا۔ انہیں یہ دیکھ کر راج ہوئی کہ ان کے بعض بہت اچھے سماجی سموار چارٹ پر اسٹے فرینڈ تھے کہ انہیں رائے شماری کے ان کے اجماع نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ راجہ توف محمود آباد اس سال کے لئے مسلم لیگ کے صدر منتخب ہو چکے تھے۔ لیکن راجہ کو پسند کرتے اور اسے قبول کرنے پر آمادہ تھے۔ چھانگا بعض لوگوں کو اپنا بہتر اپا کر بے حد خوش ہوا۔ اسے توقع تھی جناح اپنے پہلے دو عمل پر دانشمندی سے نظر ثانی کریں گے "لیکن جناح اپنی مخالفت پر قائم رہے نہ اسے محض ایک "ہندو ستوج" کی نظر سے دیکھتے تھے۔

مولیٰ لال "ڈاکٹر انصاری اور مولانا ابوالکلام آزاد نے ٹھکانے میں جناح سے ملاقات کی اور انہیں دعوت دی کہ وہ سہولت کی خصوصیت میں شرکت کریں تاکہ دسمبر میں کانگریس اور لیگ کے سیشن سے ملنے "بہتر نکلنے کے بخیرہ تان بدھ کو نظن سے پہلو فرزند وارانہ سال کی پہلی مصالحتی فارمولہ وضع کر سکیں۔ لیکن جناح نے یہ دعوت ٹھکرا دی۔ وہ اب بھی اس رائے پر قائم تھے کہ پہلے لیگ کا اجلاس ہو اور وہ اپنا قاعدہ موقف اختیار کرے۔ انہوں نے مولیٰ لال سے کہا کہ بخیرہ کو نظن اگلے سال کے شہزادہ شمس الدین کو دیں تاکہ کانگریس اور لیگ اپنے سالانہ اجلاس سے فارغ ہو کر اس طرف توجہ دے سکیں۔ اس کے بعد وہ پہنچ چکے تھے اور ۳۲ نومبر کو ہونے والے لیگ کے صوبائی اجلاس کی تاریخوں میں لگ گئے۔ انہیں امید تھی کہ اپنے شہر میں وہ ضرور اکثریت کی حمایت حاصل کریں گے "لیکن وہاں چھانگا نے اہم زمین کی طرف سے اپنی اثر آفریں تقریر کی کہ اجلاس "دیکھ ہی چل گیا۔ جناح کو دو گنگ کی صحت نہ ہوئی اور انہوں نے فوراً اجلاس ملتوی کر دیا۔ کیا انہیں

ادانہ ہو گیا تاکہ اس مسئلے میں ان کی اپنی جماعت کی اکثریت ان کے خلاف ہے اور معمولی اقلیت اس کی ہمنوا ہے؟ جناح دودھ دودھ زور دے کر عثمانی پسند اور یاس ہوتے جا رہے تھے۔

موتی لال نے گھنٹوں میں جناح کے ساتھ ملاقات کے بعد اپنی کمیٹی کے نام ایک "غیر" مکتوب میں لکھا "جناح نے کونٹین کے مسلم لیگ کے اجلاس سے پہلے انتظار پر اس لئے اعتراض کیا ہے تاکہ کونٹین میں لیگ کی نمائندگی کا اختیار حاصل کیا جاسکے۔ میں یہاں یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کمیٹی کی رپورٹ اور گھنٹوں میں کئے گئے فیصلوں پر غور کیا جائے تو مسلم لیگ کو نسل (کی) اس سے بھی زیادہ اکثریت انہیں منظور کر لیتی جتنی اکثریت نے راجہ آف محمود آباد کو اپنا صدر چنا تھا" توقع ہے کہ مسلم لیگ کے عام اجلاس میں بھی نتیجہ ایسا ہی نکلے گا۔" ایسا لگتا ہے موتی لال کو جناح کی مسلم لیگ میں خستہ پوزیشن سے پوری طرح باخبر کر دیا گیا تھا اس لئے انہوں نے جناح کے مطالبات کو رد و خور اختیار نہیں سمجھا، بصورت دیگر وہ ایسی برائت نہیں کر سکتے تھے۔ موتی لال نے جناح کی دہر کر پھر سے الجھنے کی صلاحیت کا لہذا ارادہ لگایا تھا۔ یہ ایک ہلاکت آفریں قطعی تھی۔ نہ صرف ان کی رپورٹ کے حق میں بلکہ ان واقعات کے لئے بھی جو انہوں نے ہندوستان کو ایک متحدہ اکائی کی صورت میں برقرار رکھنے کے لئے قائم کر رکھی تھیں۔ تل ایذا کونٹین صوبہ پروگرام ۳۳ دسمبر کو گلگت میں شروع ہوا لیکن مسلم لیگ کے مفرد کردہ لہجہ سے ۸ دسمبر تک اس کے پرہیز سیشن میں شرکت کے لئے نہیں پہنچے۔

گلگت سیشن سے خطاب

۸ دسمبر کو مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس گلگت میں شروع ہوا۔ ملاوت قرآن حکیم کے بعد استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا: "ایسے موقع پر جبکہ دونوں قوموں کے مابین اتحاد کی اشد ضرورت ہے، بعض قومیں مسلمانوں کے مابین بھڑک اٹھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔" ۸ دسمبر کو راتے شامی کے بعد ۲۳ مسلمانین کا انتخاب کیا گیا تاکہ وہ کانگریس کے طلب کردہ کونٹین میں شرکت کر سکیں۔ اس وفد میں راجہ آف محمود آباد اور جناح کے علاوہ ۳۲ سالہ خواجہ پرواز یافتہ علی خاں بھی شامل تھے، جو بعد میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم بنے۔ نیز چھاگٹا بھی جو ۶۷-۱۹۶۹ء کے دور ان بھارت کے وزیر خارجہ رہے۔ چھاگٹا نے اپنی یادداشتوں میں بیان کیا ہے:

"جناح" محمود دت کو بیکر سٹوڈ کر دینے کے حق میں تھے۔ طویل بحث کے بعد آخر میں اہم ترین شخصیتوں ہو گئے۔ اولاً یہ کہ ہر اگاہ انتخاب ہائی دیکھا جائے۔ دوسرے مسئلہ اسٹیبل میں ایک قسائی فکشنیں مخصوص ہونی چاہئیں۔ تیسرے راجہ اختیار اور بات صوبوں کو ملنے چاہئیں۔"

۸ دسمبر کو جناح نے کونٹین میں مسلمانوں کا یکس پیش کیا۔ انہوں نے زور دے کر کہا: "مسلمانوں کو ہندوؤں کے مابین سمجھوتہ ہماری قومی ترقی کے لئے انتہائی اہم ہے اور یہ کہ تمام اقوام کو اس وسیع ملک میں دوستانہ اور صلح پسند چلنے کے ساتھ رہنا چاہئے۔"

انہوں نے کچھ بار بار پھر پھر نو ماضی میں داخلہ دینے کی کوشش میں ۱۰ دسمبر وہ چکے تھے 'جناح کی گزارشات کا جواب دیتے ہوئے کہا:

”اگر آپ احمد اور شاد کا جائزہ لیں تو دیکھیں گے کہ نامزد مہمان کو حاکم مرکزی اسمبلی میں نمائندگی دے لیا جاتا ہے جبکہ مسز جناح ۳۳ لیڈ کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ میں اپنے طور پر آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ مسز جناح کی تصویر کھینچ کر لیں۔“ جنیس میں گزشتہ سال سے جانتا ہوں۔ اگر وہ ایک گھڑا ہوا شرع ہے تو میں یہ کہنے کو چاہوں کہ جو کچھ وہ مانگا ہے اسے دے دو اور یہ بھگڑا قسم کھا۔“

سرمال پتا کے اہم۔ ”نہ ریکارڈ اسمبلی میں نیشنلسٹ پارٹی کے ذہنی لیڈر اور کونٹین میں صاحب کے ترجمان کی حیثیت سے شرکت کر رہے تھے۔ سپر کی طرح جناح کی نمائندگی کرنے کو چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا:

”میں بھی پچھلے ۲۲ برسوں سے جناح کو بڑے قریب سے جانتا ہوں۔ میں نے قوی زندگی میں ایک دفعہ کاری حیثیت سے ان کے ساتھ کام کیا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آج ہمارے سامنے وہ نہ تو ایک شرع ہے کی طرح آئے ہیں نہ جگہ ہونے کے لیے کی مانند۔ یاد رکھنے کی اہم بات یہ ہے کہ مسز جناح مسلم رہنماؤں مثلاً قاضی محمد احرام حب وطن مولانا محمد نظام آزاد، ڈاکٹر نصاریٰ، سر علی امام، زاہد صاحب محمد آباد اور ڈاکٹر کچھلے نے سوا رپارٹ میں شامل صحافتی اصولوں کو منظور کر لیا ہے۔ مزید یہ کہ خود مسلم لیگ میں مہمان کی جی تھوڑے اس کے حق میں رائے صدی ہے۔“ اس نے اگر کچھ اجازت دی جائے تو میں یہ کہوں گا کہ مسز جناح مسلمانوں کی ایک معمولی سی اقلیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔“

بناشہ ریکارڈ کو خوب غم تھا کہ یہ بات مسز جناح کی اہمیت اور حساس طبیعت کے لئے ایک زبردست طمانچہ ثابت ہوئی۔ ”چنانچہ ان کے اس بیان پر ہر شہر آشوب بھائی تھیں اور خود اپنے ہمیں بدلے کے لئے جناح نے جی فری اور شائستگی سے جواب دیا۔ انہوں نے اپنے جذبات پر مہر نہ کھنکھول دیکھتے ہوئے ہمیں کاغذ پرہیز و ناجور کے بعد انہیں دیکھیں نہیں کیا تھا۔“ تقریر کی اور کہا:

”میں ایک بہت سی جلید اور اہم کام میں مصروف ہیں۔ ہم یہاں جیسا کہ میں سمجھتا ہوں اس لئے جمع ہونے ہیں کہ ایک باضابطہ معاہدہ طے کریں۔ تمام جماعتیں جو اس میں شامل ہوں گی انہیں اس کے لئے کام کرنا ہو گا۔ کیا آپ چاہتے ہیں مسلمان ہندو آپ کے ساتھ چلیں یا آپ نہیں چاہتے؟ اقلیت اکثریت کو کچھ نہیں دے سکتی اس لئے مجھ سے یہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ میں آپ کے بھولے ”بھائی“ ہوں۔“ یہ زور نہ دیا۔ میں ان تبدیلیوں کے لئے اس لئے نہیں کہ رہا ہوں کہ میں ”ایک شرع ہے“ ہوں ”اگر یہ“ معمولی بات ہے۔“ میں تو آپ انہیں مان کیوں نہیں لیتے؟ میں اس تبدیلی کا مقابلہ اس لئے کر رہا ہوں کہ میرے خیال میں یہ مسلمانوں کے لئے بہتر ہے اور مضبوط ہے۔ ہم سب اس سرزمین کے فرزند ہیں ہمیں اکٹھے رہنا ہے۔ ”کچھ کام کرنا ہے“ خواہ ہمارے مابین کیسے ہی اختلافات کیوں نہ ہوں۔ ہمیں اپنے درمیان خاصانہ جذبات کو راہ نہیں دینی چاہئے۔ اگر ہم اتفاق نہیں کر سکتے تو ہمیں

بامقصد کے بدلے دوستوں کی طرح چاہا جانا چاہئے۔ میری بات یہ یقین کیجئے۔ ہندوستان اس وقت تک زرقی نہیں کر سکتا جب تک ہندو اور مسلمان متحد نہ ہوں۔ کسی منطق، غلط یا دلیل کو مخالفت کے راستے میں حائل نہ ہونے دیں۔ مجھے اس سے چوہ کر کسی چیز پر غور نہیں ہوئی کہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں اتحاد دیکھوں۔“

بتاج نے علما، بھاپ لیا تھا کہ وہ جس گج کو خطاب کر رہے ہیں وہ لوگ دلائل بخنے سے پہلے ہی اس کے خلاف اپنا دھن بٹا چکے تھے۔ نتیجہ یہ کہ اس تقریر پر پہلے کہ ”میں دہشتوں کی طرح جا رہا ہوں“ تو وہ ذہنی طور پر علیحدگی کے لئے تیار بیٹھ گئے تھے۔ یہ جتنی باتیں کی زندگی میں چارل کا اہم نقطہ بن گئی۔ وہ کانگریس کی شاہراہ سے کٹ گئے، اور یہ اسی قسم کی صورت حال تھی جس سے انھیں آٹھ سال پہلے ناگپور میں واسطہ چڑھنا تھا۔ انہوں نے ہندوستانی میٹروپولیٹن کے سامنے اپنا آخری نظر پیش کر دیا تھا۔ دارا بھائی نورملی نے ویسٹ منسٹر کے راج ان عام میں اپنی آواز بلند کر کے جس چیز کا خواب دکھایا تھا، بارے اور فیروز شاہ نے جس کی بدولت کئی کئی برس تکے اور بالکل نئے اپنی رہنمائی اور انکار سے لاپرواہ کیا تھا، جو قند کا ست والے ان تمام لیبل لیڈروں نے جو ذکر پھر وہ تھا، ”جس طرح اس کا جنازہ اٹھ گیا۔“ ایجنڈہ یہ ان کی طرف سے تھے ”اس لئے اپنے پارٹ کے الفاظ صبر سے اس کے سامنے“ اگرچہ وہ بیٹھ موافق نہیں ہو تھا، اپنی سیاسی زندگی کے ہر ایک کا یہ وہ کرنے سے پہلے اپنے تہہ تھے۔ ناگپور میں ایک ایک فٹن ہو تھا، گلڈے میں دس ایکٹ اختتام پذیر ہوا، اس دہرہ در میان کا وقفہ خاصا اہم تھا۔

نواں باب - شملہ - (۳۰-۱۹۴۹ء)

بتاج نے اپنے گروپ کے ایک گراں گرام سٹیج کے بعد وہ گلڈے کو سخن میں ہونے والی بحث کے بعد ہوا، ایک کانگریس ہوتی کر دیا۔ انہوں نے راجہ محمود آباد پھاٹکا اور اپنے دیگر نو جوان اتحادیوں کو نواں بنگال کو پیچھے بھڑا اور خود ترقی کے ذریعے دلی پہنچ گئے۔ کیم بھوری ۱۹۴۰ء کو دلی میں ایک آل پارٹیز مسلم کانفرنس آٹا خاں کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ سر شیخ اپنے باپلی گروپ کے ساتھ پندال میں موجود تھے۔ پارلیمنٹ عدا اور دہلی اہل حق سے ملنے کے بعد سے مسلم نواب اور جاگیردار مسلم لیگ کے وفد میں روٹی افروز تھے۔ جتنی لال قند کے میدان میں ہوا اس کانفرنس میں دیر سے پہنچے تھے۔ ایک کونے میں اکیلے بیٹھ گئے۔ انتخاب پندرہ علی برادر میں بھی جلسہ گاہ میں تحریف فرماتے۔ بہت سی مسلم ریاستوں کے حکمران بھی آئے ہوئے تھے۔ کیا یہ واقعی جتن کا پاناگر تھا؟ کیا حقیقی مفاد میں یہ ان کے اپنے کام تھے؟

کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے آٹا خاں نے لکھا ہے کہ ”یہ ایک بہت بڑا اجتماع تھا جس میں ہر طبقہ فکر کے مسلم اتحاد سے موجود تھے۔ میں اس کے اہم اور دیرپا سیاسی فیصلوں کا سرچشمہ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہوں“ ”طولی“ منسل اور بے تکلف بحث کے بعد آخر کار ہم کی اصولوں پر اتفاق ہو گئے، جو عدا سے بخود میں شامل کرنے گئے۔ ان میں سے پہلا اصول یہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے صرف ایسے وفاقی طرز کا نظام حکومت قابل قبول ہو گا جس میں صوبوں کو عمل خود مختاری اور باقیہ اختیارات حاصل ہوں۔ دوسرے مسلمانوں کے لئے یہ اگاہ انتخاب کی توثیق کی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ مرکزی و صوبائی حکومتوں نیز صوبائی صوبائی مسلمانوں کی شرع لاء کی میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ابھی پاکستان نگاہوں سے اور جس تھا، تمام ایک گروہ فیصلہ دل دیا جانے کے بعد اس کا ابتدائی اوجہ راجہ خاں محمود تھا۔ مسلم لیگ کے طاقتور شاخیں مری نے تھے پندرہ سال قبل فرز دارانہ جہاز سے بل کے لیے بیٹھ دیا گیا تھا، مسلم ہندوستان کی باگ اور ایک بار بھر سب نے ہی اس کی قوم

پستی کے باغیانہ جذبہ کو باہر کی دنیا میں بڑا پسند کیا جاتا تھا۔

برہائی نس آقا خان اپنی یادداشت میں بیان کرتے ہیں۔ "اکثر نس میں آقا خان کے خاصہ بڑا غلام تھا۔ اس نے مسافر جہاز کی اپنے ساتھی مسافروں کی طرف سے واپس اور ذہنی تبدیلی کی جس کا طویل عرصہ سے انتظار کیا جا رہا تھا راہ ہموار کر دی۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ٹکٹ کا ٹکس کے اجلاس میں شریک ہو کر آئے تھے اور وہاں یہ نتیجہ اخذ کر چکے تھے کہ ٹکس میں کل انڈیا سٹی کی کسی دوسری پامانی میں جس پر ہندوؤں کا قبضہ ہو نہیں سکا کوئی مستقبل نہیں۔ آخر کار ہم نے انہیں اپنے نقطہ نظر سے متفق کر لیا تھا۔"

وہ سکا ہے اپنی اس کامیابی پر آقا خان کا اعتراف ضرور مستحکم ہو۔ تاہم جہاز ان کے مطلق گوش نہیں ہے نہ ہی ان کے فوج مسلک کے قائل ہوئے۔ ہر حال آقا خان۔ نائب ہو کر چلنے والے رہنما کی قدر و قیمت سے بخوبی آگاہ تھے۔ یہاں قلعہ اور سر فضل حسین نے بھی جہاز کی عہد دیاں حاصل کرنے میں ان کا ہاتھ بٹایا وہ دنیا کی دارالافتاء اور کے بغیر اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ عوام کی رائے سے یوں "طمانیہ" تھے نہیں ہوئے تھے۔ وہ اگرچہ نواز اور اس قدر رجعت پسند فلم کے بارے میں محبت و غرت کے بڑے پتلے جذبات نہتے تھے۔ آقا خان اور قلعہ جیسے لوگوں کے ساتھ چلنے کے لئے ایک دم عمل واپسی اختیار کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس سے پہلے۔۔۔ غیر جانبداری کی حیل سے گزرنا ضروری تھا۔

رتی داغ مفارقت دے گئی

وسط دوری تک وہ واپس پہنچ گئے۔ رتی تاج محل ہو گئی میں واقعہ ہسٹری سے لگ مٹی تھی۔ وہ بہت کم باہر نکلتی تھی۔ صرف کافی کے ساتھ تھوڑی بہت بات چیت کرتی تھی۔ جہاز اس کی حراج پر ہی کے لئے وہاں گئے۔ وہ جتنا جان گئے تھے کہ رتی قریب الٹراک ہے۔ کافی مسلسل اس کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ ادا کل فروری میں اسمبلی کا ریت بیٹھی شروع ہو گیا۔ جہاز ہر شام کو تاج محل پہنچتے اور دونوں کے ساتھ دیر تک باہر کرتے۔ میرا کہ "پہلے وقتوں میں" کیا کرتے تھے۔ کافی کی سارا دوشی نے پاور کرنا کہ دونوں میں مصافحت ہو رہی ہے۔ تاہم یہ اسی قسم کی مصافحت تھی جیسی کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان ہوئی تھی۔ ۹ فروری ۱۹۴۹ء کو رتی کی حالت زیادہ غراب ہو گئی۔ اس نے بیوی آقا بہت کے ساتھ کافی سے کہا "میری بیویوں کا خیال رکھنا" وہ کسی کو مست دیا۔ "دو روز بعد کہ اس کی ۲۹ ویں سالگرہ کا دن تھا رتی اس جہاز سے سداغدار گئی۔

جس حال "دلی کی دیپن کو رت میں جہاز سے ان کے کمرہ میں ہاتھیں گر رہے تھے۔ اچانک اپنی فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے دیکھ لیا تو دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا "مسافر جہاز سے بات کرادو۔" "میں لال نے دیکھ کر انہیں دے دیا۔ فون نکلے کے بعد انہوں نے تہمت سے کہا۔ "یہ ترک کال بھیجی سے تھی۔" رتی شدید عداوت ہے۔ میں آج رات روانہ ہو رہا ہوں۔" "تھوڑے وقف کے بعد انہوں نے کہا۔ "حسین سلوٹم ہے اور تم کو کون ہوں رہا تھا" یہ خود ہی کہے گئے۔ "وہ میرٹ سر تھے۔ میری شادی کے بعد یہ چلا دوسرے ہے کہ ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ بات کی ہے۔" "میں لال نے منظور دیا کہ وہ رات کی پہانے اگلی صبح کو فریئر ہیل سے جائیں۔ کیونکہ رات کی فریئر ان کو جلدی نہیں پہچانتے گی۔" وہ کس وقت پہنچی شہر؟ اس کا باہمی لال کو طم سے پرسنا

البتہ بعد میں ان پر یہ انکشاف ہوا کہ دہلی محض چار مہینے غنی اصل میں اس کا اقتدار بچکا تھا۔

دہلی کی تدفین ۴۸ فروری کو بمبئی کے مسلم قبرستان میں عمل میں آئی۔ کالجی گرانڈ روز اسٹیشن پر ان سے آغا قلعہ کار میں سفر کے دوران اس نے جن کو قاتل کرنا چاہا کہ "دہلی لاش تہ جلات کے حق میں تھی۔" تاہم اسے مسلم رسوم کے مطابق دفن کیا گیا۔ یہ ایک دردناک منظر تھا۔ جناح مسلسل پانچ گھنٹے تک چپ چاپ غم کی تصویر بنے بیٹھے رہے۔ جب میت کو گود میں رکھ دیا گیا تو انہوں نے اٹھ کر سب سے پہلے قبر علی اہلی۔ سکریں لینے لیٹے اچانک ان کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ کئی منٹ تک بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ایم بی چھاگہ بھی وہیں موجود تھا۔ اس کی روایت ہے "واقعی ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ واحد موقع تھا جب میں نے جن کو اس قسم کی انسانی کمزوری کا مظاہرہ کرتے دیکھا۔"

مادرچ کے قتل میں وہ دہلی اسمبلی میں واپس پہنچ گئے۔ یہاں انہیں سوئی لال کی ایک کٹوتی تحریک کا جواب دینا تھا۔ جس کا تعلق انصرائے کی کابینہ کے مصارف میں کمی سے تھا۔ اس تحریک کی منظوری دینے سے پہلے شکایات کا ازالہ کرنے کا آئینی مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس طرح منور دھڑ پر بحث کا اردو لٹریچر مکمل کیا۔ دھڑ رٹ پر چندوں اور مسلمانوں کے مابین اختلافات طے نہیں ہو سکے۔ اس نے ایک مختصر دستور مرتب کرنے کا سوال خارج از بحث ہو گیا۔ جناح ایک بار پھر دوسرے گروپ سے مل گئے۔ سوئی لال نے دہلی کو خشکی کی کہ اس اعتراض کو دور کر لیا جائے۔ لیکن جناح پھر اپنے کلمے پر آگئے۔ انہوں نے دھڑ رٹ کے مکتوبات میں آخری مکمل ٹھوک دی۔ انہوں نے کہا۔ "میں جانتا ہوں۔ یہ دھڑ رٹ میرے فاضل دوست کا پالٹا پیچ ہے۔ لیکن میں غیر جانبداری کے ساتھ لکھنے والے سے کہہ رہا ہوں اور انہیں احساس دلانا چاہتا ہوں 'جتنی جلدی وہ اس بات کو تسلیم کر لیں 'اس کا جی بڑھو گا کہ یہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔"

جناح نے فیصلہ کیا کہ سوئی لال "بیکار اور دوسرے چند لیڈروں پر ثابت کر دیا جائے کہ "وہ اصل میں ایک پھوٹی سی اقلیت کی لڑائی نہیں کرتا۔" لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں تھا اس کا اپنا مسلم لیگی گروپ بھی بدستور انکشاف رائے کا شکار تھا۔ انہوں نے ۳۰ مارچ ۱۹۴۶ء کو دہلی میں مسلم لیگ کا ہفتی کردہیشن پھر سے طلب کر لیا۔ اجلاس سے پہلے رات کو اور صبح سویرے بھی انہوں نے اپنے بعض حریفوں سے طاقت کی اور انہیں ایک نئے فارمولا پر "نئے جناح کے" "پورہ نکات" کا نام دیا گیا جنھن رائے بنائے کی سرکردہ کو خشکی کی لیکن ڈاکٹر انصاری "تقدیر احمد خان فیروزی" ڈاکٹر سیف الدین کلو "ڈاکٹر محمد عالم اور ڈاکٹر سید محمد نے نئے فارمولا کی ذمت کو مخالفت اور منور دھڑ رٹ کی حمایت کی۔ تاہم محمد علی "گاندھی کے حیرت کھل طور پر آڈل ہو کر صدقہ دل سے جناح کے حامی بن گئے۔ انہوں نے جناح کے بے مثال قدیم فراموش گوند دوست خراج حسین پیش کرتے ہوئے انہیں "سب سے بڑا مصالحت کنندہ" قرار دیا۔ جناح اب مسلمانوں کو ساتھ لے کر دی بگھ حاصل کرنے کی کو خشکی کر رہے تھے جو انہوں نے ۱۹۴۶ء میں پوری قوم پر ستارہ تحریک سے حاصل کیا تھا۔ انہوں نے آغا خان کے "چار نکات" کے لئے کہ انہیں ۱۹۴۷ء کی دہلی مسلم تھوڑے سے ہم آہنگ کیا۔ ان کی آواز آخر میں بلند اور تھوڑے جوڑیں اور آنے والے سلاب سے بچنے کے لئے ایک واضح فارمولا جاری کر دیا۔ آصف علی اور ڈاکٹر سیف الدین کلو "موجودہ حالات میں 'بہترین حل' قرار دیتے ہوئے اس کے حامی بن گئے۔ تاہم جناح ۱۹۴۷ء کے

میکڑو خط نے ولیم وینج وینج کو نیا سیکرٹری آف فنیٹ برائے ہندو مترو کیا۔ جناح کو بددینی لبرل پارٹی کی فتح کا پتہ چلا۔ وہ فوراً اسٹیل پیپ اور وہاں لاڈلہ اردن سے طویل ملاقات کی۔ والٹر رائے اپنے نئے پیچھے شریوڈا حاصل کرنے کے لئے چند ہفتوں میں لندن جانے والے تھے۔ جناح نے ان پر زور دیا کہ برطانوی حکومت کی طرف سے ہندوستان کو دو پیشگی ٹیکس دینے جانے کے بارے میں ٹیکس اعلان کرانیں۔ اور اس کے سامنے یہ تجویز رکھیں کہ ایسا آئین مرتب کرنے کی فرض سے لندن میں گول میز کانفرنس بلائی جائے۔ لیکن ”موجودہ نظام“ دوبارہ زبردست بلڈا کی زد میں آگیا۔ ملک کے آخری سیشن کے دوران گاندھی نے کانگریس کی مرکزی سنجی سنبھال لی تھی۔ وہ دھمکیاں دے رہے تھے کہ اگر پارلیمنٹ ۱۹۳۹ء کے دوران سودرچرٹ پر عملدرآمد نہ کر سکی تو وہ از سر نو ملک کی سرحد پر تہہ گرد تحریک شروع کر دیں گے۔

کھل آزادی کا مطالبہ

ساتھ گاندھی نے کانگریس میں یہ قرارداد پیش کی کہ سودرچرٹ صرف ایک سال کے لئے قبول کی جائے تاکہ موثر نال اور جواہر لال کے ساتھیوں کے باہمی کانگریس پلیٹ فارم پر جو پیشکش چلی رہی ہے کہ ہندوستان کی حتمی مقصد دو پیشگی ٹیکس ہونی چاہئے یا کھل آزادی قائم ہو جائے۔ گاندھی کانگریس سودرچرٹ کو کھل طور پر بطور آئین قبول کر لے گی بشرطیکہ دسمبر ۱۹۳۹ء کو یا اس سے پہلے برطانوی پارلیمنٹ اسے منظور کر لے۔ اس قرارداد میں مذکور تھا ”تادم اگر مذکورہ تاریخ تک اسے حکومت نے کیا گیا یا اس سے پہلے مسترد کر دیا گیا تو کانگریس تمام تعاون کی ایک پرامن تحریک چلانے کی جس میں لوگوں سے کہا جائے گا کہ وہ ٹیکسوں کی لوائنگلی بند کریں نیز اس سلسلے میں دیگر ضروری تدابیر اختیار کی جائیں گی۔“ یہ قرارداد تھی لیکن اس کے باوجود سبھاں چندریوس نے اس میں ”کسی ناخبر کے بغیر کھل آزادی“ کے الفاظ شامل کرنے پر اصرار کیا۔ اس موقع پر اپنے گنگے اچرا زور لگاتے ہوئے سبھاں چندریوس نے پچھلے ”ہماری سیاسی جماعت کا سبب کیا ہے“ اور پھر مستقبل کی تکرار ہندو فوج کے بیچ اور کانگریس کے دوبارہ صدر منتخب ہونے والے سبھاں چندریوس نے خودی جواب دیا۔ ”ہماری علامت لائیت ہے۔ اگر آپ اس لائیت پر غائب آگیا ہے جس کو آپ کو لوگوں میں کھل آزادی کی تحریک کی صورت پر کھٹا ہوگی“ اس جہان پر زور دار آگیاں بھائی تھیں۔ یہ نوجوان ہندوستان کی آزادی کی راہ میں خون کا خزانہ پیش کرنے کو تیار تھا۔ ۱۹۳۹ء کے تاریک اور بے یاس کن ایام کو بھلا دیکھنا؟

۱۹۳۹ء کو گاندھی اعظم نے اپنے دیرینہ دوست اور نئے وزیر اعظم راجنہ میکڑو خط کے نام ایک مراسلہ میں لکھا کہ ”موجودہ صورت حال ایک سنگین حتمی کی حیثیت رکھتی ہے اگر اسے جاری رہے دیا گیا تو میرا اندازہ ہے کہ یہ صورت حال ہندوستان اور برطانیہ دونوں کے مفادات کے لئے تباہ کن ثابت ہوگی۔“ اس کے بعد انہوں نے گزشتہ چند سالوں خصوصاً مارچ ۱۹۳۹ء کے تقرار کے بعد کی سیاسی صورت حال پر انحصار سے روشنی ڈالنے ہوئے کہا۔

”جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے ہم کیشن کی رپورٹ کو مسترد کر چکے ہیں۔“

یہ بات یاد دلاتے ہوئے کہ برطانیہ کے قول و قرار پر سے ہندوستان کا انحصار ختم کیا ہے۔ انہوں نے مٹوہ دیا

کہ "ہمیں کھویا ہوا اتحاد بحال کرنے کی بہترین صورت تلاش کرنی چاہئے۔" انہوں نے وزیر اعظم کو خبردار کیا کہ "ملک میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے جس نے آزادی کال کو اپنی حیل ٹھہرایا ہے اور میں کسی مبالغہ کے بغیر آپ کو بتا رہا ہوں کہ آزادی کی تحریک روز بروز مضبوط ہوتی جا رہی ہے کیونکہ انڈین نیشنل کانگریس کی بددیواریاں اس کے شامل مال ہیں۔" ایسی تحریک کا زور توڑنے کے لئے جو ان کی نظر میں وائسرائے کی رائے کے مطابق ہندوستان کی سلامتی کے لئے کم خطرناک نہ تھی "انہوں نے تجویز کیا "ہر سبکدوش کی حکومت کو" پہلے قدم کے طور پر کسی ناخبر کے بغیر یہ اعلان کر دینا چاہئے کہ برطانوی روٹوک اٹھانے میں وعدہ کرتا ہے کہ وہ ہندوستان کو ڈومینیشن شپس کے ساتھ عمل درآمد حکومت طے کرے گا۔" ایسے اعلان پر عملدرآمد اور عملی اقدامات کے لئے انہوں نے اپنے دوست پر زور دیا کہ "وہ ہندوستان کے نواسیوں کو مدعو کریں جو اس پر زمین میں ہوں کہ اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے ایک نئے سرورسٹ انڈیا میں عملی اقدامات رائے کا حصول ناممکن ہے ناقص لندن کی مدد کریں۔ تاکہ وہ کسی آئینی حل پر پہنچ سکیں۔ اس طرح وضع کردہ تجویز کو بعد ازاں پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا۔

کانفرنس کی تجویز

جن دنوں جناح کا کلامیکٹونڈ کو موصول ہوا "انہی دنوں لارڈ امون لندن پہنچے۔ وہ وینچ وائسمن سے ملنے سیدھے انڈیا آئے جسے لارڈ اس کے سامنے گول میز کانفرنس بلائے نیز ہندوستان کے لئے ڈومینیشن شپس کے بارے میں باقاعدہ اعلان کی تجویز پیش کی۔ نیا نیکرزی آف شیٹ انہیں قبول کرنے کے حق میں تھا تاہم یہ اطمینان کرتا چاہتا تھا کہ ہم سامنے کشیش کے نقش قدم پر نہ چلیں جو ان دنوں اپنی رپورٹ مرتب کر رہا تھا۔ بعد ازاں وائسرائے نے نہ کہ وہ بلا وہ دنوں تجویز پر سامنے سے بات چیت کی۔ امون اس کا رد عمل جاننے کا طوطا بن گیا۔ امون نے اپنی ڈائری میں نوٹ کیا:

"مجھے یہ سن کر قدوسے حیرت ہوئی کہ ضرور اس نے ڈومینیشن شپس سے متعلق اعلان کی تجویز پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ البتہ گول میز کانفرنس کے بارے میں وقت محسوس کی خاص طور سے اس بنا پر کہ اس سے کشیش کی رپورٹ پر اس کے متحرک عام پر آنے کے بعد برا اثر پڑے گا۔ اسے کانفرنس کے سامنے رکھے جانے والے بہت سے کاغذات میں سے ایک کاغذ سمجھا لیا جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دونوں نکات پر اپنی پوزیشن بدل کر ایک بار پھر مجھے حیران کر دیا۔ میرا پیشہ سے قیاس تھا کہ وہ لازماً دینے تک سے زیادہ متاثر ہے۔ ہر حال سب نواہم کہ وہ آخر کار اس نے گول میز کانفرنس کی بابت اطمینان کا اعلان کیا اور وزیر اعظم کے ساتھ خطوط کے چالوہ کے بعد اس منصوبہ سے متعلق ہو گیا کہ کانفرنس کے بارے میں تاثر دیا جائے گا کہ وہ کشیش کے پیش کردہ قصور کے نتیجے میں ہو رہی ہے جسے حکومت نے فوری طور پر اس لئے منسوخ کر لیا ہے کہ وہ برطانوی ہند اور ریاستوں کے معاملہ پر غور کرنے کی ضرورت اچھی طرح سمجھتی ہے۔"

جناح تک سامنے کی سرکردگی کے لئے امون کی اس تاریخی مفاہقت کا متعلق ہے "میں دونوں تجویز کا اصل کیفیت وائسرائے کو نہیں بلکہ اس کے گنام مشیر جناح کو جاتا ہے۔

ساحنی کے ذمہ مندرجہ ہونے میں کچھ دقت لگا۔ راجہ نے میٹرو ٹیٹ نے سہراست کو ایک "فنی خط" میں جواب دیا۔

"پیارے جناح!"

مجھے افسوس ہے کہ ایک غلطی کے باعث آپ کا اصراروں کا کھٹا ہوا خط فوری طور پر مجھے نہیں دکھایا گیا۔ میں بلا تامل یہ کسوں لاکر میں آپ کے اس جذبہ کی بے حد قدر کرتا ہوں۔ جس جذبہ کے تحت آپ نے یہ خط لکھا ہے اور مجھے اس میں مذکورہ تجویز پر ممکنہ طریقے سے مفصلہ تہ سے بہت مسرت ہوئی۔ ساحنی کمیشن کی رپورٹ کا جس کے بارے میں آپ نے بلا جھجک فرض کر لیا ہے اس سے زیادہ کچھ مفصلہ نہیں تھا کہ حکومت کی رہنمائی کے لئے کچھ مشورے دیئے جائیں اور حکومت کا ارادہ یہ ہے کہ جو فیوہ رپورٹ سامنے آئے تمام حقائق کی روشنی میں اس پر غور کیا جائے۔ آپ نے اپنے خط میں جو تجویز پیش کی ہیں انہیں اس خواہش کے ساتھ زیر غور لایا جائے گا کہ جہاں تک حالات اجازت دیں ان سے ہر صورت فائدہ اٹھایا جائے تاہم یہاں میں ایک بات کسوں کا جواب دیا کہ چکا ہوں اور اب بھی حکومت کا پختہ ارادہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان کو جلد وچ نہ تو آریات مل جائے۔ آخر وہ کے اقدامات کے بارے میں بہت جلد اعلان کیا جائے گا۔"

تاہم اہم اس خط سے بہت خوش ہوئے اور عہدہ صبر کو جسے پر امید لہجہ میں جواب دیا "اگر آپ میری تجویز پر جن کی راست مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی کہ آپ ان سے متعلق ہیں عمل کرتے ہیں تو اس سے ہندوستان کے لئے درجنوں مستقبل کی راہ کھل جائے گی اور برطانیہ عظمیٰ کا نام تاریخ میں ایک ایسی قوم کے طور پر لکھا جائے گا جو اپنے وعدوں کی پاسداری کرتی ہے۔"

انگلینڈ میں لاڈلہ اردن نے واقعہ اسے یکپسے سے جنرل کے نام خط لکھا جس میں کس لکھا تھا :-

"ہر نیچن کی حکومت ایسے دراصل کی طاقت میں سرگرم ملل ہے جن کی حد سے ہندوستان کے آئینی ادارت،

کے اہم سوال پر ان تمام لوگوں کے تعاون سے نوٹ کیا جاسکے جو برطانوی ہند کے مختلف زبرداری کے ساتھ اہم۔

خیال کر سکتے ہیں۔ مجھے یہ کہنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ ہر نیچن کی حکومت کے فیصلے کی رو سے ۱۹۳۷ء کے لئے یہ

یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ ہندوستان کی آئینی ترقی کا بنیادی مسئلہ جیسا کہ وہاں سمجھا جاتا ہے دو بینتہ شیئیں

کا حصول ہے۔ اس پالیسی پر چوری طرح عمل درآمد سے آخر کار رہائش کو ان کا مقام مل جائے گا۔ غرض

برطانیہ نے سب ضابطہ تجویز کیا ہے کہ برطانوی ہند اور رہائشوں کے مختلف مذاقات کے ناموں کو مدد دی

جائے اور ان کے ساتھ الگ الگ یا اکٹھے "جیسا بھی حالات اجازت دیں" مذاقات کی جائے اور ان سے ملوانی

ہندو نیز ہندو ہندوستان کے مسائل کی بہت صلاح مشورہ کیا جائے۔ انہیں توقع ہے کہ اس طرح وہ باریک

کے سامنے ایسی تجویز پیش کریں گے جن پر جلد حد تک اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔"

اس طرح لندن میں متفقہ ہونے والی تین گول میز کانفرنسوں کے متعلق ابتدائی قدم اٹھایا گیا۔ نتیجہ ص۔

کے شریعہ رائے میں جناح نے وزیر اعظم کے دوست "ایک مختصر کانفرنس لوائیا۔ وہ اب دائرہ - - -

بھی کلیدی صلاح کار بن گئے تھے۔

اردن کا یہ جان نیم نومبر ۱۹۳۷ء کو ہندوستان کے تمام حصے پر سے اہماریات نے ش سرخیوں نے ساتھ تاج

کیا۔ جناح اس دن بھی نہیں تھے۔ انہوں نے ماہر مگر افراد کے ساتھ سربراہی لال، سوہن لال، شیلواڑ سے ان کے تجویز میں ملاقات کی اور وہاں سے اردن کے اعلان کا خیر مقدم کرتے ہوئے ایک اظہاری بیان جاری کیا۔ جس میں کہا گیا تھا۔

”یہ اعلان حکومت کے طریق کار میں بنیادی تبدیلی کا مظہر ہے، جس کے ذریعے تمام گمان بند حکومت برطانیہ کے ساتھ کانفرنس میں شریک ہو کر اس امر کی کوشش کریں گے کہ ملک حد تک اختیاری رائے سے تیار ہو کر مشکل کوئی ایسا آئینی مسودہ وضع کیا جائے جسے دو بینشی شخصیت کے حصول کی خاطر پارلیمنٹ میں پیش کیا جاسکے اور اس طرح کوئی ایسا عمل تلاش کر لیا جائے جو ہندوستان کی سیاسی رائے کا مظہر ہو۔“

سر جی ہائیلڈ، ہندوستانی ایسوسی، سرہوی ملی سوزی، چھاگہ، کافی دوار کا داس اور اس کا بھائی اس جان پر دھکا دے رہے تھے۔ اور عمرتی دہلی میں سوئی لال نسو کی زیر صدارت ایک اجلاس ہوا جس میں کانگریس کے علاوہ مختلف پارٹیوں کے ۳۰ لیڈروں نے ایک ”عمومی مطالبہ پارٹی“ کی ضرورت پر زور دیا۔ اور سیاسی قیدیوں کے لئے عام معافی کے ساتھ گول میز کانفرنس میں کانگریس کو غالب نمائندگی دینے کا مطالبہ بھی کیا۔ لیڈروں کے اس منشور میں ”جیسا کہ اس کا نام رکھا گیا“ مزید کہا گیا تھا کہ گول میز کانفرنس میں اس بات پر بحث نہیں ہونی چاہئے کہ دو بینشی شخصیت کب دیا جائے گا بلکہ اس میں ہندوستان کے لئے دو بینشی دستور کی تشکیل وضع کی جائے گی۔

جو اہر لال نے پہلے اس منشور پر دھکا کر دیا۔ ہر جلد ہی ضرورت کرنے لگے۔ ہر حال سماجی ہندو برس اور ان کے ساتھیوں کے ہمدرد جلسہ گاہ سے باہر نکل جانے کی بجائے انہوں نے خود کو ”بیاد اعلیٰ کرنے والا“ محسوس کیا اور کانگریس کی صدارت سے استعفیٰ دینے کے بارے میں سوچنے لگے۔ اور انہوں نے حال ہی میں قبول کی تھی۔ گاندھی نے نسو کے شخص کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کی کہ ”آپ کو ہرگز استعفیٰ نہیں دینا چاہئے۔ اس سے قویٰ نصب العین پر برا اثر پڑے گا۔ جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی اصول معرض خطر میں ہے۔ جس تک صدارت کے تاج کا تعلق ہے آپ کے علاوہ اسے کوئی نہیں پہن سکتا۔ یہ کبھی بھی پہنوں کا تاج نہیں رہا۔ اب اسے سراسر کانٹوں کا تاج بنے دیں۔“ اگرچہ نسو استعفیٰ نہیں ہوئے تاہم ان کی دھمکی نے گاندھی اور سوئی لال کے اس ارادہ میں جھنجھکی پیدا کر دی جو انہوں نے لیڈروں کے منشور کا ساتھ دینے کے بارے میں سوچا تھا۔ اردن نے راسخے سیکڑو ملے سے تبدیلی کا اتنا زیادہ وعدہ حاصل کر لیا جتنا وعدہ وہ کرنے کو تیار تھا۔ اس لئے جب قائد اعظم نے دونوں فریقین کا اپنی رائے حاصل کرانے کی کوشش کی تو انہوں نے خود کو ایک ایسی حالت میں پایا جو اگرچہ غیر انوس نہیں تھے۔

گاندھی، جناح، سوئی لال، سپر اور شیل نے ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو دہلی کے ہاؤس میں شام ۳-۴ بجے اردن سے ملاقات کی۔ وہ اسی صبح کے وقت لندن سے لوٹے تھے۔ جو ان کی ٹرین دہلی ریلوے سٹیشن پر پہنچی، ہم کا زور دار دھاک ہوا۔ خوش قسمتی سے دہلی کے ایوان کے محلہ کا کوئی فرد زخمی نہیں ہوا۔ دوسرے بعد سب سے پہلے گاندھی نے دہلی کے ایوان کو فون کیا۔ ان کی ٹرین کو ہم سے اڑانے کی ہر خطرناک سازش کی گئی تھی جس پر دیکھا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے جان بچ جانے پر اردن کو مبارکباد دی۔ بعد ازاں دہلی کے ایوان نے دریافت کیا

ایا ان کے اعلان کی بد تصویر تحریک کانگریس لیڈروں کے مشترک بیان میں شائع ہوئی ہے لہذا کہ گول میز کانفرنس اس بات پر فور کرنے کے لئے نہیں کہ درجہ نو آبادیات کب دیا جائے بلکہ نو بینش کے دستور کی انجیم وضع کرنے کے لئے ہو گی اور مست ہے۔ گاندھی نے یہ بات وضاحت سے کہی کہ جب تک اس بحث پر اتفاق رائے نہ ہو جائے۔ ان کے خیال میں کسی دوسرے سوال پر فور کرنا بیکار ہو گا۔ اردن نے امر وار کیا کہ ان کے بیان کے الفاظ پر زمین کی خود وضاحت کر رہے ہیں کانفرنس کی غرض و حکمت اس مسئلہ کو حل کرنا ہے جو حکومت برطانیہ کے قلعی پالیسی بیان سے پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے جلدی میں کہا کہ "اس معاملہ میں کسی دوسرے کام کے ہو جائے گا امکان موجود ہے اگر اس سے فائدہ اٹھایا گیا تو پانچ سے ایک اچھا موقع نکل جائے گا ضرر بھی ہے۔ بظاہر یہ کہنا نا ممکن ہے کہ کانفرنس کسی خاص دستور کا مسودہ مرتب کرنے کے لئے ہو رہی ہے" اردن نے مزید وضاحت کی۔ "تاہم کانفرنس کو چار و اربعہ وضع دیا جائے گا کہ اس کے سامنے جو تجاویز رکھی جائیں ان پر عمل کر بیٹھ کر سکتے۔ کانفرنس معاملات پر بحث کرنے میں عمل طور پر آزاد ہو گی۔ کسی قسم کے مداخلت یا کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ ان کے خیال میں کانفرنس میں کوئی قلعی رائے شکاری نہیں کرائی جائے گی۔ تاہم امپیرل کانفرنس کے خطوط کی پیروی کرتے ہوئے ممبران کی عام معاملہ فی کار کا راز رکھا جائے گا۔"

"مسٹر گاندھی کے خیال میں امپیرل کانفرنس مختلف لائنوں پر ہوئی تھی۔ وہاں بحث میں حصہ لینے والی تمام جماعتیں کم و بیش ایک ہی ذہن کی تھیں۔ جبکہ انہیں کانفرنس میں ایسا نہیں ہو گا۔ ہر حال اگر انہوں نے زیادہ بحث بازی کی تو کانفرنس کسی ایسے پالیسی پر نہیں پہنچ سکے گی جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔"

یہ واضح طور پر ایک اعلیٰ انداز کا نتیجہ تھا جو بالکل درست ثابت ہوا۔ تقسیم ہند سے انفرادی برسر پیلے اس کا اندازہ کرتے ہوئے جنگوٹی کردی تھی کہ کانفرنسوں میں اور کابینہ کے اجلاسوں میں ہزاروں لاکھوں کھٹے ضائع کئے گئے اور لاکھوں بے مقصد الفاظ پر غوار و دھندلی پر لکھے ہوئے تھے یا کاندھ پر چبے ہوئے انسان کا مست زیادہ جیل قیمت وقت صرف ہوا۔ گاندھی نے اعتراف کیا کہ کانفرنس میں واقعی کوئی دو ٹوک نہیں ہو سکتی "تاہم انہوں نے یہ کہہ دیا کہ "عامی میں کہا کہ "اگر کانفرنس کے فوری نتیجہ کے طور پر نو بینشین ٹیلیس کے قیام کی بابت قیاس نہیں کیا جائے تو وہ اس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔" انہوں نے مطالبہ کیا کہ "تک کہ بلا تاخیر عمل آزادی دی جائے۔ ورنہ کہا کہ "ہندوستان اپنے دفاعی مسائل خود حل کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔" موتی لال نے ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اس پر اضافہ کیا، "انگریز ہندوستان کے درجہ نو آبادیات کے حصول میں مائل و کلاؤں کو جو چاہے حاکم کر چکے کرتے ہیں۔ اگر ہندوستان کو فوری طور پر نو بینشین کا درجہ دے دیا جائے۔ تو کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ اگرچہ ان کی مراد یہ نہیں کہ ہندوستان کے لئے نو بینشین ٹیلیس کی آزادی عمل ہو جس کی اس وقت نو بینشین کی کوئی مخصوص شکل موجود ہے۔"

لارڈ اردن نے اسے "نامستقل" خیال کیا اور اس بحث پر زیادہ سوڑ دے کے لئے چنان اور سہی کی طرف دیکھا۔ دونوں نے مسئلہ گاندھی اور موتی لال کو سمجھانے کی کوشش کی "ان کی دلیل یہ تھی کہ کانفرنس کے شرکاء نو بینشین ٹیلیس کی توجہ پیش کرنے میں آزاد ہوں گے۔" خود غر کے بعد ایسی تجاویز کی تصدیق کر سکے گا جن سے مسائل کو کہہ کر نہ ملے گا۔ کانفرنس کا اہم کام عمل نو بینشین ٹیلیس دینے کی راہ میں

حاجی دشواریوں پر غور و غوض اور تحقیقات کی باہت بحث کرنا ہو گا۔ لیکن گاندھی اور موتی لال نے اپنے اس وعدہ قائم رکھے ہوئے ہم انہوں نے جو اہر لال اور دلی جی فینو پر دیکر حقد کنندگان کے ساتھ کیا تھا دوسری کانفرنس میں شریک ہوئے اور ایسے مسائل پر بحث کرنے سے انکار کر دیا جو تمام پارٹیوں کو ان کے مختلف مآثر میں قابل قبول نہ ہوں۔

موتی لال نسو نے اپنی رائے ظاہر کی۔ حکومتی بھی ہندوستانی اور بینینٹین ٹیلیس سے کم پر مطمئن نہیں ہو گا۔ انہوں نے کہا مجھے اس راستہ میں کوئی مشکلات نظر نہیں آئیں۔ تاہم اگر کچھ دشواریاں حائل ہوئیں تو مرکزی کچے انجیم کرنے کے بعد انہیں حل کیا جائے گا۔ انڈیا ان سے خوش فہم لے گا۔ اصل مقصد برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو انتقال اقتدار کا ہے۔

جناح سے ملنے والوں نے محسوس کیا کہ اس کام کانفرنس کے دوران ان کے رویہ میں اس سے پہلے یاد دہانی اور غیر ہندواری پیدا ہو گئی۔ اور موتی کی سوت کے بعد دیکھنے میں آئی تھی۔ انہوں نے ایک بار پھر اپنی توجہ دہانی کو مکمل پہنچی دے دی تھی۔ کیونکہ انہوں نے جس چیز کا "انجام کیا تھا" وہ ہر حال بات چیت کے قابل معاملہ نہیں تھا۔ راجہ میکر و نڈ اور لالہ اردن نے ان سے جو وعدے کئے تھے وہ کوئی بات نہیں تھی "شاہ باجی سال کے اندر اندر ہندوستان ایک آزاد ریاست بننے کی حیثیت سے کیڑا اور آسٹریلیا کے برابر آجائے گا اور پھر ساری دنیا کی ترقی میں معاونیت ثابت ہو گا۔ جیسا کہ جنان نے وزیر اعظم کو لکھا اور اسے یہ یقین دہانی بھی کرائی کہ اس کے اعلان کا ذریعہ ختم ہو گا۔ کیا ہا ہے۔ اس نے جیکبناٹ کو ایک کمرہ میں بیٹھ کر دیا ہے اگرچہ وہ خود بھی گزشتہ دو ماہ سے لاتعداد تھک رہے تھے۔ اب انہوں نے یہ کہا کہ گاندھی اور موتی لال نے جو اہر لال اور ان کے ساتھیوں نے ہندوستان میں جو تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں اس سے گرا کر ہر امید ہاش ہاش ہو جاتی تھی۔ اس کے قلب و دماغ پر حقی اثرات کا مرتب ہونا ناگزیر تھا۔ وہ بڑے ٹکے ہانڈے افسردہ "ہامس" تھا اور کہیں وہ غافل تھے۔ وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ جب موتی لال نے یہ کہا کہ او بینٹین ٹیلیس حاصل کرنے کی راہ میں کوئی دشواری حائل نہیں تو اس سے ان کی کیا مراد تھی۔ گاندھی زیادہ صاف گوئی سے کام لے رہے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ حقیقت میں اتحاد و اتفاق کا نفاذ ہو اور یہ کہ اس سے ابھی پیش نہ گئی ہے۔ موتی لال تو یہ کہہ سکتے تھے کہ کوئی مسلم مسئلہ موجود ہے۔ آٹھ سال بعد ان کے فرزند ارجمند نے بھی مسلم مسئلہ کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ جنان کا یہ جانتا تھا کہ ان دونوں نے انہیں کس قدر دکھایا۔

کانگریس کا اعلان لاہور

اس سال کانگریس کا سالانہ اجلاس سبب معلول کرسمس کے روز (۱۵ دسمبر) لاہور میں منعقد ہوا اس اجلاس میں گاندھی کامل کی قرار داد منظور کی گئی۔ اس نے ہندوستان کی قومی تحریک میں جسے چلتے ہوئے یہ ۳۳ سال پریم تھا "انتظامی" مدد پر چمک دی۔ کرسمس کی تعطیلات کے دوران منعقد ہونے والا کانگریس کا یہ آخری سیشن تھا جس کی صدارت نوبوان جو اہر لال نسو نے کی۔ اس موقع پر انہوں نے زور سے انہوں کی تحریک میں اعلان کیا:

”چونکہ کانگریس فریب عوام کی نمائندہ جماعت ہے اور دسمبر کے آخر میں اس کا اجلاس منعقد کرنے سے فریبوں کو گرم کپڑوں کے اختتام پر بہت زیادہ مالی بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے“ اس لئے احمدیہ سے ملانے اجلاس دسمبر کے آخر میں نہیں بلکہ دسمبر جنوری کو ہوا کرے گا۔“

گاندھی نے ۱۵ سال قبل جن انقلابی تبدیلیوں کا آغاز کیا تھا ان کے نتیجے میں کانگریس کی فوجوں کی قیادت نے برٹش ایمپائر کے خلاف انقلابی جدوجہد کر دی۔ قوم نے انگریز حکمرانوں کی عداوت و اطوار ان کی روایات و افتخار اور اردن اور قائم کھیل سے ہر قسم کا تعلق منقطع کر لیا۔ درنگ کی بجائے احمدیہ جنوری (قزاق) کو مجسم آزادی کا دن منانے کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر منظور کردہ قرارداد میں لکھا گیا: ”ہم اس بات پر کھل جھین رکھتے ہیں کہ ہندوستان کو برطانیہ کے ساتھ تعلقات لازماً قطع کر کے کامل آزادی حاصل کرنی ہو گی۔“ اس قرارداد کی جگہ پھر میں زبردست تقصیر کی گئی اور چند ہفتوں میں اس کا چرچا مگر مگر ہونے لگا۔

مسٹر جناح نے سمجھی تھی۔ ادا پارلی سے سرکار کے علم و قصد اور لوگوں کے مسائل سے بے رخی کے خلاف کانگریس کے اس اٹھنے ہوئے طوفان کا مشاہدہ کیا ہر ملک کے کوئے کوئے میں بڑی تیزی سے رد و تھا ہو رہا تھا۔ اس طوفان کی راہ میں آنے والی بہت سی چٹائیں پاش پاش ہو گئیں۔ بعض نے حالات سے سمجھ کر لپٹا اور بعض بالکل دُوب گئیں۔ انتھاب کی ہر آنے والی لہر صدر میں ایک لپٹل چامچی تھی اور یہ سلسلہ شب و روز جاری تھا۔ مسٹر جناح اس بے مقصد کھیل سے بہت بیزار اور تنگ آ چکے تھے۔ شاید ان کے لئے فیصلہ کن گھڑی آ گئی تھی کہ ہندوستان کو برطانیہ کے لئے خریدار نہ بنائیں کیونکہ اب ان کی دلچسپی کانگریس کی سامان باقی نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن میں وہ آسانی سے قانون کی پرکھیں کر سکتے تھے اور خود کو پر پوری کو نسل میں دائر ہونے والی اپیلیں تک محدود رکھ کر بھی بہت زیادہ آمدنی حاصل کر سکتے تھے۔

مسٹر جناح نے گاندھی کو ”اس طوفان کے اچانک رد و نما ہونے کا“ ”زمہ دار ٹھہرایا۔ انہوں نے کانگریس سے یہ دگرگام کو ”سیاسی جسنرٹا“ کا نام دیا۔ سرچ بھار سپو نے ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے دسمبر جنوری ۱۹۳۰ء کو ایک مراسلہ میں لکھا: ”میں نے آج تک اخبار میں آپ کا تعریف پر محالہ میں آپ سے پوری طرح اتفاق ہوں۔ کانگریس واقعی بالکل ہو گئی ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ تشویش ناک بات یہ ہے کہ وہ پارلے ملک کو اپنے جادو کن پاگل ہیں میں سمجھتا ہوں ہے۔ ہمیں کوئی اقدام کرنا ہو گا۔ ہمیں مل کر عزم کے ساتھ قدم اٹھانا ہو گا۔ ہم اپنے اختلافات ختم کریں گے۔ مجھے اس میں ذرا شک نہیں کہ اس موقع پر آپ کی ملا جھتی ملک کے لئے سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں۔“ ”سید ایک اور اہل پارٹیز کانگریس منعقد کرنے کے حق میں تھے۔ انہوں نے مسٹر جناح کو یقین دلایا ”میں ذاتی طور پر محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے لئے ہندو مسلم مسئلے کا حل تلاش کرنا مشکل نہیں“ تاہم آپ کی مدد سرائی کے بغیر میں یہ کہوں گا کہ آپ کے تعاون اور رہنمائی کے بغیر اسلام قابل عمل نہیں ہو گا۔ جناح نے ان کی تجویز کو آزمانے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ اس کے بعد سر شیخ اور راہب محمود، تاجی آباد ہو گئے۔ صاحبزادے لیڈر گورو کانگریس میں شرکت کے لئے پہلے سے تیار تھے۔ پتا چلے سر سرد کی سیاسی اور ”خدا نمان“ کے تعاون سے یہ کانگریس دسمبر جنوری ۱۹۳۰ء کو دہلی میں منعقد ہوئی جس میں بھاس سے زیادہ متعدد ہیں نے شرکت کی۔ میں میں اختتام چند ”مسابقتی“ کرکٹ ”ایٹلو ایٹس“ اور اس کی جیتس پارٹی“

اجرت اور مسلم قادیان میں شامل تھے۔ مسٹر جناح نے اواکھ فروری میں ہندو صاحبہا کے لیڈر پنڈت دت سوبھن
 اہویہ سے ملاقات کے دوران فرقہ وارانہ مسئلہ پر جاہد خیال کیا تھا اور انھیں مضائقہ دے سازگار محسوس ہوئی تھی
 لیکن نتیجتاً فروری ۱۹۴۸ء کے بعد سے فرقہ وارانہ سرچ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ انگریزی ضرور چاہا کہ زیر
 بحث بے تحاشہ کانفرنس میں کانگریس شریک ہو سکے۔

مسٹر جناح نے سرحد کی کانفرنس سے زیادہ توقعات وابستہ نہیں کی تھیں بلکہ انھوں نے اپنی توجہ لندن پر
 مرکوز رکھی۔ انھوں نے کارڈ ایڈون پر زور دیا کہ کوئل میز کانفرنس کے انعقاد کی تاریخ کا اعلان کیا جائے اور
 نہ تو انہی کے نام سرکاری دعوت اسے بھیجے جائیں۔

گاندھی کا لانگ مارچ

مہاتما گاندھی نے سب سے پہلے "لانگ مارچ" مکمل کر لیا تھا۔ انھوں نے ساحل سندھ پر سرکاری
 احکام کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے تنگ جاکر ٹیپہ گروہ تحریک شروع کر دی۔ مسٹر جناح کو خدشہ
 محسوس ہوا کہ تپہ گروہ کی اپنی پرجوش تحریک اور حکومت کی طرف سے اسے کچلنے کی کارروائی اس کمزور آئینی جواز
 کو جو انھوں نے اپنی محنت سے چار کیا ہے، یقینی کا ساحل پار کرنے سے پہلے ہی چاہ کر ڈالے گا۔ انھوں کوئل میز
 کانفرنس کی تاریخ کا اعلان کیوں نہیں کرے گا؟ ان کی قانونی بصیرت نے محسوس کیا کہ واکس رائے اس مطالبے سے
 پیچھے ہٹنے کے بجائے تلاش کر رہا ہے جو اپنی مشکل سے سیاست دانوں اور اس کے بائیں زبانی طے پایا تھا۔ جی پکارا
 کی اپیل کے سلسلے میں مصداقیت کی خاطر، انھوں نے ۶ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرکٹ ہاؤس ٹھکرے واقعہ رائے کو خط
 لکھا۔ واکس رائے کی طرف سے دو پتے کے بعد جواب دیا گیا، مکمل میز کانفرنس اکتوبر میں منعقد ہوگی۔ "اس
 سے امدادیت کیا گیا کہ" اسلی کا سیشن جبری ہمارے ہوائی میں شملہ کے مقام پر طلب کیا جائے تو کیا ہے گا؟"
 مسٹر جناح کا خیال تھا کہ ایسے سیشن کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ زیادہ تر منتخب ممبران نے کانگریس کی اپیل پر
 اسلی سے استعفیٰ دے دیا تھا، تاہم انھوں نے واکس رائے کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے شملہ سیشن میں شرکت
 پر آمادگی ظاہر کر دی۔

گاندھی نے تنگ سازی کے سلسلے میں سمر مارچ کو احمد آباد میں واقع اسپتہ آشرم سے مارچ کا آغاز کیا۔ وہ
 ۲۴۰ میل کا سفر طے کر کے ہر اپریل کو انڈیا پیپے۔ مسودہ دیا بھری گاڑیوں گاندھی می کے کاموں پر لگی ہوئی
 تھیں، جو سوئی کی بیچوں کی طرح غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے گاندھی کی رہنمائی میں مارچ کر رہے
 تھے۔ گاندھی کی اپیل پر اپریل کو ملک بھر میں ہڑتال کی گئی اور تنگ سے حلقہ قوانین کو پامال کرتے ہوئے
 ساحل سندھ پر جگہ جگہ تنگ سازی لکھنؤ، کچھ اپریل کو سورت میں ایک جیسے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے
 تھا: "میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اسپتہ مصائب و مشکلات پر قابو پانے کے لئے قدم اٹھائیں۔ پس
 ہم نے تنگ سازی کے نتیجے میں حکومت کی اہادہ داری ختم کرنے کے لئے یہ راہ اختیار کی ہے۔" ہر اپریل کی
 ملک گیر تپہ گروہ تحریک کے نتیجے میں زبردست بے گناہی کیفیت پیدا ہو گئی۔ حکومت نے ایک بار بھر اشتہاری
 قوانین کا سہارا لیا اور ہر سنی کو مہاتما گاندھی کو گرفتار کر کے پھانسی "بیرادر اپیل" میں ڈال دیا۔ گاندھی نے

اپنے خطوط میں اس ٹیل کو "پلیس" اور "منہدر" کا نام دیا۔

گاندھی جی کی تقریریں کو ابھی دو پتے بھی نہیں گزروے تھے کہ انہوں نے ۱۸ مارچ کو "کنگریٹ" کے لقب سے خطاب کر کے ایک خط لکھا اور اس کے ساتھ ۱۸ کراٹ شروع کر دیئے۔ انہوں نے اپنے ان "تیارہ نکات" پر پھر سے زور دیا جو ہندوئی میں راجسے میکرو وٹڈ کو پیسے تھے اور جن کی بہت کسا تھا کہ سول فافروائی کی تحریک ختم کرنے کے لئے ان جنگی شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔ ان میں سے پہلی شرط یہ تھی کہ شراب نوشی پر مکمل پابندی لگائی جائے۔ جو قحی شراب کو دو سے تک پر محمول ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ دیگر شرائط کے تحت ہائے اراضی میں "مہائی صد کی" "دھائی بیٹ میں کم از کم مہائی صد کی" "اعلیٰ حکام کے مشاہدوں میں مہائی صد کی" "سیاسی قیدیوں کے لئے عام سٹائی اور پھیس کے کریم اٹھیلی جس طرح کو ختم کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ ٹیل میں دینے لگے ایک انکرو میں انہوں نے کہا:

"میں نے جو قدم اٹھایا اسے غیر دانشمندانہ غلطیوں لینے کے حوالہ قرار دیا جاتا ہے۔ نام یہ ایک قابل توجہ غلطی ہے۔ غلطیوں میں بغیر کوئی عظیم مقصد حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ میں ایک رجائیت پسند ہوں۔ اپنی چالیس سالہ جدوجہد کے دوران مجھے بار بار کہا گیا کہ میں بائسن کے حصول کی کوشش کر رہا ہوں "بائسن میں" عیش اس کے برعکس ثابت کر دکھایا۔"

ماتھا گاندھی کے اس اعلان کی پریس میں اشاعت کے فوراً بعد سپر اور "تیارہ نکات" نے واٹر رائے کی فنی منظوری کے ساتھ اپنا "اس مشن" شروع کر دیا۔ جناح کی توقع تھی کہ گاندھی سیر کانفرنس کے موقع پر اردن کسی نئی کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ وہ اس کانفرنس کو اپنے لئے سیاسی روشنی کی واحد کن سمجھتے تھے۔ اس موقع پر انہوں نے واٹر رائے کو لکھا: "میں اس بارے میں بہت پریشان ہوں کہ جن نمائندوں کو دعویٰ کیا جا رہا ہے ان کے ہم راستہ کے آخری تجربے کے شروع تک شائع نہیں ہونے چاہئیں۔ میں تب سے یہ درخواست بھی کروں گا کہ دعویٰ کی لمرست "ناموں کا حتمی فیصلہ کرنے سے قبل" مجھے دیکھنے کا موقع دیا جائے تاکہ میں حساب جملہ پیش کر سکوں۔ بہر حال اس بارے میں آخری فیصلہ آپ ہی کا ہو گا کہ کن لوگوں کو دعوت دی جائے اور یہ اس وقت کیا جاسکتا ہے جب میں شملہ میں ہوں گا۔" واٹر رائے کا اصرار تھا کہ جوائنٹی میں اسمبلی کا اجلاس شملہ میں ہونا چاہئے۔ ستر جناح کا مشورہ اس کے برعکس تھا۔ یوں اردن کے ساتھ جناح کا تعلق روز بروز قریبی ہو گیا۔ اگرچہ عیش یکساں نہیں رہا۔ دینے والے پہلے خوش پوش و خوش مزاج اور ناہری عکاسات کا لٹا دیکھنے والے ان دونوں افسانوں میں اتنی گہری یکسانیت تھی کہ گاندھی ایک دوسرے کے لئے کشش محسوس کرتے تھے اور گاندھی انشمال میں آ جاتے تھے۔ سپر اور جناح نے ۲۳ مارچ کو برطانوی ٹیل میں گاندھی سے ملاقات کی۔ ملاقات ٹیل میں سوئی حال اور جواہر لال کے نام ایک نوٹ لکھا "جس میں کیا گیا تھا: "میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اگر گاندھی سیر کانفرنس کو محض ان شخصیات پر خود خوش تک محدود کر دیا گیا ہو تو حکومت کو اعتباری کے مسئلے میں ضروری ہوں۔ تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ اگر کسی نے وہاں آزادی کا سانچہ اٹھایا تو اسے نگرانہ نہیں کیا جائے گا۔ میں کانفرنس میں شرکت کے بارے میں کانفرنس کے موقع کی اس وقت تک توقع نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کی عمل تکمیل کے بارے میں مجھے مطمئن نہیں کیا جاتا۔"

گاندھی نے اسی بن موقی لال خٹو کو ایک نود خط بھیجا جس میں لکھا گیا تھا "ملاشبہ میری پوزیشن جی ٹاکنٹ ہے۔" تاہم ہوا پر لال کی رائے قطعی ہوئی چاہئے۔ آپ اور میں اسے مشورہ دے سکتے ہیں۔" اس کے بعد سپرد اور ریکارڈ ۸۶۲ جرنالی کو نیچے ٹیل میں موقی لال اور ہوا پر لال سے ملے موقی لال کی صحت جان میں ان کی امیری کے بعد سے خراب ہوئی جا رہی تھی۔ مذکورہ بالا دونوں ملاقاتوں کے ساتھ انخروج کے دور ان بھی انہیں شدید غارتھا۔ پتا چپ اسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔

اسن مذاکرات

۲۸ جولائی کو اردن نے جناح کو مطلع کیا کہ لبر مور منٹ نے لبرل اور کنزرویٹو پارٹوں کو بھی کانفرنس میں نہ لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جناح نے جواب میں لکھا: "میں ایک بار پھر آپ کو یاد دلاؤں گا، جیسا کہ میں نے شملہ میں عرض کیا تھا کہ کانفرنس کی کامیابی کے لئے آپ کا لندن میں موجود ہونا بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مزید سیاسی قیدیوں کی رہائی پر زور دیا۔ خصوصاً خان عبدالغفار خان کے بارے میں، کیونکہ کانفرنس کے لئے صوبہ سرحد سے جو لوگ ہمارے گئے تھے ان میں خان صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ وہ زیادہ انگریزی نہیں جانتے تھے، تاہم چھانوں کے برادر عزیز، رہنا تھے۔" لیکن یہ عرض بعد وہ انگریس کے مقرر اتحادی بن گئے اور "سرحدی گاندھی" کے نام سے شہرت پائی۔

پہلے ۲۸ اگست کو نیچے ٹیل میں موقی لال اور ہوا پر لال کو بتایا کہ اردن کو انہیں پناہ دینے اور گاندھی سے ملاقات کرنے کا موقع دینے پر کوئی اعتراض نہیں۔ دو دن بعد ایک خصوصی خبر انہیں پہنچ گئی۔ اس سے حذر اگست تک سپرد اور ریکارڈ کی موجودگی میں نیچے ٹیل انگریس، جنہاؤں نے چاروں خیال کیا۔ وہ انک کیپٹی کے بعض دیگر ممبران جنہوں میں لال اور سرحدی نایڈو بھی مذاکرات میں شامل ہو گئے، لیکن کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ہوا اگست کو ان کے خاتمہ کا اعلان کر دیا گیا۔

سفر جناح کو اپنی کانفرنس کی ناکامی پر بڑا دکھ ہوا تھا، جب ہوا اور نیچے ٹیل میں ہونے والے مذاکرات کی خبریں ان کی نظر سے گزریں، جن میں مسلم ایک شامل نہیں تھی، تو ا لال ان کی تشویش میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے ہوا اگست کو اردن کے نام ایک اور مراسلہ لکھا جس میں اسے مشورہ دیا گیا کہ ہندوستانی قوم پرستوں کے ساتھ ملنے وقت وہ زیادہ احتیاط ہی اور سختی کا مظاہرہ کر لیا۔

سفر جناح نے واٹر رائے اور نیچے ٹیل تک فیٹ کا سارا بوجھ اٹھایا تھا۔ وہ نہ صرف مسلم اقلیت، ہندوستان کی پوری قہادی، "عظیم طاقت" بلکہ پوری دنیا کے مفادات کا تحفظ کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے گئے تھے۔ ان کے خیال میں ہوا پر لال سوا ایک خطرناک نو جوان انقلابی تھا جس کے فیصلوں پر مجبور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ گاندھی کو مدافعی لحاظ سے بالکل غیر حوازن سمجھتے تھے۔ وہ اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ یہ اور نیچے ٹیل میں گاندھی کے ساتھ بے مقصد ملاقات ہے بعد موقی لال کا خط اور نیز ہو گیا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ یہ ذمہ ضروری قوت فیصلہ خود انہیں کے حق میں ہے جس پر گاندھی نے آواز کی کال کا فیصلہ لگا کر عوام کو اپنے پیچھے لگایا ہے۔ "اسن مذاکرات" سے مجبورہ اور لا تعلقی وہ اس وقت "اساس" ہوا کہ ہندوستان کی دنیا ان کے لئے تویب

اور انجینیئر بن چکی ہے۔ اب ان کی آخری امید لندن میں ہونے والی گول میز کانفرنس سے وابستہ ہونے کے رویے
 لارڈ ایلون نے ۸ اگست کو شملہ کے واقعہ نیل لاج سے ہر طور پر انکار کے ہم نوا کیا:
 ”مجھے اندیشہ ہے جیسا کہ آپ خود بھی تسلیم کریں گے کہ آپ نے رضا کارانہ طور پر جس کام کا بیڑا اٹھایا
 ہے کانگریس لیڈروں کی طرف سے موصول خط نے اس کام کو آگے بڑھانے میں کوئی مدد نہیں دی۔ اس خط
 میں اقتدار کردہ لیڈ اور اس کے معاونات دونوں بائیس کن ہیں۔ کانگریس کی پالیسی سے ملک کو جو زیادہ سے
 نقصان پہنچا ہے ان لیڈروں نے اس کا قصداً احساس نہیں کیا۔ اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ ان کی پیش کردہ تجاویز
 تفصیل کے ساتھ غور کرنے سے کوئی ناکارہ نتیجہ برآمد ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ کانگریس لیڈروں سے دوبارہ
 انہیں کے زیرِ نظر ان پر واضح کر دیں گے۔“

”اسی مذاکرات“ کا پہلا دور اس طرح اختتام کو پہنچا کہ ایلون نے یکم جنوری کو جناح کے نام خط میں اپنا پتہ
 اردو ظاہر کیا۔ ایک ہفتہ بعد جناح کی طرف سے جواب دیا گیا اس کے مطالبے سے ایسا مترج ہونا ہے جیسے
 کسی المیہ نے اپنے ماتحت کے نام چھٹی لکھی ہے:

”مجھے آپ کا یکم جنوری کا خط ملا۔ میں اس کے لئے آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ محفل آپ کو اطلاع دینے
 کے لئے چند طرزیں تھ رہی ہیں کہ میں اپنی پیشہ وارانہ مصروفیت کے تحت آج صبح جا رہا ہوں اور وہاں
 سے ۱۸ کو واپس پہنچی آؤں گا۔ میں نے اس حقیقت کے پیش نظر کہ کانفرنس وسط نومبر تک نہیں ہو رہی اپنی
 روانگی کے لئے ہر امکان کی تدبیر ضرور کر دی ہے۔ جاتی باتیں میری دہلیسی ہوئی گی۔“

انہیں اپنے سفر روانگی سے پہلے بہت سے امور غمازے تھے کیونکہ ان کے لئے اب ان کے پاس صرف ایک مہینہ رہ گیا تھا۔ لندن سے واپسی اور پہنچنے میں قیام کو ۳۵
 سال ہو گئے تھے۔ جوانی میں فنکاری کے خواب دیکھنے والا اب بستی کے کامیاب ترین وکلاء میں سے ایک
 واقعہ رائے کا گما دوست اور وزیرِ اعظم کا معتد رفیق بن چکا تھا۔ اب وقت آگیا تھا کہ وہ واپس لندن جائے۔
 سیاست سے حقیقی معنوں میں دستبردار ہونے کے لئے نہیں بلکہ ایک ایسی فضا میں آباد ہونے اور اس سے لطف
 اندوز ہونے کے لئے جو ہندوستان کے ماحول سے بیکر مختلف اور بدتر جہاز تھی۔ اپنے فنی معاملات میں پیشہ کی
 طرح مگلا رہنے والے جناح نے روانگی کے وقت اپنے آئندہ منصوبوں کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ واقف کاروں نے
 کیا سمجھا کہ گول میز کانفرنس میں جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں جبکہ انہوں نے شیعہ قانون میں اگلی میز میز پر
 قدم رکھنے کا حزم کر لیا تھا۔ اب برقی ایئر بیڑی اعلیٰ ترین حدالت۔۔۔ پر چڑی کو نسل۔۔۔ میں پرچس کرنے
 چاہ رہے تھے۔ وسط اگست میں انہوں نے ڈاکٹر اقبال کو دعوت دی کہ وہ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت
 کریں جس میں وہ خود شریک نہیں ہو سکیں گے۔ وہ اپنے مسلمان ساتھیوں سے بھی ای قدر بائیس ہو چکے تھے
 جتنے ہندوؤں سے۔ مسلمان صحیحاً کسی ایک مسئلہ میں بھی شوق نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ بائیس، جھڑوں اور نہ ختم
 ہونے والی بحث سے بچ آچکے تھے۔ اس لئے انہوں نے گول میز کانفرنس کے بجائے مستقل طور پر لندن منتقل
 ہونے کی ضمانت لی۔

دسواں باب - لندن میں قیام اور پریکٹس ۳۳-۱۹۳۰ء

پہلی گول میز کانفرنس

مسٹر جناح سر انور کوہلی ایڈووکیٹ کے جہاز ”والٹر رائے آف انڈیا“ کے ذریعے بمبئی سے روانہ ہوئے۔ جارج ہگم نے سر نوہر کو باؤس آف لارڈ لیکے وسیع ہال میں پہلی گول میز کانفرنس کا افتتاح کیا۔ کانفرنس میں کل ۱۵ مندوبین شریک ہوئے جن میں مسٹر جناح، آغا خان، سپو اور بیکار جیسے چوٹی کے سیاستدانوں کے علاوہ ریاستوں کے ۱۴ نمائندے شامل تھے۔ جن میں صدر اجے آف بھیل، ”بھوہا“ بھوپال اور انور کے نام قابل ذکر ہیں۔ برطانوی وزیر اعظم میکڈونلڈ کے ساتھ ساتھ دولت مشترکہ میں شامل ملکوں کے وزراء نے اعظم بھی افتتاحی تقریب میں موجود تھے۔ جارج ہگم کے مختصر خطاب کو حاضرین نے کھڑے ہو کر سنا۔ جارج ہگم کے پہلے جانے کے بعد اب ان راجگان کے ہاں مسٹر صدر اجے بھیل نے وزیر اعظم میکڈونلڈ کا نام صدارت کے لئے تجویز کیا۔ آغا خان نے اس کی تائید کی۔ یوں کانفرنس کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوا۔ ہندوستانی مندوبین میں سے لبرل لیڈر وی ایس سہی نواس شاہجہانی نے سب سے پہلے خطاب کیا۔ اس کے بعد ۱۹ مسلم مندوبین کے ترجمانی کی حیثیت سے مسٹر جناح کو تقریر کی دعوت دی گئی۔ ”کانفرنس“ کی دہ رات کے مطابق انہوں نے پہلی تنازعہ تجویز پیش کرتے ہوئے کہا: ”ہنداب صدر ایس خوش ہوں کہ آپ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ برطانوی حکمرانوں اور مذہبی کی طرف سے وقتاً فوقتاً اس نوعیت کے جو احکامات کئے گئے کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کا کام وہاں کے لوگوں کو حکومت خود اختیاری کے لئے تیار کرنا ہے، بالکل صاف اور واضح تھے لیکن میں ذرا دے کر کہوں گا کہ ہندوستان ترقی کرتا ہے کہ آپ ان احکامات کو مکمل جامہ پہنایا جائے گا۔“

یہ پہلی ان انجمنوں میں سے زیادہ پر شکوک تھا، جنہاں سے پہلے انہوں نے خطاب کیا تھا۔ جناح کے لئے یہ بالکل حقا کہ وہ شاعری کی طرح اپنی تقریر میں خوشامد اور چال بازی کرتے، کام کی بات نہ کرتے یا اس تاریخی موقع پر کوئی تاریخ ساز ٹھیکڑا پیش نہ کرتے۔ اس سے پہلے جن دلیان ریاست نے خطاب کیا، ان کی تعداد دو دہائی جہلوں اور تھروں سے بھری ہوئی تھیں، لیکن جناح کی تقریر ہم ٹیل کی طرح تھی۔ تقریر کے آخر میں انہوں نے کہا ”میں کانفرنس میں دولت مشترکہ کی دو مینوں کے درمیان اعظم اور لائسنس کی سوجوگی کا طرہ مقدم کرنا ہوا۔ مجھے خوش ہے کہ وہ جہاں ایک نئی ذہنیں آف انڈیا کے نام کا مقابلہ کرنے کے لئے موجود ہیں۔“ سر برطانوی دولت مشترکہ میں ان کے شانہ بشانہ درجے کے لئے تیار ہے۔ کیا سامعین میں سے کسی نے بھی یہ سوچا کہ مسٹر جناح کی جہل مقصود ایک ایسی ذہن کی قیادت کرنا ہے جس کا وجود دود تک کسی نظر میں آ رہا تھا؟

مرا کہ پہلی جو جناب اور جی کے گورنر دے چکے تھے اور کانفرنس میں حکومت ہند کے سینئر مشیر کی حیثیت سے شرکت کر رہے تھے، قریباً ان لوگوں میں سے ایک تھے، جو جناح کی فرست وورد جی کا اندازہ لگانے میں ناکام رہے۔ انہوں نے وائٹ ہال سے لارڈ اوری کو مطلع کیا۔

”مجھ کو یہ طور پر اس وقت سلطان شہنا خاں سے حوہ نظر آتے ہیں۔ آغا خان نے ان کی رہنمائی نہیں کی بلکہ

اکثریت کی پیروی کرنے کو بہتر سمجھا۔ بلاشبہ جہاں پر اس بارے میں بحث الگ و شبہ کیا جاتا ہے۔ کانفرنس کے آغاز میں اس نے وہ کچھ نہیں کیا جس پر ان کی جماعت نے اتفاق کیا تھا۔ اس نے اپنی تقریر کی ایک نقل کانفرنس سیکرٹریٹ کو پیش دینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ دیگر منصوبوں میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ جہاں بیٹھ ان تمام مباحثوں کی طرح جو ان کے اسلاف سمیت کی مارکیٹ سے خرید کر لے گئے تھے "مکتون مزاحی" اور ہوشیاری سے کام لیتے رہے ہیں۔

کانفرنس کا دوسرا اجلاس ۳۰ نومبر ۳۰ء کو جمرے کے چٹان میں منعقد ہوا۔ قبل ازیں گزشتہ شب مسٹر جہاں سر شیخ اور آغا خان نے سپر شیلڈ 'جیٹار' اور ڈاکٹریٹس کو بلانے سے نواب بھوپال کی قیام گاہ پر طاقت کر کے باہر منتقل کر کے قتل کرنے کی کوشش کی۔ تاہم آغا خان کے بھتیجے یہ شخص "سلی بی آہنگی" تھی "جب کہ جذبات اور نقطہ نظر میں گہرے اور مشکل اختلافات بدستور موجود رہے کوئی غلطی نہ ہوئی تھی۔ جہاں اور ان کے زیادہ تر ساتھی اپنے چہرہ نکات پر مصروف تھے۔ سپر اور 'شیلڈ' ان میں سبکدوش نصف نکات ہانے کو تیار تھے۔ جیٹار اور کوٹنے بھی مساوی نکات قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔

مسٹر جہاں کے نقطہ کے مطابق کانفرنس بہت وسعت اختیار کر گئی۔ جب کہ ابتدائی بیٹھن میں صرف تین دوسرے بیٹھن میں چھ اور تیسرے بیٹھن میں ہار ظہیر کی گھمانی تھی۔ یہ تقریریں انہی طوائف "بھرتی" کے الفاظ سے بھرپور اور فصاحت و بلاغت پر مشتمل تھیں کہ صدر کانفرنس نے اگلے مقررہ ج کے لئے دس منٹ کے وقت کی قید لگا دی "کیونکہ سامعین پر ظاہر ہو گیا تھا کہ ان کا قیمتی وقت اکڑا دہرائے گئے دلا کی پر ضائع کیا جا رہا ہے۔ سپر کے الفاظ میں ان تمام حدود ستانوں کی تعداد کا پانچ سو چھ تھا کہ "سدا مستحکم معرض ظہر میں ہے۔ وہ وقت گزر گیا" جب حدود ستانوں کو تفتیش کی جاتی تھی کہ وہ میرد قتل سے کام لیں۔ "دلیان ریاست کی تمام کی کرتے ہوئے حدود کے گائیڈ اڈے اس سے بھی زیادہ صاف کوئی سے کام لیا۔ یہاں تک کہ سر شیخ نے بھی مزید "آخری اقدامات" سے بچنے کا مشورہ دیا۔ تاہم گھڑ وٹا پارٹی کے وفد کے سربراہ لاڑ پیل نے ان تمام پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا۔ اگرچہ وہ بڑی اہم "نوشہ" والے والی اور بالکل درست ثابت ہو گئی۔ لاڑ پیل نے اصرار کیا کہ پہلے سامعین کشمیر کی سادہ نشانات پر عملدرآمد کیا جائے۔

۳۰ نومبر کو مسٹر جہاں نے صرف دس منٹ خطاب کیا۔ انہوں نے لاڑ پیل کو برادر دست خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سامعین کشمیر کی رپورٹ ہے جان ہو چکی ہے۔ پھر انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں وہ دلائل پیش کئے جو بعد ازاں حصول پاکستان کی قسم میں ان کی طرح کئی کا کافیادی ستون بن گئے۔ ایچ این راجے نے بعد میں لکھا کہ جب میں نے مسٹر جہاں سے پوچھا "آپ کو پاکستان کا خیال پہلی بار کب ہو سکا" انہوں نے جواب دیا: "۳۰ نومبر"۔ تاہم اس امر کی کوئی واضح شہادت موجود نہیں کہ اس وقت تک انہوں نے اپنی جدوجہد کی بابت حیدر گئی سے نہیں سوچا تھا۔ بہر حال نومبر ۳۰ء میں انہوں نے وہ نکات کی وضاحت کی اور اپنی آنکھ پائیس کے بارے میں دہرائے دانے کا اظہار کیا۔ "مجھے یہ کہنے میں کوئی ہلک نہیں کہ برطانیہ حدود ستان میں تجارتی اور سیاسی نوعیت کے مفادات رکھتا ہے" اس لئے وہ اس مسئلہ کا فرق ہے۔ حدود ستان کے آنکھ آنکھ سے گہرے داخلی رکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں ہمارے مخالفت برطانیہ سے کسی

زادہ اور انسانی اہم ہیں۔ برطانیہ کے محض باہمیاتی "تہارتی یا سیاسی مقاصد ہیں" جب کہ ہمارے ہر قسم کے مقاصد ہندوستان سے وابستہ ہیں، جہاں تک لڑائیوں کا تعلق ہے۔ یہاں میز کے گرد چار بڑی پارٹیاں بیٹھی ہیں۔ دو برطانوی حکومت ہند کے دایمان ریاست ہند اور مسلمان ہیں۔"

مسٹر جناح نے بہت پہلے مسلمانوں کے خصوصی مقاصد "ضروریات" مسائل اور مطالبات کا اور ایک کر لیا تھا۔ لیکن یہ ان سے پہلے جواز تھا جو ان کی پاکستان حکومت عملی کا بنیادی پتھر بن گیا۔ یعنی "مسلمان" ہندوستان کے آئینی مسئلے میں ایک پارٹی ہیں "ایک طبقہ جاک ہیں" جو ہندوئیں دایمان ریاست اور برطانیہ سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں "اگرچہ تو ان میں ان سے کم اور اثر اور سوخ کے لحاظ سے غیر اہم ہیں۔ ان کا جیسا کہ وہ سراغ دے رہے ہیں اہم تھا لیکن اس کی حیثیت ایک دشمنی کے زیادہ نہیں تھی "جن لوگوں نے ان کی تقریر سنی انہوں نے اس دشمنی کو "سودا بازی کرنے والے کی زبان" قرار دیا۔ انہوں نے شرکاء کاغزوں کو خیرباد کیا کہ اگر یہ گول میز کانفرنس ہندوستان کی امتگوں کے مطابق کسی سمجھوتے پر نہ پہنچ سکی تو پھر کہہ دو مسلمان اور دوسرے لوگ جو اب تک الگ تھلک رہے ہیں "تحریک عدم تعاون میں حصہ لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

اس کے بعد مسٹر جناح نے یہ "اہم اصول" بیان کیا جس کے بارے میں انہوں نے توقع ظاہر کی کہ کانفرنس کے انگریز ممبران اچھی طرح یاد رکھیں گے۔ "ہندوستانی اپنے گھر کے خود مالک بننا چاہتے ہیں۔ میں کسی ایسے دستور کا تصور نہیں کر سکتا جس میں ملک کو چلانے کی ذمہ داری ایسی کمپنی کو نہ سونپی گئی ہو جو منفقہ کے دہندہ ہو ایسا ہو۔ یہ وہ کم سے کم مطالبہ ہے جس کی تکمیل سے لندن آئے ہوئے ہندوستان کے سیاسی لیڈر اور برطانوی ہند کی جیلوں میں بند ہزار ہا لوگوں مطمئن ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے میکڈونلڈ کو یاد دلایا کہ وہ مثال پتھر لیبر کانفرنس میں مستقبل کے وزیر اعظم نے اعلان کیا تھا۔ "مجھے امید ہے کہ آئندہ چند صدیوں میں 'سائوں میں نہیں' برطانوی دولت مشترکہ میں ایک نئی ذہنی کا اضافہ ہو جائے گا۔ میری مراد ہندوستان سے ہے۔" مسٹر جناح نے زور دے کر کہا: "۱۹۴۸ء سے اب تک دو سال گزر چکے ہیں۔"

مسٹر جناح دفاق کے لئے آئینی کا ذخیرہ مرتب کرنے والی اس سب کمیٹی میں شامل تھے جس کی سربراہی علی کر رہے تھے۔ سر شریلیک سیت میں انہوں نے کمیٹی پر یہ واضح کیا کہ ایسا کوئی دستور قابل عمل نہیں ہو گا جس میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو احساس قحط و سلاطین فراہم کرنے والی ضمانت شامل نہ ہوں۔ "۱۹۴۷ء اور صدر دسمبر کو ہندو مسلم تنازعہ کے حل کے حلقے میں لندن کی ہر کوشش کی ناکامی کے بعد نیلی نے لندن کو رپورٹ دی۔" اس حلقے میں آخری میٹنگ وزیر اعظم کی دیکھا رہا کئی گاؤں "پنچنگڑ" میں منعقد ہوئی۔ جس کے لئے مسلمانوں اور ہندوئیں کو بوسوں کے ذریعے وہاں پہنچایا گیا۔ میں نے گزشتہ رات ان میں سے بعض کے ساتھ بات چیت کی۔ جہاں تک جیسا کوئی کرنے کا تعلق ہے "ہمارا مقصد ہے کہ مسلمان جداگانہ انتخاب سے دستبردار ہو جائیں گے۔ تاہم وہ انتخاب اور نکال میں برائے نام اکثریت اور دوسرے صوبوں میں مقامی اکثریت حاصل کر لیں گے۔ نیلی کی فہم کو نکالیں لیکن از وقت حاجت ہو گئی۔ مسلمان ہندوستان سے والے گئے جدید شدہ دہانے کے قتل جو ان کے انتخابات سے دستبردار ہونے پر تیار نہ ہوئے۔ انہوں نے نہ صرف مذکورہ مطالبات پر اصرار قائم رکھا بلکہ وہ ان تمام شرائط پر ذمہ گئے جو ان کے چھوڑ نکات میں شامل تھیں۔ دوسری طرف اکثر گروہ کی تہارت میں

ہندو اس سمجھوتے سے کھر گئے جو حجہ خانات کے بارے میں ہوا تھا۔ اس طرح "عمل بخوان" پیدا ہو گیا۔
 راسزے میکڈوئل نے اس مسئلے سے انگریزوں کو دلجوداشت ہو کر اس نے لارڈ کننگھم کو جو ان دنوں کینڈا میں گورنر
 جنرل تھا، واپس ہندوستان بھیجے کہ فیصلہ کر لیا۔ وائسرائے کی حیثیت سے لندن کی میڈیا پر ایل ۱۳۱ میں ختم ہونے
 والی تھی، لیکن برطانوی وزیر اعظم نے ۳۰ ستمبر ۱۹۰۲ء کو حکومت کینڈا کو کننگھم کی بہت فیصلے سے آگاہ کیا۔
 وہ کننگھم جنگ عظیم اول کے دوران بمبئی کا گورنر رہ چکا تھا اور اس زمانے میں مسٹر جنرل کی اس کے ساتھ
 ان میں ہو گئی تھی۔ حسب ہجو گرام ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۳ء تک وائسرائے رہا۔ حسن اتفاق سے مسٹر جنرل نے یہ
 سارا عرصہ لندن میں گزارا۔ اگرچہ وہ حراج اور ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے اب ۱۹۰۸ء کے فوجیوں قوم
 پرست انتظامی لیڈر نہیں رہے تھے، جس نے کننگھم کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کی قیادت کی تھی۔ جنرل کے
 متعلق کننگھم جو تاثرات رکھتا تھا، ان کے بارے میں اس قدر کہنا کافی ہو گا کہ اس نے انہیں جو انکٹ سمجھتی ہے
 ایک تنگ دیکھا، جسے آخری گول میز کانفرنس کی تجاویز کو ایک نئے طرز کی صورت میں مدون کرنے کا کام سونپا گیا
 تھا۔ اگرچہ کننگھم کے دور حکومت میں مسٹر جنرل نے لندن میں قیام کو ترجیح دی، تاہم وہ گاہے گاہے غلط دہلی
 اور بمبئی کے پھر گاتے رہے۔

پاکستان کا تصور پیش کیا جا رہا ہے

راسزے میکڈوئل کی طرف سے فرقہ وارانہ مسئلے کے حل میں بالائی کی خبر بھی کینڈا پہنچی تھی کہ مسلم لیگ
 کے سالانہ اجلاس کی تاریخ سر آگئی۔ یہ اجلاس ۲۹ اور ۳۰ ستمبر کو الہ آباد میں ہوا جس کی صدارت اردو کے
 صوفی شاعر و لائبریریئر اقبال نے کی۔ وہ "ملکن امن" کے ہر سفر تھے، انہوں نے اعلیٰ تعلیم پینل برک میں نہیں
 پائی تھی اور ریٹیل کلچر آکسفورڈ کے گریجویٹ تھے۔ ان کا ہنڈا مذہب کی طرف بہت زیادہ تھا اور پنجاب کی
 سیاست میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ۱۹۰۶ء سے ۱۹۳۰ء تک پنجاب اسمبلی کے رکن رہے۔ الہ آباد سیشن میں
 انہوں نے پہلی بار دو قوی نظریے پیش کیا اور دعویٰ کیا کہ ہندو مسلم تادم پر کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ
 ابھی تک انہوں نے دونوں قوموں کی عملی علیحدگی کا چار نہیں، تاہم یہ بات زور دے کر کہی کہ جس وقت کے
 پورے اصول کا ہندوستان پر اسحاق نہیں ہو سکتا، جب تک فرقہ وارانہ گروہوں کی حقیقت کا اعتراف نہ کیا جائے۔
 اس لئے مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ ان کے لئے ہندوستان کے اندر مسلم امڈا کا قیام عمل میں لایا جائے، بالکل
 درست اور جائز ہے۔ ایک قدم اور آگے بڑھا کر انہوں نے کہا: "میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ
 اور بلوچستان کو ایک ریاست کی صورت میں متحد دیکھنا چاہتا ہوں۔ جسے برٹش امپائر کے اندر یا اس کے باہر
 حکومت خود اختیاری حاصل ہو۔ شمال مغرب میں مسلمانوں کی مذکورہ ریاست کی تشکیل مسلمانوں میں تمام از
 کم شمالی مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کی آخری حریف بنتی ہے۔" اقبال گول میز کانفرنس کے بارے میں زیادہ
 امید نہ تھے۔ اپنی تقریر کے آخر میں انہوں نے راسزے میکڈوئل پر بحث چھی کرتے ہوئے کہا کہ "اس نے یہ تسلیم
 کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ ہندوستان کا مسئلہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے۔"

حماد خٹری ۱۹۳۱ء کو کشا خان، مسٹر جنرل اور سر شلچے نے راسزے میکڈوئل سے ملاقات کر کے اسے خبردار کیا

کہ اگر حکومت کے پالیسی بیان میں اقلیتوں کے لئے تسلی بخش تخففات کا اعلان نہ کیا گیا تو مسلم منصوبہ سازوں کے اندر کدو راج کے لائحہ عمل کا نتیجہ نکلیں گے۔ کافی دوار کا واس کھتا ہے۔ ”راہزے میگزین انڈیا نے کانفرنس کے دوران اب تک جناح کا تعاون حاصل کرنے کی ہنسی کی تھی۔“

ایک موقع پر ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے میگزین انڈیا نے کوٹ:

”ہندوستان میں متوقع تبدیلیوں کے پیش نظر حکومت برطانیہ کو ایسے ممتاز ہندوستانیوں کی تلاش ہوگی جن کی بحیثیت صوبائی گورنر تقرریاں کی جاسکیں۔“ اس تجویز کا واضح اشارہ ہے تھا کہ مسٹر جناح کے لئے صوبائی گورنر بننے کا شاندار موقع ہو گا اگر وہ خود کو حکومت کا نائب اور معاون ثابت کریں۔ جناح نے فوراً جواب دیا ”میری اپنی خدمات فروخت کے لئے دستیاب نہیں۔“ یوں انہوں نے میگزین انڈیا کی وٹکنس ہنسی بے انتہائی سے ٹھکرا دی۔ ان کے نزدیک اس کی بحیثیت سیاسی رشتہ سے زیادہ نہ تھی۔

اس وقت قانون پر مسٹر جناح کا سختی سے عمل ان کے ناقابلِ بکاڑ ہونے کی طرح اہم عامل بن چکا تھا اس نے لندن میں مسلمان وفد کی اور ہندو ازاں پر رے مسلم ہندوستان کی قیادت کرنے میں جی مدد دی۔ پہلی گول میز کانفرنس کے اختتام پر مسلمان وفد پر جانے کے لئے جناب تھا کہ انہیں میں اقلیتوں کے لئے کون سے تخففات شامل کئے جائے والے ہیں۔ اس مسئلے میں آغا خان کو ایک خط موصول ہوا۔ وفد نے فوری طور پر ان کے کمرے میں جمع ہو کر اس پر غور کیا اور مسٹر جناح کے آنے سے پہلے ’یو لٹ آئے تھے‘ اس کی حکمرانی دے دی۔ انہوں نے خط کا بغور مطالعہ کیا اور ایسی غائی کی کتاب دے دی جس کے ہوتے ہوئے کچھ باقی نہیں رہتا تھا۔ ایف ایس غائی نے اس سب پر اپنی بھروسہ دینی کہ کچھ تسلیم کیا گیا تھا۔ اس کو آخری پر سب دیکھ رہے تھے ’تجربہ پر ناکارہ مسلمانوں نے اپنی قوم کے لئے ۳۳ میں سے ۳۲ پر بخش حاصل کر لئے۔“

اس طرح مسلمان وسط ہندوستان میں کانفرنس کے اختتامی سیشن کے موقع پر ایک جہاں ہو گئے اور انہوں نے اقلیتوں کی سب کچھ کے آگے اپنی آخری وٹکنس دکھ دی جس میں ایک تو یہ تجویز کیا گیا تھا کہ پنجاب میں ہندو، سکھ اور مسلمانوں کے بائین برہمنی (مسادات) ہونی چاہئے۔ دوسرے بنگال میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو مساوی حیثیت ملنی چاہئے۔ تیسرے دونوں متعلقہ تجویزیں پنجاب کے عسکوں اور بنگال کے ہندوؤں نے قبول نہیں کیں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اختتامی سیشن میں جناح ’شیخ یا آغا خان میں سے کسی نے بھی تقریر نہیں کی۔ البتہ شیخ کی صاحبزادی بیگم شامراز نے وزیر اعظم اور برطانوی مینڈیٹوں کا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے صبح و سناٹوں سے ہر تقریر کی اور کانفرنس کی کارکردگی کو ایک ”سنے حمد کے طلوع“ سے تعبیر کیا لیکن جناح کے تاثرات ایسے تھے جودہا نقل لندن آمد کے موقع پر انہوں نے کانفرنس سے جو امیدیں وابستہ کی تھیں وہ بری طرح ٹھک رہی تھیں اور ہندو مسلم تصفیہ کے عمل کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ انہوں نے قاطع جناح اور اپنی صاحبزادی دینا کو بھی لندن بلایا تھا تاکہ وہیں ان کے ساتھ قیام کریں۔ اب مسٹر جناح نے ایسے مکان کی تلاش شروع کر دی تھی جس میں بچوں کے لئے رہ سکے۔ وہ ایک کو اقبال اور ان کے بھائیوں کے لئے چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اب ان کی صرف ایک آرزو تھی کہ انہیں رہ گئی تھی وہ تھی پارلیمنٹ کا رکن بننے کی اسٹک خواہ کسی پارٹی کے ذریعے اس میں کامیابی حاصل ہو۔ شاید ان کی سوچ یہ تھی کہ وہ اب بھی مسلمانوں کی خدمت

کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو پوری کو فسل کا نچا تو کمپنیں نہیں کیا، جو ان کے کامیاب کہیں کا مروج ثابت ہو گا۔ انہوں نے جوں جوں ہندوستان کے بارے میں خبریں پڑھیں اور وہاں سے جو اطلاعات موصول ہوئیں ان سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ بحران کے خطرے بہت جلد ہی داخل ہو رہے ہیں۔

مسٹر جٹل نے لندن کے "کنٹر نیبل" میں کراپ پر مجبور حاصل کرنے کے لئے درخواست کی، تاہم انہی دنوں قالی ہوا تھا۔ اس وقت لیبل کے فرانسیسی سربراہان سامنے تھے۔ انہیں جلد ہی "کنٹر نیبل" پر ایک "میں مطلوبہ مجبور ہو گیا۔ تاہم مناسب مکان کے حصول میں کمی سیٹے تک گئے۔ جو کچھ ہندو کے صدیقی ہاتھ کر چھیننے دست دیتے ہوئے ہر کی پسند کا ایک چار چیس حوالہ مکان مل گیا، جہاں انہوں نے کئی سال گزارے۔

لارڈو ٹکٹن نے ۱۸ اپریل ۱۹۳۱ء کو بطور واسر اسے ہندو ملک لایا۔ انہوں نے روایتی سے پشتر اور راج کو اس کے طور مسٹر جٹل کے ہمیں ایک خوشگوار ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں ہونے والی گفتگو کا کوئی ریکارڈ دستیاب نہیں ہوا۔ عام فہم میں ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے درمیان خوش فہم کی بات چیت ہوئی ہوگی، جس میں مسٹر جٹل نے سنے واسر اسے کو مسلمانوں کے معاملات سے آگاہ کیا ہو گا۔ وہ ٹکٹن کے جواب کا بھی بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے، کیونکہ وہ ہر اقلیت کے معاملے میں عد کرنے والا اور مسلمانوں کے معاملات کی حوصلہ افزائی کرنے والا تھا۔ اسے اس بات پر یقین خوش ہوئی ہوگی کہ سیاسی امور میں مسٹر جٹل کی نظریں پختہ ہو گئی ہیں۔

برٹش پارلیمنٹ کا الیکشن لڑنے کی خواہش

ابتداء میں جٹل کو توقع تھی کہ وہ لیبر پارٹی کے ذریعے پارلیمنٹ کے ممبر بن جائیں گے، کیونکہ اس پارٹی کا ہر گرام ان کے سیاسی نظریات سے بہت ہم آہنگ تھا۔ تاہم پہلی گول میز کانفرنس میں بعض بنیادی مسائل پر انہوں نے ہم تعاون کے جس دعوے کا اظہار کیا، اسے دانتوں سے چبھتا لہنے پر آمسوس کیا اور مسٹر جٹل کے لئے اس کی ہر دیریاں خاص بن گئیں اور جوں تک یہ فہم آگئی کہ وہ مسٹر جٹل کی کوئی مدد کرنے کو تیار نہ تھا۔ حتیٰ کہ انہیں ملاقات کا وقت دینے سے بھی انکار کر دیا۔ مسٹر جٹل اس وقت تک قادیان سرکاری میں شمولیت اختیار کر چکے تھے، لیکن لیبر پارٹی کی قیادت اب بھی انہیں اپنا امیدوار بنانے پر رضامند نہ ہوئی۔ اس نے انہوں نے لیبر پارٹی سے رشتہ توڑ کر کنر کوٹ پارٹی کا رکن بننے کا فیصلہ کر لیا اور اس مقصد کے لئے تنہا خاں سے ملو او مانگی۔ اگرچہ کنر کوٹ پارٹی دراجی طور پر ہندوستان کے جملہ سیاسی معاملات کے خلاف تھی، لیکن آغا خاں کی طرح جٹل کو بڑی امید تھی کہ وہ اس پارٹی کو کانگریس کے اختلافوں کے دو متقابل مسلمانوں کے معاملات میں دلچسپی لینے پر یقیناً تیار کر سکیں گے۔

لیکن آغا خاں سمیت اعلیٰ سطح کی ہندو سفارش کے باوجود مسٹر جٹل کوئی ایسا حلقہ تلاش نہیں کر سکے، جہاں سے وہ الیکشن لڑ سکتے۔ اگر وہ برٹش پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہو جاتے تو اس امر کا قوی امکان تھا کہ کبھی وہاں ہندوستان نہ جاتے۔ اگست ۱۹۳۱ء میں ایک مقدمہ کی بیرونی کے سلسلے میں انہیں کھنڈ قانا چلا۔ اس دورے میں ایک شام انہوں نے کھنڈ پورہ رشی کی شورشیں یو این کے اجلاس سے خطاب کیا۔ گول میز کانفرنس کی ناکامی اور ہندوؤں کے دعوے سے اپنی باجی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے ماسچین کو بتایا: "میں جلدی میں پکڑ کاٹنے رہے

اور یہاں ہندوستان میں بھی ہمیں پکڑوں پر پکڑ دیئے جا رہے ہیں۔ لیکن اس سیدھے راستہ تک نہیں پہنچ سکے جو ہمیں آزادی کی منزل پر پہنچا دے۔" کھنڈے سے مارا ہو کر وہ شلہ بھی گئے وہاں اسمبلی کے پرانے ساتھیوں سے ملاقاتیں کیں اور آخر میں وائسرائے ونگٹن سے بھی ملے۔

دوسری گول میز کانفرنس

لارڈ امون نے اپنا مدعا چھوڑنے سے پہلے گاندھی سمیت ہزار ہا سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا تھا۔ ۷ مارچ ۱۹۳۱ء کو گاندھی نے ونگٹن کو مطلع کیا کہ اگرچہ کانگریس جنوں میں بہت سے شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں تاہم میں نے دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے کا مقصد ارادہ کر لیا ہے۔ ونگٹن نے ان کے جذبات کا خیر مقدم کرتے ہوئے اپنی طرف سے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہر طرح کے تعاقب کا یقین دہایا۔ وائسرائے نے راجسے میکڈونلڈ کے نام ایک مراسلے میں گاندھی کی ہمت لکھا: "وہ ایک عجیب و غریب قسم کا چھوٹا شیطان ہے جو بیٹھ اپنے مفاد کے لئے کام کرتا رہتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس کے تمام کاموں میں "بنیاد" فطرت اس پر غالب رہتی ہے۔" گاندھی کانگریس کے اکیلے نمائندے کی حیثیت میں لندن روانہ ہو گئے۔ جو اہم رمال ان کے ساتھ جانا چاہتے تھے اور بہت سے دوستوں نے بھی ساتھ سے کہا کہ وہ سو کو ساتھ لیتے جائیں لیکن وہ نہیں گئے۔ مسٹر جناح اوائلی خبر میں دایم لندن آ گئے۔ سٹے پاسپورٹ میں جو انیس ۱۹۳۱ء میں ملا ان کی جانے کو نہ ہندوستان کے بجائے انگلینڈ ورج کی گئی تھی۔ وہاں ایک قریبی بورڈنگ سکول میں داخل کر دیا گیا تھا اور اب فاطمہ جناح اکیلی اپنے بھائی کی واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ کئی ہفتوں کے بعد مسٹر جناح کے لوٹ آنے سے گھری اداسیاں دور ہو گئیں۔ انہی دنوں نیکرٹری آف شینٹ ورج ڈومین نے مسٹر جناح کو دوسری گول میز کانفرنس کی فیڈرل دستور ساز کمیٹی میں شامل کر لیا۔

باد رہے کہ یہ کانفرنس ۷ مارچ ۱۹۳۱ء کو شروع ہوئی تھی تاہم اس میں ان کا کردار پہلی کانفرنس کے مقابلے میں بالکل غیر نمایاں تھا۔ اس دفعہ چارے ہندوستان کی نگاہیں گاندھی پر لگی ہوئی تھیں کیونکہ وہی ہر کمیٹی میں ہندوستان کی نمائندگی کر رہے تھے اور ہر عملی سیشن میں وہی بولتے تھے۔ فیڈرل دستور ساز کمیٹی کا اجلاس ۷ مارچ ۱۹۳۱ء کو لارڈ ساگی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اگلے روز راجسے میکڈونلڈ نے اقلیتی کمیٹی کا اجلاس پھر سے بلایا جس میں گاندھی بھی شریک ہوئے۔ یہ اجلاس دوسرا نمبر تک چلا گیا یہاں تک کہ کانفرنس کا مکمل اجلاس منعقد ہونے کے باعث اس کمیٹی کا اجلاس ختم کر دیا۔

پہلی کانفرنس کی طرح دوسری کانفرنس بھی کوئی نمایاں مقصد حاصل نہ کر سکی حالانکہ اس کے شرکاء میں لارڈ ساگی، مسٹر گاندھی، "سید" امیر اکبر اور دیگر جیسے جماعتیہ و قریب کار لیڈر شامل تھے۔ مسلم وفد اپنے سابقہ مطالبات پر مضبوطی سے ڈھار دیا۔ اگرچہ لارڈ ساگی کی رپورٹ یہ تھی کہ اس کی کمیٹی کے طویل مباحثہ ختم کر کے ایک حل اڑا فیڈرلین کا قیام ضروری تھا لیکن مسلمانوں کی وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے مسٹر جناح نے واضح الفاظ میں اعلان کیا: ہمیں اب بھی اس رائے کا حامل ہوں کہ آل انڈیا فیڈرلین کی اسکیم کے مکمل ہونے میں کئی سال لگ جائیں گے۔ ابھی تک اسکیم کے کسی اہم جزو تکمیل پر اتفاق رائے نہیں ہو سکا ہے۔" سر

شاہنواز بھٹو نے بھی 'جو متحدہ کے امیر ترین جاگیرداروں کا تنظیم پاکستان کے ایک وزیر اعظم (ڈاکٹر افتخار علی بھٹو) کے والد تھے' اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔ راولے پنکھ انڈیا کو آخری تقریر میں اعتراف کرتا ہوا کہ کوئی واضح نتیجہ حاصل کے بغیر کانفرنس ختم ہو گئی ہے۔

مسٹری۔ ڈی۔ برٹا جو ہندوستان کے متحمل ترین فی ملک میں سے ایک اور کانگریس کے حامی تھے، ہم ان کے لئے صنعت و تجارت کی فائدہ رینی کی طرف سے کانفرنس میں شریک ہوئے تھے 'انہوں نے اپنی سادہ گوئی سے کام لیتے ہوئے بتایا: "جو کچھ ہوا ہے" ہم اس سے قطعی مطمئن نہیں ہیں۔" مسٹر برٹا ہندوستانی جیت اور ملک کی اقتصادی صورت حال پر جو نکتہ چینی کرتے تھے 'وہ برطانوی کاؤنڈ کے کسی رکن کی تنقید سے کم نہیں سمجھی جاتی تھی۔ انہوں نے ایسی کی تبادیل پیش کیں 'جن پر عمل کر کے ہندوستان کے سلاطین جیت برطانوی فراہمات میں ۵۰ فیصد تک کمی کی جا سکتی تھی لیکن اس موقع پر انہوں نے 'آنجی' تنقیدات کے خلاف سب سے زیادہ زوردار آواز بلند کی۔ انہوں نے حکومت برطانیہ کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہندوستان کے سرہانے کار کو نظر انداز نہ کرے۔ سرہانے کار ان تنقیدات سے سخت نفرت کرتا ہے کیونکہ یہ اس کے مقابل میں نہیں ہیں 'یہ محض شعری سیاحی داریوں اور ساہوکاروں کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔"

کانگریسی نے کانفرنس سے سب سے آخر میں خطاب کیا۔ کیم دمبراسا کو کو آخری رات کے بعد اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"کانگریس تمام دوسے ہندوستان کے جملہ مفادات کی قدامت کی قادی عینی کرتی ہے۔ یہ کوئی فرقہ وارانہ تنظیم نہیں ہے۔ یہ فرقہ واریت کی مکمل شہ دشمن ہے خواہ وہ کسی صورت اور شکل میں پائی جائے۔ اس کے بلکہ وہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں کانگریس کو فرقہ بین میں سے ایک فرقہ سمجھا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں 'برطانوی عوام اور وزراء کو اس حقیقت کا قائل کر دوں کہ کانگریس اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ کانگریس کل انڈیا سطح کی واحد قومی تنظیم ہے 'جو ہر قسم کی فرقہ واریت سے پاک ہے۔ میری بات پر یقین کیجئے 'میں تسلیم کرتا ہوں کہ مسلمانوں کا مسئلہ موجود ہے اور میں تکرر کرتا ہوں کہ جب تک اقلیتوں کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا 'ہندوستان کو سوراخ نہیں مل سکتا' آزادی نہیں مل سکتی۔ تاہم میں یامیں نہیں ہوں کوئی نہ کوئی دن ضرور آئے گا 'جس دن اقلیتوں کے مسئلہ کا کوئی حقیقی اور دیرپا حل وضع کیا جائے گا۔ میں جہر کرتا ہوں کہ جب تک غیر ملکی حکومت کی شکل میں ایک اقلیت کو دوسری اقلیت سے اور ایک طبقہ کو دوسرے طبقہ سے جدا کرنے والی قوت موجود ہے 'نہ اقلیتوں کے مسئلہ کا دیرپا حل نکل سکتا ہے 'نہ ہی اقلیتوں کے مابین دوستی و خیر کھالی کی فضا قائم ہو سکتی ہے۔ کیا ہندو 'مسلمان اور سکھ اس وقت بھی برسرِ پیکار رہتے تھے 'جب انگریزی حکومت نہیں تھی 'جب انہیں انگریزوں سے سادہ نہیں جدا تھا۔ یہ کوئی زیادہ پرانی نہیں ہے۔

میں یہ کہنے کی جسارت کہوں گا کہ اس کوئی نے انگریزوں کی آمد کے ساتھ ہی جنم لیا۔"

آغا خان ذات خور بنگال یا پنجاب میں مسلم اکثریت کی صحیح طاقت و اہمیت پر یقین نہیں رکھتے تھے 'جیسا کہ وہ قبل ازیں مسٹر جناح کو ایک خط میں لکھ چکے تھے: "اس حقیقت کے پیش نظر کہ مسلم خواتین پر دوسے میں رہتی ہیں اور ان میں سے بہت سی ہنگامہ میں حصہ لیتے پر آمادہ نہیں 'میزبانی کا کام سے بھی مسلمان ہندوؤں کے دست و

ہیں، بعض رجسٹریں انہیں انکثرت دینے سے مسئلہ حل نہیں ہو آتا۔ جناح دوسری کانفرنس اور اس کے نتائج کے بارے میں اور بھی زیادہ باخبر تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے ایک پرانے ساتھی دوست درگاہ اس کو سمجھیں جو نسل میں لگا کر تے ہوئے بتایا: ”اس قسم کی مجبوری سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں؟ اگرچہ بعض عارے باہمی اختلافات کی تلاش و تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے جوش کوئی کی کہ گاندھی کے منظر پر آنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگرچہ انہیں یہ خوف تھا کہ اس کے اور وہ اگرچہ ہوں کو۔“ آخر میں انہوں نے سوال کیا: ”کانگریس کا یہ دعویٰ کہاں کیا کہ وہ مسئلوں کی نمائندگی بھی کرتی ہے۔ مجھے اس کانفرنس سے کچھ حاصل ہونے کی توقع نہیں۔“

وزیر اعظم راجسہ میکڈونلڈ نے اپنے اختتامی خطاب میں گاندھی کو شکر دیا کہ وہ ان جو بحث و مباحثہ ہونے ان سے ہمیں حل طلب مسائل کو فیک طور سے سمجھنے میں مدد ملی ہے۔ فوری اور مثبت اقدامات کے طور پر انہوں نے اپنی حکومت کے دو اہم فیصلوں کا اعلان کیا۔ ایک یہ کہ آئندہ شمال مغربی سرحدی صوبے کو چارے گورنری صوبے کی حیثیت حاصل ہوگی، دوسرے سندھ کو بھیجے سے الگ کر کے نیا صوبہ قائم کیا جائے گا۔ ان دو خصوصی مراعات کے ملنے سے مسلم وفد کو اپنی سیاسی حکمت عملی کے درست ہونے کا یقین آگیا۔ یہ بات الگ ہے کہ آئندہ اختلافات میں شمال مغربی سرحدی صوبہ نے سرحدی گاندھی خان عبد اللہ خان کی قیادت میں مسلم لیگ کے بجائے کانگریس کا ساتھ دے کر ان کی امیدوں پر پانی بکھیر دیا۔

کانفرنس کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہوئے گاندھی نے خواہار کیا: ”جہاں تک میرا تعلق ہے میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم اگلے فیصلے میں جمل سکتے ہم جلد ہی چارے ہونے والے ہیں۔“ واقعی ایسا ہی ہوا، ہندوستان بچنے ہی گاندھی کی کو بھیج میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے برعکس جناح نے برطانوی حکومت پر زور دینا شروع کیا کہ مرکز میں پوری ذمہ داری کے ساتھ ساتھ صوبوں کو مکمل خود مختاری دی جائے کیونکہ یہ بات سامنے آچکی ہے کہ دلیان ریاست کا کسی دقتی انتظام سے متعلق ہونا خارج از امکان ہے۔ انہوں نے اپنے انگریز دوستوں کو مزید حضور دیا کہ وہ فرقہ وارانہ مسئلہ مجبوری طور پر حل کر دیں۔ میں ایسا اس لئے سمجھتا ہوں کہ اگر حکومت نے فرقہ وارانہ مسئلہ حل کر دیا اور اس کے بعد مرکز میں ذمہ داری سونپے کا قہم اٹھایا تو مسلمان اور ہندو دونوں قومیں حکومت کے ظلم کی فاکل ہو جائیں گی اور خواہم اس کے فیصلے پر سر تسلیم خم کر دیں گے۔ اس طرح آئندہ اس مسئلہ سیاسی دسہ کشی کے لئے سانچہ تیار کر دیا گیا جس میں جناح کے آئینی فارمولے کو انگریزوں کی حمایت حاصل رہی، جب کہ گاندھی اور اس کے حامیوں کو شدید اقتصادی حرج و مرج کرنا پڑی۔

اگلے چند سال جناح کی باخبر فوری کے خاصوش ترین اور سیاسی سرگرمیوں سے بھر پور تھی۔ ان کے روزمرہ معمول میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ صبح ۵ بجے بستر کر کے وہ شہر میں واقع اپنے مجسمہ میں چلے جاتے۔ ان کا انگریز ڈرائیور برٹریٹ ان کی کار چلاتا۔ انہوں نے پوری کونسل میں جلد ہی ہم بیہ کر لیا، تاہم وہاں بطور راج کام کرنے کی صورت ان کے دل میں ہی رہی۔ بنگالہ کی طرح انہیں بنگال میں قومیت کی دعوت نہیں دی گئی، جنس جماعت کی روایت ہے کہ پوری کونسل میں جناح کی پیکش اتنی کامیاب نہیں رہی، جتنی کہ انہیں توقع تھی۔ اس نتیجے نے انہیں ۱۹۳۳ء میں ہندوستان واپس آنے کے لئے پہلے ہی تیار کر لیا۔“

وہ گا، اس نے بھی اس کی توقع کی ہے۔ وہ کہتا ہے، ”بچپن ہوئی میں بچے کے دور میں جناح نے اعتراف کیا کہ وہ اپنی قانونی پیکسل سے خوش نہیں ہیں۔ ان کی اصل خواہش تو یہ تھی کہ برابری کو نسل کی جڑ پھیل سکیں میں ایک سیٹ حاصل کریں ڈیپارٹمنٹ کے رکن نہیں۔ دراصل اس میں اس قدر صداقت تھی کہ وہ دوسرے بہت سے دیکھوں کی طرح پریکٹس میں بقیہ کا سیلاب ہوئے۔ تاہم صرف اس قدر مصروفیت ان کے لئے ناکافی تھی۔ بلاشبہ ڈیپارٹمنٹ کی مہمیں ان کا سناٹے حضور تھا لیکن ان کے لئے کسی جیلے کا دروازہ نہیں کھلا۔ اگر برابری کو نسل کی جڑ پھیل سکیں میں انہیں کوئی سیٹ مل جاتی تو وہ اس سے بھی جلدی بیزار ہو جاتے۔ ایک سال سے کم عرصے میں انہوں نے سمیٹ ڈیڑھ کا ایک ایک ایچ قد سوں سے باپ ڈالا ہو گا اور لندن کے بریسپی اور کچھ دوسری جگہں میں کھانا کھا چکے تھے۔ گورنمنٹ ایڈ کا فیملی اب بھی ان کے لئے باعث کشش تھا اور آکسفورڈ یا کیمبرج کے پرائیویٹ دوستوں سے ملاقاتیں بھی اپنے اندر دلچسپی کا سامان رکھتی تھیں۔ اس کے باوجود ان کی صلاحیتوں کو تحریک دینے والی کوئی سرگرمی موجود نہیں رہی تھی۔ ان کی زندگی کے لئے کوئی بیچ نہیں رہا تھا۔ بچنے کے لئے وہاں کوئی اعلیٰ تعلیم کا ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ بچا دکھانے کے لئے ان کے پائے کے حریف نہیں تھے۔ لیکن سال کی عمر میں ان کی زندگی بیکر ایسا گھبراہٹ کا تھا جو مشابہت میں فخر کی خاموشی سے کسی طرح کم نہ تھا۔

ان کا دل بھلانے والی صرف کچھ تھی لیکن وہ گھر سے دور اسکول میں پڑھتی تھی اور کبھی کبھار چیلوں میں آتی تھی۔ وہ سیاہ آنکھوں والی خوبصورت لڑکی اور دلکش لڑکی تھی۔ وہ اپنی ماں کی طرح ہنستی تھی اور مصروف کی طرح شوخی یا تنگ مزاجی سے کام لیتی تھی۔ باپ کے لاڈ سے بگڑی ہوئی بیٹی تھی۔ اس کے پاس دو بچے تھے، ایک سیاہ رنگ کا لڑکچہ اور دو سراسفید رنگ کا ڈیپنٹ بالی نیز نھر۔ بے شک گھر میں غافل بن جانا بھی تھیں لیکن وہ بہت زیادہ خاموش، انہیں ’لو اس‘ مصروف اور پریشان لگتی تھیں اور مسٹر جناح کو ہر وقت بن جاتے مسکراتے خصوصاً عورتوں سے جو کتا کتا رہتی تھیں۔ وہ ہر اس عورت سے غرت کرتی تھیں جو جناح کو ہندہ ہوتی تھی۔ دیکھ رہے تھے کہ وہ روتی ہے کہ ”وہ روتی ہے بے حد غرت کرتی تھیں“ میرے خیال میں وہ ہم سب کے بارے میں بدگمان رہتی ہوں گی۔ ہم انہیں شریر بلا دیا (WICKED WITCH) کھا کرتے تھے۔

نومبر ۱۹۳۴ء میں مسٹر جناح نے کمال اتاترک کی زندگی پر ایچ۔ سی۔ آر۔ سنو بک کی کتاب OKAY WOLF پڑھی۔ ایسا لگتا ہے کہ ترکی کے اس عظیم معمار کی سوانح حیات میں انہیں خود اپنی زندگی کی بھٹکانی نظر آئیں۔ چنانچہ وہ گھر پر ہی دو رنگ اسی کتاب کا تذکرہ کرتے رہے، یہاں تک کہ دنیا کے ساتھ بھی اس بارے میں باتیں نہ کریں۔ انہیں نے ان کا نام ہی ”گھرے“ رکھ دیا۔ ”دکھ دیا۔“ دنیا کی عمر اس وقت تھی ۳۳ سال تھی وہ مسٹر جناح سے کام لینے کا بھرپور جانتی تھی۔ ہر اتاترک کو ”بچہ اور جڑی“ سمجھا جانے کے لئے وہ بڑے پیار سے اپنے باپ کو غائب کر کے کہتی: ”آئیے گھرے“ ”دکھ دیا“ مجھے خاموشی تھا دکھانے کے لئے چپے کیونکہ میں بچہ ہی ہوں۔“ اس کے بعد مسٹر جناح کے لئے یہاں دیکھنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی تھی۔

ان کی توجہ بنانے والی دیگر مصروفیات بھی تھیں لیکن ان کی فوجت کبھی کبھار آتی تھی۔ دیکھ شاہنواز احمد

دائیں جمعی تھیں تاکہ پہلی دو کانفرنسوں کی سفارشات کو پارلیمانی شکل دینے میں ہاتھ ملایا جاسکے۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس کے لئے مسٹر جناح ہر طرح سے سوزوں تھے، لیکن انہیں نہ تو تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی نہ ہی پارلیمنٹ کی جانٹ سیلکٹ کمیٹی میں حصہ لینے کو کہا گیا۔ آخری کانفرنس میں آغا خان، شہزادہ خاں، سپریم کورٹ جج اور امبیڈکر نمایاں تھے۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے ہارڈنگ، اردن، اٹلی، زلیخا، لارڈ جانسٹر اور آرتھر ہشپ آف کلرہڈی حصہ لے رہے تھے، البتہ جناح، گاندھی اور نسو موجود نہ تھے۔ نسو کو گاندھی کے دائیں یعنی چیچکے سے چٹھری الگ تبار میں گرفتار کر کے بیل میں ڈال دیا گیا تھا پھر کئی بجٹے پر گاندھی کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا گیا۔

کیوں ایلوارڈ

جناح کی لندن کو واپسی اور وہاں سب سے الگ تھک قیام قیاد خان کی زندگی سے بھرتہ تھا۔ انہیں وہاں کے وطن کی یاد دلاتی ہوئی، لیکن وہاں کے حالات بھی طور سازگار نہ تھے۔

گورنمنٹ نے وزیر اعظم کے وعدہ کو تباہی ہوئے، نو مری گول میز کانفرنس کے آغاز پر اگست ۱۹۴۷ء میں فرقہ وارانہ فیصلہ (کیس قتل ایلوارڈ) منکوری کے لئے پارلیمنٹ میں پیش کیا۔ اس کی مدد سے مسلمانوں کو پنجاب میں الگ فیصلہ اور بنگال میں دو فیصلہ سے کم میٹوں کی تحقیق و پالی کرائی گئی۔ جہاں طاقت کا توازن مخصوص مفادات رکھنے والے دو طبقوں کو حاصل تھا، وہاں طرز انتخاب کو بحال رکھا گیا۔ نیز ہندو اکثریت کے تمام صوبوں میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے نوابہ نمائندگی دی گئی۔ تیسری گول میز کانفرنس ۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ختم ہوئی جس کے اختتام پر نیکرٹری ایک کمیٹی سر جیمز ہیلر نے اعلان کیا کہ مسلمانوں کو کل انڈیا دفاتی مرکز میں پروری دے۔ ۳۳ فیصد نمائندگی دی جائے گی۔ نیز یہ کہ ازیسہ اور سندھ نام کے دو صوبے جلد ہی قائم کر دیے جائیں گے۔ اوپر کیس میں پنجاب سے تعلق رکھنے والے ایک ۳۵ سالہ مسلمان طالب علم چوہدری رحمت علی نے ایک پمفلٹ شائع کیا جس کا عنوان تھا ”اب باہر بھی نہیں“۔ ذیلی عنوان کے تحت لکھا تھا، ”کیا ہمیں زندہ رہنا ہے یا جیش کے لئے مٹ جانا ہے؟“۔ گرام رحمت علی نے اپنی شاعرت ”پاکستان کی قوی تحریک کے بانی“ کی حیثیت سے کرائی تھی اور اس کے تین ساتھیوں، دو بھی کیس کے طالب علم تھے، محمد اسلم خان، فتح محمد صادق اور علی احمد خان کے نام بھی پمفلٹ پر درج تھے، جنہوں نے پھر اس پمفلٹ کے متعدد کاپیاں کی ترتیب و اشاعت میں ہاتھ بٹایا تھا جس میں پہلی بار پاکستان کا نام لیا گیا تھا۔ رحمت علی نے ہندو مسلم تازہ کاریہ علی تجویز کیا تھا کہ سارے تین کڑے مسلمانوں کو پھر پانچ شمالی صوبوں یعنی سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں آباد ہیں، بعد ازاں سے الگ اپنا آزاد ملک قائم کرنے کا موقع دیا جائے۔ فکر پر ۱۹۴۳ء میں کیا گیا یہ مطالبہ علامہ اقبال کے خطبہ الہ تبار ۱۹۳۰ء سے ماخوذ تھا، تاہم کیس میں ”پاکستانی قومی موومنٹ“ کے بانی طلبہ کا اصرار تھا کہ ان کا پانچ بنیادی طور پر علامہ اقبال کی تجویز سے مختلف ہے، کیونکہ علامہ اقبال نے اذہن وفاق کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کے الگ ہونے کی تشکیل کا تصور دیا تھا، بلکہ ہم وفاق سے باہر ایسی ریاست کا قیام چاہتے ہیں۔ وہ زور دے کر یہ بات کہتے تھے کہ اگر مسلمانوں کو ہندوؤں کی غالب اکثریت پر مشتمل وفاق میں رکھا گیا تو ملک میں امن

آج بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ اس صورت میں ہم اپنی تحریک کے آپ الگ نہیں ہوں گے، بلکہ ہندوؤں کی بخالی میں بکڑے ہوئے ہوں گے۔

پاکستان مافی پخت کی اشاعت کے فوراً بعد متحدہ محکمہ دہشت گردانہ کی پارلیمنٹ کی آئینی اصلاحات پر جانچ کمیشن کے دو دفعہ مطالبہ پاکستان کو محکمہ اور بے سنی قرار دیا۔ سرینا کل نوڈلز نے "جو جیہاتہ دارغ کے مشورہ زمانہ قبل عام کے وقت پنجاب کا گورنر رہ چکا تھا" وسط جون میں مذکورہ کمیٹی کے سامنے آل انڈیا فیڈریشن کی مخالفت کرتے ہوئے دلیل پیش کی کہ "اگر ہندو اکثریت پر مشتمل وفاقی حکومت نے اپنی رائے مسلم اکثریت کے اصولوں پر غور کرنے کی کوشش کی تو پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحدی صوبہ کو وفاق سے الگ ہونے اور اپنا جداگانہ مسلم وفاق بنانے سے کوئی چیز باز رکھ سکے گی، بلکہ مسلم فیڈریشن کی تجویز پہلے ہی پیش کی جا چکی ہے۔ جنرل اور انزیرہ وضاحت نہیں کر سکا کہ مسلم فیڈریشن کا تصور کہاں وجود رکھتا ہے؟ ایسا لگتا ہے شاید اس کی خطر سے چوہدری رحمت علی کا "پاکستان" نامی کتابچہ گزر چکا تھا یا اس نے ایسی تجویز کسی مسلمان دانشور سے سنا لی تھی۔

سر غفر اللہ خان نے "نور ہند" میں پاکستان کے وزیر خارجہ جنے "اپنے دورہ لندن کے دوران پاکستان انسٹیٹم کو چند طالب علموں کی ایک ایسی تجویز قرار دیا جسے کوئی سنجیدگی سے لینے کو تیار نہیں۔ مسلم وفد کے دو سرے میر ڈاکٹر خلیفہ فیاض اللہ جن نے اعداد خیال کرتے ہوئے کہا: "اس بارے میں اتنا کہنا کافی ہو گا کہ ایسی تک کسی نفاذ میں حصہ پا سکتا ہے اس انسٹیٹم پر غور نہیں کیا"۔

آیا جان کو ان دونوں پاکستانی انسٹیٹم کا علم تھا یا نہیں ان کے کذابت سے اس بارے میں کچھ نہیں چلا۔ اگلے سال چوہدری رحمت علی نے ان سے ملنے اور اپنی انسٹیٹم پر چارہ خیالات کرنے کی بحث کوشش کی لیکن انہوں نے وقت نہیں دیا۔ ابھی تک وہ مسلم لیگ کی اس دعوت کو قبول کرنے پر بھی آمادہ نہیں تھے جو اپریل ۳۳ء میں دہلی میں ہونے والے اجلاس کی صدارت کرنے کے لئے دی گئی تھی۔ انہوں نے صدارت کرتے ہوئے جواب دیا تھا "میں دسمبر ۳۳ء سے پہلے ہندوستان نہیں آ سکتا"۔ عید الفتن چوہدری کے برقی دعوت نامہ کے جواب میں انہوں نے مزید کہا "ملاوہ ازب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں وہاں آکر کیا کروں گا۔ آپ نے بجا طور پر تجویز کیا ہے کہ میں اسٹیج کا تجربہ کر دوں۔ لیکن کیا اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ میری کرسی وہاں کوئی کام کر سکیں گا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن پر غور کر کے میں محسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان میں میری خدمات کی کوئی مہمناہلی نہیں، تاہم میں انیسویں کے ساتھ جڑ سکتا ہوں کہ ہندوستان کو بچانے کے لئے اس وقت تک کچھ نہیں کیا جا سکتا جب تک ہندو صحیح صورت حال کا اعتراف نہیں کرتے۔ انیسویں وہ وقفہ بڑا جا رہا ہے۔ اگر کوئی انسٹیٹم اتفاق نہ کیا ہو تو وہ صورت حال "موجودہ" پیش نہ بھی بدتر ہوگی۔ میں آپ کی اس تجویز کے لئے شکر گزار ہوں کہ میں سربراہ ایم (رحمت اللہ) کے مستحق ہونے کے بعد اپنی پیش میں گزرا ہونے کی کوشش کروں" تاہم اس بارے میں ہندوستان نے سے پہلے کچھ نہیں کر سکتا، ہر حال میں دسمبر میں چند ماہ کے لئے ہندوستان کوں گا۔"

ہندوستان واپسی کی دعوت

ہر گرام کے مطابق دسبر کا وہ چننا دراندہ کام کے سلسلے میں تھا۔ تمام اسلامی کا وہ بارہ انتخاب لئے کی خواہش بھی اپنی جب موجود تھی۔ شاید وہ لندن کی بے کیف اور خاموش زندگی سے اکتا گئے تھے۔ گرمیوں میں کاؤ بارہ زیارت علی خاں اپنی خوبصورت دامن کے ساتھ لندن پہنچے اور انہیں ہندوستان واپس چلنے کی دعوت دی۔ وہ اصل وہ دہلی مومن مٹائے گئے تھے۔ ایک استقبالیہ میں اہانک مسٹر جناح سے ملاقات ہو گئی "جہاں انہوں نے قیوں میں جوڑے کو اپنے گھر پر پہنچا کرنے کی دعوت دی۔" اس موقع پر فواب زادہ نے اصرار کے ساتھ کہا: "آپ کو لانا دامن جانا ہو گا۔ لوگوں کو آپ کی ضرورت ہے۔ آپ حق تعالیٰ مسلم لیگ میں نئی جان ڈال سکتے ہیں اور اسے فتم ہونے سے بچا سکتے ہیں۔" لیکن ملاقات علی خاں نے بھی حکم شاہانہ کی طرف بڑے عقیدت مندانہ اور مودبانہ الفاظ میں دیکھی سی پہلی کی۔ آخر کار زیارت علی خاں کی ترغیبات اور ادا و تقاضوں کے دوسرے رنگ لائے۔ زیارت علی خاں کی اس اکیلے سی ان کی "انا کو پیدا کر کیا کہ صرف وہی مسلم لیگ کو بچا سکتے ہیں اور مسلمانوں کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچا سکتے ہیں۔ لندن میں ان کے لئے اب صرف ایک گول بیورو گئی تھی جس پر بیٹہ کر دہ اور طاہر کھانا کھاتے تھے" ایک دوسرے سے بھی کھار بات کر لیتے تھے اور مسکرائے کی نوبت تو باہل نہیں آتی تھی۔ آخر شاہوں کو ہوائے جب کوئی خوبصورت حکم رونق افروز نہ ہوئی۔ ٹھکری رو فٹیاں دہم راتھی تھیں۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ مسٹر جناح بہت بڑے ایکٹر تھے اور انہیں اپنی اداکاری سے ناظرین کے دل سواہ لینے کے لئے پہنچے کی تلاش تھی اور ایسا پہنچے ہندوستان میں ہی میرا آسکا تھا۔

کیا یہاں باب — لندن — لکھنؤ — (۳۷ — ۱۹۳۳ء)

جول ۱۹۷۳ء میں، کبھی دہائیس آگے، 'ہائم انمول' نے تحصیل میں اپنا دفتر بنو نہیں کیا۔ وہی شرمیں اپنا مجبور بنائی کیا۔
گئے چند برس کے دوران میں انگلستان اور ہندوستان کے درمیان سفر کرتے رہے اور لندن یا کسی کو اپنا مستقل مسکن بنانے کے بارے میں سوچتے رہے۔

مذہبِ حق کو اپنی ہی مسلم لیگ کا ایک اجلاس ۱۹۷۱ء میں طے پایا کہ ہائی کے عزیز گروپ کو نیا ایک سال پہلے اس وقت علیحدہ کیا جا رہا ہے اس کے قائم مقام صدر سید عبدالغنی جو عمر نے تمام ٹیکریٹوں کو بھٹکا ہوا قاعدہ لیگ کو اپنی پہلی کی مشیت سے وہی قومی اتحاد لیگ میں شامل کر لیا بلکہ عزیز گروپ نے اکتوبر ۱۹۷۳ء میں اپنا اجلاس منگل کے بعد ۱۱ نومبر ۱۹۷۳ء میں منعقد کیا جبکہ علی بیلو علاقہ دہلیت حسین کی صدارت میں ایک ماہ بعد جو اجلاس ۱۹۷۳ء میں عزیز گروپ کو "ہائی گروپ" کا نام دیا۔ یہ دہلیت حسین کل میر کائناتوں میں حرکت کر چکا تھا جہاں اس نے جہاں شیعہ اور تھانوی جیسے قانون سے واقف نہیں تھے مسلمان کے حق میں مصالحت کے حق میں تھے ۱۹۷۳ء میں اس کے گروپ نے ایک قرارداد کے لفظ لیگ کو نسل کو اختیار دے دیا کہ وہ تھا علی بیلو جہاں سے مل کر مسلم لیگ کو ایک کرنے کے لئے تجویز پر جہاں خیال کر کے عبدالغنی نے اس شرط کے ساتھ مسلم لیگ میں دہلیت حسین کی رضامندی ظاہر کر دی کہ مشترکہ اجلاس کی صدارت مسز جہاں سے کرانی جائے۔ یہ دہلیت حسین کو پہلے تمام منصب صدارت بھروسے میں اپنا تمام اختراش مسز جہاں کے

حق میں دھیر ہو گیا۔ پہلے پہل کے اجلاس میں کونسل نے مسٹر جلال کو اختیار دے دیا کہ وہ مسلمانوں کے لئے تدبیر اور جگہ کاغذیں کرے۔ چونکہ انہوں نے ۱۳ اپریل کو برطانیہ جانے کے لئے سینٹ کرائی فیس ادا کر لئے صرف یک ماہ اور وہ اپریل نو تک کونسل کے اجلاس میں شرکت کر سکے۔

کونسل کے ۳۰ ممبروں نے مسٹر جلال کا یہی کریمہ فیض سے استقبال کیا۔ ان اجلاس میں پہلی کونسل کی اجازت نہیں تھی۔ کونسل کی میٹنگ ختم ہونے پر جلال نے ایسوی اے ڈی پریس کو ایک خط لکھ دیا جسے بولے کہ ”مسلم لیگ پہلی طرح پہلی دہرہ ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمان ہندوستانی مملکت کی خدمت کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ قرطاس اجلاس کی خدمت کرنے کے لئے خصوصی ملائگی کی ضرورت نہیں صرف اس میں مدافع جملہ کا مسلمان کھلی ہے۔“

یاد رہے کہ سر سید گل ہور میگزین کی تب خلیفہ نے ہندوستان کی آئینی اصلاحات کے لئے مسیح ۱۹۳۳ میں اپنی جملہ پوزیشن کی تحسین انہیں وائس کیم رو کیا تھا۔ ان میں کہا گیا تھا کہ لیزر ملین تک لیزر اور نری صوبوں اور وائس ملین کی ایک پوزیشن ہوگی جس کے تمام اختیارات ”کمانڈر کو حاصل ہو گئے۔ لیزر ملین کے انتظامی اختیارات مشہور برطانیہ کی طرف سے ایک گورنر جنرل مستقل کرنے کا خاص اختیار ہر میٹنگ میں کریں گے۔ ہندوستان کی مسلح افواج کا سپریم کمانڈر ہو گا۔ ہر ہر دستہ دفاع امور خارجہ اور کوریج کی امور کا اچھا نگران ہو گا۔ اس غیر معمولی اختیارات کسی ایسے نظام میں جسے آئینی کہا جائے ”آئینی مملکت“ کہ تب اس لئے مسٹر جلال نے ان جملہ پر کڑی نکتہ چینی کی۔ وائس ملین پر جلال کے ذمہ قیادت فوری پائی لے مل کی زبردست طاقت کی تمام پارلیمنٹ نے جلال کے ۱۹۳۳ کو اس کی منظوری دے دی۔

مسٹر جلال نے نئی سرحدی کے تحت کانگریس سے لازماً رابطہ قائم کیا تاکہ وہ کیوں مل میں مسلمانوں سے جو وعدے کئے گئے ہیں ان سب کو ملحوظ کرے۔ اس طرح ہندو اور مسلمانوں کی وائس کیم کے خلاف احتجاج کی رو بہ طور ہو گئی۔ فوری پائی کے پارلیمنٹ کا نکتہ دینے سے انکار پر غور ملنے ہو کر نگرانوں اور ہندوستان کو جس خلیفہ طریق سے چلا رہے تھے اس سے پریشان ہو کر جلال نے سوچا اس وقت کانگریس کو ہندو مسلمانوں کو اٹھلا کر کہنے کی ترقیب دی جائے اور ملک میں فرقہ وارانہ امن و سکون قائم کرنے کے لئے کام کیا جائے۔ ایسوی اے ڈی پریس کو ایک بیان دیتے ہوئے انہوں نے کانگریس سے کہا ”ایسا ہم اس بڑے وقت میں اپنے اختلافات کو بھلا سکتے ہیں اور اختلافات کو ہندوستان کی امن و سکون کی خاطر نظر انداز کر سکتے ہیں؟ ہمیں اس سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں ہو سکتی کہ ہندو اور مسلمانوں کے باہمی عمل تعاون اور دوستی کی خفا قائم کی جائے اور اس خواہش میں میرا تاثر یہ ہے کہ مجھے مسلمانوں کی فحش حمایت حاصل ہے۔ قومی حکومت نے اختیارات کے مطابق میں مسلمان کسی قوم سے پیچھے نہیں ہیں، میں جاننے کی اصل جڑ یہ ہے کہ کیا ہم مسلمانوں کو عمل طور پر ترقی مل سکتے ہیں کہ وہ جس ترقی کے مستحق ہیں انہیں ملے۔ آئینی میں شامل کر لیا جائے گا۔“

جلال کی حماد قومی بیٹ قائم کی تشکیل کے لئے کام کرنے پر تعلق نے لیگ میں برطانیہ کے سابق کانگریس مشاور فضل حسین اور دایہ حسین کو جو کرا لیا۔ انہوں نے نواب بھٹاری کو ساتھ لاکر خوشی شروع کر دی کہ مسلم اکثریت کو جلال سے دور رکھا جائے۔ اس مقصد کے لئے نواب بھٹاری کے ایماء پر ایک پارلیمانی مجلس بنائی گئی ”انہم فہا موثر ملت نہ ہوئی۔ دایہ حسین نے مسلم لیگ کو نسل کا اجلاس جانے کے لئے ڈیڑھ شروع کئے لیکن جلال کی قیادت کو پیچھے کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکا اور مل بھٹاری ہو کر مل ختم ہونے سے پہلے ہی وہ اسی ملک عدم ہو گیا۔ جلال کی یہ پالیسی بنی کامیاب رہی کہ پہلے کانگریس کو مسلمانوں کی اولیت سے محروم کیا اور کانگریس کو مل بھٹاری ایماء کانگریس کے خلاف صف بٹا دیا اور اس طویل جدوجہد کے ہر مرحلہ پر مسلمانوں کے لئے حمایت حاصل تیس ہوا۔ فرقہ وارانہ کے ذریعے انتہا

انڈی چنٹ پارٹی کے پارلیمانی لیڈر

جنگ ابھی لندن میں ہی تھی کہ انڈیا کے انقلاب میں اہل بسنٹی نے انہیں اپنی لڑائی کے لئے جہاد عقب کر دیا۔ دراصل اس سیٹ پر کوئی مقابلہ نہیں ہوا۔ جس فکسٹ پر وہ جنگ عظیم اول سے پہلے عقب ہوئے تھے اسی سیٹ کے لئے صرف انہیں چنٹ کیا گیا اور وہ بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے اور انڈی چنٹ پارٹی کے پارلیمانی لیڈر جن نے گھٹے وہ ممبر ۱۹۳۷ میں لندن سے واپس بسنٹی آئے اور جنوری میں اہل چنٹے جہاں انہوں نے کانگریس کے صدور راجندر پر شت سے ملاقات کی تاہم فرقہ داران کا ردہ کامل تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ چنٹ ملن سوسن ہادی نے خود بدلا صاحبان کا پتہ دیا تھا کانگریس کا پریذیڈنٹ جی۔ دہانکا تھا جنگ کے پیش کہ مسلم مطالبات اسے سے انکار کر دیا جلا کہ وہ حقارت پر مبنی تھے۔ اس طرح کہ انہوں نے بسنٹ عوام کی تحریک پر چند مہم لیڈروں نے عوامی کی سرپرست کر دی۔ وہ فرقہ داران مسئلہ میں اپنے موقف سے ایک لاکھ پیچھے بنے کو تیار نہ ہوئے۔ یوں جنگ پر شتہ انکرات کوئی مقصد حاصل کے بغیر ختم ہو گئے۔ بہت پر شتہ کو مسٹر جہاں کی قاتلانہ صلاحیتوں کا مکمل بل سے اعتراف کرنا پڑا۔

نوری ۱۹۳۷ میں جنگ نے انڈی چنٹ پارٹی میں زیر بحث آئیں اصلاحات مل میں ایک ترمیم پیش کی۔ جن میں حصول حق میں کی تجویز میں کہا گیا تھا کہ کیوں مل کر اس وقت تک کے لئے حضور کر دیا جائے جب تک مختلف اقلیتیں کسی جہاں فار ملانہ شعل نہیں ہو جائیں۔ وہ سبہ صوبائی حکومت کے شعبہ میں سے ان قتل اعتراف میں بعد خصوصاً دوسرے میں ان کی تشکیل نموداروں کے خصوصی اور غیر معمولی اختیارات اپنی بس دلائل سیکرٹ سوس اور اعلیٰ جس کے عہدہ جہاں شعلی دولت تکمیل تکمیل میں جہاں سوسہ میں اصل انتظامیہ کا مکمل اور ذمہ داری غیر موثر ہو کے رہ گئی ہے۔ تیسرے کی انڈیا لیڈر جن انجم کو اہل فرسہ انڈی اور پر ناقص اور سراسر قتل قتل قرار دیا جائے کانگریس کی پارلیمانی پارٹی کے لیڈر مولانا ابلی علی نے جن کی تجویز کے خلاف اور کیوں مل کر اس کے حق میں تحریک کی تاہم کانگریس نے صدر مل کی طاقت میں دوت میں دیا۔ تجویز کو ۱۱ کے مقابلہ میں ۲۸ سے حضور کر دیا گیا۔ سرکاری داک اور وہ جنہوں نے بھی اس کی حمایت کی۔ تجویز کے وہ سبہ اور تیسرے صدر پر ایک ساتھ رائے شماری ہوئی۔ کانگریس نے حمایت اور سرکاری داک نے طاقت کی۔ اس طرح جنہوں تجویز ہماری طاقت سے پاس ہو گئیں اور لوگوں کو اعتراف کرنا پڑا کہ جہاں واقعی ملک کے ذہن ترین پارلیمنٹری ہیں۔ جنگی حربہ جانتے تھے کہ یہ محض "تقدیری فتح" ہے۔ برطانوی پارلیمنٹ جہاں تو اس کی دلوں میں دلوں میں کتنی ہے تاہم انہوں نے کم از کم نوری پارٹی پر طعنہ اور کانگریس دلوں کو دکھایا تھا کہ ان کی "مصلحتی سیاست" کو توڑ دیکھ کر کتنی وسعت اختیار کر سکتی ہے اور اگر اسے صحیح طریقہ سے زبان دی جائے تو مسلم اقلیت کے مطالبات اکثریت کی توار مسطور ہونے لگتے ہیں۔ تاہم ایک ایسے ملک میں جہاں دلوں کے صوبہ چندہ گزارے تھے نوری لیڈر شپ حاصل کرنے کے لئے اپنی سخت جدوجہد کا تجربہ انہوں نے بسنٹی میں اپنے پرانے شاگرد چھٹا کو دیا تھا ساتھ ساتھ اس کی خوشنویسی تاہم چھٹا کو ملے مسلم ایک میں شمولیت سے حلقہ اپنے "ہاس" کی اہلی پر کھن نہیں دھربے بلکہ ان پر نذر دیا کہ وہ ایک غیر فرقہ داران پارٹی حکم کریں تو خود ہر دلوں لیڈر میں کتنے ہیں۔ سرمل اپنی جہاں سالک کے موقع پر جنگ میں حمایت کو چھوڑنے پر کہہ نہیں دے۔ ان پر عمل اٹھ کر نوری دلوں کی قیادت میں حکم کرنے کو تیار تھی۔ یہ مل ۱۹۳۷ میں بھارت میں چلے گئے اور لاکھ پیچھے دیکھ کر مسوئیات میں سرکھ پر کھن سے سب انہیں چاہیں جہاں دلوں تک پہنچ رہے تھے۔

مسٹر بلج اکتوبر ۱۹۵۵ء میں وطن لوٹ آئے تاکہ گورنمنٹ تک اپنا ایکٹ ۵۵ء کے تحت ہونے والے انتخابات کے لئے اپنی پابندی کو منظم اور چار کر سکیں۔ نیز صوبائی اور مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی کا نیا کنڈم قائم کر سکیں۔ مذکورہ ایکٹ نے ۱۹۵۵ء کاؤنٹن کی شکل اختیار کر لی۔ اگرچہ اس میں شامل کئی اپنا فیڈریشن انجیمز بھی شامل نہ تھے۔ تاہم اس کے بعد سرے سے ۱۹۵۵ء کے بعد دستور کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوئے۔ یہی حال تک کہ ۱۹۵۵ء میں آزادی کے بعد بھی ہندوستان اور پاکستان نے اپنے اپنے رساتر کی تدبیر میں اس سے اپنی مدد لی۔ واپسی پر حال اس ایکٹ کو اور دفعہ قرار دیتے تھے۔ اس کے حلقہ جتن بھی اپنی رائے نہ دیکھتے تھے۔ ۱۹۵۵ء کے آخر میں، یعنی پہلے پر ایک بیان میں انہوں نے کہا تھا ”ہم سب جانتے ہیں کہ نیا دستور ہم پر فورا کیا ہے۔ البتہ یہ قطعاً فیڈرل کا فرض ہے کہ اس کے بارے میں ایک دو ٹوک اور مشترکہ رائے عمل اختیار کریں۔“۔ فروری ۱۹۵۵ء میں انہوں نے اسمبلی کی بحث کے دوران فیڈریشن انجیمز پر نوکت چینی کی تھی کہ بہت زوردار اور موثر تھی۔ کیونکہ گاندھی جی کی جنہوں نے جنبر ۱۹۳۳ء میں کانگریس سے وابستہ کانٹون کو کیا تھا ایک دفعہ بار سرگرم عمل ہو گئے اور اب انہوں نے اپنی زندگی بھر موت بھارت کے خارجہ اور سب کی بھلائی کے لئے وقف کرنے کی قربانی کی۔ مذکورہ بالا انجیم کو یہ فیڈریشن بنانے والے گاندھی سے ملے۔

”مجھے یقین ہے اس فیڈریشن انجیم کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہندوستان کے نوکشتہ علاقوں میں خاصہ حکومت کے سلسلہ میں جو ترقی کی ہے اور جس اتحاد کے لئے جو جد کی ہے اس کا سب کچھ قبول کرے۔ اس بارے میں کسی صوبہ سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ واپس سیاست سے نہیں اچھایا گیا۔ فیڈریشن میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا نہیں۔ میرا لگا امرتسر ہے کہ مذکورہ انجیم عمل نہیں ہے۔“

جو ہر اہل قوم کو جنبر ۱۹۵۵ء میں ڈیل سے رہائی کے بعد اپنی پوری کھال کے پاس جانے کی اجازت دینی تھی جو چاہتی کا علاج کرانے پر رضی تھی۔ پھر اپنی پوری کی وقت (۲۲ فروری ۱۹۵۵ء) تک یورپ میں قیام رہے اور یہ شک کے بعد کانگریس کی صدارت سنبھالنے کے لئے ۱۹۵۵ء میں ہندوستان لوٹ آئے۔

پھر ۱۹۵۵ء میں مسلم لیگ کا ایک اجلاس، یعنی میں منعقد ہوا۔ جن میں مسٹر بلج کو مستقل صدر منتخب کیا گیا۔ اس موقع پر انہوں نے بیٹھ کر گفتگو کے بارے میں ساتھی سید ذریعہ حسن اور بیٹھ کر بیٹھ کر گفتگو کے بارے میں ایک کے سلسلہ اجلاس کی صدارت کے لئے ہونا کیا اصل میں سر فضل حسین کو اس اجلاس کی صدارت کرنی تھی، لیکن طویل عرصت اور بعد میں وقت کے باعث عیادت کے سبب فضل حسین جتن کو سخت بھرنہ کرتے تھے۔ اپنی موت سے ایک ماہ پہلے انہوں نے ذاتی میں لکھا ”اب میں عام طریقہ سے ہٹ کر ان کے لئے شرافت کا سوا ہو نہیں سکتا۔ لیکن جتن نے انہیں اپنی موت اور ان کے اعداد کا موقع نہیں ملا۔ لیگ کے اجلاس کے لئے مددگار کانٹن دستور کی تھی اور اجلاس کی نہ کسی پہلے سے جتنی کیا گیا۔ فضل حسین نے اپنے ذاتی نوٹ کے آخر میں لکھا ”میرا لگا ہے کہ میرا سہارا کرنے سے اجتناب کرنا ہے۔“

لیگ کے اجلاس، یعنی میں فیصلہ کیا گیا کہ اس مشترکہ جماعت کو حوائی تحریک میں بدلنے کے لئے ہر ملک میں اس کی شاخیں قائم کی جائیں اور دھماکا کرتی کے جائیں ہر ملک کے ہر ملک جنبر اور شریک مسلم لیگ کا پیغام پہنچائیں اور مسلم قوم کو اتحاد انتخابات میں ہر ہر حصہ لینے پر ابھارنا۔ طرہ کی تکرررت کے اثرات کے لئے ابتدا کی طور پر پانچ ایک دوپے اکٹھے کئے جائیں۔ ملی گزہ اور دوسری چند شیوں کے مسلمان علماء کو دعوت دی جائے کہ اس قومی نہ مست میں رہنا۔ اور انہوں نے بہت چارہ کر حصہ لیا۔ سید ذریعہ حسن نے اپنے صدارتی خطاب میں کانگریس لیگ کی طرف سے ملک کی دیگر سیاسی پارٹیز کو مشترکہ طور پر دعوت دی کہ ”ہم سمجھوتہ کے لئے ایسی کم سے کم شرائط تلاش کریں جن کی بدولت ہم مل جل

کر ملک کے لئے نیا دستور مرتب کر سکیں۔" بینٹن کھستہ کے پیچھے کارفرما اصل سوچ کو ضرور دھڑ سے پہلے کھرا کرنا
 کانفرنس کے تصور کو اٹھانے کی یہ ایک اور کوشش تھی۔ صرف یہی نہیں، چار نکات پر مشتمل ایک تجویز بھی ساتھ لائے
 تھے جس کے بارے میں انہیں توقع تھی کہ جوابدہ لائل کی کانگریس کے اقتدار پر ہندو نہیں بلکہ ماسجلی لینڈر بھی اس پر
 غصہ مسل سے غور کریں گے۔ چار نکات یہ تھے۔

- (۱) موجودہ نظام کی جگہ لینے کے لئے مبلغ دس لاکھ روپے کی بنیاد پر جموں دار حکومت کا قیام۔
- (۲) تمام غیر معمولی مستبدانہ قوانین کی منسوخی اور آؤری انکسار دئے بغیر جس اور عظیم کی آزادی کی بحالی۔
- (۳) مسلمانوں کو قومی اور قسطنطنیہ اور ہائونامہ جو دنگوں کے لئے سرکاری سطح پر روزگار کی فراہمی نیز کارکنوں
 کے لئے کم سے کم حقوق و اجرت کے ساتھ آٹھ گھنٹے پر یہ کارکنی۔
- (۴) طاقت اور ملازمت پر انہی تعلیم کا جبر۔

اجلاس میں مسٹر جناح نے ایک قرارداد پیش کی جس کے ذریعے مجنہ دستور کو نہ سب کے ایکٹ میں شامل کر کے مسلم پر
 غور کرنے کی سرکاری کوشش کے خلاف پابندی اجتناب کیا گیا۔ قرارداد پر ملتے ہوئے انہوں نے اپنے چوکھٹوں کو تختیوں کی
 کہہ کر فیڈل اسکیم کے ساتھ ہی سلوک کریں جیسا کہ جرمنوں نے سلطہ داروں کے ساتھ کیا۔ انہوں نے کہا
 آئینی اجتناب ہی وہ واحد طریقہ ہے جو برطانوی حکومت کو اپنی اسکیم بدلنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ سچا انتخاب کا کوئی امکان نہیں
 جبکہ عدم تعاون کا اصول ہم اٹھا رہے ہیں۔ یہ کامیاب نہیں ہوا۔ بہرحال ایسی آئینی تبدیلی کے لئے تمام قوتوں کو متحدہ جتن
 چاہئے کرنی ہوں گی۔

ایک مہینے بعد لاہور و قلعن کی جگہ لاہور و قلعن کے جلسہ و انصرائے میں کر آئے تاکہ اس دستور کو نافذ کر سکیں جس کی
 تدوین میں انہوں نے جانک پارلیمنٹری کمیٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے اہم کردار ادا کیا تھا۔ ہندوستانوں کے کام
 اپنے پہلے تشری خطاب میں انہوں نے لوگوں کو اپنی غیر جانبداری کا یقین دلانے کے لئے کہا "مجھ پر خدا کا جادو کم ہے
 اس نے مجھے پانچ سوے عطا کئے ہیں 'میں پانچوں سے پیار کرتا ہوں لیکن ان میں سے کوئی بھی چیتا نہیں۔"
 دائرہ اس کے فرزند نے "ہو اس تقریر کی وجہ تک پر مامور تھا" اس کے بارے میں جناح کا رد عمل بھی نقل کیا
 اور اسے "مخسوس" قرار دیتے ہوئے لکھا "جناح نے اپنے چوکھٹوں کو بتایا کہ تھے دائرہ اسے کا غیر جانبداری کے
 بارے میں عدم انگیزی حکومت سے مسلمانوں کی ولاداری کے مقابلہ میں بہت کمتر ہے۔"

اسی مہینے جناح نے مسلم لیگ کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے مسلمانوں کو تختیوں کی کہہ کر قومی
 معاملات میں کانگریس اور دیگر ہندو اکثریت والی جماعتوں سے قدم لاکے چلیں۔ اس پالیسی کی بنا پر ان کے لئے
 مسلمانوں کے لئے غار خصوصاً صوبائی سرور آوردہ شخصیات مثلاً پنجاب میں سر فضل حسین 'سندھ میں سر نظام حسین
 و ایبٹ آباد 'اسلام میں سر محمد سعید خان اور صوبہ سرحد میں خان عبدالقادر خان کو ساتھ لے کر چٹان اور ان کی
 فرمانبرداری کو برقرار رکھنا محال ہو گیا۔ یہی وجہ صوبوں کے لئے خصوصاً سرحدات و مقامات کے طے کرنا اور رچنے تھے اور
 سمجھتے تھے کہ مرکزی قوت کی اعمال کے پہلے وہ کرنی ایسا ممکن ہے۔ جناح کی ہمت اس سے کہیں آگے دیکھ رہی
 تھی وہ مستقبل میں تمام قوموں کو مساوی المرجعہ دیکھنا چاہتے تھے۔ انگریز 'ہندوستانی اور پاکستانی — برابری سچ
 ہے ہوں۔ اگر کانگریس اپنی اس بدعت پر قائم رہی 'میں کا مظاہرہ اس کے بعض لینڈر مسلم مطالبات کے بارے
 میں گماہگہ کرتے رہے تھے۔

لیگ کو مضبوط کرنے 'اس کی سوداگاری پر دیکھیں کو بھڑکانے اور آئندہ انتخابات کے سلسلہ میں بھینے کے اجلاس نے مسٹر جلال کو سفار پارلیمانی بورڈ کا چیئرمین منتخب کیا اور انھیں صوبائی پارلیمانی بورڈوں کے قیود کا اختیار دے دیا۔ یہ بورڈز جو کانگریس کے پارلیمانی بورڈز کی طرح پر قائم کئے گئے 'مسٹر جلال کے لئے بارہا ثابت ہوئے کہ انہیں آئندہ ان کا اقتدار مل سکا تو ہم کبھی نہ بھڑکانے میں مدد دی۔ اس کے اختتام سے پہلے مولانا مسلمان پانچواں نمبر کے تحت مرکزی پارلیمانی بورڈ میں کام کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ جس کا پہلا اجلاس ۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں ہوا۔ اور ان کی سرانجام دہی کی سمت نے جلال کے راست سے ایک مضبوط حریف کو پیدا کیا۔ دوسری طرف انھوں نے کانگریز پارٹی سے ملاقات کر کے انھیں بھی اپنا ہنر ادا کیا۔

جلال نے مرکزی پارلیمانی بورڈ کو مسلمانوں کا صحیح معنی میں نمائندہ بنانے کے لئے سرزد کو پیش کی۔ دہلی میں لیگ کو نسل کے نمبروں اور متحدہ صوبائی ریفرنڈم سے متعلق شعور کیلئے بعد ازاں چار دن پنجاب میں گزرا۔ اور دہلی سے لوگوں کو لیگ میں شامل کیلئے جلسہ اقبال کے ملحقہ پاکستان کے ہونے والے تین روزہ جلسے 'ایکات علی غایت (وہابی) سودی (بنگلہ) اور قلی علی چند گلا (سینی) پارلیمانی بورڈ میں شامل تھے۔ جلال کی متحدہ شخصیت اور بے مثل قابلیت کی بدولت انہیں 'قتل اور پستائیت نوواؤں کی بھاری کمپ مسلم لیگ کی علیہ جوہرین تھی اور انھوں نے مشترکہ قوم کو ایک متحدہ مسلم قوم میں بدل دیا۔ یہاں سے وہ ملت دھ 'ناہر' قیود کار اور ایسا دہلی و دھت جلال کے جذبہ اور دست و پاؤں میں آئے۔ اس سے قبل مسلم لیگ دہلی انجمنوں کا شمار رہتی تھی 'مست سے ارکان مسلمان چند بھی بدلتے تو انھیں کہتے تھے 'اگرچہ انھیں بھاری خرچ کر کے وہی پارٹی پر عمل بھیجے جاتے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر ایسے لوگ تھے جو آتے تھے۔ پھر سے ممبرانہ تھے۔ محمد تھو لیگ کی علی دہلی کی فرض سے ۳۳ روپے مسلمان روپے دے رہے تھے 'تعمیم اب اراکیت سے چھ گئے تھے۔ دوسرے ایکشن کم سر رہی تھی۔ اس لئے اب وہ سچے پائے پر علی دہلی کی اپنی کی تھی جو سوڑ ثابت ہوئی اور نکلنے کے آخری پوائنٹ 'اسلمانی سمیت متحدہ صوبہ دہلی نے لیگ کے لئے اپنی تجویزوں کے مدد کو مل دیا۔

۱۹۴۷ء میں لیگ کو بنگلہ میں ۲۰ حریف مسلم لیگوں سے سابقہ چار دن میں سے ایک تو قلوب تھو دھاک کی پوچھنا مسلم لیگ دہلی تھی جبکہ دوسری صوبائی فضل الحق کی کرناٹک پر اپنا پارٹی۔ نواب تھو دھاک نے نکلنے کے چھان بلی میں اپنی پارٹی کا سر دھو کو نشانہ بننے کرنے کا پروگرام بنایا تھا لیکن اسلمانی اور ان کے ساتھیوں نے لوا کی راست میں دہلی ایک قصبہ کو آکر کیا۔ انھوں نے فضل الحق کو پ کو بھینے دلی میں ہونے والی ایک کانفرنس میں شرکت پر تھو دھاک اس طرح ایک رسد تھی نے ختم کیا۔ جسے طے کرنے کے لئے مسٹر جلال کی حلقہ پر وہوں فرقہ دھاندا ہو گئے اسلمانی نے مسرور کو نصرت کیا اور مسٹر جلال کو تھو دھاک کا باخبر نکلنے کا بھیج دیا۔ چھان بلی میں بنگالی مسلم کانگریس کے قاضی اجلاس سے خطاب کیا جس میں طے پایا کہ پوچھنا مسلم لیگ دہلی کو لیگ میں ضم کر دیا جائے گا اس اہم کے نتیجہ میں سودی اور خواجہ ناظم جوہرین جی سرکار شخصیات لیگ میں آجائیں۔ ابتدا میں فضل الحق بھی لیگ میں شمولیت پر تھو دھاک گئے لیکن بعد میں ان کو بدل گیا۔ وہ جلال سے زیادہ اعتدالی اور ان کی طرح قسمت آؤتھی کے شوقین تھے لہذا وہ جلال کے حریف ثابت ہوئے۔ تھو دھاک کو کسی پارٹی میں نہیں رہتے تھے۔ کرناٹک پارٹی کے لیگ میں انعام کے بعد صوبہ میں لیگ نے جو وزارت دہلی اس کے سربراہ فضل الحق بنے۔ یہاں مسلم لیگ کو دہلی میں واضح اکثریت حاصل ہو گئی۔ انہی دنوں مسٹر جلال نے گھسٹو کے سب سے بڑے مسلم جاگیردار 'راجا تھو دھاک کو 'ہن کی مسلمان تھو دھاک انا دھلی روپے قومی لیگ کے مرکزی بورڈ کا قومی قیود کر دیا۔

لیگ کا انقلابی منشور

جنوری۔ فروری ۱۹۷۲ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدواروں نے جس پایہ کارم سے حصہ لیا وہ کانفرنس کے پایہ کارم سے کسی طرح ممکن تھا۔ مگر یہ کسی ایک لیگ کے منشور میں صحیح اہل سیاست مضامین بھی شامل تھے۔

”ہمارے مقصد وہی قوانین کی تفسیر کے لئے جو ممکن کو ممکن کی جائے گی۔ ایسے تمام قوانین کی مرحمت کی جائے گی جو ملک کے مفاد کے لئے ضرور درمل ہوں۔ جن سے لوگوں کی بنیادی آزادیاں اور حقوق پر نہ پڑتی ہو اور وہ ملک کے انقلابی اتصال پر متاثر نہ ہوں۔ مرکزی و صوبائی انتظامیہ مشینری کے اختراعات میں کمی کی جائے گی جبکہ قومی جمعیہ کے اصول پر رقم غصے کی جائے گی۔ لیون کری کو قومی فوج دیا جائے گا اور قومی اختراعات کم کے جائیں گے۔ سنی صنعت سب سے ملکی صنعتوں کو حق دی جائے گی۔ کرنسی ’ڈر سیلر‘ اور قرض کو مستحکم کیا جائے گا کہ معاشی لحاظ سے ملک قومی کر سکتا۔ سماجی تبدیلی کی معاشرتی انقلابی اور معاشی معنی کے لئے کوئی اضافی جائے گی۔ زرعی انقلاب سے بھارت کے لئے فوائد کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ ابتدائی تعلیم مفت اور لازمی ہوگی۔ کاسل کے ہماری رو کو کم کرنے کے لئے ذہیر ہونے کو لازمی جائے گی۔“

انگریزوں سے مدد کی اپیل

اس وقت میں پاکستان بحال ہو سکتا ہے۔ لیکن اس وقت ملکی اور دیگر ممالک میں رہتے تھے۔ ہمیں سے جیہ و غریب قسم کے ذہنی و سیاسی خیریت کے پھیلتے اور غلطی ہماری قبول میں شام ہوتے تھے۔ اس مصلحت اور کئیوں میں انگریزوں سے اپیل کی جاتی تھی کہ وہ تحریک پاکستان کھاتہ دیں۔ مثلاً کے طور پر ۱۹۷۲ء میں انہوں نے ایک پمٹر میں لکھا ”کیا میں پور لاؤ شپ سے اہل پاکستان کی طرف سے یہ اپیل کرنے کی جدت کر سکتا ہوں کہ اس جگہ موقع پر ہماری جدوجہد میں ہماری مدد کریں۔ مگر منت تک انتظار نے جس کی بنیاد انہیں فیڈریشن انجیم پر دی گئی ہے پاکستان کی زندگی میں ایک علمین قسم کا کوئی بیہودہ ہے۔ اور ایک بیہودہ کھڑا کرنا ہے جو اس کے مستقبل کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا ہے۔ میں اپنی سچائی سے قانع کرنا ہوں کہ آپ کی ہماری ہمدردی اور حمایت پاکستان کے باقی ملکیت مطالبہ کے حق میں ہوگی۔ یہ ایک بیہودہ ہے جو نصف اور مصلحت کے اصول پر مبنی ہے۔ ہمارے اس مقدس حق کو تسلیم کیا جائے کہ پاکستان متحدہ سماج سے الگ ہمارا قومی وطن ہے۔ پاکستان متحدہ سرزمین پر واقع نہیں ہے۔ نہ ہی اس کے باشندے متحدہ سماجی شری ہیں۔ ہماری قومی زندگی کی بنیاد اور اس کے مشاغل و مسائل کے قدرے باہل تلفظ ہیں۔“

مسلم یونٹی بورڈ

ہمیں پاکستان کی بار بار غور و فکر میں اس کو یونٹی فیڈریشن انجیم کو مسترد کر چکے ہیں۔ جسے کل پور کانفرنس کے لئے حکومت کے جوت کہ مسلم وفد نے اپنی اختیاری سے قبول کر لیا ہے۔ نہ وہ پاکستانی منسوب تھے نہ پاکستانی قوم کے نمائندے۔

پروگرام کی کے فن میں ملحقین سرکہ لیڈروں نے تاریخ کی تفسیر سے مکمل چشم پوشی کرتے ہوئے ہماری قومیت کا سوا کر لیا اور ہماری آجہا نسلوں کو قریب کر دیا۔ انہیں اپنے فعل — پاکستان سے اختیاری قریب سمجھنا دے کے لئے تاریخ کے ساتھ ہونا چاہئے۔ مگر رحمت علی کی طرف سے ایسی اپیلوں کا سلسلہ ۱۹۷۲ء میں اس کی بدولت تک جاری رہا۔ مگر یہ اپیل ہے عقلیت سے انہیں نظر انداز کرتے رہے۔ رحمت علی کے اتحادی مسلم پاکستان کی تشکیل کے بعد اپنی قومیت کے اور سب

تریں مجھے ہر حال جہل کے لئے نادمہر تک رحمت ملی کے پیش کہ سیاسی مطالبہ اور قومی تحریک کا نظریہ از سرِ مشکل ہو گیا۔ چنانچہ ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام میں لوگ کے مسئلہ پر مڑنے جو مشہور ہے اس میں ایسی اہم مرادات شامل تھیں جن کا مطالبہ پاکستان پختل سوسائٹی کی طرف سے کیا گیا تھا۔ مسلم اقلیت کو جس کی حدود ہندو اکثریتی کی نفسی حسیں میں ہو گیا کے امیدوں نے انکسش میں حصہ لیا۔ مزید مرادات دہانے کے لئے لوگ نے جو چھ نکات مرتب کئے ان میں سے تین نکات پاکستان پختل سوسائٹی کے پیش کہ تھے۔ لوگ کا پہلا نکتہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے ذہنی حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ دوسرا ذہنی نوعیت کے مسلمات میں جمیت اضطرار ہندو اور مجتہدین کی رائے کو معتقل دین کیا جائے گا۔ اگر وہ نکات میں اور دم افلا اور زبان کی مخالفت اور فوجیہ دینے کا اہم کیا گیا تھا اس کے علیٰ مسلمانوں کی حدود مودر کو ان حالت کو بہتر جانے کا اہم بھی ظاہر کیا گیا تھا۔ جمیت اضطرار ہندو جس نے تحریک خلافت کے زمانہ میں جنم لیا تھا اس وقت مسلمان مسیحی اہم دینی اور مسلمان اہم سیدہ دہلی کی ذہنی قیادت کا اہم کوئی حق اور یوں میں اس نے مسلم کانفرنس دہلی سے اعلان کیا تھا۔ تھے اعلان کا اہم مسلم یوں نئی ہوا "دیکھا گیا" جس کے صدور دہلی سلیم پور اور جٹل سیکرٹری چوہدری ظلیق تھیں تھے۔ قومی سے اہم میں ظلیق تھیں اور ان کے کئی ساتھیوں نے جلی میں جہل سے طاقت کی جس میں طے پلا کہ اگر وہ لوگ میں شامل ہو جائیں تو یوں یوں کے پار لیا اور ان کی اکثریت ہوگی۔ جہل کے اس اقدام نے یوں میں لوگ کو اپنی تھمت بخشی۔ مسلم یوں نئی ہوا کے جملہ امیدوں کو لوگ کی حیثیت سے انکسش کا اہم اس سے مسلم لوگ کا اہم بھی بدلو ہوا اور اسے اہم میں جمیت بھی حاصل ہوئی۔

اہم نوادر میں طاقت ملی خان اس فیصلہ پر جسے تھا ہونے کی نکتہ طرح صوبہ کے پار لیا اور ان کی گرفت اور اختیارات کو زبردست دہکا۔ انہوں نے یوں یوں کے بہروں کے انتخاب میں بہرہ اور دوسرا مستقل کیا۔ اگرچہ مرکزی ہوا میں گھسٹو کے ساتھ انکان کے مقابلہ میں ان کا گروپ اقلیت میں تھا۔ جہل نے طاقت ملی خان کی خواہشات کے خلاف فیصلہ دیا۔ جس سے وہ استغنی برداشت ہونے کا جلال میں ہی رہی تھی کے مقام پر جہل سے طاقت کے ہوا دہوں پار لیا اور مسلمانوں سے مستقل ہو کر انکان چلے گئے۔ اس اقدام نے دو نئی طور پر جہل کو ایک نئے شخص کی حالت سے عزم کر دیا جس نے لوگ کو مضبوط بنانے میں اہم کو اور دیکھا ظاہر ہوا۔ جہل نے انکان زبردست تھمت کر دیا جس میں مسلم یوں نئی ہوا دہوں سے جو سمجھ کر کیا تھا اس سے بہرہ کو اور انہیں کیا۔ طاقت ملی خان نے جو استغنیہ سے اہم اہم تھمت تھے ہندو میں جہل کو "ہندو متعلیٰ سیاست کھڑا مالکی" قرار دیا۔ ان کے "مماکل نوامت" ہونے کو سراہا اور ان کے سیاسی فیصلہ میں کھڑا مالکت کا بارہ اور جہل کیا طاقت کی یوں میں اپنے اختیارات پر دہانے سے اس فیصلہ کو ختم چہنہ کرتے تھے۔ طاقت ملی خان جہل کو اسی فکر سے دیکھتے تھے جیسے کسی ریشہ لوگ اسکل کا طالب علم اپنے بیٹے کو رکتہ کہ ہے ایسی کیفیت جس میں انسانی باہن کسی چیز کو ایک وقت پندو چہنہ کر کہ ہے اور آخر کار اس کی تھمت ہے۔ بہرہ ہوا ہوا ہے۔

تیسری قوت بھی ہے

جہل کے فیصلہ کی دور اندیشی ملی کے آخر میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ لوگ نے وہ جنس سے "مسلم نفسیہ بیت" میں جبکہ کانگریس کا ایک بھی مسلمان سیدہ کا طالب نہیں ہو سکا۔ ریشہ اہم دہلی جیتے لیکن ان کی جمیت چوہدری ظلیق تھیں ان کی حالت سے ممکن ہو سکی۔ لوگ نے یوں یوں میں طاقت کا متاثر کن مظاہر کیا۔ کسی اور صوبہ میں بھی اس کی لکھی

پڑائون ہوتی تو جناح کانگریس کی منظور قیادت سے کچھ اور مداخلت بھیج لیتے۔ پنجاب میں لیگ کے ۷۷ میں سے ۲۷ امیدوار
 کامیاب ہوئے۔ "کشمیر میں ۳۳ میں سے ۹ بنگال میں ۵۷ میں سے ۳۹، بھٹی اور عداس میں زیادہ تر کامیاب ہوئے۔ پورے
 ہندوستان میں لیگ کو ۲۸ حلقے حاصل ہو گئے۔ جبکہ کانگریس نے کل یکاں صوبوں میں ۱۵۵ میں سے ۱۱۱، لکھنؤ، بمبئی
 میں "تیم مسلم شخصیات" اس کے صوبہ ۳۹ امیدوار کامیاب ہوئے۔ اس سے کانگریس قیادت کو بدست مودت ہاتھ آوار
 انہوں نے مسلمانوں کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے ۱۹۳۷ میں ایک "نندو دار ریلوے" نامی کمیشن قائم کیا۔ اس سلسلہ میں بدست منو
 نے مسلم لیگ کے وجود کو مسلم مسئلہ کی موجودگی کو تسلیم کیا۔ ان کا مطالبہ بھی یہی تھا
 "لیگ میں صرف ۵۰ طاقتیں ہیں۔ ایک کانگریس اور ۵۰ سنی حکومت۔ کانگریس امیدوار کے خلاف ووٹ نہ گنوا
 انگریزی تسلط کو دھم بخانا ہے۔ کانگریس ہی واحد قوت ہے جو حکومت سے ٹکر لے سکتی ہے۔ کانگریس کے مخالفین
 مخالفت کی ادنیٰ میں دھمکے دیتے ہیں۔ ان کے مطالبات کا حوالہ سے کوئی تعلق نہیں۔"

جناح کو جب سنو کی ان میں رائے کاظم ہوا تو انہوں نے فرمایا: "ترکی عوام کا "میں سنو کے اس دعویٰ کو قبول کرنے
 سے انکار کرتا ہوں۔ لیگ میں ایک تیسری قوت بھی ہے اور وہ مسلمان ہیں۔" چند دن بعد جناح نے خلاصہ یہ سنو کو خوار کیا کہ
 وہ مسلمانوں کو ان کے محل پر چھوڑ دیں۔ لیکن سنو کو اختلافات میں کانگریس کی کامیابی جتنی نظر ترقی تھی اس نے انہوں نے
 غور فرمایا۔ اور مسلم طبقہ قیادت سے لاشعری اتحاد کرنے کی بجائے عام مسلمانوں کو کانگریس کے پلیٹ فارم پر لانے کی کم
 پسند شدہ راہ سے جاری رکھی۔ ایک تقریر میں انہوں نے کہا: "مشرقیہ اور اسی کے ہیں کہ کانگریس بنگال مسلمانوں
 کے مطالبات میں داخلہ نہ کرے اور کہتے ہیں کہ کانگریس مسلمانوں کو علیحدہ رہنے دے۔ مسلمان کون ہیں؟ بلا ہر صورت
 جو مشرقیہ کی پیروی کرتے ہیں۔ مسلم لیگ کیا جانتی ہے؟ سنو نے بڑے حکمت بھرے جواب میں سوال کیا: کیا یہ ہندوستان
 کی کوئی جانتی ہے؟ کچھ نہیں ہے کہ ہرگز نہیں۔ یہ مسلمانوں کے ایک گروہ کی نمائندگی کرتا ہے بلاشبہ یہ گروہ داخلی
 مسئلہ اور افزائش مشکل ہے۔ جو ہائی بل کلاس کے طبقات میں سرگرم عمل ہے جس کا مسلم عوام سے کوئی رابطہ نہیں
 اور نچلے درمیانی طبقہ سے تو اس کا تعلق نہ ہونے کے برابر ہے۔ مشرقیہ جناح کو معلوم ہوا ہے کہ اگر لیگ مسلم لیگ کے مقابلہ میں
 مسلم عوام سے میرا رابطہ زیادہ ہے۔"

سنو کی سب سے بڑی کمزوری

جناح کے ساتھ مسئلہ کہنے میں یہ سنو کی آخری سیاسی قطعی فیصلہ تھی تاہم یہ ان ملک تعلیم میں سے ایک تھی
 جو محض اور طور کے مسلم میں سے مسند نہیں۔ قبل سے وہ کہ سنو نے لیگ کے لئے ایک ہی مٹر کی پیش کی جس میں
 جناح کو ترمیم دی گئی اور پہنچایا گیا کہ وہ اگر انگ مدم کی سیاست سے انہیں اور ان کو ان مسلمان عوام تک پہنچے جو
 چارے دی گئے تھے میں وقت مشقت کے اپنا جیت پاتے ہیں۔ بلاشبہ مسلم لیگ کے لئے صرف ایک ہی ٹکڑا راستہ تھا کہ
 وہ مسلمانوں کو حرکت میں لائے۔ انہیں خواب غفلت سے جگاتی اور مسلم قیادت کے پیچھے چلنے کی ترمیم دیتی۔ صرف یہ یاد
 کہ "وہین غلو میں ہے۔" مسلم لیگ کا مشورہ صرف یہ تھا کہ کوئی مشترکہ اصول یا پالیسی مسلمانوں کے اتحاد کا نتیجہ
 بنا سکتی ہوئے ایک بار اسٹیبل میں جناح کی اڑی پینٹ پانٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناح کا اتحاد جناح کے لئے ان
 راہ گس نے سمجھا تاہم کیا اور وہ مسلمانوں کو چھو کہنے کی نئی حکمت عملی اپنانے پر مجبور ہو گئے۔ اس پہنچنے انہیں اس
 طرح چھو گیا جیسے ۱۹۳۰ میں کانگریس کی قرارداد عدم تعاون کی مخالفت کرتے ہوئے انہیں بدست "چھو کا کا قتل اس وقت ان کی

ہیکو دا نشانہ از قیادت نے "مہاتما گاندھی" کو "سٹیز" کے روپ میں لانے کی سعی باہم کی تھی۔ لب موسیٰ نے جیل کے ہم سے پہلے "سٹیز" کا لفظ استعمال کر کے گواہوں کا دل چڑایا تھا کہ یہ لقب برطانوی نواری کی علامت سمجھا جا تھا۔ جیل مسلمانوں کی قیادت کے حوالے دار ہونے کے باوجود مسلمانوں سے کہے ہوئے لگتے تھے۔ یہ حملہ اس سے بھی شدید تر تھا جو دس سال پہلے کل پانچویں کانفرنس کے موقع پر ہیکو نے کیا تھا۔ جو ابراہیم لعل بھٹل سے ہیکو سے کہیں زیادہ خوش چاہی مٹو تھے۔ انہیں عوام پر اپنی مقبوضہ گرفت کا پختہ یقین تھا۔ کانگریس کے مستقبل کے بارے میں زیادہ پر امید تھے۔ انہیں باغی کی شکایات اور مشکلات کا درست احساس تھا۔ گوکہ ان کی سیاسی قوتوں کا مسئلہ کہنے اور کوئٹل مٹو تھیں سے "جو ابراہیم لعل کی ہے" سننے کے لئے ان کا دلوریا چوڑا دیا میں نہیں بڑے تھے۔ علاوہ اس "مقبوضہ جذبات کے مالک تھے اور ان کے حوالے کے بہت سے رنگ تھے۔" انگریز جذبات انگیز چیلوں سے متاثر ہو کر گجرات قوت فیصلہ سے جنگ جانتے تھے۔ یہ سو کی سب سے بڑی کڑوی تھی۔ ایک ایسے شخص میں جو پورے ہندوستان کی سیاسی قیادت کا ترمیم مند قائلو حقیقت میں یقین رکھتا تھا کہ میں ہندی دنیا پر حکمرانی کے لئے موزوں ہوں نہ بہت سی ملک باغی تھی۔

اس کے برعکس جیل بھی پیش میں نہیں آتے تھے۔ سوائے سبب سیاسی قائلو کے لئے۔ ہا اپنے نصرت سے اسی طرح باہم چلتے تھے جیسے کوئی دھکیل یا دھکڑا سا جس کو متاثر کرنے کے لئے استعمال کرنا ہے۔ ضرر کا اس قدر اعتقاد بر مرکز نہیں کرتے تھے جو کھنڈوں سے باہر ہو گیا ہو کہ ان کے ذاتی جذبات مرچنے تھے اور وہاں بھی ظاہر نہیں ہوتے۔ سوائے انہیں جو نظریات تھی اس کی نوعیت سوادہ کی تھی جس نے فیض و غضب کی بجائے توجہ و حقیر کے امٹ جنم لیا۔ جو کہ ان ریلو کس کے گلی سینے ہونے لگے تھے۔ جیل نے کہا "کانگریس کے داخلی فوجدار (مفسد) مصدر کے حلقوں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" لیا لگا ہے کہ انہوں نے پوری دنیا کی لبرل داری اپنے کھول پر اٹھار لی ہے۔ ہا اپنے حکم سے باہر نکلنے کی بجائے ہر مسئلہ میں باغی اڑنا ضروری سمجھتے ہیں۔" اختلافات کے بعد راج میں سوائے کانگریس کا ایک پھیل کو نفع طلب کیا جس میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ کیا کانگریس کیم لبرل ہے سو کوئے آئین کے خط کے بعد اپنے گلاب امید لعل کو مہرے سنبھالنے کے لیے یا نہیں لے گا۔ وہ نے دستور کو "کھلائی کا ناچار" قرار دے چکے تھے لب اسے منظور کرنا اپنی مشین کے خلاف سمجھتے تھے جبکہ گاندھی کی اس کے حق میں تھے کہ آئین کو ایک موقع ملنا چاہیے۔ رنگ کھینچنے کے انگریزوں کی رائے بھی یہی تھی۔ مجبور انسانوں کو ان کا مقصد ہونا چاہیے۔ انہیں انہوں نے مسلم لیگی دار دیگر غیر کانگریس منتخب امیدواروں کو توجہ سن میں دے کر کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ایسی تجویز کو انہوں نے غلطیاب قرار دیا اور اس بات پر مصر رہے کہ کانگریس کو "نیم ساراوا کی گروہوں" کے ساتھ ہرگز تعلق نہیں کرنا چاہیے۔

لیگ سے وعدہ خلافی

چودھری ظیفی علی خان کو ۳۶ برس اپنے "مونی بولا" کو ایک میں دھم کرنے سے پہلے ۳۰ سال تک کانگریس کے مرکز پر فعال لینڈ دے چکے تھے۔ تفریق تھی کہ یہ لیگ کانگریس لیگ کے خدائے حکومت بننے کی جس میں وہ خود بھی شامل ہو گئے۔ رجب احمد قدانی جو اس وقت کانگریس کے موبائل لینڈ تھے موبائل ایل سو کے بیکر تھے۔ دے چکے تھے کہ سوا بھی ان پر بڑا احقر کرتے تھے۔ قدانی اور ظیفی علی خان نے اپنے "دست" میں لئے ان کے لئے یہ کوئی چیز نہیں تھی۔ لیگ انہوں نے انکسٹن سے نقل "حکومت" کے موضوع پر جدل خیال کیا اور ظیفی علی خان سے وعدہ کیا گیا کہ۔ لیگ کو نہ

میں مسلم لیگ کے دو نمائندوں کو دربار میں دی جائیں گی۔ لیکن انتہا پسندی میں ہماری کامیابی کے بعد نوسٹو نے مسلم لیگ کے دستِ قتلان کو جھٹک دیا۔ اس وقت کانگریس کی دورِ تنگ کھینچی میں مولانا ابوالکلام آزاد کیلئے مسلم رہنما تھے انہوں نے وسطِ مٹی و سہمی میں صوبائی مقام پائی کہ مسلم لیگ سے توڑ کر لیگ کا ہنر امانتے کا طریقہ انجام دیا۔ اور اس فرض کے لئے ہر قسم کی ترغیب و تحریک سے کام لیا۔ بے شک اس طرح انہوں نے نوسٹو کو اپنا مسنون پایا اور ان کا نوسٹو استحقاق حاصل کر لیا۔ وہ ساری جنگ عظیم کے دور میں (۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۷ء) کانگریس کے صدر رہے اور نوسٹو کی اولین کابینہ میں بحیثیت وزیرِ تعلیم شامل ہوئے اور مرتے دم تک مسندِ وزارت پر برقعہ رہے۔ یہ تمام انہوں نے جیل سے عمر بھر کی دشمنی میں ملے۔ جیل کو سب جمیعتِ علماء کے ہیں پھر جیل کے حاملِ معلوم ہوا تو انہوں نے کہا ”آزادی اس فریبِ کفری نے انہیں ہستی کی انتہائی سطح پر گر لیا ہے یہ انتہائی خطرناک گزالی ہے۔“

بدلائے سہمی میں مولانا آزاد کھستو گئے اور خلقِ قتلان سے مصالحت کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے وکیل کی کہ ”اگر مسلم لیگ علیحدہ گروپ کی حیثیت سے کام کرنا ترک کرے اور اس کے جملہ ممبران کانگریس پائی کا حصہ بن جائیں تو انہیں (خلقِ قتلان کو) پائی کی کابینہ میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ خلقِ قتلان نے ان شرانہ کو اس صوبائی پائی کے لئے نوسٹو کے ”صدر تھے“ مسودہ کاروائی ”قرار دیا اور انہیں قتل کرنے سے انکار کیا۔ درجی انجام نوسٹو نے کانگریس کی کمیٹیوں کو ہدایت جاری کی کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو کانگریس کا رکن بننے کی ہم تجویز کریں۔“

جیل نے نوسٹو کو بھی بھی پندہ دی کی فکر سے نہیں دیکھا تھا۔ تمام اس مرحلہ پر اس کے ساتھ محمود اور مصالحت کی کوششوں سے قطعاً اس سے ہونگے انہوں نے نوسٹو کی پانے گاؤ می سے قتل کی کہ وہ محلات کو غراب ہونے سے بچائیں۔ گاؤ می ان دنوں مکمل سیاست سے کنارہ کش ہو کر دھوا آفریں میں غرق تھے مٹی کے آفریں جیل نے اپنی کیم (دستیں میں کانگریس کے لیڈر اور پیچہ وزیرِ اعلیٰ کی مسودت گاؤ می کو ایک پیغام بھجوایا۔ کیم نے جیل سے کہا تھا کہ صوبائی کابینہ میں شمولیت کے لئے مسلم لیگ کے دو نمائندے بھجو کریں۔ ایک نے بجلی میں ۳۳ سے ۳۰ مسلم تقسیمی بجلی تھیں۔ کیم نے اپنی طرح کہتا تھا کہ جیل کے قتلان سے اس کی انتظامیہ مضبوط اور معتد گزالی کی کل ہو جائے گی۔ جیل کے پیغام کے جواب میں گاؤ می نے کہا ”میں چاہتا ہوں کہ کون (تنگن میں داخل ہے اس میں)۔ انتہا پسند چھوڑیں قرا بھی انہی دشمن ہے پھٹا پلے قتل اصل پلے یہ ہے کہ نگر کی اس قدر زیادہ ہو گئی ہے کہ مجھے اس میں سے صحت کی دشمنی بھی رکھنی نہیں رہتی۔ انکی باج ہی میں دشمنی کے لئے خدا کو پکارا ہوں۔“

میں اتھارٹی ہوں

لیگ کا اتحادیشن کھستو میں ہونے والا تھا۔ جیل یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کا صداری قتلان یا قتلان کی ہرمت کھلے باک و خیل کا کام ہے گا یا موت کی کھنٹی ثابت ہو گا۔ انہیں یہ احساس بھی تھا کہ ان کے لئے ذاتی طور پر اور مسلم لیگ کے لئے جماعتی حیثیت میں جیت ہاتھ سے نکالا جائیگا ہے۔ انہیں پیشہ کماشی کی شکستِ راقی قسمی۔ حسدِ قتلان نے کہا ہے کہ ”وہ جیت کر پچے رچے اور کھانے رچے تھے ہم اسے محض سکرٹ پیچے والے کی کماشی یا جمعیۃ الغرض سمجھتے تھے ہم میں سے کوئی بھی نہ جلا نہ گا کہ کماشی کچی ہوئی تھی۔ جب تک مسودت انجام نہ ہو گئی۔“ اس سارے گریپ میں انہوں نے قتلان کو ساری عمریں گزاریں۔ جیل میں مسلمانوں کے سب سے بڑے وکیل کی حیثیت سے ان کی شہرت بھلی گئی۔ انی طرح ان کی مصروفیات کا جی نہیں۔ کشمیر کے وہاں جیل ان کے ساتھ تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مٹی و سہمی کے

بعد ان کی وفات تک وہ ہر کہیں ان کے حوالہ نہیں۔ مختصر میں قیام کے بعد ان وہ ہمارے ہاں کوئٹہ میں پہلی گورنمنٹ ہسپتال میں جیسے ہوئے۔ ان میں سے دو افراد کی اور تینہ دو ایسی تھیں جنہیں ہم سرکار ہائی مقدسہ کو چھٹی شہرت ملی جس کا پہلا نمونہ کے حق میں ہوا۔ اس مقدسہ میں ہمارے دو اہل بیت ہوئے جنہوں نے کہا تھا "میری لانا" میں امدادی ہوں۔" مسلمان جانوں کے ایک بچے اور صحیح شاعر کی شہیت سے مشاوش میں ان کا ہمارا انجیلہ تھا کہ کوئی بھی ان کے اس روضہ کو گورنمنٹ ہسپتال میں کرنا اور مسب معلوم ہے جس کیس میں جیسے ہوئے اسے جیت لیا۔

لیں مگر انہیں کے علاوہ سبھیوں کے شعور میں وہ جہاں کہیں بھی گئے ملاقات کرنے والے مسلم بلڈز کو دعوت ملی کہ انہیں ایک کے آگے بیٹھنے میں شہرہ فریڈک ہوں۔ ہر شیخ کے ہاتھ میں جیڑہو کے ہاتھ اور ہنگل کے سر کو زخمی دے جس میں ہر سکھو صیانت اور فضل الحق کے نام چل دیں کہ جس کی دعوت پر کھڑے کے اجلاس میں شرکت کی۔ اور اب یہ یاد رکھیں کہ جیٹھی سے روانہ ہونے سے پہلے مسلم ایک سے تعاون کرنے پر رضامند ہو گئے جس سے مسلم ایک کو نہایت قناعت پہنچی اور سونے "راہل عوام" "چکارا جیٹھی" کو بھیج دیا تھا جس کا موٹر گاڑی ہوا گاڑی دونوں مسلمانوں کو ان کے اپنے طبقہ انتخاب میں بھی رہ جانے کے خطرات لاحق تھے۔

جس نے بھی سے گھسٹو تک کا سفر نہیں ہے۔ کیا لوں کی نہیں ہے؟ خفی کاہنہ کے اخیسٹن پر پہنچے۔ مسئلہ کا ایک ہم
غیر ان کی ایک حکم دیکھنے کے لئے ان کے اوپر ہونٹ دیا۔ جیل اسیں امر لکھتے ہیں۔

”لوگوں کا جوش و خروش ہے چہ اور بلند بلندی کی مزاحمت کے لئے ان کا عزم و حوصلہ اپنی قضا میں تک کہ مسٹر جیلر کو بصورت دیگر بڑے عاصم شہر میں سکون دینے والے تھے اس لحاظ سے حاکم ہونے بغیر نہ تھے۔ ان کی نگاہوں سے مضبوط عزم جھٹکنے لگا جس میں اس انجینئر کی تہذیب و تمدن کی آفر کا بڑی قومی جاگ اٹھی ہے۔ ان کے جذبات کو محض ا کہنے کے لئے جیلر نے چہ حوصلہ عقل افلاک کے بہت سے مسئلوں کی انجینئر میں اپنے رہنما کو دیکھ کر شہوت جذبات سے خوشی کے آنسو بہنے لگے جس کے بارے میں انہیں بھی تھا کہ انہیں انہی سے لیا جاتا ہے۔“

۱۰۳۔ اکتوبر ۱۹۷۱ء کی شام کو گھنٹہ بچنے پہلے ۱۱ سال مکمل ہونے کے باوجود اور مسلم ایک کو اکٹھا کرنے کے لئے یہی تین گھنٹہ باقی رہا کہ سمجھوتہ چار کر کے بعد مسلم اتحاد ایک ایسا لیبرل خیریت کا اتحاد جس سے زمانہ عمر کا ٹھکانہ رہا اس وقت یہی حکامات کی گروت افی پر اور جوا جوا کیا تھا یہیں تک کہ مسٹر جلال کے گھگھے ہوئے چہرے پر ہادی کے بھابھاک اور صفحہ کوئی رہنے لگے۔ طلیق احمد اور راجہ محمد تاج نے ان کے فریادوں کے لئے مسلم لیگ رضا کاروں کا ایک دستہ چار کر کے اکٹھا انہوں نے قائد اعظم اور ان کی بیٹیوں کو سلام دی۔ پھر انہیں ایک مشعل بردار جلوس کی صورت میں گھنٹہ کی ٹھک گیل میں سے گزار کر ان کی قیام گاہ تک لائے ایک جگہ لیجی رضا کاروں اور کانگریس کے سرگرم کارکنوں کے درمیان جھاپا لڑی ہوئی۔ طلیق احمد کے ہاتھ پر یہ جھنڈا کانگریس اور ایک کے درمیان اس سڑک کی ابتدا ختمی جہاں عدالت کی عظیم کارروائی تھی۔

پنجاب کی تسخیر اور پاکستان کا قیام

پنجاب کے وزیر اعلیٰ سر سید محمد علی صاحب نے مسز جلیج اور لیگ کو نسل سے اگلی صحیح طاقت کی جس میں ان کی مضبوط ہویت اپنی کو لیگ میں ضم کرنے کی شرط قرار دی کہ انہیں اپنی اپنی حیثیت پر شرط ہے جس کو پنجاب میں اپنی ہی کو حاصل سمجھیں

باقی رہنا چاہئے کہ تک مسلم لیگ نے صرف وہ شخص جتنی ہیں جو جرح کے لئے اس کے سوا ہمارے ہمارے خاکہ پنجاب کے حاکم اور جاکہ ہمارے شرفاء خوش حال سے قبل کر لیں اور جی کر ہی سہا کر لیا گیا کہ اس کا بلی جیت لیں۔ مس اکثر کو پش ایڈیا کے قریب مس لہندوں کے ہاتھ پر مسلط ہو چلا ایک کو نسل نے زبردست لکھوں کی گرنج میں اس کی منگھری دی۔ ایک کو نسل کا لکھیاں بھلا اور غیر معمولی مسرت کا اظہار کرتا ہوا کہ پنجاب میں ایک کی کوئی لکھیاں پر نہ جیتیں نہ جی جسے نیاز ہا کہ اپنے مسلم قومیت کے دعویٰ کو پکا جتنی۔ پنجاب مسلم اکثریت سے غریب صوبہ تھا پنجاب کو تھو کر لینے کا مطلب یہ تھا کہ پاکستان کا حصول ممکن ہو گیا۔ بنگلہ مرکز دار اختلاف سے بہت دور تھا۔ حیدر آباد کن سندھ مسندہ اہل حق میں اور کشمیر مسلم اکثریت کے چارے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا اس قدر مضبوط تھا کہ اپنے جیلوں پر کڑا ہو سکے۔ پنجاب کی حیثیت ایسے جوت کی تھی جس نے شکل مطلب کے صوبائی ریاضوں کو اکٹھا کر لیا کیا نیز ان کے درمیان میں کاظم کب۔ پنجاب پاکستان کا پہلا اور سب سے اہم جلی حرف تھا۔ سرحد و حیات کو اپنا پانی میں شامل کرنے کے بعد جلی نے باہر محمود آباد کی رہائش گاہ کے باہر تعمیرات میں ایک کے دفتر بنیادی پر لے لیا۔ جس پر ۱۹۴۷ء کا لکھیاں تھا اس پر جم کاہر ایک جی قوم کی پیدائش کا نتیجہ تھا جو تقریباً ایک عشو تک برطانوی ہند کے قلم میں رہی۔ اس کا کارور تدریجی مسندہ پر فضل الحق بھی مسلم لیگ کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ اس طرح جنوب مشرقی ایشیا کی اہلی ہندی مسلم ریاست میں وہ اور فاسطیہ ملاح مشرقی ہند کا انفراد ہو گیا۔ خوب آفتاب تک جلی کو نہیں ہو گیا تھا کہ انہوں نے جس دور میں گھسٹو پرکاش کی ابتدا ہوئی ہے وہ برصغیر کے اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کئے کہ جس طرح پہلے گھسٹو پرکاش سے آزاد لیگیں متحدہ ہندوستان کی راہ ہموار ہوئی تھی۔ جلد ہی ہمارے ہاں اور ہمارا کو بھی اس صوبہ کا پہل چل گیا۔ بہت جلد ہی ہر دنیا کو معلوم ہو گیا کہ اس طرح بظاہر ایک باغی اور گمراہ مفید باہن والے عورت مسلمانوں نے ان لکھیاں کے باہیں ایک اقلیت کا لہجہ بولتے ہوئے لہجہ مستعد حاصل کر لیا ہے جس کے لئے وہ شعور ان سے کوٹاں تھا۔ ویسے عورت تک اس کا کافی اثر لایا گیا اسے نظروں انداز کیا۔ اس کی تبدیلی کی جی اور باقی اختلافات سمجھ کر اس کی اصلاحی کی جی اب پنجاب اور بنگال کے ہزاروں اہم ہیں کے ہیں میں شامل تھے۔ آج کے دور میں سب کی طرف سے بولنے کے بجائے ہو گئے ہیں انہیں مسلم انقلابی لہجہ کی ایک طاقتور انقلابی اور فوجی فیصلہ کن کارواں حیثیت حاصل ہو گئی۔

راجا محمود گلد کے برابر میں قربا سن مسلطی منصوبوں سے لہجہ کے ہر حصے کے لئے حقے خطاب کرتے ہوئے

قائد اعظم نے فرمایا: ”اس لڑیا مسلم لیگ کا مروجہ شیخ اس کے قیام سے اب تک منعقد ہونے والے اہم ترین اجلاسوں میں سے ایک ہے۔ کانگریس کی موجودہ حکومت خصوصاً گذشتہ دس سال سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ محنت کرنے کی نذر رہا ہے۔ انہوں نے اپنی پارلیمانی اختیار کرلی ہے۔ ہر سراسر ہندوانہ ہے۔ انہوں نے ان چھ صوبوں میں جہاں ان کی اکثریت ہے، انگریزوں کی جیسی انہوں نے اپنے اقوال سے کہنے افضل سے اور اپنے پروگرام سے جہت کیا ہے کہ مسلمانوں کو ان سے کسی نصف یا پانچواں حصہ اور ان کی توقع نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں کہیں وہ اکثریت میں ہیں اور جہاں کہیں انہیں موافق نظر آیا انہوں نے مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنے سے صاف انکار کیا اور مطالبہ کیا کہ مسلم لیگ غیر مشروط طور پر ان کی حمایت قبول کرے اور ان کی ضرورت پر ہر حوالہ کو سب سے پہلے ہر مطلب اور ہر قسم اور ہر مشروطہ کے مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ وہ عام کی بجائے کاشت پروگرام مرتب کریں، انگریزوں کی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی ترقی کی ذمہ داری اور وسائل وضع کریں۔ اپنے آپ کو منظم کریں، اپنے اندر عمل افہام۔ انگریزوں کو تو کہتے ہیں پانچویں کی طرح تیار کریں۔ اپنے اندر علم پورٹ پیدا کریں، اپنے ملک اور عام کی بجائے کے لئے پانچواں حصہ اور مطالبہ سے کام کریں، اپنی دنیا قوم سمیت، تکلیف اور قربانی کے بغیر جو حاصل نہیں کر سکتے۔ یہی اپنی قومیں موجود ہیں جو آپ کو شک کریں گی، آپ پر ظلم و ستم کی سب سے زیادہ ممکنہ حد تک۔ لیکن ہے آپ کو مصائب کا سامنا کرنا پڑے، تمام ان انفاق و افلا کی اس بجلی میں سے گزر کر، ظلم و ستم۔ کہ ممکن اور ترجیحات کا مقابلہ کر کے نیز مشکلات اور قربانی سے گزرنے کے بعد ہی ایک اپنی قوم کا علم و فہم ہے جو اپنی گذشتہ عقلت اور کمزری کے شیلان شان و گور و اپنی آئندہ کمزری کو نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم میں عظیم تر اور زیادہ شہور پانے کے لئے لڑ رہا ہے۔ ہندوستان کے آئندہ کو ذرا مسلمانوں کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان کی قدر و حق کے اپنے ہاتھ میں ہے، نہ ایک دنیا میں موصوف، انہوں نے خود کو حق کی حیثیت سے ہر قسم کے خطرات اور مخالفت کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ آپ کے اپنے ہاتھوں میں زندگی، طبعی قوت موجود ہے، اپنے قوم اور دنیا کی فسطی کو بچھو، نہ دنیا کے لحاظ سے، عظیم اور جلد رس ہو سکتے ہیں۔ لیٹل کر سنے سے پہلے بڑا بڑا سوچنے لگیں، جب کوئی فیصلہ کریں تو جلد اس کی طرح اس پر عمل پیرا بنیں۔“

قائد اعظم تقریر ختم کر کے جو نئی بیٹھنے چڑھائی میں موجود ہر مسلمان نے کوفہ ہو کر فریاد سے کہیں، یہاں اور اس امر کا احساس دلایا کہ ایک ہی مسلم لیگ موجود ہے اگلی ہے گویا ان کے عظیم قائد نے ایک اہم اور عظیم فیصلہ کر لیا ہے جس کے نتائج دور رس ہو گئے ہوں گے۔ اب وہ اپنی اکثریت راستہ نہیں ہو گا نہ اس کے لئے ہی اس کی حمایت کے لئے جملہ جہد کھڑے نہ ایک عظیم لیگ کا نظریہ، نچلے کٹھن سے آؤ ہو گئے، جبکہ نئی قوت کے ہارنے مرکز سے دلا ہوا ہے تو انہوں نے قائد اعظم کی حیثیت سے مسلم لیگ کی جڑیں وہاں بیج وغیرہ ملی سے پختہ کریں۔

بار ہواں باب - لاہور کی طرف: ۱۹۳۰ء — ۱۹۳۸ء

۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۷ء کے دوران قائد اعظم کی مصروفیات کا سب سے بڑا مرکز و محور ایک عوامی وادائی کی تعمیر تھیں۔ راجہ گھنٹے کے سہائی اجلاس ۱۹۳۷ء سے لے کر مارچ ۱۹۳۷ء کے شیخ کے درمیانی عرصہ میں مسلم لیگ کے ارکان کی تعداد چند ہزار سے زیادہ کر پانچ لاکھ سے زائد ہو گئی۔ روایت کی جیس کانگریس کے مقابلہ میں نصف کوئی تھی لیکن چار آنے کی بجائے صرف دہائی وصول کی جانے لگی۔ ایک کے مشور میں ان کی لحاظ سے تبدیلیاں کر کے اسے جدید تقاضوں کے مطابق بنایا گیا تاکہ قوم اپنے لئے لیڈر کی قیادت میں خود اعتمادی سے آگے بڑھ سکے۔

گھنٹہ سیشن میں ایک نے ایک قرارداد کے ذریعے طے کیا تھا کہ وہ آزاد جمہوری ریاستوں کی فیڈریشن کی صورت میں عمل آزادی کے لئے کام کرے گی۔ جس میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق و مفادات محفوظ اور موثر طور پر محفوظ ہوں گے۔ کانگریس کی ذمت کی تھی جس نے "بندہ ازیم" نامی گیت مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بخیر انداز کرتے ہوئے تقابلی اداروں میں قومی ترانہ کے طور پر جبراً رائج کر دیا تھا۔ ایک نزدیک وہ گیت سراسر غیر اسلامی "خیالات کے لحاظ سے بہت پرستی کا مظہر اور ہندوستان میں کچی قومیت پرستی کی قہر رگھتیل کے لئے ضرور دس تھلک لگ نے ہندی کی بجائے اردو کو ہندوستان کی عمومی زبان بنانے کا فیصلہ کیا۔ آخر میں معاشرتی و اقتصادی اور تعلیمی اصلاحات کا پروگرام تجویز کیا گیا۔ ایک نے وعدہ کیا کہ کارخانوں کے مزدوروں اور دوسرے محنت کشوں کے لئے اوقات کار مقرر کئے جائیں گے۔ اگلی کم از کم اجرت کا اعلان کیا جائے گا۔ ان کے گھروں میں حفظان صحت کا انتظام کیا جائے گا۔ دینی اور شہری قسٹے کم اور سود کو ختم کیا جائے گا۔ بلت قرضوں کی ادائیگی کے لئے مسلت دی جائے گی اور عمل آزادی کے حصول کے لئے نئی تدابیر اختیار کی جائیں گی اور اس مشق کو پانے کی خاطر تمام سیاسی جماعتوں کا تعاون حاصل کیا جائے گا۔

جنگ سکندر کشکاش

گھنٹہ میں ملت بھر ملا تھا اس کا یہ سلسلہ جاری رہا تھا اس نے مسز جناح کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا۔ جب واپس بمبئی کے لئے روانہ ہونے تو وہ شدید بخار اور آہستہ آہستہ شگ کھانسی میں مبتلا تھے۔ قریباً ایک ماہ عمل آرام کرنے کے بعد وہ اس قابل ہو گئے کہ اپنے فائیکس کی طرف سے موصول ہونے والے خطوط کا جواب دے سکیں ان میں پنجاب اسمبلی کے واحد لیڈر کن ملک برکت علی کا شکایت نامہ بھی شامل تھا جو انہوں نے سر سکندر حیات کی ایک کے ساتھ زیادتیوں کے بارے میں لکھا تھا۔

سر سکندر حیات اور بی بیٹ۔ ایک معاہدہ کی تعمیر و تخریب جناح کے لئے درد سر بن گئی کیونکہ ملک برکت علی اکثر اقبال اور پنجاب کی سیاست سے باخبر دیگر لیڈروں نے محسوس کیا کہ اپنی نشست پارٹی کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ سکندر حیات نے اپنی جماعت کے بعد اور سکندر ارکان کو یقین دلایا کہ "اب جناح میری سیب میں ہے۔ ایک والے اپنی ملازمتی کے بارے میں جو دعویٰ کرتے ہو رہے ہیں ان میں کوئی صداقت نہیں۔" کیا جناح نے ایک کی حیثیت بلند کرنے کے لئے واقعی سکندر حیات کی من مانی شرائط قبول کر لی تھیں؟ کیا ایک نے سکندر حیات کا تعاون حاصل کرنے کے لئے حقیقتاً غیر معمولی قیمت ادائیگی؟ کم از کم جناح کے خیال میں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن پنجاب کا مسئلہ دسمبر ۱۹۴۶ء میں سکندر حیات کی وفات کے بعد بھی ایک سرستہ وازی رہا۔

مسلم طلباء میدان عمل میں

جناح نے امریل میں ایک کونسل کا اجلاس لاہور کی بجائے ٹکٹ میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں "آء ایم" نے مسلم طلباء کی طرف سے شوقین فیڈریشن کے انتخابی اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے تھے۔ یہ تنظیم گھنٹہ کے مسلم شوقین کانگریس، علی گڑھ پندرہ نئی شوقین یونین اور تل بنگال مسلم شوقین کے باہم ارجم سے وجود میں آئی تھی۔ اس سلسلے میں علی گڑھ پندرہ نئی کے ایک طالب علم لیڈر محمد خٹون نے اہم کردار ادا کیا تھا۔

نمون اپنی فیڈریشن کے پہلے اجلاس کے اختتام کی دعوت دینے پہنچ گئے تھے۔ وہ اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں: ”مجھے اس بات سے بڑی حیرت ہوئی کہ انہوں نے صریح دعوت قبول کرنے میں ایک منٹ بھی نہ لگایا۔ میں نے ساتھ ہی ان سے درخواست کی کہ اس بارے میں پریس میں خبریں دی جائے؟ انہوں نے جواب میں کہا: یہ خبر فوراً پھیلے گی۔ قائد اعظم کی رضامندی میں مسلمان علماء نے کلکتہ میں جس سبز کا آغاز کیا۔ اس کے شرکاء کی تعداد میں اضافہ ہو گیا اور آخر کار ہم حصول پاکستان کی جدوجہد میں کامیاب ہو گئے۔“ کلکتہ میں جنرل اور فاطمہ نے اصفہانی کے ہاں قیام کیا۔ ۲۸ دسمبر کو صبح ۸-۳۰ پر قائد اعظم نے کانفرنس کا اختتام کیا تو پتلاور سے اس کماری تک کے قریب ۳۰ مسلمان علماء ہاں میں جمع تھے۔ انہوں نے جذبات سے عادی اور اراکائی انداز سے بحث کر سیدھے سادے طریقے سے خطاب کیا اور علماء کو بتایا کہ ”کلکتہ میں میں نے صرف خطرے کی گھنٹی بجائی ہے۔ وہ گھنٹی اب بھی بج رہی ہے۔ لیکن مجھے قازیر گینڈ نظر نہیں آ رہا۔ میں چاہتا ہوں آپ قازیر گینڈ تیار کریں اور منشاء اللہ ہم آگ بجھائیں گے۔“ اس نے عظیم گروہ مسلم قازیر گینڈ کے لئے انہوں نے جو بیانات دئے ”ان میں سب سے زیادہ یاد رکھنے کے قابل یہ بات تھی۔“ ہم نہیں چاہتے کہ ہمیں امریکی مشینیں کی پست سٹاپ گرا دیا جائے۔“ اب جناح کو ان فیڈریشن باڈیز اور قزاق رضا کاروں کی حمایت حاصل ہو گئی جن کی ایک کو ضرورت تھی۔ پرانی آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن نے جو کانگریس کے زیادہ قریب تھی۔ نئی مسلم فیڈریشن کو ”رجسٹریشن اور فرقہ وارانہ“ قرار دیا۔ راجہ محمود آباد کو سٹوڈنٹس فیڈریشن کا صدر چنا گیا اور محمد نمون بطور جنرل سیکرٹری کام کرنے لگے۔ فیڈریشن کے مشنور میں دیگر شخصوں کے علاوہ مسلم علماء میں سیاسی بیواری پیدا کرنے اور انہیں ملک کی آزادی میں جائزہ لینے کے لئے تیار کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی اقتصادی و معاشرتی حالت بہتر بنانے ”اسلامی ترقی اور علوم کو فروغ دینے نیز اسلام“ مخالف قوتوں کی سرکوبی کر کے اپنے مذہب و عقیدہ کو مضبوط بنانے کازم کاہر کیا گیا تھا۔

پہنچ واپس آنے کے بعد جناح کو جلد ہی (جنوری ۳۸) بحر علی گڑھ جانا پڑ گیا۔ جہاں ان کا صحیح معنوں میں ”شہادتِ استقلال“ کیا گیا۔ ان کے عقیدت مند اور مداح طالب علم بعد اصرار ان کی گاڑی کو خلیجین سے پونہر سٹی سیمپس تک (تین میل سے زائد) فاصلہ خود کھینچ کر لے گئے۔ مسلم لیگ کے اس خلیج گروہ میں جناح نے اپنے پرچش نامیاں بھانے والے سامعین کے موجودہ معمول سے ہٹ کر فصیح اور خوش بیان تقریر کی۔ انہوں نے فرمایا ”جناح صدر آپ نے کہا ہے کہ مسلمان پیداؤں لکھا ہے آزاد ہو آجے۔ میں پوچھتا ہوں اسے کب آزاد رہنے دیا گیا؟ اس ملک میں ہم گدہ بن کر ۵۵ برسوں سے غلام ہیں۔“ یہ پہلا موقع تھا کہ جناح نے عوامی خطاب میں ”غلام“ (Slave) کا لفظ استعمال کیا اور مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ بنے ہی سرور لفظ میں کھینچا۔ ۱۹۳۸ء سے اپنے سامعین کو جین دلاتے آ رہے تھے کہ مسلم لیگ میں دوبارہ جان ڈال دی گئی ہے اور اس نے مسلمانوں کو انگریزوں کے گھوڑے سے آزاد کر لیا ہے۔ لیکن اب ایک اور طاقت ابھری ہے جو خود کو حکومت برطانیہ کا جانشین سمجھتی ہے۔ آپ اسے چاہے کوئی نام دے دیں تاہم وہ ہندو اور صرف ہندو طاقت ہے۔ ان کی تحریر ۱۱، شاہدار خٹہ ٹھہری پر ختم ہوئی۔ ”آپ اپنی ہجرت میرے اور ہواہرات یعنی مسلم معاشرہ کی بھری ہوئی توانائیاں اور صلاحیتوں کو جمع کرتے جائیں“ جب آپ کو کوئی باہر ٹھکانہ ملے گا تو وہ انہیں ایک ایسے ہاؤس پر دے گا جسے دیکھ کر آپ ملش ملش کر اٹھیں گے۔“

مارچ ۱۹۳۸ء میں بنگال کے سوامی چندر بوس ضوکی جگہ کانگریس کے صدر بنے۔ ان کی عمر محض ۴۱ سال

تھی۔ انہوں نے بڑے ہمارے انداز میں قید و بند کی صعوبتیں سہی تھیں اور مالی میں رہا ہوا ہے۔ کانگریس کی صدارت کا اعزاز سچاں چند یوس کو دینے وقت سونے جناح کے نام مراسلہ میں لکھا۔ ”ہم ہر وہ کام کرنے کے حلقہ ہیں جو ہمارے اختیار میں ہو اور جس سے ہر قسم کی غلط فہمیاں کا ازالہ ہو سکے۔ ہم ایسی ہر بات کو حل کرنے کے لئے تیار ہیں جو ہماری عام زندگی کو بہتر بنانے اور ہندوستانوں کے اتحاد و ترقی کی دلوں میں حاصل ہوتی ہو۔ براہ کرم مجھے بتائیے کہ صحیح معنوں میں کون کون سے اختلافی نکات ہیں جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے؟“ اس کے جواب میں جناح نے لکھا۔ ”کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس معاملہ پر خط و کتابت کے ذریعے بحث بھی ہو سکتی ہے؟ اس کا حل تو بعد کی بات ہے۔“ ہر اہر لال نے اتفاق کیا کہ ایسے امور میں پیشہ باشیہ محکمہ مفید ثابت ہوتی ہے۔ تاہم اس عمل میں مراسلت بھی کارآمد ہے اور بعض اوقات اسے ترجیح دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ محکمہ کے مقابلہ میں زیادہ واضح اور دو ٹوک ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ ہمیں یہ تاکرہ زمین کی وضاحت کرنے میں مدد دیں گے کہ ہمارے درمیان کن امور پر اختلاف ہے اور آپ ان اختلافات کو کیسے ختم کرنا پسند کریں گے۔“ تاہم جناح اختلافات پر غور کی بحث کرنے سے گریزاں تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ یہ اختلافی باتیں ہندو اور ہندوستان پر تھیں۔ آپ جیسا جانتے ہوں گے اور نہیں جانتے تو جاننا چاہئے کہ ہمارے درمیان کون کون سے نکات متنازعہ ہیں۔“

ہر اہر لال کی طرف سے بار بار کی گئی اس اپیل کو کہ مسلمانوں کے ہاتھ ترجیح مقامات سے اختیار کے ساتھ مطلع کیا جائے، مسترد کر کے جناح نے نہ صرف اپنا حق وقت بچایا بلکہ گاندھی کی کو بھڑک کر دیا کہ وہ خود پہل کر کے انہیں مذاکرات کی دعوت دیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہر اہر لال یوس ”ذاتی اپیل یا پڑاوی سے کوئی بھی کانگریسی جیسا مسلمان کی حضور کی بغیر بات چیت نہیں کرے گا اور محکمہ کے لئے جو بھی کار ملاو وضع کیا گیا“ اس کی آخری حضور کی گاندھی کی سے لی جائے گی۔ آخر کار فروری ۱۹۳۸ء کے اوائل میں مسلمان لکھا کہ ”میں نے مسلمان ابو الکلام آزاد کو اپنا دھڑا بنا حضور کر لیا ہے“ پہلے ان کے اور آپ کے مابین بات چیت ہوئی۔ تاہم ہر صورت میں آپ مجھے اپنے تصرف میں سمجھیں۔“ اس پر جناح نے جواب دیا۔ ”میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ کے دوسرے اور سوچ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی جبکہ آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کی رہنمائی مسلمان ابو الکلام آزاد کریں گے۔“

جناح نے اس بات پر اصرار کیا کہ جس طرح گاندھی خود کو تمام ہندوؤں کا ترجمان مانتا چاہتے ہیں۔ اسی طرح انہیں جملہ مسلمانان ہند کا ترجمان تسلیم کیا جائے اور مسلم لیگ ایک ایسی بااختیار سیاسی جماعت تسلیم کی جائے جو سارے مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ کانگریس کے نقطہ نظر سے یہ دونوں باتیں قابل قبول نہ تھیں۔ جناح بھی اس حقیقت سے ابھی طرح باخبر تھے۔ تاہم مذاکرات سے بچنے کی کوئی ترکیب تو کام میں لانی تھی۔ کانگریس کی طرف سے تسلیم کرنے کا معاملہ بہرحال آخری چیز تھی جس کا مطالبہ وہ اس مذاکرہ مرحلہ پر کر رہے تھے۔ مسلمان قوم ”بہت دراج“ کے واضح اور موجودہ خطہ کے خلاف حمہ کرنے کے نصب العین کو اس سے زیادہ نہ چکا تھا۔ کانگریس اور لیگ کے مابین ۱۹۳۸ء میں کسی قسم کی مصافحت ضرورہ سوہانی سلاخ ہوئی یا سرکاری سلاخ پر ”ہندی ہوئی یا خیادی نو حیت کی۔ لیگ نے رکن سازی کی جو ہم شروع کر رہی تھی ”وہ سری طرح قائم ہو جاتی۔ حقیقت میں ان کی ساری حکمت عملی کی بنیاد اس بات پر تھی کہ ہر ایسے مسلمان کو اپنی صفوں میں شامل کر لیا جائے جو ہندوستان پر ہندو تسلط سے ضرورہ اور اس کا مخالف ہو۔ اس موقع پر کسی قسم کے سمجھوتہ کا یہ مطلب ہو گا کہ

مسلمانوں کو متحدہ کرنے کی جو اسکیم چلائی گئی تھی اس پر پانی پھیر دیا گیا۔ ایسے مذاکرات کے نتیجہ میں جنرل کو بمبئی اور دوسری صوبائی وزارتوں میں چند مزید سہولتیں شاید مل جاتیں، تاہم وہ حصول پاکستان کے مٹن تک یہی طرح کام ہو جاتے۔

شبانہ روز صحت کے باعث ان کی کھانسی اور بے آرائی بڑھتی گئی۔ جس سے وہ مزید زور پک اور تنگ مزاج ہو گئے۔ وہ زیادہ غلط و شرابی چاہتے تھے۔ اگرچہ پہلے بھی جھوم کا سامنا کرنا اور اسے برداشت کرنا ان کے بس میں نہ تھا، ماسوائے جب وہ کسی ایسے شخص کو خطاب کرتے۔

مارچ ۱۹۳۸ء میں جنرل نے اسماعیلی کو اطلاع دی۔ ”میں قاطر کے ساتھ ۲۱ اپریل کی صبح کو میل سے اترتا ہوں۔ جہاں تک میرے استقبال کا تعلق ہے۔ یہ بات لحاظ خاطر رہے کہ مناسب نظم و ضبط پر قرار دیکھا جائے گا کہ میں مستقل وقت میں گھر پہنچ سکوں۔ کیونکہ میں لمبے لمبے جلسوں سے جن میں کسی کی گئی گئے لگ جاتے ہیں۔ میرے اعصاب اور قوت پر بداشت بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ اس لئے آپ اس امر کی کو پیش کریں کہ میں ۳ بجے تک گھر پہنچ جاؤں اور بعد وہاں ٹھہر کر ڈیڑھ کے لئے لازماً آرام کر سکوں۔ آپ نے اخبارات میں جیٹا پڑھ لیا ہو گا کہ علی گڑھ ”میرٹھ اور دوسرے مقامات کے دوروں سے مجھے کتنی تکلیف پہنچی ہے۔ اس لئے میں نے میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ صرف اس وجہ سے کہ سفر میں بہت زیادہ بے قاعدگیں سرزد ہوئیں اور بہت زیادہ تھکات نے میری صحت پر برا اثر ڈالا۔“

مسلم لیگ کے لوگ کے منصوبوں کو کوئی بھی وجہ شاید انکا ضرر نہیں پہنچا سکتی تھی جتنا قصاص شرابی صحت کی افزائش سے پہنچ سکتا تھا۔ سیاسی قوت بننے کے لئے ایسی طور پر جدوجہد ہونا ناگزیر تھا۔ اس بارے میں معمولی سا شکوک و شبہات کے بغیر صبر و تحمل کی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ اس کا چاہے کار ہو جانا۔ ان کی واحد تنہا تھی کہ زیادہ سے زیادہ وقت تھکان میں گزاریں ”لوگوں کے سامنے کم سے کم آئیں اور اپنی سرگرمیاں محدود کر دیں۔ قاطر جناح خاصوٹی سے جاری رہا رہی رہیں۔“

اپنے لئے غلط کو زیادہ اچھی بنانے کے لئے جناح نے اپنا بارش پر واقع اپنی رہائش ماؤنٹ پلیزنٹ کو نئی شکل دی۔ ان کا یہ بلکہ ۱۱۰۰۰ مربع گز سے زیادہ رقبہ پر پھیلا ہوا تھا۔ یہ کوٹھی جدید طرز کی طور پر بنائی تھی۔ اس کے علاوہ ۱۰ اور گز چوب دوڑ (تھوڑی) پر انہوں نے ایک نئی کوٹھی عریضی تھی ”اس کی تختیں و آرائش پر بھاری رقم صرف کی گئی۔ آج کل اس کوٹھی میں نیند و لیڈ کا سہارا تھا ہے۔ نئی دہلی والے بلکہ، جانے کے لئے نئی کار ضروری تھی چنانچہ انہوں نے پیکاڈا رینج کا انتخاب کیا۔ جس کی خریداری کا کام اسماعیلی کو سونپ دیا گیا۔ اس پر کل ۱۰۰۰۰ روپے خرچ ہوئے۔ ان دونوں باتوں کا خاصہ سے ان کی حالت خاصی اچھی تھی۔ ”مے فیر“ میں انہوں نے جو بے قیمت کرایہ پر دے رکھے تھے ”ان سے ۲۰۰۰۰ روپے ماہوار سے زائد آمدنی تھی۔ ان کی معیاری نہیں ۱۰۰۰۰ روپے پر۔ (ہندوستان میں سب سے زیادہ) تھی۔ علاوہ انہیں ۳۰۰۰۰ روپے سے زیادہ اس خاک پر ڈاکٹروں کا دوا انہوں نے کچھ عرصہ پہلے خریدی تھا۔ جناح ملک کے ٹیکس دینے والے اس منتخب گروپ میں سے ایک تھے جن کی آمدنی پر سٹیمپ ڈیوٹی ٹیکس کے علاوہ ”سپر ٹیکس“ بھی لاگو ہوا تھا اور بعض اوقات بہت سے بڑے دولت مندوں کی طرح وہ بھی ٹیکس کی رقم جی آر سے لوا کرتے تھے۔“

جناح اس وقت یہ کہنے کی پوزیشن میں تھے کہ مسلم لیگ کی پارلیمانی پارٹیاں ہندوستان کی گیارہویں سے سات صوبائی اسمبلیوں میں سرگرمی سے کام کر رہی ہیں اور ان پارٹیوں کی روک تھام دوڑانہ بیڑہ رہی ہے۔ مشکل

اسمبلی میں لیگ کے ہلاک کو خود منظم کیا۔ عام انتخابات کے علاوہ لیگ کے متحد امیدوار ضمنی انتخابات میں بھی کامیاب ہوئے تھے۔ وسط اپریل ۱۹۳۸ء میں نکلنے میں تقرر کرتے ہوئے جناح نے پاک وک دلی کہا۔ ”ناکمرئیں ایک بعد جماعت ہے۔ مسلمان یہ بات کی بار واضح طور پر کہ چکے ہیں کہ مذہب کے علاوہ ان کا کلچر زبان اور یہ عمل لازم جماعتوں سے مختلف ہیں۔ دوسری بات جو زندگی اور موت کے مسئلہ کے برابر ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کے مستقبل اور مقدر کا انحصار سیاسی حقوق کے تحفظ قومی زندگی حکومت اور ملکی انتظامیہ میں بھرپور حصہ لینے پر ہے۔ وہ آخری سانس تک اس کے لئے جدوجہد کریں گے۔ اور بعد ازاں کے تمام خواب ملٹی میں ملا دئے جائیں گے۔ وہ کسی کے مطیع ہو کر نہیں رہیں گے۔ کوئی ان پر غلب نہیں آسکتا۔ جب تک ہمارے دم میں دم ہے ہم کسی کے آگے سر نہیں جھکائیں گے۔“ جناح کی ستر سبکی یہ تھی کہ ناکمرئیں کو ”لیگ کا احترام کرنا اور اس سے ڈرنا“ سکھایا جائے۔ اپنے بڑا کاروں کو یہ سبق دیا جائے کہ وہ بنیادی طور پر خود پر محروس کریں اور متحد ہو کر سیدہ ہلائی ہوئی رو ا رہیں جائیں۔ بلاشبہ مسلمانوں کے پاس اس امر کی جائز شکایات تھیں کہ ان کے ساتھ زیادہ چاں کی گئی ہیں۔ لیگ اور جناح نے فیصلہ کیا کہ ناکمرئیں و ذرائعوں کے خلاف شکایات انہیں کر کے انہیں شائع اور منتشر کیا جائے۔ لیگ کو نسل نے راجہ آف پی پور کی سرکردگی میں اس مقصد کے لئے ایک خصوصی کمیٹی مقرر کی۔ راجہ صاحب نے حاکم مسلمانوں کی ذہنی و فحری شادوں کے ساتھ ناکمرئیں و ذرائع کے خلاف شکایات پر مبنی رپورٹ لیگ کے سالانہ اجلاس (بعد میں ہونا تھا) سے ایک ماہ قبل پیش کردی۔

گاندھی جناح ملاقات

اس مرحلے پر گاندھی نے جناح کو خطوط لکھے اور نار بھی دئے تاکہ دونوں کے مابین ملاقات ہو سکے اور مذاکرات میں سولانا آزاد گاندھی کی مدد کر سکیں لیکن جناح نے سولانا آزاد کو کسی بھی دور سے نہیں ملنے مسلم رجحان کے ساتھ ملاقات کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ مجبوراً مسلمان اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو اکیلے بمبئی جائیں اور مسٹر جناح سے بات چیت کریں۔ وہ کل ازاد ہر جناح کے گھر پہنچے۔ دونوں رہنماؤں نے ساڑھے تین گھنٹے تک خدائی میں مذاکرات کئے۔ جن کے دوران گاندھی جی لاجواب ہو گئے تو اپنے دعوؤں کی کوئی دلیل پیش نہ کر سکے اور زیادہ تر وقت مذاکرات کے نوٹس لینے میں گزارا۔ اس بات چیت نے ۲۹ سالہ مساتھا کو مزید دایس دلی برداشت کر دیا۔ اس ملاقات کی روداد سے سوبھاش کے علاوہ غنوکو بھی مطلع کیا اور انہیں لکھا:۔ ”میں بات چیت جاری رکھے ہوں تاہم میرے لئے یہ سچا تکلیف دہ امر ہے کہ میں اس خود اعتمادی سے محروم ہو گیا ہوں جو ایک ماہ پہلے تک مجھ میں تھی۔ میں نے آپ سے اس چیز کا انکار اس لئے کیا ہے کہ آپ کو قبولہ کا ہاتھ لینے میں مدد مل سکے۔ آپ سرسری طور پر ان قبولہ کو رد کرنے میں ہیں وہیں میں نہیں کریں گے اگر وہ آپ کو پائزہ۔“ میں۔ اس معاملہ میں آپ کو میری رائے ملانی کرنی ہوگی۔“

نمونے جان چلانے کے لئے یہ کام صدر ناکمرئیں سوبھاش کے ذمہ لگا دیا۔ وہ سنی کے شروع میں بمبئی سے اور جناح سے ملے۔ تاہم بات چیت سے فاصلے کم ہونے کی بجائے اور پورے گئے اور ان کی عام تفسیر کی جانے لگی۔ جناح نے لیگ کو ”تھکن لگا“ سے ناکمرئیں کو آئینہ دکھانے والی جماعت میں بدلنے کی پالیسی پر عمل کیا۔ انہوں نے اپنی دو رنگ کمیشن (بالائی کمیشن) مقرر کی۔ جس کا اجلاس ۳ جون ۱۹۳۸ء کو بمبئی میں ہوا۔ یہ واقعی ایک مضبوط کمیٹی تھی جس میں سرسکند حیات افضل الحق، طیف الزمان اور لیاقت علی خان جیسے لوگ شامل تھے۔ انہوں نے لیگ

کی حیثیت کو ہار جانے لگائے میں عدوی اس کی حیثیت کا انگریز یا برطانوی لیبر پارٹی کی شیڈ کابینہ کی سی تھی۔
 صوفیوں کو انگریزوں کے خلاف لڑنے کے اختتام سے پہلے وہاں پہنچ گئے۔ جہاں انہوں نے ٹھکانہ
 اعلیٰ سفیروں کی رہائش گاہ کی اور لیبر پارٹی کی شیڈ کابینہ کے دیگر ارکان سے ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں میں
 اس موضوع پر بحث کی گئی کہ نئی لیبر گورنمنٹ ہندوستان کو اقتدار کس طرح منتقل کرے گی۔ وہی کے کرشنا پیلے
 برلن میں صوفیوں کے بیڑاں بننے لگنے کے گہرے دوست اور پائشر تھے۔ وہ لندن اسکول آف اکنامکس میں لائسنس کے
 شاگرد رہ چکے تھے۔ بیچ میں غائب ہو گئے پر بے زوروں پر تھی اور جیسر لین گورنمنٹ ہندوستان کے بڑھتے ہوئے
 مظالم کے آگے بھٹکی بی بی ہوئی تھی۔ شے دیکھتے ہوئے عام قاس آرائی کی جارہی تھی کہ زام اقتدار جلد ہی لیبر
 پارٹی کو سونپ دی جائے گی۔ صوفیوں نے اپنے پیسے "اعلیٰ درجہ میں جیسر لین کی حکومت پر علم کلام تحقیر کی اور کہہ" یہ
 ہمیں جنگ کو قریب تر لانے والی ہیں" خواہ ان کے بارے میں کبھی دعوے کیوں نہ کئے جائیں۔ میرے خیال
 میں ہندوستان کو اس بات پر ڈٹ جانا چاہئے۔ جس کا اعلان وہ پہلے ہی کر چکا ہے کہ وہ سامراجی جنگ کی مخالفت
 کرے گا۔

جیسر لین گورنمنٹ کی ہر پالیسی پر چھانڈھوں نے برطانوی انتظامیہ کو جناح کا اس سے بھی زیادہ ہار دیا اور
 ان پندرہ چارہ پختہ کہ وہ پہلی کابینہ لیبر پارٹی سے تھی۔ جناح اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے اگست میں شملہ
 گئے۔ جہاں قائم مقام وائسرائے لارڈ براہوون نے "ہر ماضی میں بھگتی اور بھگت کے گورنر رہ چکے تھے" جناح اور
 ان کے فوراً بعد سر سکندر کوٹلے کی دعوت دی۔ مسلم ہندوستان کے قائدین کے ساتھ اس اہم اور خفیہ ملاقات
 نے نیم خود مختار صوبوں اور ریاستوں کی اس فیڈریشن کے مقصد پر مرکا دی جس پر ابھی عملدرآمد نہیں ہوا تھا اور
 جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کا بنیادی پتھر تھی۔ لارڈ براہوون نے سیکرٹری آف فیڈریشن ۱۹۳۸ء کو
 ہونے والی ملاقات کے بارے میں براہوون کا یہ بیان نقل کیا "جناح نے اس حیرت انگیز تجویز پر اپنی بات
 کی کہ ہمیں مرکز کو دیا ہی رکھنا چاہئے جیسا کہ وہ اس وقت ہے۔ یہ کہ ہمیں مسلمانوں کو کانگریسی صوبوں میں
 حصہ فراہم کر کے اپنا دست چٹا چاہئے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو مسلمان مرکز میں ہمارا حق تلف کریں گے۔" سر سکندر
 نے اس استدلال کے ساتھ جناح کی کانگریسی "ہم باہم گل بن کر فیڈریشن تنظیم کی حمایت کر رہے ہیں اور حقیقت میں
 کانگریس کے ہاتھوں میں مکمل رہے ہیں۔ اور یہ کہ اگر ہم (برطانوی حکومت) مسلمانوں کے ساتھ مستطاد سلوک
 کریں تو وہ ہر حال میں ہمارا ساتھ دیں گے۔" برطانیہ کے لئے یہ بھی دہائی ہو اسے درپیش مشکل ترین جنگ کے
 موقع پر کرائی گئی "جی اہم تھی کیونکہ انگریز آری اب بھی زیادہ تر مسلمان دستوں پر انحصار کرتی تھی اور پنجاب
 نے حکومت سنبھالنے والے سب سے زرخیز علاقہ تھا۔

جناح نے حکومت کو تو انہیں کے خلاف سرحد دینے کے لئے خامے دولت دلائے۔ شاید اس سے بھی زیادہ اہم
 جناح کی عاشر آواز تھی جو جنگ کے موقع پر فوجی وفاقاری کے سلسلہ میں اپنے کام کر رہی تھی "اس سخت عملی
 نے انگریزوں کی آنکھ، مغربی ہندوستان کے اندر لگا کر اپنی توجہ پھیلانی۔ ورنہ سوہااش نے قسموں کے سامنے
 جلد ہی خودی طاقتوں کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا تھا۔ ساتھ ساتھ گورنر نے بھی اعلان کیا کہ راجا کو جنگ پھرنے پر
 وہ برطانوی حکومت کی حمایت دلائیں گے۔ گویا کوئی بھی کانگریسی لیڈر برطانیہ کا حامی نہیں تھا۔ جناح نے
 بڑے ہوش افزا میں ممبران اسمبلی سے پوچھا "کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں فوج کے ہر رکن کو "سپاہی سے لے
 کر افسر تک" یہ ترغیب دوں کہ وہ ہم عدوی کے اصول کا رطب کریں؟ میں ایسا کرنے سے محذور ہوں۔ اگر

تاج میں فرج کو ایسی ترتیب دیتا ہوں تو یہ صرف میرے لئے چاہا، کن ہوگی۔ اس خائف کے لئے نہیں بنے میں
 نکال دیتا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اپنے مخالف کا نام نہیں لیا۔ انہیں ہم لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ کانگریس
 نے ان کے ساتھ مصالحت کرنے کیلئے بڑے عرصہ تک انتظار کیا تھا۔ جناح نے برطانیہ عظمیٰ کے کیمپ میں شامل
 ہو کر کانگریس سے دوبارہ لڑائی شروع کر دی۔ اس وقت بھی وہ اپنی مستقبل کی قوم کے قائد اعظم کی حیثیت سے
 کانگریس کے خلاف نمود آ رہا تھے۔

انہوں نے کانگریس کے ساتھ مصالحت کی امید کو اس میں پھوٹنے کا فیصلہ کیوں کیا؟ شاید ایسا ایک بھی واقعہ
 ظہور نہ کر سکی ہو۔ تاہم مختلف مواقع پر ان کے ساتھ جو توہین آمیز سلوک کیا گیا، انکی تھخیر کی گئی اور ان کی
 رائے کو نظر انداز کیا گیا، ان سب نے وقت اور عمر کے دھاڑے کے ساتھ مل کر اپنا کام دکھایا۔ کانگریس کی بدتمیزیاں،
 بدقولیاں، گوتہجیوں، غیر فردہیوں، مسلمانوں کے خلاف حلقی اور فرضی سوچ، کام کی لڑائی، عہدوں، خدمتات،
 شہادت، امیدیں، منتشر خواہشیں، واقعہ کا ذخیرہ بننے والے جذبات اور فوری دھندوں نے مل کر جناح کے مزاج کو
 بدل دیا۔ وہ اس اندھیری رات کی طرف اپنی جگہ کی طرف اپنی جگہ کی طرف اپنی جگہ کی طرف اپنی جگہ کی طرف
 چل رہے تھے۔ وہ محض دہلی اور بمبئی کے چند گھنٹوں و ذرا توں اور صدوں کے لئے نہیں ہے، نہ ہی ہم اپنے اہل وطن کی
 اقتصادی، معاشرتی اور تعلیمی ترقی کے خلاف ہیں، جیسا کہ ہم پر الزام لگایا جاتا ہے۔ جناح نے دسمبر ۱۹۳۸ء
 کو کراچی میں سندھ پر اوپنل ایک سے خطاب کرتے ہوئے واضح کیا۔ اس اجلاس میں انہوں نے بعد مسلم اتحاد
 سے ایس ہوئے کی سب سے بڑی وجہ کا انکشاف کرتے ہوئے بتایا کہ کانگریس کی موجودہ قیادت سے اس کی امید
 نہیں کی جا سکتی۔ آخر کار ایک ذی ہوش اور صاحب شعور قومی کے لئے اس سے بڑھ کر اعتقاد بات اور کیا
 ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو گندے کپڑوں میں لباس، 'بھوم'، 'بھگتی' دہلی سمیت ایک کے بعد دوسرے صوبہ غیر
 تربیت یافتہ بعد الیگندوں میں گھرا ہوا پائے؟ اس سے بڑھ کر اس کے لئے اور کو کسی اچھی دلیل ہو سکتی ہے کہ وہ
 اپنے انگریز دوستوں اور دشمنوں کے طرف چلا جائے؟

"کسی غیر راجد کو کیا درست نہیں۔" جناح نے کراچی میں ہر آگے چل کر پاکستان کا دار الحکومت بننے والا
 تھا، اپنے مسلم لیگ بڑے کاروں کو نصیحت کی۔ "ہمیں اپنی سوسل طاقت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اپنی طاقت میں اضافہ
 کرنا چاہئے اور اپنے فیصلوں کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کی رضامندی حاصل کر کے تقویت دینی چاہئے اگر
 (غیر خواہش) مسلمانوں کو ان کے قومی نصب العین کے حصول اور انہوں کی تکمیل میں ہلاکی ہوئی تو ان
 مسلمانوں کی ندرت کے نتیجہ میں ہوگی جو ہماری صفوں میں موجود ہیں، کیونکہ ہمیں اپنا ہونا چاہئے۔" جناح کی
 طرف سے جماعت اور لوگوں کے لئے اقتدار کو "قومی نصب العین" کا مطالبہ دیکھا رہی پار کیا گیا۔ یہ کوئی نیا
 بلیر سوا سمجھا اعلان نہیں تھا۔ وہ اپنی طویل الیگار، سرحدی کا انکشاف کرنے پر تھا، آزاد نہیں تھے کیونکہ ابھی
 بہت زیادہ تعلیمی کام اور اداروں کی تعمیر کا مرحلہ طے کرنا باقی تھا۔ تاہم انہوں نے سیاسی مرکز آمدنی کے
 منصوبے بنا لئے تھے، انہوں نے اس وقت زبردست احتجاج کیا جب انہیں طواغیلات سے بے خوار و بدرفتار
 قرار دیا گیا۔ "میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں بعد قوم سے اس طرح نہیں لڑا ہوں، نہ ہی عام طور سے
 ان کے ساتھ میری کوئی لڑائی ہے کیونکہ ان کے اندر میرے بہت سے ذاتی دوست ہیں۔" قربان، اعلیٰ واکٹر
 اقبال، حیدرآباد کی ملک بناری سے انتقال کر گئے تھے۔ ایک عرصہ بعد لیگ بناری جناح کی موت کا سبب بنی۔ اب
 صرف سکھ و حیات قیادت کے مسئلہ میں جناح کے حریف رہ گئے تھے۔ جناح نے خود کو مسلمانوں کو حشر کر کے

مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے انگھ کام کے لئے وقف کر دیا۔ وہ (سفر جناح) اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ صرف وہی مسلمانوں کو بعد ازاں کی خلائی اور جمہورت جماعت جیسی حیثیت سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اگلے برہمن حزب مسلمانوں کو بدستور اپنے طبقے میں اسیر رکھنے کے لئے زبردست کوشش کر رہے تھے۔

کراچی مسلم لیگ کے قدموں میں

۱۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو کراچی کے ڈسٹرکٹ بورڈ نے رسمی طور پر مسلم لیگ اور اس کے لیڈروں کا خیر مقدم کیا۔ سکندر حیات نے لیگ کا سنبھالی ہوا پرچم لہرایا اس کے بعد مسز جناح کی خدمت میں پرجا پن اور خطبہ استقبالیہ پیش کیا گیا جو چاندی کی نرس پر لکھا ہوا تھا۔ یز سر کراچی کی چاہاں بھی غلام کی تھیں۔ خطبہ استقبالیہ کے قصیدی کلمات اس طرح تھے "یہ بات شر کراچی کے لئے باعث اتفاق ہے کہ مسز جناح جیسی عظیم شخصیت اور مصروف سیاست دان نے یہاں غم لایا۔" انھیں "قائد اعظم" اور "مسلم قوم کے سالار" جیسے القابات سے خطاب کیا گیا۔ دوسرے کے بعد انہوں نے سکندر حیات "فضل الحق اور خان بھادر اٹھ بھٹی (سندھ کی پانچواں پارٹی کے وزیر اعظم) جس نے قلم اڑیں مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اٹھ بھٹی کی حکومت کا انحصار کانگریس کی امداد پر تھا۔ جناح نے پختہ عزم کر کھا تھا کہ وہ سندھ کو مسلم لیگ کی صوبائی فرسٹ میں شامل کر کے دم میں گے۔ جس میں سرفرست بنگال کا نام تھا اور بے ضابطہ طور پر پنجاب شامل تھا۔ ان دونوں صوبوں میں دراصل حکومت کو تحریک نام کر دی تھی۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو کراچی میں آمد کے بعد جناح نے کثیر جماعتی اسمبلی کے کم و بیش میں ممبران سے ملاقاتیں کیں اور انھیں مسلم لیگ میں شامل ہونے پر آمادہ کر لیا۔ یہاں تک کہ آخر میں خواجہ بھٹی نے بھی مسلم لیگ میں شمولیت پر آمادگی ظاہر کر دی۔

اللہ بخش کی وعدہ خلائی اور انجام

چند دن بعد جناح نے ایسوسی ایشن پر پیش کی درخواست دینے ہوئے انکشاف کیا۔ ملاقات میں طے پایا تھا کہ سندھ اسمبلی کے مسلم ممبران، مختلف ایک ٹروس پارٹی تشکیل دی جائے گی جس کا نام مسلم لیگ پارٹی ہو گا۔ اللہ بھٹی ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ کے جلسہ مسلم وڈراو نے مستحکم ہونے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد صوبائی لیگ پارٹی کے انتخابات ہونے تھے جس میں اتفاق رائے سے نیا پارلیمانی لیڈر منتخب کرنا تھا۔ خلائی کی صورت میں مسز جناح کو اس کی مانگوں کوئی حق اور سارے گروپوں کے لئے ان کا فیصلہ اپنا لازمی ہو گا۔ بحر مال اگلی صبح سندھ کانگریس پارٹی کے لیڈر نے دیکھ بھائی شیل (صدر کل انڈیا کانگریس پارلیمانی بورڈ) کو مار دیا اور اللہ بھٹی و لیگ کے مابین ہونے والی ساز باز سے آگاہ کر دیا۔ جب ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اللہ بھٹی سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو اس نے مطالبہ سے صاف انکار کر کے ہر ایک کو درمط حیرت میں ڈال دیا۔ اتنی صریح وعدہ خلائی کے صوبہ سے دوچار ہونے کے باوجود جناح نے "اللہ" کے لئے کو بھٹی جاری رکھی اور سندھ میں اپنے نائب سر محمد اللہ پادری کو اللہ بھٹی کے گھر بھیجا۔ پادری نے ساری رات مظاہرہ کی تاہم وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور اگلی صبح اگرچہ رستہ دی کہ اللہ بھٹی کانگریس کے ہاتھوں میں پھیل رہے ہیں۔ یہ ایسا کڑی گولی تھی جسے لگتا جناح کے بس سے باہر تھا۔ انہوں نے آزاد صوبہ سندھ کے لئے طریق اور سخت جدوجہد کی تھی۔ انہیں یقین تھا کہ مسلم اکثریتی صوبہ ہونے کا

ہندو مسلم لیگ کی حکومت بنے گی۔ لیکن کانگریس کے موہن اور نہرو کے نظریاتی غلطیوں کے سبب چاہا کہ انتہائی ہاتھ۔ سردار پٹیل نے جیل کے ہوشوں سے یہ شخص اس وقت جیل میں ہی جب وہ اس کی شیرینی سے لطف اندوز ہونے والے تھے۔

پٹیل نے ان کے آپنی صوبہ سندھ کو ان کے حق اثر سے جس طرح نکالا اور چھینا وہ یہ بات عمر بھر نہ بھلا سکے۔ نہ پٹیل کو اس کے لئے صاف کیا۔ ملک بھر کی ملک بھر کی ہمدردیوں نے انہوں نے کہا ”ماہر تپ نے ایک بڑی کامیابی حاصل کر لی تھی“ لیکن کانگریس کے کتوں نے حق کا کپ آپ کے ہاتھ سے چھین لیا۔ مجھے ہندو چین ہے کہ مسلمان سندھ اس خداداد (خدا خلق) کو ضرور سنبھالیں گے۔“۔ یاد رہے کہ انڈیا خلق کو مئی ۱۹۴۷ء میں مل گیا اور اس کے قانون کا کوئی سراغ نہیں ملا۔

پیر پور رپورٹ

راجہ پیر پور نے کانگریس کی زیادتیوں کے بارے میں اپنی رپورٹ نومبر ۱۹۴۸ء میں پیش کی۔ لیاقت علی خان نے اسے ایک سبز پمفلٹ کی شکل میں ”جس کے ٹائٹل پر لیگ کا بھڑا ہوا تھا“ دہلی سے شائع کرا دیا۔ اگرچہ اس کا مسودہ مسٹر جیل نے نہیں لکھا تھا تاہم اس کے ”عمومی سروے“ کا آغاز کرنے کی منظوری انہوں نے دی تھی۔ اس کا ایڈیٹریل جیل پر تھا ”فرقہ دارانہ مسئلہ نے ہندوستان میں کھجور کو کھٹائی میں ڈال رکھا ہے۔ ہماری ناقص رائے میں یہ ایک حقیقی مسئلہ ہے اور جتنی جلدی اسے حل کر لیا جائے“ ملک کے لئے اسی قدر بہتر ہو گا۔ فرقہ دارانہ مسئلہ صرف اسی صورت میں حل ہو سکتا ہے جب ہندوستان کو آزادی مل جائے“ اور ہندوستان آزادی سے صرف اس وقت بھٹکا ہو سکتا ہے جب فرقہ دارانہ مسئلہ حل کر لیا جائے۔ یہ گورکھ چندا ہمیں کسی شکل پر نہیں پہچانے گا اور ملک کو کوئی اجتماع کے جال میں پھنسا دے گا۔ فرقہ دارانہ مسئلہ کے حل نہ ہونے کا سبب یہ نہیں کہ امتیاز کی گروہ بندی اس میں حاوی ہے بلکہ امتیازی طاقتوں کی گروہ بندی نے اس کا راستہ روک رکھا ہے۔“

رپورٹ میں دسمبر ۱۹۴۷ء کے بعد سے کانگریس کے زیر حکومت صوبوں میں ہندو مسلم فسادات کے خاص خاص واقعات کی فہرست دی گئی تھی۔ مسلمانوں کے جان و مال کو پہنچنے والے نقصان کے لئے کانگریس کی سرکاری پالیسیوں کو مسودہ التزام ٹھہرایا گیا تھا اگرچہ اس مختصر پمفلٹ میں تفصیلی شواہد نہیں دیے گئے تھے۔

قائد اعظم کا خطاب

دسمبر ۱۹۴۸ء کو مولانا مصلح الدین احمد ”ابو خیر و ذہاب“ ”الامین“ دہلی نے اپنے انبار میں تجویز پیش کی کہ مسلمان آئندہ اپنے محبوب رہنما کو ”قائد اعظم“ کے لقب سے پکارا کریں۔ اسی مہینے پٹنہ میں لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا تو اس میں لوگوں نے ”قائد اعظم زندہ باد“ کے نعروں سے آسمان سر ہوا تھا۔ سید عبدالصمد، ہمدردی پر نا پائیداری کے ہر طرح کے احتجاج کے صدور تھے انہوں نے لیگ کے سر دہانہ سٹیج کو ہر لفظ سے کامیاب و بار بار گانے کے لئے بے دریغ سرمایہ خرچ کیا اور کسی پہلو سے کوئی کسر اٹھانے نہ کی۔ پٹنہ و دہلی ہندوستان کا وہ مقام ہے جہاں چھٹی صدی قبل مسیح میں مسافروں کو قہر نے انسانیت کو محبت اور سچائی کا درس دیا تھا۔ بعد ازاں خانہ ان صوبہ کے سماراچہ اشوک نے دیکھ ”ایسا اور دھرم کا پیغام دور دور تک پہنچایا۔ ہندو

تذیب و اخلاق کے اس گڑھ میں مسلم لیگ کے کامیاب جلسہ کا انعقاد ہتوں کے لئے حیرت و استعجاب کا موجب بنا۔

پنشن سیشن سے خطاب

۲۴ دسمبر ۱۹۴۸ء کی رات کو اپنے پرورش سامعین سے فی البدیہہ خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم نے کہا: ”آپ کو جانا چاہئے کہ کانگریس نے قاضیوں کی راولپنڈی جیلوں میں قید کر کے ہندوستان کی لٹریچر کی ناقص حالت کو ملاحظہ کیا ہے۔ یہ کہ ہندوستان کے بارے میں بولنے کے صرف وہی سبب ہیں۔ وہ سببوں سے کیا جاتا ہے کہ وہ ان کے فیصلوں کو طاقتور مقتدر کے فیصلے سمجھ کر قبول کر لیں۔ وہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی شکایات کا ازالہ کریں گے اور قریح رکھتے ہیں کہ مسلمان ان کے اس اعلان کو منظور کر لیں گے۔ میں یہ واضح کر دیتا ہوں کہ ہم مسلمان کسی قسم کی مراعات و بخشش کے طلبکار نہیں۔ ہم نے اپنے پروردگار سے حقائق حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ کانگریس سراسر ایک ہندو جماعت ہے۔ یہ ایسی صداقت ہے جس سے ہندو خود بھی باخبر ہیں۔ چند گمراہ ہونے والوں اور گمراہ کئے گئے یا بظاہر مراءم رکھنے والے مسلمانوں کی موجودگی اسے قوی جماعت نہیں بنا سکتی۔ نہ ہی اس طرح وہ قوی جماعت بن سکتی ہے۔ میں پہنچ کر آہوں کوئی اچھے کر اس امر کی تردید کرے کہ کانگریس ہندو جماعت نہیں ہے۔ میں پوچھتا ہوں کیا کانگریس مسلمانوں کی لٹریچر کی کمی ہے؟ اس کے پیچھے اصل باعث ہندو گمراہی ہے؟ مسٹر گاندھی دیکھتے ہوئے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ مسٹر گاندھی ہی ہیں جو اس تصور کو بلیا میٹ کر رہے ہیں جس کے تحت کانگریس کی تشکیل ہوئی تھی۔ وہ ایسے کانگریس کو ہندو ازم کے انبیاء کی طرف موڑنے کے ارادہ دار ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ ہندو مذہب کو دوبارہ زندہ کیا جائے اور ملک میں ہندو راج قائم کیا جائے۔ وہ اس منصوبہ کے حصول کے لئے کانگریس کو استعمال کر رہے ہیں۔ آج ہندو فاشیت اور ہندو فکھ ٹھکر کی بڑی اضافہ سے ہندو قوم کی جارہی ہے۔ مسلمانوں کو فی شرائط قبول کرنے اور کانگریس کی بڑی بڑی شکایات کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔“

کانگریس کی تباہی کا زمرہ دار۔ گاندھی

تھک الوداد سال پہلے ناگپور میں مسٹر گاندھی کو جو فتح حاصل ہوئی تھی اس وقت سے لے کر پنشن میں جو ناگپور سے چھ گھنٹوں کا سفر کا مقام تھا۔ ہونے والے سیشن تک قائد اعظم نے بار بار اور اعلانیہ یہ بات کہی کہ مسٹر گاندھی کانگریس کو تباہ کر رہے ہیں۔ لیکن پنشن میں طرز انھیں سختی شائد اور فتح حاصل ہوئی ان کی مسافری کا آگاہی بیان جس میں ملتا تھا اس کا کوئی اثر ان نہیں کر سکا۔ یہاں انہوں نے جس پارٹی سے خطاب کیا وہ کانگریس نہیں بلکہ ان کی اپنی جماعت مسلم لیگ تھی جو ہماری قعدوں میں جلسہ سننے اور نمایاں بنانے آئی تھی۔ یہاں سامعین کی تعداد ناگپور سے زیادہ اور ان کا جوش و خروش بیکراں تھا۔ گاندھی کے خلاف یہ ان کا سخت ترس ملے تھا۔ چونکہ ان کی تقریریں یہ تک جاری رہی اس لئے انہوں نے مسٹر گاندھی پر شاد اور بیکراں سمیت دیگر بیانیوں کو بھی طوطا تازا۔ جناح نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ وہ کانگریس کی جیسے باتوں پر قطعاً اعتبار نہ کریں۔ وہ ان کی اس لڑائی جیتنے کو ہرگز نہیں ماننے کی جو ۱۹۴۵ء کے دستور میں ترمیم کی گئی ہے۔



راست اقدام کی قرارداد

پنڈ سیٹن کا دوسرا دن ایک قرارداد پر بحث کے لئے وقف کیا گیا تھا۔ اس قرارداد کی رو سے ایک کی ورلڈ کپلی کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ ہمارے لیے اور اپنی ہی کے مسلمانوں کی شکایات کے ازالہ اور امن کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے جب بھی ضروری سمجھے "راست اقدام" کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ بعد ازاں اکثریت کے مذکورہ بالا تین صوبوں سے مسلمانوں پر ڈھائے گئے مظالم کی بہت زیادہ رپورٹیں موصول ہوئی تھیں۔ اتفاق رائے سے منظور ہونے والے اس ریپورٹیشن کو مسٹر جناح نے "انتھالی" اور "ناضی سے بغاوت" کا لقب قرار دیا کیونکہ اس بزرگ سوز پر پہنچے تک ایک نے بیٹھ آئیں لہذا سے بعد جناح قریبی کی پالیسی پر عمل کیا تھا۔ اگرچہ انھیں "راست اقدام" کی اپیلی کرنے کا اختیار دے دیا گیا تھا، تاہم قائد اعظم نے سید فضل سے کام لینے کی تجویز کی اور مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ ایک کو مطمئن اور مضبوط کریں تاکہ ساڑھے نو کروڑ مسلمان اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ خیریت دین کا زیادہ حصہ قرارداد فلسطین پر بحث میں گزرا۔ اس قرارداد کے ذریعے حکومت برطانیہ کو خبردار کیا گیا تھا کہ وہ فلسطین میں یہودیوں کی پلکار کو فوراً روکے۔ قراردادوں میں مزید کہا گیا کہ فلسطین کا مسئلہ ہرے عالم اسلام کا مسئلہ ہے۔ اگر انگریزی حکومت نے عربوں کے ساتھ انصاف نہ کیا تو مسلمان ہندو عربوں کو انگریزی استحصال اور یہودیوں کے مابین قتلے سے بچانے کے لئے کسی قریبی سے روکے نہیں کریں گے۔ اس قرارداد پر بحث کرتے ہوئے عبداللہ خیری نے کہا کہ ہمارے لئے انگریز اور ہندو دونوں یہودیوں کی مانند ہیں، یعنی ہمارے دشمن ہیں۔ ہندوستان میں گاندھی ہندو یہودیوں کے رہنما ہیں۔ ایک اور اعلیٰ منصب مسٹر عبداللہ خانی نے زور دے کر کہا کہ مطلب کے اصل یہودی انگریز ہیں جبکہ مشرق کے یہودی ہندو ہیں اور یہ دونوں شایہ یک کی امداد ہیں۔ جناح نے یہ اعلیٰ کرتے ہوئے عبداللہ خانی سے کہا کہ وہ اپنی تقریر میں سے حشائہ ایک کی نولاد "کا جملہ نکال دیں گے تھر ایسے بائبل ایک کی ساتھ اور دھار کے مٹائی ہیں۔

خواتین سب کمیٹی

پنڈ میں ایک ریپورٹیشن کے ذریعے مس فاطمہ جناح کی سربراہی میں خواتین کی ایک سب کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا گیا جس میں دہلی سمیت ہر صوبہ سے ۳۰ سرور آوردہ مسلم خواتین کو شامل کیا گیا۔ اس کمیٹی میں حکیم شاہنواز کی طرح متعدد خواتین تھیں جنہوں نے زندگی بھر اسلام کے دفاع پر زور دیا تھا اور ان کے خیالات کا شمار جدید ہندوستان کے ذہین ترین اور مقبول ترین لیڈروں میں ہوتا ہے۔ حکیم شہناز نے کہا کہ میں میری کال (دھور) سے کرکچر ایجنٹ کا مصروف میں ہونے والی تھیں گول چیز کا فرسوں کے لئے انھیں چاہیہ۔ وہ پہلی اور واحد خاتون تھیں جنہوں نے ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۷ء تک مسلم لیگ کو نسل میں کام کیا جنہوں نے ایک میں خواتین کی عدم موجودگی کی طرف مسٹر جناح کی توجہ مبذول کرائی اور مسلم خواتین کی مرکزی کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی۔ اس صنف میں ناگہر سے حکیم فواب صدیق علی خاں جیسی باپ اور سکڑوئی ملکا کرکے والی خواتین شامل تھیں ان کا بیان ہے کہ

میں قائد اعظم سے ۱۹۳۵ء میں پنڈ سیٹن کے موقع پر ملی۔ میں ان دنوں برقعہ پہنتی تھی۔ اپنے غلوں کے کہنے پر میں نے قائد اعظم کے ساتھ ملاقات سے پہلے زندگی میں پہلی بار برقعہ اتار دیا۔ میں جانتی تھی کہ وہ انتخابی

فرش پر شاک تھے اور وقت کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ میرے دل میں ایک الجھا خوف تھا۔ جب میں کمرہ ملاقات میں داخل ہوئی "میری آنکھیں فرش میں گڑی ہوئی اور ٹانگیں کھینک رہی تھیں۔ میں نے نگاہیں اٹھائی تو قائد اعظم کو اپنے سامنے کھڑا پایا۔ انہوں نے مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ اٹکے پھرایا۔ میں احتیاطاً قدم سے ہٹ گئی اور ان سے ہاتھ لگایا۔ یہ دیکھ کر میرے خاندان بہت خوش ہوئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ میں ایک صرف قاضی کی بیٹی ہوں اور بڑے سخت مذہبی عقائد رکھتی ہوں "پتا چلے انہیں ملک تھا کہ شاید میں ہاتھ نہیں ملاؤں گی۔"

پندرہ میں بہت سے رجعت پسند منصوبہ بین نے عورتوں کی تنظیم کے خلاف پروپاگنڈا چھایا تھا "انہیں یہ خطرات تھے کہ اس طرح اسلام کا مانعہ کھڑا ہو گا۔ ہم حال چلانے میں سب کچھ کی حمایت کرتے ہوئے ایک دلیل کی طرح جواب دیا "قزاقوں میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ خواتین کو لوگ کے بھٹے سے اس کی حمایت کے لئے خود کو منظم کرنے کا موقع دیا جائے۔"

گاندھی بوس چپقلش

جس طرح ایک پہلے سے زیادہ مضبوط دھڑ ہو رہی تھی، اسی طرح کانگریس کے مختلف حصوں میں ایک دوسرے پر باہمی حسد و حسد حاصل کرنے کے لئے پڑا آزمائی جاری تھی۔ ایک گروپ کی قیادت کانگریس کے بھڑاواؤں اور ان کا صدر سوامی چندریوس کر رہے تھے جبکہ رجعت پسند طبقہ سوامی گاندھی کے ساتھ تھا۔ بوس کو "جنگ کی طرح" ان کے حامیوں کی بددیانتی ہوئی تھا اور "بیانی" کے لقب سے بدنام تھی، خصوصاً بنگال کے بہوش طبقہ جو گاندھی کے فلسفہ عدم تشدد کے قیادت مخالف تھے۔ جب ۱۹۳۹ء میں سوامی گاندھی نے فیصلہ کیا کہ بوس کی جگہ مولانا آزاد "بیجا رہائی" بیجا رامپہ یا سوامی سے کسی کو صدر بنایا جائے تو بیانی نے دوسری بار صدرات کا اعزاز حاصل کرنے کے لئے مقابلہ کی تحلیلی۔ یہ کانگریس کے اندر پہلی انتخابی معرکہ آزمائی تھی جس میں بوس نے اپنے حریف بیجا رامپہ کے حامل کردہ ۷۷ کے مقابلہ میں ۱۱۱ ووٹ لے کر کامیابی حاصل کر لی۔ تاہم انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی پیش قدمی کے باوجود وہ تنگ کھینچی ان سے تعاون نہیں کر رہی اور ان کے لئے اپنا منصب بحال رکھنا محال ہو گیا ہے۔ اس اندرونی کشمکش نے ان کی صحت کو بری طرح متاثر کیا۔ مجبوراً بوس نے کانگریس سے استعفیٰ دے دیا اور "قائد روزِ جاگرت" کے نام سے اپنی ایک انتخابی باؤنی بنالی۔ دوسری جنگ عظیم شروع ہونے پر انگریزوں نے انہیں قید کر دیا۔ وہ جیل سے فرار ہو کر جرمنی پہنچے، یہاں سے جاپان آ گئے۔ یہاں انہوں نے انگریزوں کی بغاوت آری بنائی اور انگریزوں کو راج کے خلاف باقاعدہ جنگ لڑی۔ بعد سے گاندھی جی کے "بھوار" شاکر واکٹر راجندر پر شاک کانگریس کے لئے صدر بنے۔

کانگریسی صوبوں میں مسلمانوں پر مظالم

جنوری ۱۹۴۷ء میں آغا خان نے گاندھی سے ملاقات کی اور ان سے اپیل کی کہ اگر ممکن ہو تو وہ کانگریس کو مسٹر جناح کے ساتھ مخالفت نہ کرے اور کریں۔ گاندھی ایک کے ساتھ از سر نو افکار کے لئے تیار تھے "انہوں نے سوا سے کہا کہ وہ مسٹر جناح سے نہیں اور کانگریسی صوبوں میں مسلمانوں پر ہونے والے ہمارے مظالم کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ جناح نے فضل الحق کو ہدایت کی کہ وہ "کانگریسی راج کے تحت مسلمانوں کے مصائب" کے عنوان سے ایک رپورٹ مرتب اور شائع کریں۔ یہ رپورٹ ۱۹۴۹ء کے اختتام سے پہلے منظرِ عام پر آئی۔ اس

میں بہار، بھارت اور سی پائی کے مسلمانوں پر دو ارب کے گئے ۱۰۰ سے زیادہ مظالم کی تفصیل درج تھی اور یہ بتایا گیا تھا کہ جولائی ۱۹۳۷ء سے اگست ۱۹۳۷ء کے درمیانی عرصہ میں مسلمانوں پر کہاں کہاں کاٹانے ملنے لگے۔ انہیں ۵ چٹا کیا گیا یا ان کی املاک لوٹی گئیں۔ ان سب واقعات میں ہندوستانی ایجنٹوں پر الزام لگایا گیا کہ انہوں نے ہندوؤں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کی فساد پر فتنے نہیں دھروا۔ ہندو مسلم فسادات کی نمایاں وجوہات وہی تھیں جو ہمیشہ سے پہلی آ رہی تھیں یعنی زمین پر غاصبہ، گاؤں کشی، عبادت کے طریقے جو ایک یا دوسرے مذہب کے عقائد کے خلاف تھے۔ اس واقعہ پر ایس کاغذوں انگریزوں کی بجائے کانگریسی ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا۔ مثال کے طور پر یکم فروری ۱۹۳۹ء کو مہاراشٹر کے سولج پر بہار کے مقامات کو ان پر امرہ کا قضا کیا گیا، بمبئی، گورجنا اور جمیل میں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ ہر ایک کی ابتداء ہندوؤں کی طرف سے گائے ذبح کرنے والے مسلمان گروہوں پر مساجد میں مسلح حملہ سے ہوئی۔ بعض جگہوں پر ہندوؤں نے مسلمانوں کو قربانی دینے سے جبراً روک دیا۔ دوسرے مقامات پر ان کے مکانوں اور فصلوں کو اس وقت آگ لگا دی گئی جب وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ کئی جگہ ان پر قربانی کے بعد حملہ کیا گیا اور "گائے مٹی کی ہے" کے نعشے لگاتے ہوئے ۵ چٹا کیا گیا۔ بہت سے دیہات میں قصاصیوں کو ان کا پیشہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں پر بھی گائے نہ پالنے اور نہ رکھنے کے لئے دھاڑا ملا گیا۔ بعض اوقات گاؤں بھائی بارات فساد کے لئے سمیز کا کام دیتی اور کبھی کبھی نماز کے وقت گھنٹوں کے زور سے بجانے پر ہنگامہ ہو جاتا۔ نیز عورتوں کا اغوا بھی اس کا اہم سبب بن چکا۔ ہندوستان کے اکثر دیہات میں فرقہ وارانہ قصاص کی وجوہات ہمہ وقت موجود رہتی تھیں۔ ہر حال افضل الحق رپورٹ میں انکسائپ پر الزام لگایا گیا تھا کہ ایسے دہاکوں میں ایک خاص فرقہ کا ساتھ دیتی اور دوسرے کو دہائی تھی۔ گورنمنٹ میں ایک پر ایس امرتہ ایک مسلمان سے اس معاہدہ پر انگوٹھا لگوا کر کہ وہ آئندہ قربانی کرنے کا حق استعمال نہیں کرے گا۔ بعد میں اسے اور دوسرے لوگوں کو جھوٹے مقدمے میں پھنسا دیا گیا۔

شریف رپورٹ

۱۹۳۹ء میں جے پور اور افضل الحق کی رپورٹ کی طرز پر ایک اور رپورٹ بہار کی صوبائی مسلم لیگ نے پٹنہ کے ایس ایم شریف کی سرکردگی میں مرتب اور شائع کی "جو صرف بہار میں وقوع پذیر ہونے والے مظالم تک محدود تھی۔ اس لئے اس میں دوسری دونوں رپورٹوں کے مقابلہ میں واقعات زیادہ تفصیلات کے ساتھ جمع کیے گئے۔ قریباً ۱۰۰ دہاک مثلوں سے کانگریسی راج کے تحت ہونے والے ظلم و ستم کو اجاگر کیا گیا تھا۔ پٹنہ ہائی کورٹ کے ایک سینئر وکیل غورید حسین نے مطالعہ کے بعد ستادش کی تھی کہ کانگریس کی ہائی کمان کو یہ رپورٹ ضرور چھٹی چاہئے تاکہ ان کے درمیان باطلہ ہونے کے بارے میں تحقیقات کرائی جاسکے۔

جب انگریزوں پر ایذا رسانی اور اس کے ساتھ ساتھ کانگریز امیروں کی سوداگری سے بڑھنے لگی تو جناح اپنے نام لدا کانگریز احتجاج سے باج نہ لگا سکا کرتے گئے۔ ان کا قیاس تھا کہ شاید ادا کل ۱۹۳۹ء میں لارڈ براہوہ دیں کی وفات کے بعد دہلی میں ان کا کوئی سرگرم حامی نہیں رہا۔ لارڈ ہتھکے جس کی مدت کار میں ایک سال سے زیادہ عرصہ باقی تھا جناح کے نقطہ نظر سے گائے مٹی کا طریقہ لڑ گنا تھا اور ۱۹۳۵ء کے انڈیا ایکٹ میں شامل لیڈریشن والے حصہ کو ہاتھ کرنے کا زبردست خواہش تھا کیونکہ یہ فارمولا اس نے سخت محنت کر کے وفاقی طور پر مرتب کیا تھا جسے صرف حصہ ہندوستان میں اختیار کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے وہ اپنی تقریروں میں حصہ و مین پر بہت زیادہ

سر سکھر حیات کی پوچھت پڑائی جس میں پنجاب کے ہندو مسلم اور سکھ سب شامل تھے، تشنگی کی نظریں
 وفا کی اہوا کی بھری صوبائی مثال تھی جیسا کہ وہ مرکز میں قائم کرنا چاہتا تھا۔ جنگ میں پنجاب کو اولین اہمیت
 حاصل تھی اس لئے دانشور اے سر سکھر کو زیادہ سے زیادہ خوش رکھنا چاہتا تھا۔ جب اور جہاں موقع ملتا وہ سر
 سکھر کی تحریف اور قرائع کرتا۔ جو اب میں اس امر کی یقین دہانی حاصل کرتا کہ ”پنجاب پیشہ برطانیہ کا ہونے
 شہر بن رہے گا۔“۔ برطانیہ پنجاب میں فوجیوں کی تحفہ، بخش اور دیگر مراعات پر دس کروڑ روپے سالانہ سے
 بھی زیادہ خرچ کرنا تھا۔ جناح نے محسوس کیا جیسے تشنگی کے ساتھ ساتھ سر سکھر نے بھی ان سے آنکھیں میچولی
 ہیں۔ انہیں یہ غلط محسوس ہوا کہ خالصتاً سیاسی دہم دہات پر وہ دونوں نہیں پاگل نظر انداز نہ کریں۔ ان دونوں کو
 یہ جانے کے لئے کہ وہ ان کی کس قدر مدد کر رہے تھے مارچ ۱۹۳۹ء میں ایک مجوزہ اپنالی مل کے سلسلہ میں انہوں
 نے اپنی ذمہ داری اور بیعت پر تقرر کرتے ہوئے کہا ”پنجاب دلا“ میرے لئے اس بیعت کو منظور کرنا ممکن نہیں
 جیسا کہ یہ ہمارے سامنے پیش کیا گیا کیونکہ اس میں ہمارا کوئی حصہ یا شراکت نہیں۔ اس اجلاس میں تل انڈیا
 مسلم لیگ کی پوزیشن بھی مخصوص قسم کی ہے۔ اسے خوش قسمتی سمجھنے یا بد قسمتی کہ قوانین اقدار ہمارے ہاتھ میں
 ہے اگر ہم حکومت کی حمایت کریں تو وزیر خزانہ اس بل کو بہ آسانی ایجنس میں پیش کر سکتے ہیں اور اپنے اطمینان
 کے مطابق ایک کما تہدیل کے بغیر منظور کر سکتے ہیں۔ ماضی میں ہم اس اصول پر چلتے رہے ہیں کہ اگر حکومت
 کوئی ایسا قدم اٹھاتی ہے جو لوگوں کی بھلائی کے لئے ہو تو ہم اس کی حمایت کریں گے، لیکن پنجاب دلا“ میں محسوس
 کرتا ہوں کہ اب وہ بالکل تبدیل کرنا چاہئے۔ حکومت کو ہم سے یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ ہم ان کے لئے خود
 کو تکلیف میں ڈالیں گے۔ آپ ہم سے یہ توقع کریں کرتے ہیں کہ ہم ان ظاہری دہم دہات کی بنا پر جو ہمارے
 سامنے پیش کی جاتی ہیں نہ ستور آپ کی ہاں میں ہاں ملاتے رہیں؟“۔

مسٹر جناح کی طرف سے یہ اس بالکل کاسب سے زیادہ اختلاف الفاظ میں اظہار تھا جو ”پاسی دلا“ کے لئے
 ان کے اور مرکزی حکومت ہند کے مابین ۱۹۳۸ء میں طے پائی تھی۔ برہمچال انہوں نے کانگرس کو بھی اطلاق
 فرما کر کہا کہ وہ حکومت کے ہم پیغام کا لفظ مطلب اظہار کرے۔ وہ کانگرس کو بد ستور مسلم لیگ کا تحریف اور اس
 کے لئے خطرناک قرار دیتے رہے۔ اس لئے ان کے نزدیک دونوں کے مابین تضاد کا کوئی امکان نہیں تھا۔ انہوں
 نے حکومت اور کانگرس دونوں کو خبردار کیا کہ آپ دونوں مل کر بھی ہمیں ختم نہیں کر سکتے۔ اس قہقہہ کو چاہ
 نہیں کر سکتے جو ہمیں درد میں مل تھی۔ ہمارا اسلامی جذبہ برہمچال میں زندہ رہے گا۔ آپ ہمیں مطلب کر سکتے
 ہیں۔ ہمیں دیکھتے ہیں اور ہمارے ساتھ جو تجربہ سلوک روا رکھ سکتے ہیں، لیکن ہم اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں اور ہم
 نے قہر کر لیا ہے کہ اگر دہاتے کی کو قتل کی گئی تو ہم پوری قوت سے اس کی حمایت کریں گے۔

جناح کا وصیت نامہ

ایسا لگتا ہے کہ اس خطرناک موقع پر جناح نے اپنی خطرناک موت کو بھی محسوس کر لیا تھا کیونکہ مسٹر منی
 ۱۹۳۹ء کو انہوں نے اپنے آخری وصیت نامہ پر دستخط کر دیے ”ہمیں کی رو سے غلط جناح“ لیاقت علی خاں اور یحییٰ
 کے وکیل کو مل چلا کہ وہ مشترکہ مملکت آؤد کھ گان اور چانیو او کا جولی طور کیا گیا تھا۔ اس میں کام کیا تھا ”ایسے
 تمام حصص اور عاقبتی اور چالو کھاتے جو میری بہن غلطہ جٹن کے نام ہیں وہ ان کی قطعی ملکیت ہیں۔ میں نے

یہ سب چیزیں انہیں جو خدایٰ فیصل اور اب ان کی توفیق کرتا ہوں۔ وہ اپنی جائیداد کے طور پر جس طرح چاہیں ان الماک کا انتظام کر سکتی ہیں یا انہیں بیچ سکتی ہیں۔ انہوں نے اپنے مکانات مدین کے مضافات "اپنی کاریں" ان کے نام کر دیں نیز یہ لکھ دیا کہ ان کی دوسری الماک میں سے قلمی جہاز کو زندگی بھر ۳۰۰۰ روپے باہر لے دیا جائے گا۔ اپنی زمین دو سہری بنوں۔ رحمت قاسم بھائی بھائی "مریم طاہرین بھائی بی بھائی اور شیریں جہاز کے لئے۔ ۳۰۰ روپے باہر لے جائیں گے اور ان کے لئے لکھ دیا کہ ان کی وصیت کی۔ اپنے بھائی احمد کے لئے بھی اسی قدر رقم مقرر کی۔ اپنی صاحبزادی (جس کا نام وصیت نامہ میں درج نہیں تھا) کے لئے دو لاکھ دو روپے کی خطیر رقم الگ کر کے باقیہ کی کہ اسے کسی جنگ میں خرچ کر دیا جائے جس پر ۶ فی صد شرح سے ۳۰۰۰ روپے کی آمدنی ہوگی۔ جس سے یہ ثابت ہوا ہے کہ کم از کم ۵۰ لاکھ یا اس سے زائد انہوں نے اسلام کی دوسے صنوع سود گئے میں کوئی قیامت محسوس نہیں کی۔ جنگ کی موت کے بعد دو لاکھ کی خطیر رقم اس کے بچوں (خو لا کرے ہوں یا فکیاں) میں مساوی تقسیم کر دی جائے اور اگر بچے نہ ہوں تو وہ رقم جہاز کی جائیداد میں شامل کر لی جائے گی اور اسے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پیٹرو کے اسلامیہ کالج اور سندھ ہوسٹل کراچی میں برابریاں تقسیم کر دیا جائے گا۔ جہاز نے بھی یونیورسٹی کے لئے پچاس ہزار روپے "انجمن اسلامیہ اسکول بمبئی کے لئے پچاس ہزار روپے نیز مریم بک کالج بمبئی کے لئے بھی اتنی ہی رقم وقف کی۔

حکومت کے ساتھ کانگریس کا تصادم

۳۰ جنوری ۱۹۳۰ء کو پانڈیٹ بھگت سنگھ کے بارے میں تشدد کی خبر ریڈیو سے فکری گئی۔ اگلے روز اس نے کانگریس کے ساتھ قربان ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جہاز کے ساتھ بات چیت کی۔ سکھو دیات نے اس بات سے چکر کر کے واکسٹر اے نے اسے نہیں بلایا "تشدد کو ایک پیغام بھجوا دیا جس میں کہا گیا تھا کہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جس سے جہاز اور زیادہ مشہور ہو جائے اس کے ساتھ معاملہ کرنا مزید مشکل ہو جائے۔" سکھو نے یہ بات بھر کی کہ جنگ کے معاملہ میں پنجاب اور بنگال پر دی طرح حکومت کے ساتھ ہیں۔ جہاز اور ان کے ساتھیوں کو بھرتی میں آئے تھے۔ وہ جہاز نے سکھو کے اس طرز عمل پر انہوں کا اظہار کیا کہ وہ اس معاملہ میں ایک کے باقی دوستوں سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں اور تعاون کا وعدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے واکسٹر اے کو خبر دیا کہ اگلے سکھو دیات اس زمانہ وادی کو پر انہیں کر سکیں گے۔ انہوں نے واکسٹر اے سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ کو خوش کرنے کے لئے کوئی "مثبت کام" کریں "تاکہ جنگ میں مسلمانوں کی مدد حاصل کی جاسکے۔ جب ان سے پوچھا گیا کیا وہ چاہتے ہیں کہ کانگریس کی وزارتوں کو برطرف کر دیا جائے؟ تو انہوں نے جواب دیا "بے شک" اس کے بغیر ان کا سامنا درست نہیں ہوگا۔ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہیں دیں گے۔" ۳۰ جنوری ۱۹۳۰ء کو ہرنے والی اس گفتگو کے دوران جہاز نے واکسٹر اے کو بتایا "مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ہندوستان کے لئے واحد سیاسی حل اس کی تقسیم میں مضمر ہے۔"

کانگریس نے ابتدا میں واکسٹر اے کو اپنی ذاتی "مکمل اور غیر مشروط" اور لا قیمن دلا دیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ کانگریس کی طرف سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتے کیونکہ سکھو یا کانگریس کی دورنگ سبکی ان کی پوزیشن کی تباہی نہیں کرے گی۔ تشدد کے ہر خبر کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے شاہ رخا میں کانگریس نے کہا گیا تھا کہ موجودہ بین الاقوامی صورت حال نقصان دہ ہے کہ فیڈریشن

کے بارے میں ساری چاریاں معطل کر دی جائیں، جبکہ اس نظریے کو بطور حنبلیہ احمیں "پانی رکھا جائے۔" حقیقت میں والیان ریاست نے اس اہمیت کو محسوس کرنے میں تامل سے کام لیا۔ ان میں سے ہر ۲ سے بھی کم نے ۱۸۵۵ء کی اسکیم میں شرکت پر آمادگی کا اعلان کیا جس کے تحت انہیں اپنی زمینوں کی کل سیڑوں کا ایک تہائی اور ہم ان ہلاکی سیڑیوں کا ہر ۲ ہلاکی تھا۔ کانگریس نے ریاستوں کو سیاسی معاملات میں چھپنے کی ہمت زیادہ کرکٹ کی۔ اس چیز نے جناح کی لپک کو آتش زہر بنا کر دیا۔ وہ فیڈرل اہمیت کو ہندو راج کی نئی حال سے تعبیر کرنے لگا۔

جبکہ کانگریس ہوا تو نسو جین میں تھے "وہ فوراً واپس آ گئے" تاکہ ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں شریک ہو سکیں۔ کانگریس نے اپنی زمین دہی "کانگریس" تشکیل دی جس کی سربراہی سونے کے صدر میں آئی۔ دوسرے دو ارکان مولانا آزاد اور سردار پٹیل تھے۔ ہر خبر کو شہور اور چاپے تاکہ کمیٹی کی طرف سے واقفانے کے اعلان کا جواب چار کر سکیں۔ سحر خیر کو پٹیل میں کانگریس کی طرف سے ایک قرارداد شائع ہوئی جس میں کہا گیا تھا "کانگریس نے قاضیوں اور قاضیوں کو "جنگ و جدل" علم و حکم اور انسانی روح کو کچلنے کے بارے میں امن کے حرائم سے باز رہنا چاہیے" اعلان کیا ہے۔ اگرچہ جنگ سائنسی تھی "نو تادیبوں" منصفی معاملات و معاملات کے لئے ہے "اس جنگ کے بارے میں میرا ذاتی رد عمل ایسے عظیم خوف ہے جس سے پہلے واسطے نہیں دیا۔ میں پہلے بھی استعدا رہے ہیں، میں ہوا تھا کہ آج ہوں کانگریس عظیم خوف آج گھرے از خود دیکھو جنگ سار جٹ بنے سے دو گنا ہے جیسا کہ سابق جنگ کے دوران میں کیا تھا۔ اس کے بارے میں بات بڑی عجیب تھی ہے کہ میری ہمدردیاں اتحادیوں کے ساتھ ہیں۔ لیکن یہ فرض کرتے ہوئے کہ وہ انتہائی نے گھرے تھا، اتحادیوں سے نوازا ہے (وہ) مگر ایسا نہیں کرنا کہیں انگریزوں سے فوراً ان کو تاکہ وہ جنگ سے باز آجائیں، اپنے پہلے ٹھوسوں کو آزاد کریں، "خود کشی جیت کے مخالف (Little Englanders) کھلانے میں غرضمندی کریں، خود دینا بھر کے ہر گیت پتہ بندوں کو بدترین اقدام سے باز رکھیں۔ ایسی صورت میں انگریز کسی مصلحت کے بغیر میں گے اور بات نہیں ہم تھک کے چور کے طور پر زندہ رہیں گے۔ میں چند سختیوں کو بھی دعوے دیتا ہوں کہ وہ اس مقدس شہادت میں انگریزوں سے تعاون کریں، یہ ان کی پائیدار شراکت ہوگی جو وہ اپنے خون سے خونوں میں گھسیں گے ان کے نام خداداد شخصوں کے خون سے نہیں لخواہ میری بات کو لفظ سمجھا جائے میں اپنی حاشیوں میں بھی تو آزادی حاکمیت میں کام کرنا ہو گا۔"

گاندھی نے شکوک کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ میں اپنی عمری بڑے ورکنگ کمیٹی سے الگ تھک رہا ہوں گا۔ اگر میں دس یا پندرہ سال بعد آؤں گا، میں حالات تھک اور زمین نہیں آتے۔ واقفانے کو قریح تھی کہ وہ گاندھی کو کم از کم اپنی اس تجربہ کی حمایت کرنے پر آمادہ کرنے تاکہ کانگریس اور لپک کے سرکردہ سیاستدانوں نیز والیان ریاست پر معطل ایک دہشتیں رابطہ کمیٹی بنائی جائے تاکہ وہ دار الف جنگ حلیہ پالیسی مرتب کرنے میں مدد دے سکے۔ دراصل شکوک نے اس موقع پر جناح سمیت اسکے ہاں نمایاں ہندو سختیوں کو شرط لگایا تھا۔ اسے امید تھی کہ جناح گاندھی کے ساتھ اجلاس میں شریک ہوئے، لیکن جناح نے کل مول جواب دیکر ہمارا کر دیا کہ وہ بہت زیادہ مصروف ہیں اور یکم اکتوبر سے پہلے نہیں آسکتے۔ واقفانے نے گاندھی کو واضح کیا کہ میں مسلمانوں اور والیان ریاست کے باہر سے لیاہات کو نظر انداز کریں کہ ان کو چھوڑ دے، فرقہ وارانہ سوچ کی بجائے کا اعتراف بھی ہے۔ اور یہ بھی حلیم کرنا ہوں کہ کانگریس اور لپک کی پالیسیوں میں زبردست تضاد پایا جاتا ہے گاندھی نے جواب دیا۔ انگریزوں کو چاہئے کہ حصول اتحاد کے مسئلہ کامل ہندو متفقہ ہو جائیں۔ میں لپک کی بے مقصد بحث کے آخر میں گاندھی سے واقفانے

سے اصرار کیا کہ اس معاملہ میں ایک سے کوئی بات نہ کی جائے۔

اس موقع پر نمونے اپنے دوست کو خطا پہنچا کر لکھا۔ "اس بات کا امکان ہے کہ حکومت برطانیہ مسلم لیگ اور
والیان ریاست کے خلاف کانگریس کو لڑا کر اپنا پسیدہ عاقر نے کی کوشش کرے۔" دواقر رائے کے ساتھ گاندھی کی
حکومت کے اگلے روز سیکرٹری آف سٹیٹ ڈیلیٹ نے ویسٹ منسٹر میں جان دوکر کانگریس لیڈروں نے اپنے مطالبات پر
ذرا دیر سے کے لئے ملاقات کا انتخاب کیا ہے نمونے ۲۹ جنوری تکلی کے عالم میں اس کا جواب دیا۔ ایسا پھر جان کا
خبر ان کے حق میں بدترین دشمن ثابت ہوا جس سے جناح کے کاروباری توجہ ملی۔ انہوں نے لندن میں اپنی حامی
لیبر پارٹی کی قوت کا اعلان کیا اور لکھا تھا "جیسا کہ بہت پہلے جناح کی طاقت و سحر سمجھا تھا۔ گاندھی نے ہندو کو اچھے نہیں کے
ساتھ جنگی کوششوں میں ذاتی حمایت پر مبنی جو اب دیا تھا وہ دوران جنگ کانگریس کے لئے اس سے کہیں بہتر
دانشمنانہ سیاسی چال ثابت ہو رہی۔"

جناح نے کانگریس کو دواقر سے ٹیکس ملاج پہنچے۔ انہوں نے بڑے "دستانہ اور تھاویں بڑے" طبقہ میں ہندو کا شریک ہوا کیا کہ
انہوں نے مسلمانوں کو حشر دیکھنے میں مدد دی ہے۔ دواقر رائے نے جواب دیا کہ یہ مطالبہ جار کا تہذیبی تھا کہ مسلمانوں کے
تعلقہ فکر پر مبنی اور صراحت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ جناح نے مسلمانوں کو یہ حق فراہم کرنے کا مطالبہ کیا
تھا کہ جناب میں کانگریس صوبوں میں مسلمانوں کی مشکلات کے اثرات کا مطالعہ کرنے پر افسوس مند ہوں۔ ہندو مسلم کے
خصوصی واقعات نہیں ملے۔ جناح کا تہذیبی لال تھا کہ ہندو مسلمانوں کی پولیٹکس غراب کرنے کی ہمارا کسیت رکھتے ہیں۔
مثال کے طور پر شمال مغربی سرحدی صوبہ میں ہندی کو لڑائی منہوں کی حیثیت سے چھانے جانے کی کہانیاں جاری کی
گئی ہیں۔ دوسری اچھا دیکھ لے دو سریشندو کانگریس نے اپنے ہر اکتوبر ۱۹۳۹ء کے محبوب میں صوبہ دودوکر "وہ فیصلہ کن
کارروائی سے کم کوئی بات قبول نہ کریں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ کانگریس ایک مضبوط پٹن کی طرح اپنے
موقف پر ڈٹی رہے۔" اس پر دواقر اور دھامیں دو رنگ کھیل سے خطاب کرتے ہوئے نمونے لکھا۔ "ظاہر ہندوستان پر غاص
کی کوئی حد نہیں کر سکتا۔ ہم اپنی حکومت کا کنٹرول اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتے ہیں۔ جب ہم آزاد ہو گئے تو ہم ہندو
طاقتوں کی حد کر سکیں گے۔ گاندھی نے صوبہ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اگلے روز بیان جاری کیا جس میں دواقر رائے
کے اعلان کو انتہائی نا پس کن قرار دیتے ہوئے لکھا تھا کہ اس طرح بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آزاد اور حکومت کو کی
پر اپنی پالیسی کو جاری رکھا جا رہا ہے۔ جہاں تک ہماری فراموش کام کرتی ہے کانگریس اس میں فرق نہیں سمجھتی کی نہ ہی
کانگریس ہندوستان بھر کے خلاف برطانیہ کی لڑائی میں اس کا حصہ دار بن سکتا ہے۔

جناح نے جگہ نہیں لکھا۔ وہ انتظار کرتے رہے (ظلم ہے کہ قریب دینے والے سانس کے ساتھ) مگر حریف
جماعت کی دو رنگ کھیل کا جواب دیا۔ ان کے انتہائی لیڈر کے پیچھے پیچھے چلا جائے۔ وہ انتہائی لیڈر جس نے
سراسر جنگ میں اپنی صوبائی وزارتوں کو ان کے حوصلوں سے الگ ہو جانے کا حکم دے دیا تھا۔ لنگ کھیل ۱۴ جولائی ۳۲
اکتوبر کو اور دھامیں اور دھامیں میں اس امر کی توثیق کی گئی کہ وہ برطانیہ کی کوئی ٹکنہ حمایت نہیں کر سکتی کیونکہ ایسا کانگریس
سامراجی پالیسی کی تائید کرنے کے مترادف ہو گا جس کے خلاف کے لئے کانگریس نے بیٹھ چڑھ چکی ہے۔ اس سمت
میں پہلے قدم کے طور پر کانگریس وزارتوں سے کہا گیا کہ وہ مستعفی ہو جائیں۔ کیا ہندو اور ان کے رفقاء کے کارکنین تھا کہ
صوبائی حمایت واپس لینے سے برطانیہ کی ہندوستانی حکومت فتنہ ہو جائے گی؟ یا انہیں قریح تھی کہ ایسے دارمائی اقدام
سے دارمائی میں لیبر پارٹی کی قوت میں اضافہ کریں گے؟ یا اس اقدام کا ہندوستان کے عوام کو انتہائی ہندو کے
لئے ہمارا کیا تھا؟

جب جناح نے یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو نئی دہلی میں مشترکہ کانہ میں اور راجندر پر شکستہ ملاقات کی۔ تینوں جناح کی نئی رہائش گاہ۔ (۱۰) اور تحریک روڈ) پر پہلے اور پھر جناح کی کار میں داخلہ لئے اؤس گئے وہاں سے واپس آنے کے بعد جناح کے گھر پر ایک بار پھر سردار اعلیٰ طاقت ہوئی جس میں صوبہ شریک نہ تھے۔ انہم فرقہ وارانہ زناکرات کا یہ دور جلد ختم ہو گیا اور کوئی شخص حاصل نہیں ہوا۔ گاڑی نے طاقت کے خلاف کچھ تجویز کرتے ہوئے کہا۔ "جناح جناح صاحب مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے انگریزی حکومت کی طرف دیکھتے ہیں۔ کانگریس جو کچھ کر سکتی ہے یا ان سکتی ہے وہ اس سے مطمئن نہیں ہو سکتے۔"

دھرم نوہر کو کانگریس وزارتوں نے استغنے دینے کو اصرار کیا تھا کی تاہم اس کا اعلان کر دیا اس طرح انگریز گورنروں کو اس سامنے آکر بیٹھنے کے ذریعے حکومت کرنے کے اختیارات مل گئے۔ دوسری طرف ایسے گنہگار ملے کارڈ بھلاؤ گئے جن میں لوگوں سے کہا گیا تھا کہ وہ بجلی کی کاروں کاٹ دیں اور ریل کی پٹریاں اکٹھا کر لیں۔ گاڑی نے صوبہ کو کھلا۔ سمیری ذاتی رائے یہ ہے کہ اس وقت مول ناظرانی کے لئے سازگار خاصا موجود نہیں ہے۔ اگر لوگوں نے قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا تو اس مول ناظرانی کی گناہ سے دستبردار ہو جائوں گا انگوں صوبے کرشنا بین کو بذریعہ خط مطلع کیا۔ "ہماری پوزیشن ہم خیلوں کی ہے" انہم ابھی تک ہم نے اس سے زیادہ کے متعلق کچھ نہیں سوچا۔ بعد ازاں گاڑی نے اپنے اہلکار ہر گچھ میں بڑے مفادگان اور اؤس میں جناح سے پہلی کی۔ "انگریزوں کے مقاصد کے بارے میں مطلوب اعلان سے انکار ظاہر کرتا ہے کہ شاید حدود میں انہیں ایک عملی نکتہ کے طور پر ملے۔"

اس نے کانگریس کو آٹھ صوبوں (آسام، بہار، بنگالی، مدرا، اڑیسہ، اڑیسہ اور سرحدی صوبہ) میں مسلم لیگ کے راستہ سے جانا ہے تاکہ وہ کانگریس انتظامیہ کی مدد اعلیٰ کے فیصلے فیصلہ کر سکے آپا، احمد، ہندوستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا چاہتی ہے یا نہیں۔ مجھے امید ہے کہ لیگ ہندوستان کو خیلوں میں تقسیم نہیں کرنا چاہے گی۔ میں تجویز کرتا ہوں کہ جناح صاحب اور مسز صوبہ کے اہلکار بات چیت پھر سے شروع ہوئی چاہئے۔ توقع ہے کہ وہ فرقہ وارانہ مسئلہ کے درمیان حل کے لئے کوئی محسوس بنیاد تلاش کر لیں گے۔"

عظیم مذاکرات کشندہ

لیکن مسز جناح نے مسز پٹیل مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ وطن حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے دو ٹوک اعلان کے لئے مناسب موقع کا انتظار تھا۔ وہ ایک عظیم مذاکرات کشندہ تھے اس لئے خوب چاہتے تھے کہ سیاسی و قانونی معاملات میں وقت حتی الامکان نہ گزرتا ہے۔ صوبہ کے برعکس وہ بھی جذبات کے تحت قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ اگر کوئی بات حتیٰ تو وہ تشدد اور ڈرڈینڈ سے زیادہ محنت سے دل دینا کے آگے تھے۔ اس بات سے انہیں پھر غرضی اور اطمینان حاصل ہوا کہ وہ کانگریس کے صدر راجندر پر شکستہ ہیں کے گھر چل کر آئے تو وہ ان کی کار میں بیٹھ کر اصرار کیا اؤس گئے اگر انہوں نے زناکرات کا وہ ذوق ہی نہ کر دیا ہو تو سیاسی کمیل میں ان کی بیوی کامیابی حاصل نہ کیا تے۔ پاکستان کے لئے کل کر یہ ان میں آجائے اور اپنے مطالبات کے حق میں چست پر چڑھ کر غریب لگاؤ مت آسان ہو آجائے کہ چھوٹی رحمت علی نے لندن میں کیا۔ اوس سے کہ رحمت علی کو بیٹھوں نے پہلی بار پاکستان کے حق میں توفیق اعلیٰ اور اسے نکالی صورت میں شائع کیا۔ انگلستان میں ہے یا وہ وہاں جھوڑا گیا۔ جہاں انہوں نے انتہائی سمجھ بڑی کے عالم میں موت کو گنگے لگایا۔ ان کی بیوی اب بھی غیر عملی حکومت کے ذریعہ قتلہ طاقت میں دہلی ہیں۔ جناح بھی ایسے ہی متحدہ سے دوچار ہو سکتے تھے۔ لیکن وہ ہر سیاسی اختیار اور موقع سے بہترین فائدہ

اندر بھی مفروضہ صلاحت کے بل پر اس سے بچ گئے جناب کا محمد یحیٰم ریڈیو سے خبر ہو آئے یہ ان دنوں انہوں نے اپنی قوم سے زیادہ اسلام اور قرآن پر مرکوز رہی تھی باور مضامین قلم ہونے پر یعنی عید کے دن ۲۹ مارچ ۱۹۳۹ء میں ۳۰ سو سو روپے کی مثال لکھی انہیں اور اصرار کے لیے طرف سے اہانت دیدی گئی کہ وہ ریڈیو پر مسلمانوں کے نام پر ایسا قلم نظر کرنا سیکھیں جس میں انہوں نے نوجوانوں کو بطور خاص مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”اگرچہ میں مسلمان ہوں مگر وہی طرح انکاروں کو میرا جسم کس قدر کمزور اور لاغر ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود میں نے آگے بڑھنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور میرے قدم پیچھے نہیں ہٹیں گے“ انہوں نے نوجوان ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ جان مورے کی کتاب On Compromise کا مطالعہ کریں جس میں مصنف نے کسی ناکام مفروضہ کو انجام دینے کا بہترین طریقہ یہ بتایا ہے کہ ”ہم راتوں سے منہ موڑ لیں اور سخت مشقت کی زندگی گزاریں تو بہترین راستے اختیار کر سکتے ہیں۔“

پاکستانی سکیم پر غور

مارچ ۱۹۳۹ء سے جناب اپنی دو رنگ سکیم کی ایک سب سکیم کی صداقت کر رہے تھے جس کے اثر کن میں سکھوہ حیات ”لیاقت علیاں اور فضل الحق“ شامل تھے یہ سب سکیم ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں غلط انگیزوں پر غور کر رہی تھی جن میں پاکستان اسکیم بھی شامل تھی۔ سکھوہ حیات نے ”کوٹ ڈائن آف اے انجیم آف ایڈم نیڈر لین“ کے عنوان سے ایک قابل اسکیم پیش کی جس میں ہندوستان کو سات سو نو سو میں تقسیم کرنے کا تصور دیا گیا تھا۔ اس کے پہلے اور آخری دنوں مشرقی و مغربی پاکستان تھے۔ دسمبر ۱۹۳۹ء میں جناب نے مستقبل کے لاکھ مل کے انتخاب پر دو اے انکار سے غور و خوض شروع کر دیا تھا۔ وہ چل رہی تھی تجویز پہنچنے والے تھے تاہم جنگ کے بارے اور غرضی صحت کی بنا پر پارٹی کے سالانہ سیشن کو مارچ ۱۹۴۰ء تک ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہندوستان انہوں نے سال قلم ہونے سے پہلے ایک مرتبہ پھر دیا کہ مسلم لیگ کی قوت سے انکار کرنا ضروری سمجھا۔ دسمبر ۱۹۳۹ء کو ایک ڈرامائی اعلان جاری کیا جس میں ۳۲ دسمبر کو ”مقام حیات“ کے طور پر حیات کی اپیل کی گئی۔ اس قراردادوں میں کہا گیا تھا کہ ”کاغذیں درج کے قلمی طور پر ثابت کرنا ہے کہ کاغذیں اس دعویٰ میں کوئی صداقت نہیں کہ وہ سب کے صداقت کی مصداق اور دواستادانہ نمائندگی کرتی ہے۔ کاغذیں وزارتوں نے اپنے انتظامی اور قانون سازی کے فرائض کی ادائیگی میں مسلمانوں کی رائے کو نظر انداز کرنے کی تہذیب کو جہاں کرنے کی سرزد کو قلمی کی ”ان کی مذہبی و معاشرتی زندگی میں مداخلت کی کمن کے معاشی و سیاسی حقوق کو پامال کیا۔ اختلاف اور تازہ کی صورت میں کاغذیں نے یہ ہندوستان کا ساتھ دیا امور میں صلاحت کی اور مسلمانوں کے صداقت کو یکسر پس پشت ڈال دیا۔ کاغذیں حکومتوں نے قلمی افسران کے جائز اور روزمرہ کے فرائض میں دخل دیا۔ معمولی امور میں بھی مسلمانوں کے لئے نقصان دہ طرز عمل اختیار کیا۔ اس طرح ایک ایسی فضا پیدا کر دی جس سے ہندوستان نے یہ یقین کر لیا کہ ہندو راج قائم ہو گیا ہے۔ اس یقین نے ہندوستان کو جو اہانت بخشی کہ وہ مسلمانوں سے بد سلوکی کریں اور ان کے بنیادی حقوق آزادی میں دھکوت ڈالیں۔“

کاغذی کی نظر سے تو یہی یہ قراردادوں گزری انہوں نے کچھ لاکھ اب ہندو مسلم قلمی کوڈا کر اہانت کے ذریعہ حل کرنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ نمونہ زیادہ حاشیہ نہیں ہوئے ”انگے روز انہوں نے جناب کے نام مراسلہ میں لکھا کہ جس نے مجھے جس چیز سے متاثر کر رکھا ہے وہ اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ زندگی میں ہندو اور ہندو متاثرہ سیاست کے بارے میں ہندو انداز فکر بہت زیادہ غلط ہے۔ پہلے یہ اہانت کے بعد مجھے آج ہو گئی تھی کہ یہ اختلافات زیادہ

ہوئے نہیں۔ لیکن اب لیا گیا ہے کہ یہ فیصلہ پہلے سے کہیں زیادہ وسیع ہو گیا ہے۔" جن نے منہ کے اندر کونہ نیچے سے اٹھان کرتے ہوئے وہ اب دیا۔ "ہندو مسلم مسئلہ کو سلجھانے کے لئے مذاکرات جاری رکھنا ممکن نہیں جب تک ہم اقلیتی مسئلہ کے بارے میں کسی سمجھوتہ نہ پہنچی جائیں۔ ہر حال اگر آپ اس معاملہ پر بحث کرنا چاہیں تو مجھے اس کے لئے تیار نہیں ہے۔"

مالا بارمل کا ڈکٹیٹر

کانگریس پر پیس نے اب سب سے زیادہ دل کا ڈکٹیٹر "گندما شہنشاہ" کہنا شروع کر دیا۔ مسلمانانیت سمیت جہاں کے بعض انتہائی دہشت گرداں اور احمقوں کو بھی مذکورہ بالا قرارداد سے زیادہ مست دھمکا کا۔ "مسلمانانیت نے ایک خط میں اپنے منظرِ اب کا اعلان اس طرح کیا۔

"مجھے آپ کی طرف سے ایسی بدامنی کی ہرگز توقع نہیں تھی۔ کیونکہ آپ نے سیاست کو پیش نظر اور بادشاہ کا مقام دیا ہے۔ ہر حال میرا خیال ہے کہ شاید کسی غوسہ مندریت نے آپ کو اس اقدام پر ابھارا ہے کہ آپ نے مسیحا نہات "مٹانے کی بدامنی جاری کی ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ کس چیز نے آپ کو اتنا خستہ قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہے۔ جب آپ ہندوستان کے بدامنیوں اور بدامنیوں سے بچنے کے لئے مسلمانوں کی آزادی لانے پر کمر بستہ ہوئے ہیں تو ایک میں ترقی پسند مسلمانوں کی اندھی بدامنی کیسے چلی۔ انہیں یہ دیکھ کر انتہائی دکھ اور باغی ہوئی ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ ہندوستان پر ہندو اور مسلمانوں کے مشترک حضور ہیں کے مشترک گھر ہے جہاں ہے "پہلے جن سے ہم عزت کرتے تھے اب وہ آپ کے مامیوں اور خیموں کی صف میں شامل ہو گئے ہیں۔ تجویز یہ کہ ایک کی عمومی پالیسی ہر گز نہ دیکھ کر اور فضل الحق کے اشاروں پر چل رہے ہیں۔ جبکہ الایہ وقت مناسب نہیں ہے کہ آپ ساری صورتحال کا جائزہ اپنے کندھوں پر اٹھائیں اور مقابلے کے لئے مضبوطی سے ڈٹ جائیں۔"

لوہرنگال اسمبلی کے ۱۸ ممبران نے عہدِ ارضی مصلحت کی قیادت میں اعطائے مسلم لیگ کے خلاف اعلانِ بدعت کر دیا۔ ان کے نزدیک مسیحا نہات "مٹی قرارداد ہندوستان کے اتحاد کو ناقابلِ حتمی نقصان پہنچانے والی تھی۔

جنوبی ہند کی طرف سے حمایت کا اعلان

مسیحا نہات "کے سلسلہ میں جنوبی ہندوستان کی جنس پارٹی کے لیڈر ای۔ وی۔ راجہ سوامی ناٹھار نے ہندو نہات کا اعلان کرتے ہوئے تمام راجہ راجہ ہندوستان سے اپنی کی کہ وہ کانگریس پر اب سے ہٹا کر راشی کی خوشحال ۳۲ راجہ کو سچا بادشاہ بنایا۔ ہندوستان کی ایسی راجہ اور راجہ راجہ کی طرف سے بھی ایسے ہی بادشاہ جاری کئے گئے۔ یہ بادشاہن نہیں کہ کچھ لوگوں نے ہندوستان کے ہندو گرام سے اعلان کیا تمام جہاں کی تجویز کہ قرارداد سے ملتی جلتی ہستہ ہی قراردادیں منظور کی گئیں۔ اس سلسلے میں راجہ راجہ راجہ میں ایک ہرے مسلمان اشارہ شائع ہوا۔ انہیں اس کے بارے میں گاندھی کا اندازہ یہ تھا کہ کسی نے اس پر توجہ نہیں دی۔ کچھ میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں لیگ کے سرگرم بھائی آ۔ ایم نے قرارداد پیش کی اور راجہ راجہ راجہ راجہ راجہ راجہ کے اس کی تجویز کی۔

کرپس کے مفید مشورے

اس موقع پر سرٹیفڈ کرپس ہندوستان میں تھانہ دیکھنے آیا تھا کہ لیبر گورنمنٹ نے ہندوستان کو فوری طور پر ورچ نو آبادیات دینے کا منصوبہ تیار کیا ہے وہ کس حد تک قابل عمل ہے۔ کرپس نے اپنا منصوبہ منسوار گاندھی کو بتایا۔ پھر اس نے سکندر حیات کھاتہ، طبعی امور آفیسر جنرل سے ملاقات کی جو محسوس کیا کہ ملک میں کانگریس کے علاوہ بھی بااثر قوتیں موجود ہیں۔ جن کا امراء قہاکر جب تک برطانیہ ہندوستان کو آزاد نہیں کرتا، مکمل قانون ساز اسمبلی قائم کرنے سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو گا۔ ہندوستان سے روانہ ہوتے وقت کرپس نے فلسفہ کو منظور کیا کہ وہ ہندو مسلم تنازعہ حل کرنے کی نئے سرے سے کوشش کرے اور دونوں فریقوں کو ایک ساتھ بھاگ مسئلہ کا حل تلاش کرے اور دونوں سے کہے کہ وہ اپنے مطالبات اور شرائط غیر مبہم الفاظ میں لکھ کر پیش کریں۔ کرپس نے تنازعہ کو حل کرنے کے لئے قانونی بینک الائنس میں شریک آنے کا منظور دار ملازمت چھوڑ کر تھانہ جنگ کے اختتام پر اس نے آخر کار کسے ملاقات کی۔

کرپس نے برطانیہ پہنچ کر کرپس سے ملاقات کی اور تجویز کیا کہ وہ فوراً دستور ساز اسمبلی۔ ایچ انتخابات غیر دائرہ کے ان انتخابات کا بیڑہ میں قومی ایڈروں کے قہر کا اعلان کرے اسمبلی کے بارے میں وضاحت کی جائے کہ وہ اپنے فیصلے معاہدہ کانگریس کے اصول پر کرے گی۔ جنرل کے لئے یہ قہر قابل قبول تھی۔ ان کا امراء قہاکر کسی "فرقہ دارانہ مسئلہ" کے حل کے لئے دو متضاد تکنیکی لازمی قرار دی جائے اس کے بعد جنوری میں دائرہ کے لئے سمجھوتہ کیا اور سینٹ کلب میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ حکومت برطانیہ ہندوستان کو مکمل ورچ نو آبادیات دینے پر رضامند ہے اور یہ کہ مرکزی کانڈ میں چند ہندوستانی سیاستدانوں کو جلد ہی شامل کر لیا جائے گا۔ یہ کرپس کے غیر سرکاری مشن اور مشوروں کا نتیجہ تھا جس میں دور ان جنگ ہندوستان کے ہر مصلحتان پر لندن کانڈ جتا ہوا اضطراب صاف نظر آ رہا تھا۔ کاش فلسفہ نے ایسی تقریر گذشتہ اکتوبر میں کی ہوئی تو کانگریس وزارتیں مستقل ہو تیں اور نہ یوم نہایت مسائل کی نوبت آتی۔

ٹرین میں سفر کے دوران بیماری کا حملہ

جس اس وقت سے لیکر آخری دم تک اپنی بیماریوں اور ان کی تشخیص سے حلقہ سوانح میں اچھے رہے۔ اس طرح وہ سری ٹرینوں کو بھی بیماریوں کے مضمون میں استعمال کرنے کے حامی ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹ جنوری ۱۹۴۷ء کو لندن کے "۱۱ نم ایڈ" میں لکھا۔ "۱۱ نم ایڈ" میں انہوں نے کوئن میں آجکل ہندوستان جگہ سے معروضہ پر لکھی بیماری کی علامات قرار دیا جا سکتا ہے جو ہمارے جد سیاست کو پہلے سے لاحق تھیں۔ بیماری کی تشخیص کے بغیر علامات کو سمجھنا ممکن نہیں تھی اس کا اعلان ہو سکتا ہے۔ اس لئے پہلے عرض کا بعد کا بھی برطانیہ پر غور کریں اور آفیسر جنرل کی طرف آئیں۔ "۱۱ نم ایڈ" میں ان کی صحت خاصی خراب تھی۔ قہر طرہ جہاں کا بیان ہے۔ "جب ٹرین کے در پہنچے پہنچے سے دلی کو روانہ ہوئے تو انہیں ہلکا بخار تھا۔ رات کے کھانے کے بعد وہ اپنے پتھر پر تھ پڑ گئے۔ اچانک درد سے اپنے اور بلکہ آہیں بھرنے لگے جو میں نے دلی کے شوری میں سن لیں۔ میں اٹھی اور ان کے پاس پہنچی۔ وہ دلی شدت سے وہ بل نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے اٹھنے سے کہہ کر وہاں میں رینگنے کی ہڈی کے دائیں جانب ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ سے ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ جو کچھ ہم ٹرین میں سفر کر رہے تھے اس لئے کسی ڈاکٹر کو بلائے کا سوال خارج

از مکان تھا۔ میں نے اس جگہ کی بات کی جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا تھا جس سے انہیں قدر سے اتفاق محسوس ہوا۔ خداوند ارکے صبح سویرے زین دہلی پہنچی اور ہم جلد ہی اپنے مکان (حداد اور گزبہ دوڑا) پر آگئے۔ میں نے فوراً فون کر کے کہن کے ڈاکٹر کو بلا دیا۔ اس کی تشخیص یہ تھی کہ صبحے ہائی کو "وٹا الٹ" ہے۔ مٹی خلیفہ ہے۔ انہیں کم از کم چودھون سترہیں آرام کرنا ہو گا۔ ڈاکٹر چلا گیا تو قاتلہ اعظم نے کہا۔ "تجھے افسوس کی بات ہے۔ یہ ایک اہم سیشن ہے جس میں میری شرکت لازمی ہے جبکہ میں سترہ ہوا ہوں۔" بے آراہی سے دو دن گزارنے کے بعد وہ اٹھ بیٹھے اور کام میں لگ گئے۔ سہ ماہی کو لاشکو سے ملے اور اسے یقین دلایا کہ اگر مسلمانوں کو یہ یقین دہانی گرا دی جائے کہ کانگریس کے ساتھ کوئی سیاسی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا تب تک پہلے مسلمانوں سے وہ فائدہ ہی حاصل نہ کیا جائے تو مسلمان جنگی کوششوں میں اپنا تھکان چا دیں گے۔ "واقعہ اس نے جو روانہ جواب دیا اور کاکا کو ان کے خیالات سے جلد ہی انہوں کو مطلع کر دیا۔

خاکساروں کا قتل عام

واقعہ اس سے ملاقات کے بعد جناح نے اگلے پانچ چھ روز مکمل آرام کیا تاکہ لاہور کے سفر پر روانہ ہو سکیں۔ مسلم لیگ کے کارکنی اجلاس سے قبل سہ ماہی کو ۳۰ کو ایک کانگالی سانحہ کی طرح لاہور ایک خوشی بڑا لاکھ سحر پیش کر رہا تھا۔ جس میں شیر مل سالار ۲۰ کا عظیم سمیت سینکڑوں خاکساروں کو پنجاب پولیس نے ایس ایس بی سنسٹری۔ کینسٹور کے محکم سے انتظامی بے رحمی کے ساتھ خاک و خون میں تھپا دیا تھا۔ کم سے کم وہ ان ایک خاکسار نے بیل مار کر ایس ایس بی کی فاک ازادی تھی۔ نو اے وقت کے کم۔ ش نے اس وقت ایک ہر ہر پڑھنے لکھنے کے کہ کھڑے کے نفاذ نے لاہور کے زبردست شہر کو سیاسی قبرستان میں تبدیل کر دیا۔ "میں عسکری عظیم خاکسار مسلم لیگ کی بھی اتنی ہی دشمن تھی جتنی کہ وہ خود کیا اور عسکوں کی تحائف تھی۔

جب تک خاکساروں کے قتل عام سے پہلے والے اضطراب نے مقررہ اجلاس کے موقع پر پورے شہر کو اپنی ہیئت میں لے لیا۔ اس لئے سر کھینچنے والے جہاں کو دہلی میں فون کر کے مشورہ دیا۔ "لیگ کے سیشن کو کسی مناسب آمدنی تک ملتوی کرنا بہتر ہو گا۔" قاتلہ اعظم نے امراتہ کے ساتھ ملحق میں جواب دیا تاہم انہوں نے نو ذریعہ عظیم پنجاب کو بدانتہا کی کہ خاکسار شداء کے احزام میں انہیں مجلس کی شکل میں بچانے سے متعلق تمام تیاریاں ختم کر دی جائیں۔ ۲۳ مارچ کو بذریعہ فریڈرسل غاسٹھی کے ساتھ لاہور پہنچے اور ریلے شیخین سے گاؤں میں چن کر سیدھے سینر ہسپتال گئے جہاں انہوں نے جنرل اور ڈی ایس ایف تمام زخمی خاکساروں کی عیادت کی۔ اس واقعہ نے لاہور ریلوں کے زخمی ریلوں کی طرح مریم کا کام۔ تاہم خاکسار جناح کی قیادت قبول کرنے پر ہرگز آمادہ نہ ہوئے اور آئندہ برسوں میں قاتلہ اعظم کو قتل کرنے کی ایک سے زیادہ کوششیں کیں۔

یادگار خطاب

۲۲ مارچ کو لیگ کا سیشن بادشاہی مسجد کے سنگ مرمر کے بلند میاںوں کے زیر سایہ خطاب کر (موجودہ اقبال پارک) میں ۶۰ ہزار سے زائد مسلمانوں کی شرکت سے شروع ہوا لاہور جو کہ گیارہویں صدی سے جہلی انڈیا میں مسلم قوت کا ایک پیادہ مرکز پنجاب کا دارالافتاد اور محل وحدستان کا طالبی مسکن رہا ہے "ترج لیگ کی" قرار دیا پاکستان مسعود کرنے والا تھا۔ قاتلہ اعظم نے انجین "چر ذی دارا خطاب" اور دلائلی پہنچا لیا اس زینت قن کر کہ تھا۔ وہ وہ جگر جیٹس

مسلک پر کچا کچھ بھرے ہوئے پڈال میں داخل ہو گئے۔ اسٹیج کے وسط میں ایک شاہزادہ سید ان کی خطرہ تھی۔ دائیں طرف قہرے ایک بچی منہ میں قاطرہ بہانے کے لئے دیکھی گئی تھی۔ جو پہلے رنگ کی ساڑھی میں لباس تھیں۔ یعنی مسلم لیگ کے لیٹل گارڈز کا ایک ہاتھ بچہ سید ان کی حفاظت کر رہا تھا۔ جن کی بچہ کی نگاہ میں سید ان کے سہیل کے دور ان باہر نکل رہے تھے پڈال میں موجود غاسکاروں کو یاد دلاتی رہیں کہ قاتل کا اعظم کی موجودگی میں وہ کسی غلط طرز عمل کا مظاہرہ نہ کریں۔

قاتل کا اعظم ٹھیکہ فون کی طرف جانے کے لئے ہوشیاری سے "زید ماو" کے لٹکے خلاف نمواں سے ان کا استقبال کیا گیا۔ انہوں نے اپنی تقریر اردو میں شہداء کی جیسا کہ استقبال کی گئی تھی تین سوپ مہوٹ نے اردو میں خطبہ استقبال پیش کیا تھا لیکن قاتل کا اعظم زیادہ دیر اردو نہ بول سکے انہوں نے حرام سے مہوٹ کرتے ہوئے انگریزی میں اظہار خیال کیا "ساری دنیا میں دلچسپی ہے اس لئے آپ مجھے انگریزی میں تقریر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔" یہ سن کر بعض ریٹائرمنٹ پر مل جرنل کے اور لوگ چہ جھکنا یاں کرنے لگے لیکن قاتل کا اعظم خاموشی سے کھڑے رہے جب مجمع خاموش ہو گیا تو انہوں نے سکریٹ سٹا کیا "سامعین کی طرف مہود کرو کھا ایک جتنی شاہزادے کا بیان ہے کہ "اس کے بعد انہوں نے پھر ری تقریر سکون سے سنی اور اور کسی نے ایک نکتہ تک نہیں کہا۔ "انہوں نے قریباً دھمکے خطاب کیا۔ قاتل آف اٹارنی کی ریم دسٹ کے مطابق "بھی ان کی قیادت ہم ہو جاتی اور بھی ہر ذرہ گواہ بلی اور طور آئی ہو جاتی۔ ان کی شخصیت میں بیکو لیا جادو تھا کہ ان کے سامعین کی بڑی تعداد انگریزی کو نہ سمجھنے کے باوجود قاتل کا اعظم نے سید ان کو ہاتھ کے رکھ دیا اور ان کے چہ چہ ہر محسوس ہونے والا اثر والا یہ اب تک ان کے سامعین کی سب سے بڑی تعداد اور ان کی سب سے بڑی کارکردگی تھی مسلم لیگ وستان کے سب سے نمایاں قائدین اجتماع میں موجود تھے یہ ہاتھ ہوم پارک میں نہیں سامنے آئے تھے دائیں اور بائیں دور تک لوگوں کے فٹ لگے ہوئے تھے۔ چیلینجیں سندھیوں بنگالیوں پنجابوں اور بلوچوں کی ایک لاکھ سے زائد حاضری نے بڑی مہر سکون سے اپنے قاتل کی تقریر سنی ایسا کہ قاتل کا اعظم نے کسی محفل شہداء کی یاد آوازہ کو دی ہے۔ چارچ لے ہا ورس میں ہی تمام راہ سے اپنی را نکرا اور اپنی اپنی کے بدولت تاکہ کے ذریعے اسی تمام دنیا بھر میں پھیل گیا۔ نیز اسی روز لندن کے دارالاطلاع میں شام کی چائے کے ساتھ اسے چہ صا گیا۔ دانت ہال اور ڈاؤننگ سٹریٹ میں مطالعہ کے بعد اس پر نشان لگائے گئے "مشرقی اس پر دارال خیال کیا گیا اور دسٹ شیش زبر بحث کیا۔

مسلم لیگ کا پچھلا سیشن دسمبر ۱۹۸۸ میں ہونے کے مقام پر منعقد ہوا تھا۔ اس وقت سے اب تک مدت سے نئے واقعات رونما ہو چکے تھے اس سلسلے میں اظہار خیال کرتے ہوئے جناح نے کہا "آج کے دستور کی ہیئت اب ہمارا موقف کیا ہے؟ وہ یہ کہ جو فی حالات اہمیت دیں یا زیادہ سے زیادہ جنگ کے ختم ہونے پر مستقبل کے دستور کے بارے میں مسئلہ کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور ۱۹۷۳ کے انڈیا ایکٹ کو ریٹریکشن کے لئے ختم کر دیا جائے۔ ہم اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ حکومت برطانیہ سے نت نئے مطالبات کرنے کا مطالبہ کرتے رہیں۔ حقیقت میں ایسے مطالبات کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

اس کے بعد انہوں نے کانگریس کے حالیہ سیشن پر روشنی ڈال کر اسی پختہ وسطی ہند کے ضرور ام کو گھ میں نو منتخب صدر مولانا ابوالکلام آزاد کے زیر صدارت ہو رہا تھا اور جس میں گاندھی بھی شریک تھے۔ ۱۹۷۰ء کو گاندھی اور بھاسا میں اظہار خیال کرتے ہوئے سماج گاندھی نے کہا ہے۔ "میرے نزدیک ہندو "مسلمان" پارٹی اور ہر جگہ سب برابر ہیں "میں ایسی ہر ذہن سرائی نہیں کر سکتا "آج میرے خیال میں گاندھی نے جی ہے ہوا بات کہی ہے۔ صرف اتحاد فرق

ہے کہ گاؤں والے کے عین دھڑ ہیں اور میرا محل ایک دھڑ ہے۔" جناح نے گائے جی کی تقریر پر تبصرہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے واقفانہ سرت ہوگی اگر وہ مجھے اعلیٰ بیب میں جگہ دے دیں۔ میں حقیقت میں جانتا کہ ان کی نائنہ ترین عقل کے بارے میں کیا کہوں۔" جناح نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ خود کو کھڑے ساتھ ایک دھندلے لہڑے کے طور پر کیوں چلیں نہیں کرتے جو ہندوؤں کی نمائندگی کرتا ہے اور مجھے سرت کے ساتھ مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مجھے کانگریس کے بارے میں صرف اسی خود عرض کرنا ہے۔"

مسلمان اقلیت میں نہیں

جہاں نے بعد مسلم مسئلہ کے حل کے لئے یہ فارمولہ خود کو ہر طرح محفوظ سمجھتے ہوئے پیش کیا تھا۔ وہ نہ صرف یہ بات جانتے تھے کہ کانگریس نے ایک سرکردہ مسلمان کو اپنی منہ مدارت میں بخارایا ہے بلکہ یہ بھی کہ اگلے مہینے دہلی میں ایک کٹر مسلم کانگریس ہونے والا ہے جس میں تمام غیر ملکی مسلم جماعتوں کو دعوت کیا جا رہا ہے جہاں انھیں مسلم لیگ سے اپنی علیحدگی کا اعلان اور کانگریس کے عمومی مطالبہ کی تائید کرنی ہے۔ جیسا کہ صوبے کرشنا بین کے نام اپنے خط میں وضاحت کی تھی کہ کانگریس کانگریس کے زیرِ اہتمام منعقد نہیں ہو رہی ہے اگرچہ کانگریسی مسلمان اس میں نمایاں کردار ادا کریں گے۔ کانگریس نے اپنے بعد تشخص کا اعتراف کرنے کی بجائے پہلے کی طرح اپنا قومی گیر کٹر ثابت کرنے کا تجربہ کر لیا اور اس بات پر اصرار کیا کہ اس کے ذرا کرت اپنی پیروی پر اگر ہمیں نہ بھی نصب کانگری کی گوارا نہیں ہو تا۔

اب جہاں اور ان کی جماعت محض اقلیتی حیثیت پر شاکر نہ بنے کو چار نہ تھے اور پنجاب کے صدر مقام کا انتخاب اس مقصد سے کیا گیا تھا کہ وہاں مسلم لیگ کے فوٹھیلیگز کو اس نصب العین کا اعلان کیا جاسکے۔ "فلا فوجی کی رہا پر بحث یہ کبسا جانا رہا ہے کہ مسلمان اقلیت میں ہیں بے شک ہمیں ایک طویل عرصہ سے ایسا سمجھا جا رہا ہے اب اس مسئلہ گمان کو دور کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ مسلمان اقلیت نہیں ہیں وہ ہر طرف کی رو سے ایک جدا گانہ قوم ہیں۔ بعدِ ستان میں مختلف فرقوں کے مابین گروہ کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ دو امتوں پر بین الاقوامی ذمیت کا سوال ہے اور اس سے اسی طرح نمٹنا چاہئے۔ جب تک اس بنیادی اور اعلیٰ صداقت کا اعتراف نہیں کیا جاتا تاہم بھی دستور دیا جائے گا وہ ناگہانی سرکاری سے دور جا رہا گا وہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہو گا بلکہ انگریزوں اور بعدوں کے لئے بھی۔ اگر انگریز صغیر کو لوگوں کو اس میں دشا دہانی سے روکتا دے گا تو اقلیتی جماعتیں ہیں۔ تو ہم سب کے لئے صرف ایک راہ نکلی ہے وہ یہ کہ بعدِ ستان کو آزاد قومی ریاستوں میں تقسیم کر کے جی توں میں کے لئے الگ وطن قائم کرنے کا مسرتق دیا جائے۔"

جناح نے اپنی پوری تقریر میں کمپنی پاکستان کا لفظ استعمال نہیں کیا، نہ ہی قرارداد لاہور میں یہ لفظ شامل تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے بعد میں مسئلہ کے فوری حل اور تقسیم کے بین الاقوامی مضمرات پر اپنی رائے کا اظہار کر اعلان کیا۔ جناح نے تقسیم کی معقولیت کا قائل نہیں ہوئے یا اس کے باوجود اثرات کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ تاہم ۱۹۴۰ء کے موسم بارش میں انہوں نے طوب سوچ کچھ کرے کر لیا تھا کہ بعد میں ان کے اہم ترین مسئلہ کا واحد حل تقسیم ہے۔

لاہور میں جناح کے خطاب نے مستقبل میں خود آزاد ہندوستان کے امکان کو قطعی طور پر مستحکم کر دیا۔ جو لوگ قائد اعظم کی اس جاہلیت سے واقف تھے کہ وہ جس بات کا عزم کر لیں، پھر ہرگز اس سے ہچکے نہیں پڑتے۔ انہوں نے جان لیا کہ انہوں نے کتنا اہم اعلان کیا ہے۔ باقی دنیا کو ان کے اس قول کو حقیقت کا

دوب دھارتے ہوئے دیکھنے کے لئے سات سال انتظار کرنا پڑا۔ وہ اپنے اعلان سے سرمو پیچھے نہیں ہٹے۔ بعد مسلم اتحاد کے سفر نے خود کو عملی طور پر پاکستان کے عظیم قائد کی حیثیت میں بدل لیا تھا۔ اب صرف یہ کام رہ گیا تھا کہ سب سے پہلے ان کی پارٹی پھر حقیقی خیمہ قوم اور آخر میں ان کے برطانوی اتحادی اس قارمولا کو تسلیم کر لیں جو انہوں نے پیش کیا۔ جہاں تک قائد محمدی 'نصو آزاد اور باقی رہنماؤں کا تعلق تھا وہ سب ایک صیادے ملک کے وکیل تھے اور ان کے ساتھ ڈیڑھ بیس کے قدیم اصولوں کے تحت معاملہ کیا جانا تھا۔ جب وہ ہائیکورٹوں سے ہٹ کر اپنی کری پر بیٹھنے لگے تو جرم فرقی سے پاگل ہو گیا۔ انہوں نے کسی ناگامی کے بغیر بلکہ ترین دکاوت کو پار کر لیا تھا۔ جب انہوں نے نیا سکرٹٹ سلگا تو ان کے ہاتھ کاپ رہے تھے، تاہم ان کے چھبرائے درست کام کر رہے تھے اور نواز صاف سنی گئی تھی۔ یہ صحیح سٹوں میں ایک شاندار کارکردگی تھی۔ ان کے قائدانہ کردار کے شاہاں شان ہو رہے اکیلے ادا کر سکتے تھے۔

تیرہواں باب سکندر حیات کے خواب پریشان ہو گئے

قائد اعظم کی تقریر جن جن جن کے بعد راجی قرار دیا پاکستان کو قلعی شکل دینے پر توجہ دی گئی۔ ایک کی سیکشن سکھیل نے سہ ماہی کی ابتدائی سائنس میں اپنے عرب کہہ سون پر غور و خوض کیا اور سہ ماہی کو اس کی عقلی دماغ ہو گیا۔ سر سکندر نے تقسیم کے تصور کو آخر تک ناقابل عملیت پایا تھا۔ اس سے فوری طور پر ان کی اپنی فیس پارٹی اس میں بعد مسلم اور سکھ تینوں قریب شامل تھیں کی سوجھ بوجھ کی ذیلی نظریہ کی قلمی ہوئی تھی اور ایک کی قیادت کے بارے میں جو سامنے خواب دیکھ رہے تھے وہی ملے۔ لیکن اوستے تھے۔ بہر حال یہ سننے کے بعد کہ جن کی تقریر پر کیسے بہت خوش ہو گئے اور اس کا اظہار کیا یہاں سر سکندر نے چیتا چلی آیا کہ اب مسئلہ ان کی اپنی قریب قیادت کے متعلق ان کی خواہش کے پورا ہونے کا کوئی امکان نہیں رہا۔ یہاں تک کہ خود انہوں میں جو ان کا مرکز اقتدار تھا 'سہ ماہی کو اس چیل کے گرد چلی سیکشن سکھیل کا اہلاس ہو رہا تھا۔ فصر میں بھلا ہوا ایک جہم 'سکندر مودہ' کے خوب لگا ہوا تھا۔ مودہ کے ان مضمون نے سکندر حیات کو خوش و غصہ میں ڈال دیا۔ تقریر پر بعد چل چلا بیٹھے تو ان نو جوانوں نے فصر کے لفظ بدل دینے اور اب وہ لگا پڑا پڑا کہ قائد اعظم زندہ یا 'قائد اعظم زندہ' کہنے لگے جس کی سبھی یہ کہ سنا کرتے تھے اور انہوں کی وہ من بدلی اس نے مکمل فی مہارت کا حیرت دیا تھا۔

قرار دیا پاکستان کی منظوری

مسلم لیگ کا سوا سوا بیس سہ ماہی کو ملنے کے ذریعہ صدارت منقذ ہوا۔ فضل الحق نے جو سیکشن سکھیل کے چیئرمین تھے پہلی قرار دینے کی جس کے مصلحت ترین تھے اس کا کیا تھا؟
 "یہ کہ کل امڈا مسلم لیگ کے اس سیشن کی یہ خوب سوری گئی دانت ہے کہ اس ملک میں کوئی آئینی منصوبہ قابل عمل یا مسئلوں کے لئے قابل قبول نہیں ہو گا جب تک وہ سب ذیلی ذیلی اصول کے مطابق وضع نہ کیا جائے۔ یعنی جغرافیائی لحاظ سے ملحقہ نڈوں کی حد بندی کی جائے۔ نڈوں کی ملحقہ میں مدھل حکم جو 'جمل حدی' لفظ سے ملحقہ ملکیت میں ہیں (مثلاً بعد ملحق کے کل ملحق اور ملحق ملحق) انہیں ملحق آزاد کردہاں میں تشکیل دیا جائے جن کے موافق اپنے اپنے تاریخی خود مختار اور مقتدر ہوں گے۔"

کانگریس کا شدید رد عمل

قراچی میں پاکستان کا قیام موجود نہیں تھا، نہ ہی اس کے انعقاد سے یہ بات واضح تھی کہ مسلمانوں کے ہر وہ مسئلہ جس کا محض ایک مسلم ریاست کا مطالبہ کیا گیا یا جو بالکل خود مختار اور خود ریاستوں کا ایک مثل مسلم قلعہ میں اور وہ سنی مشرقی علاقوں میں رہ کر کل نگار پیش کیا گیا ہے کہ کم از کم شیر بھل مولوی فضل الحق کے ذہن میں آخر قیادت کی تھی جب انہوں نے قراچی میں مرتب کی اور پھر پکاؤ پکاؤ پر مبنی۔ اہم قیام کی قیادت مشرقی علاقوں کے ہاتھ میں تھی۔ جب غازی پور کے لوگوں نے سوال کیا کہ کیا اس قراچی سے ایک ریاست مراد ہے یا ایک سے زیادہ قلعوں کے واضح اور وہ تو کہ جواب نے بھل کی مسلم اکثریت کی تقدیر پر غور کی مرثیت کوئی۔ انگلستان کے افسران نے لاہور میں پورے کو "پاکستان میں پورے کو" کی بات سرحدوں کے ساتھ شائع کیا گیا اور پھر اسی مضمون کے ساتھ پتہ چلا۔ سکھو حیات نے ایک قسم کی عقلی مرکزی حکومت کے ایسے تصور پر غور کیا جس میں منطق کے خود مختار علاقوں کو اکٹھا کیا جائے گا۔ دسمبر ۱۹۴۷ء میں اپنی وفات تک امرتسر کے ساتھ یہ بات کہتے رہے کہ قراچی اور امرتسر کے لئے عقلی سوا بازی کا تختہ ہے۔ سکھو حیات کے نزدیک واقعی یہ بات تھی۔ لیکن بھل کے لئے نہیں۔ پنجاب کے گورنر سرحدی کرک کے لئے اس قراچی کے بارے میں واضح رائے کہ "یہ کانگریس کے دعویٰ کا اختتامی سوڈن تھی" چکی جواب ہے جس نے کانگریس کے اس دعویٰ کو تہہ و بالا کر دیا ہے کہ وہ تھا پارٹ سے ہندوستان کی طرف سے برٹش کی

چند روز بعد گاندھی جی سے پوچھا گیا کہ مسلم لیگ نے تقسیم ہند کا مطالبہ کیا ہے جس کے جواب میں کہہ ملے۔ بھل کی تحریک چارٹس کے ۱۳۳۳ء میں نے جواب دیا میں تسلیم کرتا ہوں کہ لاہور میں ایک نے جو قیام اٹھایا ہے جس سے پھر اپنے دلی سموت مل پیدا ہو گئی ہے۔ اہم میں اسے اپنی پھر اپنے دلی نہیں سمجھتا کہ سب بھل کی کانگریس کا دعوہ مسلمانوں کو دیا یا حق خود ارادیت ملتا چاہئے۔ میرا کہ اپنی ہندوستان کو حاصل ہے۔ ہم اس وقت مشترکہ قانون کی طرح ہیں۔ قانون کا کوئی بھی نمبر تقسیم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

کانگریس کے کہ سب لینڈ میں نے اس سے زیادہ سخت رد عمل ظاہر کیا۔ دہرا دھ کے پھر دلی دارا گوپال اہلاریہ نے "جو بعد ازاں ہندوستان کے پہلے گورنر جنرل ہے" انگلستان کے کہتے ہوئے کہا میں اسے چارٹر لائٹ کی علامت سمجھتا ہوں کہ مشرقی علاقوں نے خود ہندوستان کے نظریہ کو ایک ملاد تصور اور ہماری زیادہ تر مشکلات کا موجب قرار دیا ہے۔ "نہو نے قراچی کی بات لکھا" "بھل کی بھل" کہ تجویز خیالی اور عجیب غریب ہیں۔ "انہوں نے اسے "مہم" کی دلی سامراجی پالیسی کا شدید رد کیا۔ اپنی ٹرم گروہ میں کانگریس نے قراچی منظور کی۔ کہ ہندوستان کا دستور آزادی "بھوت" اور قومی اتحاد میں ہونا چاہئے جس میں ہندوستان کو تقسیم کرنے یا اس کی نیست کو کھنکھنے کے دلی کو کشش کو مسترد کر دیا جائے۔

قراچی لاہور نے مجھے نئی زندگی دی ہے

تیسرے روز بھل علی علی نے مل کر ہر ایک کا اجلاس بلایا اور شرکاء کو کھانا کا نام اعلیٰ قومی اور ہندو شریف لارے ہیں مگر شرکاء روز مصروفیات نے کا نام اعلیٰ کو رد عمل کر دیا تھا۔ نامہ اجلاس شروع ہونے کے بعد

بعد بذل میں پہنچ گئے۔ اصل ہی اجلاس کی صدارت کر رہے تھے جب ڈاکٹر محمد عالم نے "جو کانگریس کو چھوڑ کر
 ملے نے ملک میں آئے تھے مگر خود مذاہن کے گئے رہنماؤں کی تائید کی۔ یہ قرارداد درست نہیں کی گئی تھی کے
 ساتھ متحدہ کی گئی۔ اگلی قرارداد قطعی کے بارے میں بھی جنس میں ہوں کے مسئلہ کو مکمل میں دھانچے پر خطے کی
 خدمت کی گئی تھی۔ اس کے بعد جیشن ملتی کر دیا گیا۔ ملت کے ایجے کارڈ ملتی دیوان شروع ہوئی۔ اجلاس کی
 صدارت کرتے ہوئے قائد اعظم نے بذلت خود خاکسار کی طرف سے ایک قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ
 مسلمانوں کی اس عسکری تنظیم پر پابندی افغانی جائے طبع کی تحقیق کے لئے غیر متبدل و مکمل متحدہ کی جائے
 انہوں نے ہر کوئی پر قادر ہوا کہ انکی مجلسی مقرر ہونے پر وہ زیادہ سے زیادہ شلہ میں پیش کر رہے۔ اپنی ہم دیکھ لیں گے اور
 خدا تعالیٰ بد کہے ملک جیشن کے اقامت کا ملکی کرتے ہوئے انہوں نے اسے ہندوستان کی مجلس میں ایک سنگ
 میل سے تعبیر کیا اور کہا "آپ جتنا زیادہ خود کو منظم کریں گے اسی قدر زیادہ اپنے حقوق حاصل کر سکیں گے۔" یہ
 اجلاس نصف شب کے لگ بھگ "کانگریس" زندہ ہونے کی لگ بھگ مذاکرات صدارت کے ساتھ اقامت پذیر ہوا۔ لگ بھگ مذا
 راتوں سے مذاکرات کے موقع پر جیشن نے ہر دنوں کو کتابا میں ملا رہیں اپنے قیام سے بہت لطف اندوز ہوا اور کچھ کر کے
 یہ وہی نتیجہ خیر ثابت ہوا کہ اس میں قریب لاکھ ہوا گیا تھا۔

سکندر حیات پھر میدان عمل میں

پہلے میں "ششم" نے جیشن کے ہم مسائل میں انہیں ایک مرتبہ برقیین دیا کہ "حکومت برطانیہ تمام مسلمان
 طاقتوں کے ساتھ ہر مسئلہ اور ہر صورت تعلقات رکھتی ہے اور ان میں سے بعض کے ساتھ اتحاد کر رکھا ہے۔" ملا
 ڈالینڈ نے ایک ملا لکھنؤ کے "کونسلر" میں دینی ہونے کے بعد محل ازادیت و مزارعت لکھی۔ اس پر
 جلی سربراہ لکھنؤ کے نوٹوں کو قائل اور مسموہ سکندر حیات سے ملا کیا تھا۔ اس کی جگہ اہل لکھنؤ۔ آہستہ آہستہ کو نیا
 نیکرزی تھا۔ ٹیٹ مقرر کیا گیا اور جیشن سے پہلے فرسٹ ملا تھا۔ اپنے مرحلے میں دیکھا تھا کہ جیشن میں جمل اور آہستہ
 کے اتحاد اور کی پیشی پر پہنچنے کے بعد دہلی اور شلہ میں جیشن کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ ملا "ہندو" "کانگریس" کے تجویز
 طرز کو سمجھ لے۔ شیوارا نے جیشن میں شلہ سے جیشن کے مد سے زیادہ دہلی میں جٹکا ہو جانے سے متعلق ایک
 رپورٹ میں لکھا تھا کہ اس کے بعد دہلی کے مل دہلی پر بھی مسئلہ ہو گیا ہے۔ یہی کوئی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا
 اور وہ کتنا ہی حقول کیلئے ہو "مہلا جیشن برطانیہ ہو جائیں۔"

اس مذاکرات میں سکندر حیات نے اس موقع سے کہ وہ جیشن کو ایک طرف دیکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے
 "ششم" کی مشاورت ملے سے کانگریس کے ساتھ فیڈل تنظیم پر حکومت کے لئے مذاکرات کی سرور کو پیش کی۔
 کانگریس نے ہلکا گھر میں اور جیشن کے "بین" مذاکرات کا ایک اور دور ہو "بین" جیشن کانگریس کے دور کو مذاکرات
 بنے کو جانے تھے انہوں نے مذاکرات کی دعوت اس بنا پر مسترد کر دی کہ جب تک میں اپنی درنگ مکمل کا اجلاس ملا
 کر ہوں سے متفرق نہ لے لیں اسکی بات جیشن میں شریک نہیں ہو سکے اور کانگریس نے مذاکرات کو نکھار کے قیام
 اس کے مسئلہ میں مدد دینے کے لئے جرمنی یا جیشن میں ضرورت ہو جائے کو تیار ہیں۔ ان کا فیصلہ تھا کہ "میں
 ہلکا کو دیکھ جائیں گے جتنا جتنا سے ظاہر کیا جا رہا ہے۔ لیکن ہے کہ جٹکا ایک ہر حاکم طاعت دہلی اور شلہ میں بھی ہو۔"
 "ششم" نے مذاکرات کی مدد پیش نہیں کی۔

جن جن نے لیگ کی وردنگل سمیٹ کا اہتمام دیا جن میں بمبئی میں طلبہ کیلئے تین دن کی گرامر بحث کے بعد جس میں سر کنھو دیاٹ نے لیگ کی قیادت اپنے ہاتھوں میں لینے کی اپنی کو خوشی کی سب سے پہلے انہوں نے کاہرہ اہم کے اس موقع کی تجویز کی جو انہوں نے آخر میں بمبئی میں پیش کیا تھا اور انگریزی حکومت کو دیا گیا جس وقت تک ہم نے جنگ جاری رکھنے کے مسئلہ میں نہ تو کوئی رکاوٹ ڈالی ہے نہ ہی حکومت برطانیہ کو ہراسہ کیا ہے لیگ کی اپنی کلن ہائی ہارمیت کی بدھتی ہوئی دشمنی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتی ہے جس نے کیے بعد دیگرے سب سے قویوں کو ان کی تفریق اور حسرت سے محروم کر دیا ہے اور ایسے موقع پر جبکہ فرانس سب سے شدید شکست سے محروم تھا چھ اٹلیوں کے خلاف اٹلی کے با اشتعال حملہ کو انتہائی بدنامی اور غیر اخلاقی سمجھا ہے۔"

جن جن نے ہر جنوں (دھرم) کو شلہ میں دھرا لے سے ایک تحصیل ملاقات کی۔ بعد ازاں انہوں نے ایک غیر رسمی مواصلہ انکسار میں دیا کہ قرارداد پاکستان مسلم ہندوستان کا کوئی نتیجہ نہیں کیا ہے اور یہ کہ دھرم لائے ان کے ساتھ دھرا کیا ہے کہ حکومت برطانیہ عہد کی بدھتی یا انہوں کی کسی ایسی تنظیم کو منحصر نہیں کرے گی جسے مسلمانوں کی جنگی تحفظ حاصل نہ ہو۔ انہوں نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ جنگی مساعی کو ختم کرنے کے لئے ہر ممکن قدم اٹھایا جائے اور ہندوستان کے حملہ و ساکن کو اس کی اندرونی مخالفت اور امن و آشتی پر قیاد رکھنے کی ضرورت ہوگی۔ بدھتی کو دفع کرنے کے لئے اس کے دفاع کی خاطر حرکت میں لایا جائے۔ جن جن کا امر تھا کہ یہ مقصد صرف اس صورت میں حاصل کیا جاسکتا ہے جبکہ حکومت برطانیہ مسلم قیادت کو مرکز اور صوبوں میں دونوں جگہ مسلوی حصر وادی حیثیت سے شریک مشارکت کرنے پر تیار ہو۔ خصوصاً جنگ کے دوران وہ دھرم لائے کلینڈر میں درج کر کے اس میں ملنے مسلمانوں کو شامل کیا جائے جتنے بعد ازاں ہر جگہ کانگریس میں تجویز کلینڈر کے بصورت دیگر مسلمان مین کا انتخاب لیگ کرے گی کلینڈر کے انتظامی کارکنوں میں اکثریت حاصل کر لیں گے۔

جنگ کے بارے میں گلہ می کی نئی منطق

دسمبر ۱۹۴۱ء میں برطانیہ جو مسلمانوں سے دو چار تھا اور اس کے تمام بھوں کی طاقتیں بادش سے بچنے کے لئے اور اور ہر جگہ رہے تھے جن جن نے بادشاہانہ انداز میں سوچا کہ یہ وقت انگریزوں سے لڑنے اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے سونپا نہیں اس موقع پر گلہ می نے برطانیہ کے ہر فرد کے نام "گلہ می" میں ہائی کی کہ وہ کوئی طور پر طاقت جنگ کو ختم کرے۔

معمولی بھی مقصد "گولڈن ٹکٹ" کیلئے نہ ہو اس بل انتہاء عقل عام کی اہمیت نہیں ہے سکا ہو کہ یہ اور واقعہ پذیر ہو رہا ہے جس انگریزوں کی طاقت میں چھٹانہ ہی میں انہیں جو اپنی طاقت کے اس حیلہ میں چھٹانہ دیکھا چھٹانہ ہیں جس چھٹانہ میں کہ آپ بڑی اہم سے چھٹانہ کے بغیر نہیں میں یہ چھٹانہ کیلئے تاکہ آپہ چھٹانہ چھٹانہ میں جو آپہ کے ہاتھوں میں ہیں کیلئے کہ آپ کو اپنی طاقت کو نہیں چھٹانہ میں طرح آپہ نظر اور مسلحی کو دعوت دیں گے کہ وہ ان میں سے بہترین آپہ چھٹانہ کئے ہیں اور کہ چھٹانہ میں نے لیں۔ انہیں اپنے خوبصورت جہاز پر قابض ہونے دیں اپنی سب سے خوبصورت عمارتیں بھی ان کے ہاتھ لگنے دیں۔ آپہ سب چیزیں ان کے سپرد کریں لیکن اپنی امداد اور دفاع نہیں۔ اگر وہ شریف قوی آپہ کے شکایت پر جھٹک کر چھٹانہ کریں تو مکان غلط کریں۔ اگر وہ آپ کو باہر نکلے گا راستہ میں سے چھٹانہ میں اہمیت دیں کہ وہ آپہ سب سے بڑا اور سب سے بڑا کو ان کے اہمیت لیکن آپہ ان کی غلامی قبول کرنے سے انکار کریں۔ چھٹانہ میں دھرم لائے سے یہی گزارش

ہے کہ میری خدمات حکومت برطانیہ کے لئے حاضر ہیں۔ اگر وہ میری ذلیل کے متعلق کو آگے بڑھانے کے لئے انہیں کسی عملی کام کا مجھے تو ان سے استفادہ کر سکتی ہے۔"

برہنہ دھرم رائے نے گاندھی جی کی "خدمات" سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس کے برعکس انہوں نے گاندھی اعظم کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی کلونڈ میں توسیع کی اور اس سے جنگ کو خشوں میں خوب مدد۔

مسلم لیگ کی دورنگ کمیٹی کا گاندھی اس اراکلی تہذیب میں بول نہیں سکتی تھی۔ لیگ کے مطالبہ پاکستان کی متفق کے ساتھ ساتھ دھرم رائے کی اس تہذیبی پہلی پیمائش کا اعتراف کیا کہ حکومت برطانیہ مسلم لیگ کی حقوری کے بطور کوئی مہدی یا حتی دستور نافذ نہیں کرے گی۔ تاہم کمیٹی نے دھرم رائے کلونڈ میں شرکت کی دعوت قبول نہیں کی۔ بعد ازاں اسی بیٹے تشنگ سے درخواست کی کہ وہ اپنی تجویز پر نظر ثانی کریں "جن کو اختیار دیا گیا کہ وہ اس مسئلے میں مزید معلومات اور وضاحتیں حاصل کریں۔" دھرم حیات نے کمیٹی میں موجود اپنے ساتھیوں کو ترغیب دی کہ وہ دھرم رائے کی طرف سے است میں کی گئی دشمنی کو قبول کریں۔ انہوں نے یہ دھمکی بھی دی کہ اگر جنگ اپنی ضد پر اسے ہے تو وہ ایک سے نکل جائیں گے۔ برہنہ دھرم رائے کی یہ ذہنیوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوئے بلکہ سر دھرم نے مسلم لیگ سے بطور کی اختیار نہیں کی۔ دورنگ کمیٹی کی بھرپور حمایت کے بل پر جنگ نے دھرم رائے کو مطلع کیا کہ کلونڈ یا جنگ مشعل کی کوئل میں شمولیت کی بدلت لیگ کی جنگی شہداء کا قصہ یہ ہے کہ اگر تاہم سر دھرم نے شہداء ہونے کا فیصلہ کر کے تو اسے ان کے وقت ویا کرنے کی اہانت دی جائے جو حق کی جائیں اور مسلم لیگ ان سے متفق ہو۔ تشنگ نے جنگ کے روز انہوں مطالبات کو جنگ کی کو خشوں میں مزاحم قرار دیا اور محسوس کیا کہ جنگ وہ اصل "دور اعظم" بنے کے خزانہ ہیں۔ یہ ایک ایسی حیل تھی جس کی طرف دھرم رائے پیش قدمی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

کانگریس شخصے میں پھنس گئی

کانگریس سلی باؤنٹی کی تحریک چلانے کے لئے دھرم تھی۔ صرف یہ مسئلہ حل طلب تھا کہ یہ علاقہ کی طور پر انگریزوں اور اسی تحریک اور انگریزوں کی تحریک کو کنٹرول کرنا اور دھرم سے پاک رکھنا۔ تاہم قند گاندھی اپنی تہذیبی سارنگ کے موقع پر دی ہوئی ایک دور سہ کی قیادت کرنے کے بارے میں متذنب تھے۔ مہا اس سے وسیع پیمانہ پر دھرم بھیل جائے چانچہ اتھو کے وسط میں انگریز تہذیبی شہداء کی گئی۔ گاندھی جی نے آئرم میں اپنے بیٹے دھرم بولے کو چار کیا کہ سب سے پہلے وہ جنگی سہائی کے خلاف اپنے ہتھیار کھینچتے ہوئے گرفتاری فرمیں۔ دھرم کی گرفتاری بعد اتھو کو عمل میں آئی اور انہیں تہذیبی سہائی کی سزا دی گئی۔ حکومت نے انہوں پر سزا دیا کہ جنگ کو خشوں کے خلاف کسی قسم کے جان شریع نہ کریں۔ گاندھی نے انہوں پر احتجاج "ہیریکے" کی شہادت منسل کر دی۔ اس کے علاوہ انہوں نے "مین ریت" دیکھنے کے انہوں پر بھی خود کیا اور اس انہوں کی بدلت دھرم رائے کو بھی مطلع کر دیا۔ انہوں نے یہ دہر دست دھرم سے جنگ بندی کی اپیل کرنے کی کو خش بھی کی۔ تاہم ان کے دھرم خدا سہ سے باہر بھیجے کی اہانت نہیں دی گئی۔ انہوں نے مین ریت کی مخالفت کی "قلبت انگریزوں کی گرفتاری کی تجویز سے متفق کیلئے انہیں سہ اتھو کو حراست میں لے کر ہمارے قہر و شفقت کی سزا سنائی گئی۔ ہمارے قہار انہوں نے فوجی قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔ قہر کا یہ عزم انہوں نے اپنی سزا سنائی۔

جنگ نے اس موقع پر انگریزوں کو بار بار یاد دایا کہ جنگ کے سلسلہ میں مسلمان کتنے بے وقار رہے ہیں اور یہ حکومت میں شرکت کے کتنے نکل چکے ہیں۔ انہوں نے اپنے مخالفین کے ان تہوں کیچوں پر فداست، مہماری کی ایک جو حکومت ہند میں شامل تھے اور سرے ہندوؤں کی عسکری تنظیمیں اور تیسرے انگریزی مسلمان پہلے گروپ میں وہ طاقتور کو بھی شامل کر لیتے تھے جس کے متبر انہیں یہ کہتے تھے کہ "تپ نے مجھے ہندی صلیب پر فکار دکھا ہے۔" اس وقت جنگ وائسرائے کو "کاٹھ کاٹھ" اور "آزادی پر ہمارا" سمجھنے تھے کہ اس نتیجہ پر پہنچے ہوئے تھے کہ طاقتور شملہ میں موجود اس کے دہادی حصے اس میں جین جاتی پر ہندی مدد حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ جنگ کے بعد ہمیں ہندو خدوہوں کے طور پر یاد رکھا جائے گا اور کچھ بخشش بھی دھاکا جائے گی۔ جبکہ مسلمانوں سے دھاکا سلوک کرنا چاہتے ہیں اور یہیوں کے ساتھ جرمی میں کیا جا رہا ہے۔ جنگ تک انگریزی مسلمانوں کا تعلق تھا جنگ انہیں منحور و ہر ہمارے کران کی تحقیر کرتے تھے۔

پاکستان کیا ہوگا؟

اولاں ٹوری (۱۹۴۸) میں شہناز خاں نے جنگ کے لئے پاکستان کیا ہے؟ کے عنوان سے ایک غصہ بابت تیار کی۔ یہ دستار شمل مغرب اور شمل شرق میں واقع مسلم خطوں کے برصوبہ کی تبدیلی کے لئے اور شمل کے تجزیہ پر مبنی تھی نیز اس میں ہندوستانی ریاستوں سے متعلق بھی سخت عملیہ کچھ مشورے شامل تھے اس تنازع سے کم از کم جنگ کو یہ معلوم ہو گیا کہ پنجاب کی علاقائی حد میں کچھ تبدیلی کرنا اکثر ہو گا۔ شہناز نے تجویز کیا کہ ہندوستان کو خارج کر دیا جائے جس میں ہندوؤں اور سکھوں کی اکثریت ہے۔ نیز دہلی کی لٹا سے بھی ایک بوجہ ہے۔ شہناز نے مزید یہ بھی شمل شرقی خط کے بارے میں جنگ کو لٹکا دیا کہ

"ہم میں مسلم آبادی کا تناسب حصے ۱۸ فیصد ہے جبکہ بنگال کے ہندوؤں اور جین میں ہندوؤں کی غالب اکثریت ہے اور بنگال میں مسلم آبادی کی مجموعی شرح ۱۸ فیصد ہے۔ اگر ہندوؤں اور جین کو بنگال کر تمام کے خوشحال علاقہ کو بنگال سے جدا کر دیا جائے تو یہاں مسلمانوں کی آبادی ۱۸ فیصد ہو جائے گی۔" اس بات پر شہناز نے سرخشاہ کے چارک والا (شہناز خاں) نے ہندوستانی ریاستوں پر مشتمل تیسرے خط کی سلامتی بھی کی تھی کہ مسلمان لوہوں سمیت اکثریت و اہل ریاست اپنی بجٹی "ریاست اور خود مختاری کے حقوق حاصل رکھنا چاہتے تھے۔ ہندو تہ کے بارے میں اس کی بات یہ تھی کہ یہ خاصی بڑی ریاست ہے اس لئے بنگال کی طرح اسے عمل آزادی خود مختار ریاست کا درجہ ملنا چاہئے۔ اگر وہ آج برطانیہ کے ساتھ برادریات تعلقات استوار کر سکے مشتمل میں جنگ کو جن شقت طلب نہ آ کر اسے واسطے پر امن میں جنگ نے بھی مدد نکلا اس دستخط پر اٹھارہ کیا۔

ہداس کے سفر میں اعصالی دہاک کا حملہ

مسلم لیگ کا سٹانڈ ایس امر ایمل (۱۹۴۸) سے ہداس کے مشعل پارک میں منعقد ہوا جس میں ایک لاکھ سے زائد ہندوئی مسلمان اپنے کانہ کے اور شہادت سننے کے لئے جمع ہوئے اس سلسلہ میں فاکٹر جنگ کا بیان ہے

"ہندوئی نرین کے ہداس پہنچے میں چہ گھٹے پائی تھے۔ کانہ اعظم لے اور دھرم سے گروہ میں تیزی سے ان کے پاس پہنچی انوش کے قتل کرنے ہو کر ہمارا جن کیا بات ہے۔ کانہ ہندی طرف دیکھ کر فریادیں بھی ہونے لگیں۔ مجھے اچانک بہت زیادہ حکمت اور گہروئی گھوس ہوئی۔ انہوں نے اپنا ہاتھ میرے گھسے پر رکھا۔ بہت

تہت اسے اور بار بار کھڑے ہوئے پھر پریٹ گئے اسے میں کئی شیخیں آگیا اور گاڑی رک گئی۔ پلیٹ ظلم پر
 بڑا دل سرگرم عقیدت سے مسلمان کا قہر اٹھم زندہ باد کے خوب لگا رہے تھے میں نے جھوٹ سے اپنے ذہن کا پھان
 کھولا اور لوگوں سے کہا کہ نہ پھر قاتل اعظم قرام کر رہے ہیں انہیں ظلم ہے اور سخت حاصل ہیں۔ اوسکے تو کسی
 ڈاکٹر کو بلاؤ۔ چند منٹ میں ڈاکٹر آگیا اس نے سنا کہ کہنے کے بعد قہار مسٹر جنرل پر اصرار دیا کہ کاملہ ہوا ہے۔
 پریشانی کی کئی بات تھیں۔ تمام جیڑا سٹوہ ہے کہ وہ اپنی نقل و حرکت بند کریں اور کم از کم ایک ہفتہ ہسپتال قرام
 کریں۔ جلد ہی ہم دوسرے پہنچ گئے۔ قاتل اعظم اسے ٹھہر رہے تھے کہ اختتامی اجلاس میں شریک نہ ہو سکے تمام اگلے
 دن اصرار کیا کہ میں اپنا سدا رقی خطاب ضرور چھوٹ گا میں نے اس کی مخالفت کی۔ لیکن جب محسوس کیا کہ وہ اپنے
 فیصلے پر قائم ہیں تو میں نے استدعا کی کہ آپ تقریر کو مختصر کریں انہوں نے یہ بات نہ لی۔ تقریر کے فوٹس پہلے سے
 لکھے ہوئے تھے میں نے ایک دفعہ پوچھا کہ کیا وہ کھینے سے زیادہ عرصہ تک بولتے رہے۔ اس موقع پر انہوں نے

فرمایا:

مخوامین و حضرات! سب سے پہلے میں ان ساقیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری خطرات سے پرہیز کیا اور
 کہ غیبت نہ رہا نہ کی۔ مجھے اس قدر پیچلتا اور غلی فون نکلیں موصول ہوئیں کہ ان سب کا ذاتی طور پر جواب دینا
 ممکن نہیں۔ مجھے توقع ہے کہ آپ میرا پی شکریہ قبول کریں گے۔

میں کے پیچھے چھوڑا انہیں بہ سہولت کی یہ شاگ میں بیوس ہلچ کے داغیں پائییں۔ مسلم ایک گاڑی تھیں کہ
 جیل بندستان کے سوترا رہا اور کانگریس کی خلاف ورزی میں جیلوں پائی کے صدر علی دی رام سوانی ناگیر
 ڈرائیونگ ٹریک کے عظیم ذہنی لینڈ فیز قاتل اعظم کے ہاتھ سے سزا دی، لیڈر سمیت اہل طاقت کی سرور
 کوہہ خصوصیات چھٹی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ صوبے خیال میں میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ سلطنت مغلیہ
 کے خاتم کے بعد سے اب تک مسلم بندستان پہلے کبھی اتنا عظیم و خور ہو جایا خود پر مرکز ہوا خیر میں خاصیت کہ
 میں کل ہے۔

جب ہ تقریر کر رہے تھے تو میں کا ایک ہاتھ سفید لباس کی جیکٹ میں تھا اور دوسرا ہاتھ دایر میں۔ انہوں نے پی
 میں غصہ دیکھی تھی کہ نہ تو سرگرمی کے نہ ہی کھڑی سے ڈاکٹر کر رہے۔

میں نے اپنا جھنڈا مسلم بند کا قومی جھنڈا اڑا دیا ہے۔ ہم نے ایک شکر اور پلیٹ ظلم سپا کر دیا ہے جو سلسلے
 مسلمانوں کے عملی اتحاد کا مظاہرہ کرتا ہے۔

انہوں نے پی قہر کی اور ان کے انگریزی لہجہ میں کوئی حقی واقع نہیں ہوئی۔ میں کا چہرہ اگرچہ بڑیاں کا
 واضح تھا۔ انہوں کی جگہ کے بہت خوشی سے چٹکا ہوا محسوس ہوا تھا۔

میں نے سدا دستان ترین زبان میں اپنی اس خطی کا تھیں کہنا ہے جس کے حلق مسلمانوں جیسے میں ملک
 لوہاں مار رہے تھے نہ محض پاکستان ہے۔ یہ دھڑا ہشی کا پانی مارا منصوبہ ہے۔ ہم مسلم ایک کا قہر اور اس کی ضرورت
 نہ صرف اندرون ملک بلکہ دنیا کے انتہائی دور دراز حصوں تک پلہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور دنیا بھر کی لاکھوں
 ہزاری طرف لگی ہوئی ہیں۔ اب لگاؤ تم کیا ہو گا؟ کوئی قوم اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک
 اس کے لئے ہم اور پی جی میں سے کام نہ کرے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کسی ایسا مسلم ایک
 کے متعلق جو بہت سے ملک کے گوشے گوشے سے پکڑا جاتا ہے ہیں اس بات پر غور کریں اور ایک ایسا ہی مارا منصوبہ
 بنائیں۔ اس منصوبے کا ایک جڑ یہ ہونا چاہئے کہ مسلم بندستان کی قومی زندگی کے مختلف شعبوں کو جس طرح ہماری

سے اور بعض طریقہ سے نقل ہی جا سکتی ہے۔"

انہیں محدود دانشمند تھو جو ان لوگوں جی جانیں، جسوں نے انہوں کو روکے گیٹھڑ کی ضرورت اور طلب تھی ان کے انداز پر عمل کر کے ان کی تعمیر کر کے انہیں اپنی قوت سے بڑھ کر رکھیں۔ جیسا کہ ان کی اپنی قوت کا عقلی حاسن کی کوئی تیزی سے فہم ہو رہی تھی تو ہم تو ہم پر ان کی دلوں میں دوائے انقلابی فہم کے حاسن و طوالت والے کچھ کچھ بھرتے ہوئے اور بہت زیادہ کم پڑا ل میں آخر سے ہونے والے نفسیاتی رد کا صاف محسوس کر رہے تھے۔

ہاں، ہم انہوں نے اپنے مشن سے پیچھے ہٹا کر انہیں کیا ایسا لگتا تھا کہ لوگوں کی پوری توجہ 'اشفاق اور جذبہ ایثار' سے انہیں غیر ملکی قوت حاصل ہو رہی ہے۔ بھارت کے کنوڑا جنم کو حاکمین میں کرنا ہوا تھا۔ پھر بھی انہوں نے لوگوں کے اتنے بڑے بھرم سے نہ سوزنا پند نہ کیا۔ انہوں نے جنگ شروع ہونے کے بعد سے آج تک ہندوستان کے مختلف بھارتی فہم پر دانشور اپنی اور انہیں اپنے ہندو سوسائٹی کی طرف دیکھتے ہوئے لکھا۔

انگریز کیا چاہتی ہے؟ انگریز نے ایک ایسی پادشاهی اختیار کر لی ہے جس کے حلقہ میں کوئی ایک سو تیس سال پہلے میں ہر اس قوی سے جو ذرا سی بھی عقل رکھتا ہے، یہ پڑتا ہوں کہ کیا پادشاهی سمجھتے ہیں کہ گدھوں نے انگریز کے سپہ سالاروں کو کھانا اور جوتی دیں، یہ سب کہ شخص آؤں گا انگریزوں سے حاصل کرنے کے لئے شہر کی ہے؟ کیا آپ کے خیال میں یہ انگریزوں کی طرف سے ہے؟ اور انہیں ایک میل کرنے کا اختیار نہیں؟ اور اس جنت نرگس میں کئے ہوئے ہیں، انگریزوں کی پادشاهی میں اور انگریز کے مصلحتات تسلیم کریں۔

اپنی تقریر کے آخر میں انہوں نے انگریزی حکومت کو مخاطب کیا اس لئے کہ اس ملک پر تسلط اور حکومت برصغیر انہی کی ہے۔ چنانچہ نے کہا کہ برصغیر کی جتنی ضروری کامیابی کا سلسلہ قائم کریں وہ آپ کی جنگ کو ختم کرنے کو بھی پہنچانے پر تھے۔ میرے ہیں جو جنگ کو جاری رکھنے کی خواہش کر رہے ہیں۔ آپ کو یہ بات یاد دلائی نہیں کہ یہ ہے آپ کا ساتھ دینے پر تھکے ہیں۔ غلطیوں کے ساتھ آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں راضی کرنے کے خواہاں ہیں جو سیاسی اور اقتصادی مسئلوں میں ان میں سب سے بڑی غلطی کے سہارا ہیں۔“

فائل جعل نے لکھا ہے کہ اس جیسے قلم کے حوش و غوش نے طاقت کے نام کا قلم میں جاتی تھی کہ یہ عارضی ہے۔ کھڑی تھکات اور غلام ضرور اپنا قلم رکھائیں گے۔

نیشنل ڈیفنس کونسل کی تشکیل

اس پر فوق سمجھدار کو زیادہ پتہ نہیں ہے کہ اس کے پاس تو یہ اجماع پہنچانے کے لئے جتنے معنی کی ضرورت ہے وہ سمجھ سکتا ہے۔
 کوہ کنڈ کے "نامہ" اس میں منسلک شدہ کوہ کنڈی کے ناموں کے ساتھ ہیں جن کی تکلیف میں خاص طور پر اتفاق ہوا ہے۔
 انسانی مرض کو ان کی کوہ کنڈی کے ناموں کے ساتھ ہیں جن کی تکلیف میں خاص طور پر اتفاق ہوا ہے۔
 انسانی مرض کو ان کی کوہ کنڈی کے ناموں کے ساتھ ہیں جن کی تکلیف میں خاص طور پر اتفاق ہوا ہے۔

”وہ (السرگے) پریسٹن کی حکومت کی اجازت سے ایک قومی ریڈیو کو نسل قائم کریں گے۔ یہ کو نسل قریباً ۳۰ لاکھ ہوگی جن میں سے ۱۵ لاکھوں سے لئے جائیں گے۔ تنظیم اس بات کا اذنی رکھنے میں

کہ کونسل میں عظیم مسلمان اقلیت کو نمائندگی دی جائے اور اعلیٰ ترین صلاحیت پر مشرتبہ کے حامل مسلمانوں کو شامل کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے آسام، بنگال، پنجاب اور سندھ کے وزراء اعظم کو اس میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ وہ اس بارے میں خود کہہ رہے ہیں: "آپ کو یہ لوگ کیا جانے تاکہ اگر آپ ضروری سمجھیں تو کونسل میں شمولیت کے لائق اشخاص کے بارے میں تجویز پیش کر سکیں۔ تمام آپ کے عام رویے سے آگاہی رکھتے ہوئے انہوں نے طے کیا ہے کہ یہ بات قابل ترجیح ہوگی کہ آپ کو تجویز کے بارے میں جا کر پریشان نہ کیا جائے۔"

سکندر فضل الحق اور سعد اللہ کی گوشمیلی

اس خط کو پڑھ کر جناح پریشان ہونے کی بجائے ٹپ بگولا ہو گئے۔ انہوں نے سر سکندر حیات، فضل الحق اور آسام کے وزیر اعظم سر محمد سعد اللہ خاں کے نام واقعات کے برادر دست دعوت نامہ کو اپنی اختیاری "نوٹ اور صدر مسلم لیگ کے لئے پیچیدہ سمجھ دے اور اصل سکندر نے واقعات سے کونسل میں پنجاب کو نمائندگی دینے کی ہمت ذاتی طور پر اٹھائی کی تھی۔ اور حتمی طور پر اس کی طرف سے دعوت کے لئے فوراً جواب دہی کے ساتھ معاملہ کرنا کہیں آسان ہے۔ تاہم اعظم نے شملہ کی طرف سے دینے گئے پیچیدہ سے ٹھننے کے لئے فوری طور پر ہستی میں درگت کھینی کا اعلان کیا۔ فضل الحق، سکندر حیات اور سعد اللہ خاں نے یہ بیکار دلیل پیش کرنا چاہی کہ وہ انجس کو کونسل میں صوبائی وزراء کی حیثیت سے شامل ہونے ہیں "مسلمانوں کے نمائندہ کے طور پر نہیں۔ جناح نے ان کا رد مسترد کرتے ہوئے وہ لوگ اعلان میں کہا کہ یا تو کونسل پھر دو ہی مسلم لیگ سے ٹھن جائیں۔ سر سکندر نے بعد میں حق کے ساتھ ایک طویل جلی غارت کی اور کھینی کے فیصلہ کی قبول پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے بلا تاخیر کونسل سے استعفیٰ دے دیا۔ سر سعد اللہ نے بھی ان کی پیروی کی۔ البتہ فضل الحق نے قدم سے تنہا پ سے کام لیا۔ انہوں نے کونسل سے استعفیٰ ہونے کا وعدہ ذکر کیا مگر اسے اٹھانے میں بہت دیر لگنے لگے "زیادہ دیر لگا کر انہوں نے کونسل کے ساتھ ساتھ صدر مسلم لیگ کے آمرانہ اختیارات کے خلاف احتجاج اور جناح کی قیادت کے خلاف سخت ترین آواز اٹھاتے ہوئے مستقبل کے بگڑے ہوئے مسلم پاکستان کی بنیاد پرستی سے بدگوار کرتے ہوئے لیگ کی درگت کھینی سے بھی مستقبل ہو گئے۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ حالیہ واقعات نے مجھے یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کل انڈیا مسلم لیگ میں جمہوریت اور خود مختاری کے اصولوں کو فروغ دہی کی من مانی خواہشات کے تابع کر دیا گیا ہے جو بد مشفقہ کی حیثیت سے صوبہ بنگال کے ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ مسلمانوں پر اپنا آمرانہ حکم چلا چاہتا ہے۔" لہذا اس صوبہ کو مسلم ہند کی سیاست میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

بیگم شاہنواز کا اخراج

سکندر حیات، فضل الحق اور سعد اللہ کے برعکس بیگم شاہنواز اور سر سلطان احمد نے انجس کو کونسل کی رکنیت پھر دینے سے انکار کر دیا۔ اس لئے انہیں پانچ سال کے لئے درگت کھینی سے نکال دیا گیا۔ بیگم شاہنواز کے لئے اس کردی کوئی کو ٹھکانا آسان نہ تھا "یہ کہ گول میز کانفرنسوں کے دوران انہیں جناح کی انتہائی قربت حاصل رہی تھی۔ پانچ سال پر مبنی ہونے کے بعد ان کے معاملہ میں خرابی برپا ہوئی اور پھر سے درگت کھینی میں

شامل کر لیا گیا۔

اکتوبر میں عید الفطر کے موقع پر قوم کے نام پیغام میں جناح نے لکھا، کیا کہ "حکومت نے ہماری مخالفت کرتے ہوئے ہمارے بعض ممبروں کو اس انجیم کے ساتھ وابستہ کر کے ہم سے توڑنے کی سازش کی۔ ان تین صوبائی وزرائے اعظم میں سے دو درنگ کھینچ کے رکھ گئے تھے، آپ کو معلوم ہے آگے کیا ہوا؟ مجھے اس بات سے غرضی ہوئی اور ہمیں اس پر غور ہے کہ انگریزی حکومت کو ایک سبق سکھانا چاہیے۔ غرض میں سے فریڈ اہو نا ہے۔ مسلم ہندوستان نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ثابت کیا کہ وہ ثابت قدمی سے مسلم لیگ کے ساتھ ہے مجھے امید ہے کہ مستقبل میں ہمارے مخالفین کو یہ بات یاد رہے گی کہ ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرنا عبث ہے۔ اب اس باب کو بند کر دیا گیا ہے۔"

جناح نے حکومت کے طرز عمل پر اپنے عدم اطمینان سے واقف رائے کو متاثر کرنے کے لئے مرکزی اسمبلی سے اپنے منتخب ارکان بھی واقف بنا لئے اور مسلم ممالک کی بابت انگریزی پالیسی کا واضح اعلان کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ برطانیہ کو مسلمانوں کے مالی "اقتدار" اور "آزادی" کے بارے میں عدم مداخلت کی پالیسی پر قائم رہنا چاہئے۔ قائد اعظم نے فضل الحق کی جگہ ۲ مسلمانوں کو درنگ کھینچ کر ان میں مقرر کر دیا۔

کانگریس کے بارے میں اعلیٰ سطحی اختلاف

پہلے بار پر حملہ کے بعد جاپان کی حیثیت باگ فتوحات نے غوروں کے لئے ہندوستان پر مشرقی جانب سے چڑھائی کا موقع پیدا کر دیا۔ اپنی انتظامی کابینہ میں توسیع کے بعد سے ظہور جو چل کیپٹن پر زور دے رہا تھا کہ صوبوں اور دوسرے اہم کانگریسی لیڈروں کو جیل سے رہا کرنے کی اجازت دے دی جائے کیونکہ ان کے غیر سرکاری مشیران کا مشورہ یہی تھا۔ واقف رائے نے ممبران کو یہ دکھانے کے لئے بے چین تھا کہ واقعی ان کے منصوبوں پر عمل کیا جاتا ہے، بلکہ جو چل پر قوم اٹھانے سے اس کا پر حائل تھا کہ ان قیدیوں کی رہائی کو بلاشبہ گاندھی پارٹی کی رخ سے تعبیر کیا جائے گا۔ صوبوں اور دیگر افراد نے جرائم کا ارتکاب کریں گے جس کا پتہ نہ ہو گا کہ ان پر از سر نو مقدمات چلے جائیں اور سزائیں دی جائیں۔ کسی جیلے کی طرف سے قہر کا شکریہ ادا نہیں کیا جائے گا۔ ہر بھی واقف رائے کا اصرار جاری رہا۔ انگریز (یکٹر ٹری آف شیٹ) اس کا جہز ایسا کیا۔ کابینہ کے زیادہ تر ارکان بھی ان کی باتیں پسند کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جب اروا کی دھیریں جو چل نے اس مسئلہ پر بحث کی غرض سے دار کیپٹن کا اجلاس بلایا تو وہ ان کے رجحان کو فوراً سمجھ گیا اور قدسے انہوں نے ساتھ ملائے۔

"میں اپنی بار تسلیم کرتا ہوں۔ تاہم یاد رکھیں، اگر ہندوستان آپ کے ہاتھوں سے نکل جائے تو مجھے الزام مست وجہ۔"

ناگپور میں طلباء سے خطاب

اپنی ساگرہ کے موقع پر مسلم سٹوڈنٹس لیڈرین سے خطاب کرنے کے لئے جناح ناگپور پہنچے۔ ۱۷ دسمبر (۱۹۴۰ء) کو جو لوگوں کے ایک پریشانیوں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"میرے نو جوان دوستو! آج آپ اپنی حالت کا مقابلہ صرف تین سال پہلے کی پوزیشن سے کریں۔ پانچ سال پہلے ہماری حالت ناگفتہ بہ تھی۔ دس برس پہلے آپ ہائل مراد تھے۔ آپ مسلم لیگ نے آپ کو ایک نصب العین دے دیا ہے۔ جو میری رائے میں آپ کی رہنمائی اس سوچ و وطن کی طرف کرے گا جہاں ہم اپنا پاکستان قائم کریں گے۔ لوگوں کو جیسے وہ چاہیں ہمیں کرنے دیں۔ بلاشبہ جو سب سے آخر میں منکراتا ہے سب سے اچھا منکراتا ہے۔"

فضل الحق مہاسبحا کے جلال میں

فضل الحق نے کلکتہ میں لیگ کی وزارت کا استعفیٰ پیش کر دیا اور نئی حکومت بنائی جس میں ان کی بڑا پارٹی کے ساتھ ڈاکٹر شام پور شاہ کی ہندو مہاسبحا شامل تھی۔ انہوں نے نواب آف ڈھاکہ کو بھی ترقیب دے کر اپنی کابینہ میں شامل کر لیا۔ اسماعیلی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ "نواب صاحب دشمنوں سے جاملے ہیں۔" اس خلاف توقع تبدیلی سے فضل الحق نے ایک بار پھر اپنی سیاسی صارت اور اختلاص کا لوہا منوا لیا۔ اسماعیلی نے تک انہیں ملے ہوئے کہا۔ "یو ڈھمی کو سڑی" جسے اب ہاریال کی کٹلی بھیڑ کہا جاتا ہے "صرف ایک کھیل کھیل رہی ہے اور وہ بے وقت حاصل کرنا۔" اور مراد پور میں طلباء سے خطاب کے دوران جٹل نے سوال کیا:

"بنگال میں کانگریس پارٹی کیا کر رہی ہے؟ وہاں کانگریس فضل الحق کی سربراہی میں بننے والی نئی حکومت وزارت کا ساتھ دے رہی ہے اور اس کی حمایت کے بل پر مسز حق حکومت بنانے اور بطور وزیر اعظم اپنے منصب پر فائز رہنے کے قابل ہو سکے ہیں۔ میں فضل الحق کو کس قسم کے طور پر کارڈ تشکو کی خدمت میں پیش کرنا ہوں۔ میں نواب آف ڈھاکہ کو کتنے سال کے خدمت کے طور پر گورنر بنگال کی خدمت میں پیش کرنا ہوں۔ میں اختیاری خوش اور مسرور ہوں کہ مسلم ہندوستان کو اپنے لوگوں سے نجات مل گئی ہے جنہوں نے مسلمانوں سے علیحدگی کرین۔ فریب اور فساد کی کار ٹکاب کیا ہے۔"

ہر روز بنگال رہنماؤں سے جناح کے الفاظ میں "لیگ کو پاک کر دیا گیا۔"

جناح کو لچکی دعوت

دائیں رائے نے گورنر بنگال سے کہا تھا کہ وہ جناح کو کھانے پر مدعو کرے۔ اس نے جنوری ۱۹۴۷ء میں اس وقت اس دعوت کی قبول کی جب آکسفورڈ سے کارڈ کو بیٹھا اپنے غیر سرکاری دورہ پر کئی شہت آئینی سمجھوتہ کی تلاش میں کلکتہ پہنچا۔ گورنر نے دائیں رائے کو پورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے جناح کو لچکی دعوت دی اور آج وہ میرے ساتھ کھانا کھاتے آئے۔ وہ سارا وقت بڑے دوستانہ موڈ میں رہے اور اگر ان کے ساتھ اس سفر شرعی رابطہ کا کوئی اثر پڑے گا تو وہ یقیناً سرافق ہو گا۔ کھانے کے بعد میں نے ان کے ساتھ بات چیت کی "میرا ارادہ تھا کہ محنتگر حضور تاکہ وہ کوپ لینڈ سے منسہ نیکیں "لیکن بات چیت شہور ہوتے ہی وہ مجھے مسلم لیگ کی پوزیشن سے آگاہ کرنے گئے" جس میں ۵۵ صحت گزر گئے۔ مسلم لیگ

کے نقطہ نظر سے وہ ساری گھنگرونی دوستانہ انتہائی منطقی اور مدلل تھی لیکن مجھے ان کی پوزیشن میں تبدیلی کا کوئی شائبہ دکھائی نہیں دیا۔ وہ ہمارے مدویہ سے بالکل مطمئن نکلے تھے۔ اگرچہ انہوں نے بعض خدشات ظاہر کئے کہ کانگریس اور دوسرے جمہوریہ دیکھنے کرنے والے برطانوی پریس اور وائس جاسپر ایڈیٹرز ہوں گے۔

گورنر جنرل کے وائس کی منطق سے خاصا متاثر ہوا تاہم مذاکرات کے اختتام پر اسے آجی، عمران کے مل کا کوئی امکان نظر نہیں آیا۔ ”ہندوستان جی بے بسی کے ساتھ اور مجھے شک ہے کہ باقیل طالبی انڈوس میں فٹل اور مذہبی گروہوں میں تقسیم ہو گیا ہے“ جسے ہم پات نہیں دیکھتے۔ ہماری طرف سے انقلاب انقلاب کا حقیقی مرحلہ جوں جوں قریب آ رہا ہے۔ یہ تقسیم زیادہ علین اور پختہ ہوتی جا رہی ہے۔“ گورنر جنرل نے جنوری ۱۹۳۲ء کے اختتام سے قبل قطعاً کوتاہیا۔

اسی کو جب قطعاً کی اس شکست خوردہ حالت کا پتہ چلا تو اسے جی تشویش ہوئی۔ یہ رپورٹ پڑھنے کے بعد اس نے ایمرے کو مطلع کیا کہ وائس کے قوت فیصلہ پر سے اس کا اختیار جی حد تک اٹھ گیا ہے۔ اس نے تجویز کیا کہ اب یہاں سے کسی اور کو ہندوستان بھیجا جائے جس کے ذمہ یہ مشن لگایا جائے کہ وہ سیاسی لیڈروں میں اتفاق رائے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اس کام کے لئے لیبر پارٹی کی طرف سے سر سیٹھو راگھو کھنسی اسیدوار تھاہو حال ہی میں ماسکو سے لوہا تھا جہاں اس نے برطانوی سلیم کے طور پر فراہم کیا تھا۔

کلکتہ سیشن سے خطاب

جنرل جی فروری کو بمبئی سے روانہ ہوئے۔ اور پورے دن اور رات بحر کے سفر کے بعد کلکتہ پہلے۔ ہارڈویشین پر ایک مسودہ شادیانہ اجرام ان کا مختصر تھا۔ وہاں سے انہیں ایک چنے ہوئے جلسہ میں غرضی پارک لایا گیا جہاں مسودہ فروری کو انہوں نے مسلم لیگ کا سربراہی پر جم لرایا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا۔ ”اس وقت تک مسلمان بالکل افسردہ و شکستہ دل تھے۔ ہمارا خون جم گیا تھا۔ ہمارا گوشت کام کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اور مسلمان قوم جملہ سیاسی مقاصد کے لئے مرہ ہو چکی تھی“ قریب ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے خون کی گردش بہتر ہو رہی ہے ہمارا گوشت مضبوط تر ہو رہا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارا ذہن پہلے سے زیادہ صاف ہو گیا ہے۔“ کلکتہ سے انہیں سراج گج پٹنیا گیا تاکہ وہاں صوبائی لیگ کا فرس کی صدارت کر سکیں۔ اس موقع پر انہوں نے لوگوں کو یاد دلایا ”خواتین و حضرات اسلام لیگ کے دشمن بہت ہیں“ ہم زندگی اور موت کی لکڑیوں سے گزر رہے ہیں ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا اور اپنی قوت بازو پر محروس کرنا ہو گا۔ اگر ہمیں اس دنیا میں بہتر حاصل کرنا ہے۔“

سنگاپور جاپان کے قبضہ میں

۱۵ فروری ۱۹۴۲ء کو غیر متوقع طور پر جاپان نے سنگاپور پر قبضہ کر لیا۔ قریب ۶۰ ہزار انگریزی فوج نے ایک کمری جاتے بغیر ہتھیار ڈال دیے۔ جس سے جی دلی، شملہ اور وائس ہال (اندن) میں اضطراب کی نئی لہر دوڑ گئی۔ اصل حل طلب یہ تھا کہ اس سخت جینی کے ساتھ اتفاق سے اپنے انداز کی مطابقت کیجئے یہ ایک جاتے کے ہم نے

انگریزوں کی بلیک میل کروائی ویٹریا پور سے کہ ساری پٹنیں دشت بند کر رکھی ہے۔ ایمرے نے فردری کے آخر میں
تسلیم کرنا اصرار کے ساتھ لکھا کہ انگریزوں کی تجاوز لانا اس نمونہ کی ہونی چاہئیں۔

”اگر ایسے کافی سوبے ہوں جو متحد ہو کر ایک اور بیٹن بنا چاہیں تو دوسرے صوبوں کو اجازت ہوگی کہ وہ اس
ڈو بیٹن سے الگ رہیں اور حق انتخاب (Option) کی مدت کے بعد اس میں شامل ہو جائیں یا ان کی علیحدہ
ڈو بیٹن قائم کر دی جائے۔ بدینہ اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ نہ ہی انگریزوں کو محسوس ہو گا کہ جن علاقوں پر
اس کا کنٹرول ہے وہاں اسے مکمل آزادی کا موقع فراہم کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔“

آزادی ہند کی بابت صلاح مشورہ

انڈیا آفس نے برطانیہ کی جنگی کابینہ کے لئے ایک نوٹ تیار کیا جس میں ہندوستان میں آئینی تبدیلیوں کے
ہندوستانی فوج پر اثرات کا جائزہ لیا گیا۔ انڈین آرمی اتھارڈ جگہ سے اب تک سازشوں میں قریباً دو گنی (۱۰۱) گنا سے
زائد ہو گئی تھی۔ جنگ سے پہلے ہندوستانی چاہیوں نے ایسی صورت میں جبکہ برطانیہ انگریزی مطالبات کے
آگے ہتھیار ڈال دیتا ہے ”اپنے مستقبل کے بارے میں بے چینی کا اظہار کیا تھا“ اب بھی ایسے فحوس خیالات
موجود تھے کہ انگریز افسر کا موجود ہو نا پانی کی روانت کی جتنی ضمانت ہے۔ ”دانت ہال نے اپنے نوٹ میں لکھا۔

”یہ کتنا مشکل ہے کہ فوجی عملہ کے بارے میں انگریزوں کو کبھی حرا مالت دینی چاہیں گی تاکہ جنگی کوششوں میں
مدد مل سکے۔ اس کے برعکس یہ اقدام ہندوستانی فوج ”جیسا کہ وہ اس وقت ہے“ کی تباہی پر منتج ہو سکتا ہے۔“

اس نوٹ کی روشنی میں ایمرے نے وزیراعظم کو مشورہ دیا کہ ”آئندہ کے لئے ہندوستانی پارلیمنٹ پر کسی اعلان
میں واضح طور پر یہ بات شامل ہونی چاہئے کہ ہم نے ۱۹۳۰ء میں مسلمانوں اور دہلیان ریاست سے جو وعدہ کیا تھا کہ
ان پر کوئی ایسا نظام مسلط نہیں کیا جائے گا جسے وہ قبول نہ کرتے ہوں“ ہم اب بھی اس پر قائم ہیں۔ یہ سچے موجودہ
حالات میں اشد ضروری ہے تاکہ انڈین آرمی میں مسلمان عناصر پر خوشگوار اثرات مرتب ہو سکیں۔“

کریس کو فردری میں دارکینٹ میں بحیثیت لارڈ آف پریوی میل شامل کر لیا گیا اور دارالعوام کا قاعدہ دیا
گیا اسے نائب وزیراعظم اسٹیبلشمنٹ کی جنگی کیمپ میں کام کرنے اور اس مسودہ میں رد و بدلنے کے لئے بھی مقرر کیا گیا
جس میں وعدہ کیا گیا کہ بڑے کیمپ کی حکومت ایک ہی انڈین یونین کی تشکیل کے لئے جو ایک آزاد اور برطانوی
دولت مشترکہ کے اندر دوسری ڈو بیٹنوں کے ہم مرتبہ ہوگی جلد اہم اقدامات کرے گی۔ بہر حال مجوزہ اعلان پر
انتخابی رائے سے نکلے ونگوں جاپانوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ جناح نے چرچیل کو ناروا جس میں انگریزوں کے عشق
البت سیر کی بظاہر خوشنما ”اسرار اور بعد ازاں زیادہ دھوکہ دینے والی تھاج سے خبردار کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ
اگر برطانوی حکومت انگریزوں کے دامن میں پھنس گئی تو مسلم ہندوستان کو بہت عرصے تک بچھڑے چھڑے کے ”مخصوصا
جنگی کوششیں بہت ہی طرے تنازع ہو گی۔ ۲۲ فردری کو ایک ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں جناح نے اعلان کیا کہ
اگر برطانیہ نے سیر کی مجوزہ یکطرفہ آئینی تنظیم منظور کر لی تو ہم ”راست اقدام“ پر مجبور ہو جائیں گے۔

اس لئے چرچیل نے سچا کہ کوئی ایسا اعلان جو ہندوستان کو ڈو بیٹن کا درجہ دینے کے ”آئینی طریقے“ کا درجہ دینی
یہ ”بہت ہی اہم بات ہو گا۔ اس کے بجائے اس نے کریس کو انڈیا بھیجے کا فیصلہ کیا تاکہ مسرع برقی فوجیں سے

نہ اکر ات کر کے کاہنہ کی حضور کہہ تہجہ کی بابت ان کے آزارات جان سکے۔

”ہنس دستہ پر ہم نے اتفاق کیا ہے وہ ہماری حمہ پالیسی کو ظاہر کرتی ہے۔“ چر بل نے مارچ کے شروع میں ہندوستان کو مطلع کیا۔ ”اگر ہندوستانی پارٹوں نے جن کے قاعدہ کے لئے یہ انتہیم وضع کی گئی ہے اسے منظور کر دیا تو دنیا پر ہماری ٹیک نیچے ظاہر ہو جائے گی اور ہم حمہ ہو کر اس کا مقابلہ کریں گے“ اگر اس کی ضرورت پڑی۔“

کرپس کا مشن ناکام ہو گیا

وزیر عظم چر بل نے ۱۵ مارچ ۱۹۴۲ کو پڑاس تک کامنویں دوپہر کے وقت اپنے مفرد حوصلہ افزاء لہجہ میں ایک اہم اعلان کیا۔ ”ہندوستانی معاملات سے متعلق، بھارت نے ہر جاپان کی پیش قدمی کے باعث پیدا ہوا ہے۔ ہمیں یہ خواہش کرنے پر ابھرا ہے کہ ہندوستان کی جملہ طاقتوں کو اکٹھا کیا جائے اور انہیں ہمارے کی فہمت سے ٹک کر بچانے کی خاطر بطور داخلہ استعمال کیا جائے۔“ اس کے بعد انہوں نے دار کینٹ کے ایک معزز رکن (کرپس) کو بریٹین کی حکومت کے عمل اقلہ کے ساتھ ہندوستان بھیجے کا اعلان کیا جو نہ صرف ہندو اکثریت سے بلکہ ان جی اقلیتوں سے بھی جن میں مسلمان سرفہرست رہے ہیں رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔“ اس طرح کرپس کو اس کی زندگی کے سب سے زیادہ مایوس کن مشن پر روانہ کر دیا گیا۔

کرپس بذریعہ غیارہ ۱۲ مارچ کو کراچی اور وہاں سے اگلے روز یعنی ۲۳ مارچ (پاکستان ۱۷) کو دہلی پہنچا۔ ایک نے قرار دالا کہ وہاں کی دوسری ساگرہ کے مروج پر ایک میل لمبا جلوس نکالا اور ایک چلے جلے عام کا اہتمام کیا جس میں قائد اعظم بھی شامل ہوئے۔ اردو پارک میں پچاس ہزار سے زائد سامعین سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے واضح کیا ”میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ مسلم لیگ اس ملک کی آزادی و طور و تہذیب کے لئے کسی دوسری جماعت کے مقابلہ میں زیادہ ثابت قدمی سے جدوجہد کر رہی ہے۔ ہم انصاف اور منصفانہ تحلیل کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ہم اپنی جیسی اقلیتوں کے بارے میں کوئی برے عزائم نہیں رکھتے۔ ہم اس سرزمین میں ایک آزاد اور بدکار قوم کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔“ کرپس مشن کا حوالہ دیتے ہوئے قائد اعظم نے کہا۔

”یہاں یہ شہر کیا جا رہا ہے کہ کرپس کا گھریں کے دوست ہیں۔ وہ نمو کے مہمان رہ چکے ہیں۔ یہ سب دوست ہے جیسا کہ ہمیں اس بات سے فخر و فہم ہونا چاہئے۔ آپ ہر سال نہ ہوں۔ اگر کوئی ایسی انتہیم یا عملی طور ناکام ہو مسلمانوں کے مفادات کے لئے خیر و سلاں ہو تو ہم اس کی حمایت کرنے کے لئے چار ہوں گے۔ ہم اسے منظور کریں گے اور وٹ کے مخالفت کریں گے۔ اگر ہمیں اس کوشش میں جان و دینی جی قوم قوتے ہوئے جان دیں گے۔“

کرپس نے ۲۵ مارچ کو سب سے پہلے مولانا آزاد سے ملاقات کی جو ان دنوں جیل سے باہر تھے۔ کرپس نے محسوس کیا کہ صدر کانگریس کی انگریزی اتنی اچھی نہیں جتنا کہ وہ عملی اور فاری پر دسترس رکھتے ہیں۔ آزاد کا اسرار تھا کہ ہندوستان کو سوڑ طور پر جنگ کے لئے تیار و چار کرنے کی فرض سے ضروری ہے کہ ملک کے دفاع کا

کنٹرول ان کے ہاتھ میں دھنپا جائے۔ کہیں نے واضح کیا کہ دفاعی نقطہ نظر سے ہندوستان کو عظیم جنگی حصار کا ایک حصہ سمجھنا ضروری ہے۔ تاہم آزادانہ اس وضاحت سے اتفاق نہیں کیا۔ کہیں اس نتیجہ پر پہنچا کہ دراصل کانگریس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کا وزیر دفاع کوئی ہندوستانی ہو 'ہاپے' افواج کی نقل و حرکت کو روکے دوسرے فوجی انتظامات میں اس کا حقیقی دخل نہ ہو۔"

جنان وائسرائے پٹیل میں بھی اس وقت داخل ہوئے جب مولانا آزاد وہاں سے نکل رہے تھے۔ کہیں نے بتایا کہ میں نے اڑھائی سال پہلے اپنے دورے کے دوران مسلم لیگ پاکستان کے پریذیڈنٹ کو زیادہ سمجیدگی سے نہیں لیا تھا۔ تاہم اب اس نے اپنی رائے بدل لی ہے کیونکہ ہندوستان کی فرقہ وارانہ سوچ میں زبردست تبدیلی آئی ہے اور پاکستان کی تحریک کا علمبردار ہے۔ پھر اس نے دو ستارہ جتج کے حوالے کی جو وہ لیٹھن سے لایا تھا۔ جس کے بارے میں اس نے کہا کہ پاکستان کہیں کے معاملہ میں اس کے مختلف حصوں کے مابین پایا جانے والا فاصلہ بڑا قریب خیز ہے۔ تاہم میں اس بارے میں کسی رائے کا اظہار نہیں کروں گا۔ اگرچہ ہم نے اس کے اثرات پر جو خصوصاً بنگال اور پنجاب پر مرتب ہوں گے 'طویل بحث کی تھی۔ اہم بات جو مجھے پریشان کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک ممبر ہندوستان میں داخل ہو گا کہ اگر وہ چاہیں تو وہاں سے الگ ہو جائیں گے۔"

جنان نے وعدہ کیا کہ وہ اس معاملہ کو دہلی میں اپنی دورنگ سینی کے سامنے رکھیں گے اور پھر جلد ہی دوسری ملاقات کرنے آئیں گے۔ وہ انتخابی پرورش تھے جب ہم چار ہفتے تو انہوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ "ایک بڑی اہم بات یہ ہے کہ ہم دوسرے ہندوستان کو اپنے دفاع کے لئے صف آرا کیا جائے اور یہ کہ وہ ذاتی طور پر ایسی نصیحتیں کرنے کے لئے انتخابی چاہیں۔ کہیں کے ساتھ اپنی پولیس ملاقات میں ایک ماہر ذرائع انکسور کی حیثیت سے جنان نے ضرر رساں کچھ چینی سے اجتناب کیا۔"

گاندھی کی نئی چال

یہ امر ایچ کو گاندھی کے ساتھ کہیں کی ملاقات فریگوار لٹھا میں نہیں ہوئی۔ گاندھی نے سرکاری نوٹ کی اشاعت کو انتخابی بائیںب قرار دیا اور کہیں سے کہا کہ ایسا کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ جنان کی رائے کیا ہے؟

"میں نے گاندھی کو بتایا کہ ان کی تجویز یہ ہے کہ افغانیے راز سے بچنے کے لئے اس کی اشاعت میں زیادہ تاخیر مناسب نہیں ہو گی۔ انہوں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ جنان میری انسیم کو قبول کر لیں گے۔ پھر میں نے ان سے دریافت کیا۔ فرض کرو جنان انسیم کو قبول کر لیتے ہیں اور کانگریس مسترد کر دیتی ہے 'ایسی صورت میں آپ کا مشورہ کیا ہے' مجھے کیا کرنا چاہئے؟" وہ بولے "ایسی صورت میں آپ کے لئے صحیح راستہ یہ ہو گا کہ اسے داری جنان پر ڈال دیں اور انہیں بتا دیں کہ اب وہ کانگریس کو قائل کرنے کے لئے براہ راست ان سے مذاکرات کریں یا میری (کہیں) مسودہ کی میں ان سے بات چیت کریں 'گاندھی کا خیال تھا جنان پر یہ واضح کر دیا جائے کہ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو انہیں ہندوستان میں کتابخانہ مقام حاصل ہو جائے گا۔ اس بات سے شاید وہ غیر ملکی مشن پر کمر بستہ ہو جائیں اور ممکن ہے کامیابی ان کے قدم چومے۔"

یہ گامدھی کی سب سے زیادہ مدہوش تہاویز میں سے ایک تھی کہ اہم ترین ذمہ داری اور اختیار جناح کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ تاہم کسی انگریز دانشور نے یا کانپنہ کے پلڈر میں اتنی جست و فراست نہیں تھی کہ وہ ان تہاویز کو آزمائے دیکھتے۔

سوسائٹیز مارچ کو کریس کے ساتھ ہائٹ کیا پھر وہ دونوں گامدھی اور سولہ ہاتھ اور دو رنگ کپڑے کے دیگر ارکان سے ملے رہا ہواؤں پہنچے۔ کریس نے ان کی باتیں سنیں اور ان کی باتیں ٹھیک ٹھاکہ دلا دیں۔

اس نے بعد میں انکشاف کیا "سولہ کاموئی مدیہ" اس میں شک نہیں کہ وہ تھکے ہوئے تھے اور ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی "نرم اور مصالحتی تھا" انہوں نے مجھے پوری طرح شک میں مبتلا کر دیا کہ پتہ نہیں کہ انگریز میری انتہیم کو منظور کرے گی یا منظور اور یہ کہ شاید ان کے خیال میں مجھ کو انتہیم اس قابل نہیں ہے کہ اس پر بحث کی جائے یا رد و بدل کے لئے ہاتھ ڈالا جائے یا یہ کہ وہ انتہیم کے عام گیریکٹر نیز ہندوستان کو حکومت خود استیاری دینے سے حلقہ تہویز کے پیش نظر اس کی بہت اپنے مخصوص اعتراضات پیش کر لے پر تیار نہیں تھے۔" ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزر رہا تھا کہ کریس کا تاریخی حلقہ احمد ہندوستان کے حالات کی پیچیدگی کی سوزن "ابہام اور غیر واضح شک کی شکل میں تحلیل ہونے لگا۔

کریس اس فرقہ دارانہ تہمتی کو سلجھانے کے معاملہ میں سولہ اور کرشنا جین کے ساتھ اپنی دوستی پر انحصار رکھتے ہوئے تھا "جس نے سولہ نے "ہیگلو" کے لئے "یکڑا لٹ" "اردن" اور "سولی لال سولہ" جیسے تجویز کار لوگوں کو باغیوں اور دل شکنہ کر دیا تھا۔

وہ صحیح معنوں میں تہمتیں یا کم از کم دباہی سے یہ امید رکھتا تھا کہ وہ ہفتوں کے اندر وہ کچھ حاصل کرے گا جس کے حصول میں گزشتہ ۲۵ سالہ سرکردہ کوششوں اور بے شمار محنتوں پر مشتمل ذرا کرات کے ہندو انتہاستان "ہندوستان کے بہترین دماغ کا نام ہو گئے تھے۔ اس کے دوازدہویں میں سے ایک نے لکھا ہے "اگر اس نے مجھ کو سمجھ کر کامیاب بنا دیا تو کریس جیسا چرچا کی جگہ لے گا۔" "بہر حال اس میں اہم غلطی یہ تھی کہ وہ خود کو "حلقہ کل" سمجھتا تھا۔ کپٹن نے اس کے ٹیک نیت اہواؤ کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا "اسے فراموش کر دیا اور یہ اس کا بیضا کہ "شرقی سے زبردستی اپنی رائے سوائے گا۔"

کر قتل جانسن کی آمد

اس برطانوی سرطے پر امریکی صدر روزو ویٹ نے سابق نائب وزیر جنگ کر قتل کوئی جانسن کو اپنے ذاتی لائحہ عمل کی حیثیت سے ہندوستان بھیجا اور لٹیکہ سے اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا۔ "ایک ایسا شخص جو فوجی چٹائی سے حلقہ دیکھنے والے مسائل کا خاصا تجربہ رکھتا ہے۔" اس کا انتخاب اس کی نمایاں قابلیت اور اعلیٰ کردار کی بنا پر کیا گیا تھا۔ چرچا "ایک مرتبہ اور لٹیکہ سب کے سب کر قتل جانسن کے مشن کے بارے میں غلطی سیاتی ہو رہی تھی۔" کے مضمرات کے حلقہ سوچ رہے تھے "واضح ہے لٹیکہ کے لائحہ عمل نے لکھا "لٹیکہ ہے روزو ویٹ یہ کچھ دہے ہیں کہ فیڈریشن سے حلقہ مخصوص زیادہ نہیں چلا اس لئے صوبوں کو فوج کی تشکیل و تعمیر کے اعتبار سمیت مکمل خود مختاری دینی ضروری ہے۔"

ظہار، چرچا، اور ایمرے کو جو نئی پت چلا کہ جہنم اور روز و سلاطین ہم تعاون کر رہے ہیں (مذہب کا فکارت)۔
 میرا کہ جہنم نے کہا (انگریزوں سے) سلاطین منہ کر رہے ہیں۔ کچھ نہیں کریں گے تو کہیں مشن ختم ہو
 جائے گا صرف کہیں نے یہ بات سے انکار کیا کہ اس کی کو ششیں کا کام ہو گئی ہیں۔ اس نے ہندوستانی لینڈوں
 سے لے کر پریس کانفرنسوں سے خطاب کرنے لندن کو طویل طویل فحشہ کاری بھیجے اور اس ٹھوڑے کو جس پر وہ
 سوار تھا "قریب ہی سے دوڑانے کا سلسلہ جاری رکھا" کہیں جو اپنے سیاسی کیریئر میں ایک دروغین اور ابھرا ہوا
 ستارہ تھا ہندوستان کے چند صبا دہنے والے سورج کے بیٹے گھن میں آگیا۔ ۲۴ اپریل کو مولانا آزاد اور منو نے
 کانگریس ورکنگ کمیٹی کی قراردادوں کو جس کے حوالے کردی "جس کی رو سے کہیں کی ویشل ٹھکانہ دی گئی تھی۔ ان
 کا شہرہ ہوا کہ گھری راہ لپٹنے کے بجائے کہیں نے وہ پوری قرارداد دیکھ کر جو پبل کو بھیج دی اور مولانا
 آزاد "منو اور لینڈ مارشل سر دیول کے ساتھ اعلیٰ ملاقات طے کر لے۔ کم گو کاؤڈر ایڈیٹ جو اگلے سال جلسہ کا
 چائیں ہوا "ان دونوں ملایا اور میں ہارنے والی خرابی شروع کر چکا تھا اور بزم غم طویل یہ سمجھتا تھا کہ وہ جابجائی کو
 ہندوستانی کی مشرقی دیوار تک پہنچنے سے پہلے شکست دے دیگا۔ نہ تو اسے فرصت تھی نہ ہی سیاسی کمیل کھیلنے کی
 قابلیت۔ فحشہ کی ایک آنکھ لگانے والے اور بہت کم مسکراتے والے دیول کی شخصیت نے منو "آزاد یا کہیں کو
 تصدیق نہیں کیا۔ نہ ہی وہ رہنما کو ان طور پر ان فوجیوں میں سے کسی کو دبا کرتے پر آمادہ تھا جو اس کے کنٹرول
 میں تھے "ہاں یہ کہیں نے دیول اور منو کو ایک ساتھ جو کہ کام لینے کا ارادہ کر لیا۔

الہ آباد سیشن سے خطاب

جناح ۲۴ اپریل کو رات کی تین بجے بمبئی سے الہ آباد کو روانہ ہوئے جہاں ۲۳ اپریل (جمعہ) سے مسلم
 لیگ کا سالانہ سیشن شروع ہو رہا تھا۔ مختل رابطے سیشن الہ آباد پر لوگوں کا بھاری جھم کا اور عظیم زور ہوا کہ
 منو سے ان کا استقبال کرنے کے لئے موجود تھا۔ وہاں سے انہیں ایک جلوس کی صورت میں چلے گا (محمود
 آباد گاڑیوں) لایا گیا۔ راستہ میں انہیں پینکوں آرائشی عمارتوں سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے سامعین کو کہیں تھوڑے
 کے بارے میں اختصار سے بتایا اور کہا۔ اب جبکہ وہ انہیں حقیقی معنوں میں ختم ہو چکی ہے "مسلمانوں کو یہ جان کر
 کھٹا دکھ ہو رہا ہے کہ مسلمان قوم کے "وجود اور یک جہتی کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ ہندوستان کے مسئلہ کو حل کرنے
 کی کوئی ایسی کو شش جس میں اصل حقیقت کو نظر انداز کرنا اور صورتوں کے علاقائی دھڑپ "ہو محض انگریزی
 پالیسی کے تحت میں بنائے گئے اور ان کی حیثیت انتظامی پوائنٹوں سے زیادہ نہیں "ضرورت سے زیادہ زور دینا غلط
 بات ہے۔ مسلم ہندوستان اس وقت تک مطمئن نہیں ہو گا جب تک قومی خود ارادیت کے حق کو غیر مسلم اتحاد
 میں تسلیم نہ کیا جائے۔

قومی حکومت بنانے کی تجویز

اس سال ایمر کے روز (۸ مارچ) کو اس جہنم نے واقعہ رائے ہاؤس میں دہریہ کے کھانے پر کہیں سے
 پہلی ملاقات کی اور ہر ایک نے دوسرے میں ایک طاقتور اتحادی کا وجود محسوس کیا۔ دونوں اعتدال پر چند قانونی

ذہنی کے مالک تھے انہوں نے خود کو داقسر اے اور اس کے کماؤز ریجنف سے ذاتی طور پر اتاری اور پلا جتا کہ وہ
 تخلیقی طور پر مولانا آزاد اور ضو سے دور تھے۔ دونوں کو لندن اور دانشکھن کے اعلیٰ مقامات پر جس اعلیٰ کی نظر سے
 دیکھا جاتا تھا، اپنی دلی رشتہ میں کہیں اس کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ دونوں میں سے ہر ایک اپنے ذہب سے جڑت
 نہو کی وسیع الشرب و کثلی کا امیر ہو چکا تھا۔ اس لئے ایٹر سٹوے کے موقع پر اس امید پر کہ اس شخص کو جو
 دراصل گز فرقی لے (ایٹر سے پہلے آتو لا بعد) کو فتح ہو گیا تھا۔ اذ سر نو شروع کیا جائے کہ ایک دوسرے کے
 حامی بن گئے۔

انہوں نے مولانا آزاد، ضو اور دوسرے کانگریسی رہنماؤں کے ساتھ پوری توانائی 'فرض قدری اور امتیازی
 اخفا' سے کام لیتے ہوئے شب و روز ملاقاتیں شروع کر دیں۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ہندوستان کی
 آئینی سرگ کے آخری سرے پر روشنی مہر ہے۔ کانگریس جو کچھ چاہتی ہے وہ عمل و وزارت، واقعہ کانگریس
 ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک جامع و متضلل اثر کھاؤر مولانا وضع کیا جس کی رو سے مذکورہ وزارت کو برائے نام کسی
 ہندوستانی کے خارج میں دینا مقصود تھا، جبکہ اس کی جملہ فوری ذمہ داریاں کانگریس کے ہاتھ میں رہیں جسے
 وزیر جنگ کے نام سے پکارا جاتا تھا، انہوں نے واقعی کچھ لیا کہ اس طرح ہندوستان کا سیاسی مسئلہ حل ہو جائے
 گا۔ کریس نے فوری قومی حکومت کے لئے کانپنڈ کے وزراء کی فہرست بھی بنائی تھی جو وہ بنا چاہتا تھا۔ اس نے
 صدر کانگریس مولانا آزاد کو بھی کانپنڈ میں وزیر داخلہ (پولیس کا اپنا راج) کا قلمدان سونپنے کی تجویز رکھی تھی۔ وہی
 مولانا آزاد جن کے ساتھ جناح بات تک نہیں کرتے تھے اور انہیں کانگریس کا مسلم 'شوہر اے' سمجھتے تھے۔
 جانیس نے خیال کیا کہ میں نے ضو کو حکومت سے تعاون کی مصلحت اور اس یقین کا قائل کر لیا ہے کہ وہ کانگریس
 کو اپنا ہم خیال بناتا ہے جیسا کہ کریس کے بارے میں اس کی (جانیس) کی رائے تھی کہ وہ چرچل سے اپنی بات
 منوا لیا۔ یہ ایک سراب تھا جو ہندوستان کی شدید گرمی نے ان کی نگاہوں کے سامنے پیدا کر دیا تھا۔

آئندہ چند دنوں کے دوران لندن اور ہندوستان کے درمیان بحث سے ناراض کا جاولہ ہوا، جن میں چرچل کا
 وہ تاریخی شامل تھا جس میں کریس کو اطلاع دی گئی تھی کہ کرنل جانیس اس خصوصی مشن سے ہٹ کر جو
 ہندوستان کے ایجوکیشن اور اس سے متعلق دیگر موضوعات کے بارے میں ہے، کسی دوسرے معاملہ میں صدر
 روز و سلٹ کا نام لکھ نہیں ہے۔ یہ سب تاریخی غیر ضروری تھیں۔ کانگریس نے ۱۰ اپریل کو نظر ثانی شدہ تجویز بھی
 مسودہ کر دی، جیسا کہ گاندھی نے پہلی ملاقات میں جینی گوئی کی تھی سنے استوار کے واقعہ میں کانگریس کے صدر
 مولانا آزاد نے کریس کو لکھا۔

اس کے باوجود ہم دوسری داری سنبھالنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ صحیح معنی میں قومی حکومت بنائی جائے۔
 موجودہ حالات میں قومی حکومت لانا مکمل اختیارات سے نہیں کیونکہ حکومت ہونی چاہئے۔ اس کی حیثیت محض
 داقسر اے کی انتظامی کو تسلیم نہیں ہونی چاہئے۔ ہم آپ پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے ہر تجویز جینی کی
 ہیں، وہ صرف ہماری نہیں بلکہ اسے اہل ہندوستان کا حقوق مطالبہ سمجھا جائے۔ ان امور پر حلف گراموں اور
 جماعتوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ چند دن بعد جتا تک مولانا آزاد کی یہ ان ترائی پٹی و انہوں نے
 فوراً پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ایک بے بنیاد دعویٰ ہے۔ مسلمان ہند نے اس دعویٰ کو بھٹا دیا ہے۔ ہم اس بات پر قائم ہیں کہ کانگریس مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کرتی بلکہ ہمت سے دوسرے ٹکڑا اچھوت ملے، غیر برہمن ہندو اور دوسری اقلیتوں والے اسے اپنا نمائندہ نہیں مانتے۔" کانگریس نے دوسری جماعتوں سے ہا ہاک کرکس کے ساتھ جو برائیاں کئے تھے، جناح نے ان کو ٹھٹھا قرار دیا اور اپنے اسی بنیادی موقف کو دہرایا، جس پر وہ گزشتہ دو سال سے زور دے رہے تھے کہ "اگر تمام جماعتیں مسلمانوں کے مقابلہ پاکستان یا تقسیم ہند نیز مسلمانوں کے حق خود ارادیت پر متفق ہو جائیں تو ہم موجودہ صورتحال کے بارے میں کسی مستقل فیصلہ کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔"

کرکس کا اعتراف شکست

کرکس نے ہر اپریل کو چرچا میں کو نکلیا۔ "میں واضح طور پر حکومت کی کوئی امید نہیں، میں انکار کو یہاں سے روکا ہو جاؤں گا۔" اس نے انکار کو مطلع کیا۔ "آپ تجویز کرتے ہیں کہ صحیح معنوں میں ایک قومی حکومت تشکیل دی جائے جو لانا پورے اختیار اس کے ساتھ کیٹ گورنمنٹ ہو، جیسا کہ آپ جانتے ہیں انتہائی پیچیدہ قسم کی وسیع آئینی تبدیلیوں کے بغیر ایسا کرنا ممکن نہیں ہو گا، پرنسپل کی حکومت کی طرف سے پیش کردہ تجاویز میں جہاں تک صحابہ ملحق تھے، اس کا اجماع کر دیا گیا ہے۔"

روز دہشت نے چرچا میں زور دیا کہ کرکس کی رد وائی ملٹی کراؤ کے کیونکہ امریکہ میں یہ خیال عام پایا جاتا تھا کہ ہندوستان میں موجود، انگریز ہندوستانیوں کو حق خود ارادیت دینے کے معاملہ میں برطانوی حکومت کی ناراضگی سے بچا ہوا ہے۔ اگرچہ ہندوستانی ہمارے انگریز حکام کا انجینئر، شہری اور نیکل کنٹرول قائم رکھنے کے حق میں ہیں۔ امریکی عوام یہ سمجھتے ہیں کہ اگر برطانوی حکومت ہندوستان کے اجراء سے توجہ کی گورنمنٹ ایسا کرنے کی کوشش کا حق دینے پر آمادہ ہے تو وہ درجن بلکہ انہیں حکومت خود اختیار دینے کو کہیں چاہ نہیں؟۔ چرچا میں یہ نہ کہ اپنی کاپی کو دکھانے کی بجائے اسے تک کرنا سبب سمجھا گیا کہ چرچا میں اس لئے وزیر اعظم نہیں بنا تھا کہ اپنے زیر صدارت کابینہ کے اہلاس کو برٹش ایمپائر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا فیصلہ کرنے کی اجازت دے دیتا۔

کرکس تجاویز کا منظور

ایک کی درنگ سمجھنے نے کانگریس کی منظوری کے فوراً بعد کرکس کی مجلس کے بارے میں اپنی قرارداد جاری کردی جس میں کہا گیا تھا:

"سمجھنے اس بات پر اجماع نظر کرتے ہوئے کہ پاکستان کے اسکان کو تسلیم کیا گیا ہے اور ہندوستان میں دہا زماہ ہندوؤں کے قیام کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس بارے میں انگریزوں کا اظہار کرتی ہے کہ متبادل تجاویز نہیں ملتی۔ بنیادی معاملات کی بہت برطانوی حکومت کے اس غیر بگڑا روپ کے پیش نظر کہ اس معاملات میں رد و بدل کے لئے کوئی بحث نہیں ہو سکتی، سمجھنے کے لئے یہ سمجھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ تجاویز موجودہ صورت

میں داخل قبول ہیں۔ مسلمانوں کو اسلئے اہم سوال کی ہدایت 'جو ان کی آئندہ قسمت کو متاثر کرنے والا ہے' ایسے اعلان سے مشق نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اس موضوع پر ایک واضح اور قطعی اعلان چاہتے ہیں۔ ہندوستان کے آئندہ مسئلہ کے حل کی کوئی کوشش جس میں اصل اسور سے دوگرہائی کی جگہ 'چاہ کن ثابت ہوگی'۔ جناح نے ایک مرتبہ پھر جدید تاریخ ہند کے سب سے اہم سیاسی سوال پر سمجھوتہ کے لئے مذاکرات کی سب سے کم شرائط پیش کر دیں۔ پاکستان کا مطالبہ کوئی "نازک" مسئلہ نہیں تھا۔

چودھواں باب --- دہلی میں طلوع صبح (۱۹۴۷ء)

جناح کی پوزیشن جنگ عظیم دوم کے پچھتر سالوں کے دوران خاصی مضبوط رہی۔ وہ مطالبہ کرتے رہے کہ ایک کو گورنمنٹ کی ہر کوشش میں کانگریس کے برابر نمائندگی دی جائے اور مستقبل کے لئے سمجھوتہ کے فارمولا میں مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کو تسلیم کیا جائے۔ چونکہ کانگریس نے پہلے سے زیادہ متعلقہ اور عدم تعاون کا رویہ اپنا لیا تھا اس لئے نہ صرف حکومت ہند بلکہ حکومت برطانیہ کو ہندوستان پر اپنا قتلہ قائم رکھنے کے لئے مسلمان سیاسیوں اور مسلم لیگ لیڈروں پر پہلے سے زیادہ انحصار کرنا پڑا۔ اس طرح جناح کی عظمت لندن کے ساتھ ساتھ دہلی اور شملہ میں بھی بڑھتی چلی گئی۔

جناح اور انگریزوں کے درمیان ہم آہنگی

دعوتِ ہاں میں جناح کے سیاسی انداز و اطوار کو کبھی غلط نہیں سمجھا گیا۔ ایمرے نے ایک راج رٹ میں غلطی کو کھنسا۔ "میں نہیں سمجھتا کہ جناح کانگریس سے کم قوم پرست نظر آتا چاہتے ہیں۔ اس لئے وہ موجودہ آئین کے تحت آپہنچ نہیں کریں گے۔" ان دونوں کہیں ہندوستان میں آئندہ کے لئے نیکو اصطلاحات پر کام کر رہا تھا۔ ایمرے نے مزید لکھا: "مگر وہ رضامند ہو تو میرا خیال ہے کہ آپ اسے بعض شہیں دے دیں تاکہ اس کے آدھی امید کر کے برابر ہو جائیں اور ایک یا دو بڑے ہندو شامل کریں۔ لیکن پھر بھی آپ کی موجودہ انتظامی کوشش میں اکثریت قائم رہتی چاہئے۔ آپ دونوں جماعتوں میں سے سیاسی لیڈروں کو کونسل میں لینے کے خیال کو بالکل ترک کر دیں۔ میرے خیال میں مسلم لیگ پھر بھی سرکاری طور پر متعلق رہے گی تاہم عملی طور پر پاکستان کے امکان کی جتنی حمایت کے پیش نظر 'یونین' نے ممکن بنا دی ہے پہلے سے زیادہ تعاون کرے گی۔"

سکھ میدان عمل میں

کہیں مشن کے دنوں میں پنجاب کے گورنر نے راج رٹ دی۔ "مکہ پروردی وادہ کچھت کی تہا جی کی نوعیت پر بہت زیادہ توجہ رہی ہے۔" سکھوں کو یہ غصہ تھا کہ اگر پنجاب نے آل انڈیا فیڈریشن میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تو مسلم اکثریت کے اس خوشحال صوبہ کو 'جس پر ماضی میں سکھوں کی حکومت رہ چکی ہے' پاکستان کی بدولی تاریکی اپنی لپیٹ میں لے لگی۔ وہ خوشنود ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو سکھ مسلمانوں کی غیر ہندو دلدان اور خاندان

حکومت کے نظام میں کردہ جانیں گے۔" سکھ مسلم دشمنی کی جڑیں جی گہری ہیں، جو سترھویں صدی کے مغل راج تک پہنچی ہوئی ہیں۔ "صور قنار سے شہنشاہ کے لئے جو کچھ ممکن ہے وہ ہم کر رہے ہیں۔" محمود زکریا نے داکٹر رائے کو یقین دلایا۔ اس موقع پر شہنشاہ نے دانت ہال کو ایک انتہائی اہم وارنٹ دی کہ وہ کنگ جیو سنگھ سکھ انڈین آرمی میں بھرتی شدہ افسرانوں کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔

پڈت نسو نے پیش گوئی کے طور پر کہا۔ "فلوئڈ اور آنسو دارا مقدر بننے والے ہیں۔ خواہ ہم انہیں پسند کریں یا نہ کریں۔" ان کی یہ پیش گوئی بالکل درست ثابت ہوئی۔ کس کے چلے جانے کے بعد وسط اپریل میں اپنے آبائی شہر اور آبادی میں اخباری نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے پڈت جی نے کہا۔ "ہمارا خون اور آنسو ہمیں گے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ہندوستان کی جنگ سرزمین کو ان کی ضرورت ہے تاکہ آزادی کے عہد پھول دیا جا سکے۔"

کریس نے ۲۲ اپریل کو لندن میں ایک پریس کانفرنس کی اور اس میں زور دیکر یہ بات کہی کہ "یہ مسئلہ اب محض سیاسی نہیں بلکہ ہندوستان کے دفاع کا مسئلہ بن گیا ہے۔ اس مسئلے میں مجھے بہت سے لیڈروں نے تعاون کا یقین دلایا ہے۔ سوال کیا گیا کیا آپ نے نسو اور جناح کو لندن آنے کی دعوت دی ہے اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس کا خیال تھا کہ موجودہ حالات میں اگر دعوت دی جائے تب بھی ان میں سے کوئی لندن نہیں آئے گا۔"

را بگوال اجاری مطالبہ پاکستان کے حامی بن گئے

دوسرے دن اس میں را بگوال اجاری نے دارالحکومت میں جنگی کوششوں میں حکومت سے اور سیاسی معاملات میں مسلم لیگ سے تعاون کی راہ اختیار کر لی۔ انہوں نے مدراس اسمبلی کے ۳۶ کانگریسی ممبران کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے دو قراردادیں پیش کیں، جن پر اپریل کے آخر میں اتفاق رائے ہو گیا۔ پہلی قرارداد میں کہا گیا تھا۔ "چونکہ جنگ کے دوران لوگوں کے لئے غیر جانبداری یا خاصوٹی کے انداز میں موچنا ممکن ہو گا ہے اس لئے کانگریس کے لئے انتہائی اور فوری طور پر لازم ہے کہ وہ قومی انتقامیہ کی تشکیل میں ہر کوشش کو دود کرے اس لئے آل انڈیا کانگریس کو چاہئے کہ وہ مسلم لیگ کے مطالبہ تقسیم ہند کو قبول کرے اس مسئلے میں پائے جانے والے خطرے کو دیکھ کر اسے اور ایک کو ایسے سمجھوتے کی اپیت صلاح مشورہ کی دعوت دے جس کے تحت قومی حکومت تشکیل پائے اور موجودہ جنگی صورتحال کا مقابلہ کیا جاسکے۔" دوسری قرارداد میں آل انڈیا کانگریس سے استدعا کی گئی تھی کہ مدراس کانگریس کو مسلم لیگ اور دیگر صوبائی جماعتوں کے ساتھ اتحاد کی اجازت دی جائے تاکہ ایک متحد وزارت قائم کر کے مدراس میں جمہوری حکومت بحال کی جاسکے۔ یہ دونوں قراردادیں جمہوری اکثریت سے منظور کی گئیں۔ کانگریس کی تعاون نہ کرنے والی مضمون میں یہ پہلی دروازہ تھی نیز جناح اور انگریزوں کی پالیسی کی کی مذمت، فتح نہ گامدھی اور نسو کے لئے بہت بڑا پیغام بنی۔

"ہندوستان چھوڑ دو" کی قرارداد

آل انڈیا کانگریس کا اجلاس آگے بڑھتا مشغول ہو جس نے را بگوال اجاری اور اس کی قرارداد کو مسترد کر

دیا۔ اجماعی نے ۳۰ اپریل کو ورکنگ کمیٹی سے استعفیٰ دیدیا۔ گاندھی جی ان دونوں واردہ عارضوں نے انہوں نے اپنی باری شانگر و سیر و مہین کو ایک قرارداد کا مسودہ تیار انہوں نے فوراً مرتب کیا تھا، دیکھو کہ آج بھی یہ قرارداد میں کہا گیا تھا:-

”چونکہ سریشور کرشن کی طرف سے برطانوی دار کالینہ کی پیش کردہ تجویز سے برطانوی امپیرلزم اپنی عمارتوں میں ظاہر ہوا ہے جتنا کہ پہلے نہیں ہوا تھا۔ کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کی رائے میں برطانیہ ہندوستان کا دفاع نہیں کر سکتا۔ یہ ایک نظری بات ہے کہ وہ جو کہہ کرتا ہے وہ اس کے اپنے دماغ کے لئے ہے۔ برطانیہ اور ہندوستان کے مذاکرات میں دائمی ٹکراؤ ہے۔ ایک ہندوستانی فریج محض اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ ہندوستان کو نظام بنا کے رکھا جاسکے۔ اسے ملک کی عام آبادی سے بالکل الگ ٹھکانہ رکھا گیا ہے اس لئے وہ اسے کسی لحاظ سے اپنی فریج نہیں سمجھتے۔ جاپان کا ہندوستان کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔ وہ برٹش ایمپائر کے خلاف برسرِ پیکار ہے اس میں ہندوستان کی شرکت کو عوامی نمائندوں کی تائید و حمایت حاصل نہیں۔ یہ سراسر برطانوی کارروائی ہے۔ اگر ہندوستانی آزاد ہوتے تو ان کا پہلا قدم مانگا یہ ہو تاکہ جاپان کے ساتھ مذاکرات کئے جائیں۔ اس لئے ورکنگ کمیٹی مستحکم کرتی ہے کہ برطانیہ ہندوستان سے ٹکرائے۔“

مسودہ کا استدلال یہ تھا کہ کانگریس اتحادیوں کے کار کے لئے زیادہ حمایت کنندہ بن جائے تو کرل جائیں اور صدر روز و ہفت ہندوستان کی آزادی کے مسئلہ میں اس کی مدد کریں گے ورکنگ کمیٹی نے ایک مصالحتہ قرارداد منظور کی۔ گاندھی کا اپنا طریق کار تھا۔ اگرچہ کیم جی کو منظور کردہ قرارداد میں انڈیا کی طرف سے بازی ازم اور فضا جیت سے غرت کا اظہار موجود تھا۔ ہر حال گاندھی جی نے اس پر جن کو تھا۔

”مجھے فائنٹ و بازی قوتوں اور اتحادیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ یہ سب استحصال کرنے والے ہیں۔ یہ سب اپنے مقصد کے حصول کی مدد تک قلم و دھندہ کا سارا اپیتے ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ بڑی عظیم قوتیں ہیں۔ تمام ان کی عظمت کو انسانی انسانیت، خیر و افریقہ میں بستی ہو یا ایشیا میں ان کی زنجیر کے آگے ہے وقت بھیج جائے گی۔ انہیں انسانی آزادی کے بارے میں بات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے جب تک وہ اپنے ہاتھ ظالمانہ تسلط سے پاک نہیں کر لیتے۔“

اسی چہنہ وہ امریکی صحافیوں نے واردہ عارضوں گاندھی جی سے انکویز لیا اور ان سے پوچھا۔ ”آزاد ہندوستان سے آپ کی کیا مراد ہے جبکہ بھول مسٹر بلان، مسلمان ہندو راج کو قبول نہیں کریں گے؟“۔ مہاتما نے جواب دیا۔ ”میں انگریزوں سے یہ نہیں کہتا کہ وہ ہندوستان کو کانگریس یا ہندوؤں کے حوالے کر دیں، وہ ہندوستان کو خدا کے سپرد کر دیں یا جیسا کہ جدید زبان میں کہتے ہیں طوائف الملکی کو سوپ دیں۔ اس صورت میں تمام پارسیاں کتوں کی طرح باہم دست و گریب ہو گئی یا جب حقیقی ذمہ داری ہمارے ہاں تو کوئی مسئول سمجھو کہ کریں گی۔ میں توقع کرتا ہوں کہ اس طرح ان سے عدم تشدد جنم لے گا۔“

روزنامہ ہندو کے رپورٹر نے انہیں یاد دہایا کہ وہ اب تک یہ کہتے رہے ہیں کہ ”ہندو مسلم اتحاد کے بغیر سول راج نہیں ملے گا۔“ پھر ان سے پوچھا گیا کہ ”آپ آخر تک اس بات پر کیوں اصرار کرتے ہیں کہ جب تک ہندوستان کو آزادی نہ مل جائے اتحاد نہیں ہو سکتا۔“۔ ۳۰ سال بھاتا ہو لے:

”وقت بے رحم دشمن ہے۔ میں نے خواہ اپنے آپ سے پرہیز کر کے حصول اتحاد کی غلطیوں میں سے کی گئی ہر کوشش جس کے کرنے والوں میں خود بھی شامل ہوں، ناکام کیوں ہو گئی اور اتنی بری طرح ناکام ہوئی کہ میرا قار بالکل ختم ہو گیا۔۔۔۔۔ بعض مسلم اخبارات کہتے ہیں کہ میں ہندوستان میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہوں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ میں صرف اس حقیقت کو اس کا سوجب گردانتا ہوں کہ تیسری طاقت چاہے وہ قصد اس کی خواہشمند نہ ہو، حقیقی اتحاد پر نہیں ہونے دے گی۔ اس لئے میں نے یہ مجموعی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ دونوں قوتیں ہندوستان سے برطانوی قوت کے قطعی خاتمہ کے بعد فوراً متحد ہو جائیں گی۔“

جنگ نے اس کے جواب میں فوراً کہا۔ ”مجھے یہ جان کر خوش ہوئی ہے کہ آخر کار مسز گاندھی نے سرعام اعلان کر دیا ہے کہ اتحاد اور ہندو مسلم یکجہت صرف اس وقت معرض وجود میں آسکتا ہے جب ہندوستان آزادی حاصل کر لے اور انہوں نے دو چہرہ اٹا دیا ہے جو گذشتہ ۲۲ برس سے پس رکھا تھا۔“

کانگریس کی طرف سے اعلان جنگ

کل انڈیا کانگریس کا اجلاس اگست میں بھربھول اس موقع پر گاندھی نے اپنے بیرونیوں کو بتایا۔ ”یہ بڑی بڑک کھڑی ہے۔ ہمیں اپنی آزادی کو کر لینی ہو گی۔ یہ آسمانوں سے نہیں اترے گی۔ کانگریز اس وقت ہمیں آزادی دینے پر مجبور ہو جائیں گے جب ہم کوئی قریبیاں دیں گے اور اپنی طاقت ثابت کریں گے۔ ایسے وقت میں جب کہ میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی قربانی کرنے والا ہوں، میرے دل میں کانگریزوں کے خلاف کوئی خیریت نہیں۔ یہ ٹیالوں کا چرنک آجکل وہ مشکلات میں گمراہ ہوئے ہیں، مجھے انہیں ایک دھکا دینا چاہئے۔ میرے نمایاں خاتمہ دماغ سے قطعا خارج ہے۔“

سردار بھیل کے بارے میں روایت ہے کہ اس نے دعویٰ سے یہ بات کہی کہ کانگریزی فوج ہندوستان کو اسی طرح خالی کرنے پر تیار ہے، جس طرح اس نے برما خالی کیا تھا اور یہ کہ تپہ گرہ تحریک ایک ہفتہ کے اندر رخ سے ہٹا کر ہو جائے گی۔ ”اگر یہ ایک ہفتہ میں ختم ہو جائے تو یہ ایک عجیب ہو گا اور اگر ایسا ہوتا ہے تو اس کے سنے یہ ہوں گے کہ کانگریس کا دل پٹکھٹا شروع ہو گیا ہے۔“ گاندھی نے مزید کہا:

”مکمل ہے کہ واپائی کانگریزوں پر مکمل چائے اور وہ یہ بات سمجھ جائیں کہ ان لوگوں کو بھیل میں ڈالنا غلط ہو گا۔ ہر اس کے لئے کرنا چاہئے ہیں، مکمل ہے آخر کار مسز جناح کے اہل میں تبدیلی آجائے۔ وہ یہ سوچنے لگیں کہ جو لوگ فرسہ ہیں وہ فرزند زمین ہیں، اور اگر وہ خاموش بیٹھے ہیں تو پاکستان ان کے کس کام کا ہو گا۔ خدا نے ہماری مدد کی ہے۔ جب میں نے ہندوستان چھوڑ دیا، ”کانہو لگیا تو ہندوستان کے وہ لوگ جو باجی کا نظارہ ہو گئے تھے، سوچنے لگے شاید میں نے ان کے سامنے کوئی نئی چیز رکھی ہے۔ اگر آپ حقیقی آزادی چاہتے ہیں تو آپ کو خود ہونا چاہئے گا اور اس طرح کے عاپ سے بچی، بصورتِ جنم لے گی۔“

مسلم لیگ کو اختیارات دینے کی پیشکش

دواوت جنگ نے شکوک کو مکمل اختیار دے دیا کہ وہ گاندھی اور کانگریس دور تک کبھی کو جس وقت مناسب

کبھی گرفتار کر سکتے ہیں۔ لندن نے کانگریس کی تاخیر ترین قراردادوں کو حکومت کے خلاف "ملائیمہ بدولت" قرار دیا۔ سر سیکر نے گورنر کینٹنی کو اپنے اس شک سے آگاہ کیا کہ ممکن ہے گاندھی جیل کو پاکستان کی راسخ پیش کش کر کے ان کے ساتھ معاملہ کرنے کی کوشش کرے اور پھر حکومت کو ایک حیرت انگیز کامیابی کا سامنا کرنا پڑے۔ گاندھی جی نے ۱۸ اگست کو اپنے اخبار میں لکھا۔

"بڑے بڑے مسلم لیگ کانگریس کے فوری مطالبہ آزادی سے پوری طرح کسی جگہ سے ذہنی تحفظ کے بغیر" تعاون کرے۔ "کانگریس انگریزی حکومت پر قطعی امتزاج نہیں کرے گی اگر وہ جملہ اختیارات جو اس وقت اسے حاصل ہیں" پورے ہندوستان کی طرف سے مسلم لیگ کو منتقل کر دے۔ کانگریس مسلم لیگ کی حکومت کی راہ میں "ہر وہ عوام کی حمایت سے ہائے گی۔ کوئی رکاوٹ کڑی نہیں کرے گی بلکہ آزادی ریاست کی مستقبل پر جانے میں حکومت کا ہاتھ پائے گی۔ یہ وکٹس پوری سچائی اور طلسم کے ساتھ کی جا رہی ہے۔"

اگر جناح مسافرا گاندھی کی بات پر یقین رکھتے یا اقتدار کرتے ہوئے تو ایسی وکٹس انہیں درکار تھی۔ لیکن انہوں نے صرف چند دن پہلے پریس کو بتایا تھا کہ آزاد ہندوستان کے بارے میں مسز گاندھی کا تصور ہندو تصور سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ مسز گاندھی کو آزادی سے ہندو راج مراد لیتے ہیں۔ میں مسز گاندھی سے کہتا ہوں کہ وہ یہ تاثر دے کہ مسلمانوں کو یہ وقف ہانے کا تکمیل ترک کر دیں کہ ہم اپنی خیل۔۔۔ پاکستان۔۔۔ کے حصول کے لئے کانگریسوں پر انحصار کرتے ہیں مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔"

۱۸ اگست کو ہندوستان کی وسیع حکومتی مستقبل پوری طرح چار تھی۔ پورا میں واقع آغا خان کا محل گاندھی جی ان کے خاندان کے چند منتخب افراد اور سراجی ناٹھ ونیز ایڈمل سلڈ کی جلی میرا میں سمیت بعض بڑا کاروں کے لئے سب سے زیادہ محفوظ "عوام" اور سوزوں "قید خانہ" بھی کہ جن لیا گیا قتلہ درکنگ کینٹی کے چایا مہراں کو امرتسر کے قلعہ میں قید کرنا تھا۔

۱۸ اگست کی شام کو "ہندوستان خالی کر دو" ریزولوشن کی منظوری کے بعد گاندھی نے اپنے کانگریس ساتھیوں کو نصیحت کی۔

"آپ میں سے ہر ایک کو اس لمحہ کے بعد خود کو آزاد مرد یا آزاد خاتون سمجھنا چاہئے اور اس طرح کام کرنا چاہئے گویا آپ آزاد ہیں اور اس میں ہرگز کم کے چلنے سے نہیں رہے" مجھے ایک متغیر یاد آ رہا ہے جو بڑا ٹھیک ہے "آپ چاہیں تو اسے اپنے دلوں پر نقل کر لیں اور ہر سال کے ساتھ اس کا اعجاز کریں" متغیر ہے۔ "گودا" مر جاتا۔ "ہم یا ہندوستان کو آزاد کرانہیں کے یا اس کو منتقل میں اپنی جان دے دیں گے۔"

کانگریس ورکنگ کمیٹی گرفتار

حکومت کا بیان ممبرین ہو گیا۔ اس نے مزید انتظار کے بغیر پوری ورکنگ کمیٹی کو صبح سویرے حراست میں لے لیا۔ ملک کے تمام گاندھی جی کا آخری پیغام صبح ۵ بجے ان کی گرفتاری سے چند منٹ پہلے لکھا گیا۔

"ہر ایک کو آزادی ہے کہ وہ انہما کے وقت جہاں تک جا سکا ہو جائے" ہڑتالوں اور تشدد سے پاک دیکر

ذرائع کے بل پر مکمل، کوٹن پیدا کر دیجئے۔ سید گرو والوں کو مرنے کے لئے باہر آنا چاہئے۔ زندہ رہنے کے لئے نہیں۔ انہیں موت کی آرزو اور اس کا سامنا کرنا چاہئے۔ افراد جان دینے کے لئے باہر نکلیں فقط اس صورت میں قوم زندہ رہے گی۔ کریں گے یا مریں گے۔“

کانگریس کی نئی قسم کی بات اپنا رد عمل ظاہر کرتے ہوئے مسز بیچ نے ایک بیان میں کہا۔ ”میں پوری شدت سے اتحاد انہوس کرتا ہوں کہ کانگریس نے آخر کار امکان جنگ کر دیا ہے اور کئی افراد پارٹنوں اور تنظیموں کی طرف سے متعدد تیسراتے کے باوجود احتمالی خطرناک عوامی تحریک شروع کر دی ہے۔“ گاندھی کے برعکس انہیں جنگ کے جلد ختم ہونے کی کوئی امید نہیں تھی ’نہ ہی ان کا یہ خیال تھا کہ کانگریسوں کو شکست ہو جائے گی۔ مزید برآں انہیں ہرگز توقع نہیں تھی کہ سید گرو نقد سے خالی رہ سکے گی۔ انہوں نے اپنی درکنگ سیمپل کا اجلاس امر است کو سیمپل میں طلب کیا تاکہ ایک کی سرسختی کی منصوبہ بندی کی جا سکے سیمپل کا اجلاس چار دن تک ان کے گھر میں منعقد ہوا اور ایک پانچاٹھ حضور کردہ قرار دیا کہ کانگریس کے اس فیصلے پر انہوس ظاہر کیا گیا کہ اس نے ہندوستان میں ہندوؤں کا علیہ قائم کرنے کے لئے اطمینان بھارت کا آغاز کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ لاقانونیت اور جان و مال کی بے پناہ جانی کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ ایک ”ہندوستان چھوڑ دو“ کی تحریک کو ایک ایسی کوشش سے تعبیر کرتی ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو کانگریس کی شرائط اور ہدایات کے آگے سر جھکانے اور انصاف ڈالنے پر مجبور کرنا ہے۔

ملک ہنگاموں کی لپیٹ میں

گاندھی کی گرفتاری کے چند دن بعد سمجھتی سے متحد کی مراظمی اور جلد ہی پولی ’دلی اور ہمارے بھیل گئی۔ حکومت نے شروع سے پہلے جس برقی گرفتاری اور رازداری کے ساتھ کام رکھا تھا ’گاندھی ہر جگہ اس کا بے حس کر دینے والا اثر ہوا۔ یہ پس کو ہنگاموں یا ہڑتالوں کی کوئی خوشامخ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ہر حال لقمہ نے ’است کو اذیت کے لکھا۔“ دلی میں خاص گڑبڑ ہوئی ہے ’جہاں نقصان بھی بہت ہو ا ہے اور لٹاک بھی تک کی گئی ہیں۔ تاہم میں اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ یہ بڑا نل پر پانا تھ رکھنے کی وجہ سے ہوا۔ چیف کنسٹر کو پورا یقین ہے کہ وہ صورتحال سے منہ لے گا۔“

لیکن دس اگست تک سمجھتی میں ۳۰ سے زائد افراد مارے گئے وہاں پر یس نے بطور سزا کوڑے مارنے کا سلسلہ ماز سرف شروع کر دیا تھا۔ مشرقی ہندوستان میں پنڈے کے ارد گرد قائم ریلوے گا تھیں لکھاؤ دی تھیں۔ کانگریسوں نے تیڑی سے حاشہ علاقوں میں دیگر قومی دستے بھیجے۔ لقمہ نے انہیں اجازت دے دی تھی کہ تحریک کاروں پر مشتمل گھنوں سے کارنگ کی جائے۔ ہمارے فوجی دستوں نے جو مقام ڈھانے ان کی دم رت کسی اہلکار میں شائع نہیں ہو سکی۔

انگریز ہاتھوں کو سخت ہدایات تھیں کہ وہ فوج کی نقل حرکت اور آپریشن کو احتمالی ہ شدید رکھیں۔ دائرہ اس نے ایک دم رت میں لکھا۔ ”میں صورتحال سے مضطرب نہیں ہوں بہت سے ہراساں کرنے والے واقعات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ریلوے ٹیکراف اور ٹیلیفون کی ترسیل ر اعلیٰ کی کوششوں میں

اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ صورتحال مزید سنگین ہو سکتی ہے اور ہندوستان جیسے وسیع ملک میں اس سے موثر طور پر نمٹنا واقعی بہت مشکل ہے۔

گانڈھی کی گرفتاری کے ایک ہفتہ بعد فلسفہ نے نوٹ لکھا کہ برطانوی کارروائی نے سمجھنے کی صورتحال کو مضطرب کر دیا ہے۔ وہ اس بات سے مطمئن تھا کہ دہلی میں حالات نہایت سکون ہیں کیونکہ کسی ملک کے مرکزی شہر میں سنگین اور طویل ہنگامہ آرائی ایک اچھا نشان نہیں ہوتا۔ "بعد میں وزیر اطلاعاتہ خطرات راسم سرے آئیاد نے واشر رائے کو مطلع کیا کہ مسلم لیگ ڈرگنی ہے اور گانڈھی کے ساتھ مذاکرات کی خواہش مند ہے جن کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ حکومت کو پیش قدمی کر کے ان کی تجویز کو کامیاب کرنا چاہئے۔ میں ایک قدم اور بڑھا کر یہ کہنے کی ہمارے کردار جیسا کہ ایک گورنر نے کہا ہے "کسی تنظیم کو پکڑنا غلط طریقے کی چیز ہی کہتا ہے۔" اس سے قبل آئیاد نے واشر رائے سے عرض کی تھی کہ اسے گانڈھی کے ساتھ سمجھوتہ کے لئے مذاکرات کی اجازت دی جائے۔ فلسفہ نے اسے گانڈھی سے ملاقات کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا "ہمارے قائل کرنے کی فضول کو خش کی کہ وہ وزارت کی کبھی میں جتا رہے۔ آئیاد جو کہ باغی میں ریاست خراج گور کاروان (وزیر اعظم) رہ چکا تھا وہاں اپنے بلا پارٹی عمل کو نوٹ کیا جس کے بارے میں اسے توقع تھی کہ وہ برطانیہ کی سب سے برتر حالت کے زیر سایہ محفوظ رہے گا۔

جناح کی پوزیشن مضبوط ہو گئی

فلسفہ نے امرت کو اطلاع دی کہ "جناح نے واقعات کے نئے موڑ سے ہمارے اور کانگریس کے خلاف اپنی شرائط بدھانے کے لئے قائم اٹھایا ہے (اگرچہ ان سے زیادہ فرق نہیں پڑتا) یہ جناح کے پورے عزم (آتش کا ٹکیل) میں ایک نیا اور انتہائی اہم قدم ہے۔ کیونکہ مجھے یہ بات ناقابل شک شک ہے کہ گانڈھی پاکستان کے اصول کو تسلیم کرنے کا خواہ کوئی بھی اس کی پشت پناہی کرے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب تک جنگ جاری رہتی ہے کانگریس یا ایک "دونوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا۔"

مسلم لیگ کو مالی امداد دینے والے

سابقہ واشر رائے لارڈ اردن (حال برطانوی سفیر برائے امریکہ) نے امرت کے آخر میں واٹھن سے وزیر خارجہ شخصی ایڈن کے نام ایک انتہائی غصہ پیغام روانہ راست سمجھا جس میں اسے مطلع کیا گیا تھا کہ نئی دہلی سے امریکہ کے قونصل جنرل "چارلے کو میبل نے وزارت خارجہ کو حالیہ میں خبر دی ہے کہ مسلم لیگ اپنے لئے "مالی امداد" زیادہ تر ہندو گور مسلمان وادانیاں ریاست "سلطان جاگیرداروں اور انگریز تاجروں (خصوصاً ٹکٹ والوں) سے وصول کرتی ہے۔ "اس رپورٹ میں وضاحت کی گئی کہ وادانیاں ریاست گور انگریز تاجر برادری مسلم لیگ کی اپنی مقاصد کے لئے مدد کرتی ہے، جس کے لئے حکومت اس کا ساتھ دیتی ہے یعنی ہندوستان کے خزانوں کو وصول اقتدار سے باز رکھنا ہندوستان کے مسئلہ کے واضح حل سے اجتناب کرنا "اور سوچنا۔" "جنرل کو مطلع۔"

ایک قانونی سبب جس کی بنا پر سلطان جاگیردار مسلم ملک کی مدد کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں یہ ہے کہ وہ کانگریس کے اس پروگرام سے خائف ہیں کہ تمام قدرتی وسائل کو قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا۔

اواخر اگست میں قائد نے وزیر دار چہل کو امریکی مداخلت سے اجاہ کیا۔ واضح رہے کہ ملک میں باقی جانے والی ہے چینی کو ۱۹۵۵ء کے بعد اختلافی حکمیں بناوت قرار دیا۔ جس کی نتیجی طور دست کو ہم نے قومی سیکورٹی کے نقطہ نظر سے دیا ہے پوشیدہ رکھا ہے۔ جو ہم پر تشدد کی دہشت گردیوں و مطلق طاقتوں میں عام ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ شاید جبر میں بھی ہمیں ہماری جنگ کو ختم کو سیدنا کرنے والی شعبہ کارروائی سے رابطہ پڑے گا۔ دور دراز کے مقامات پر رہنے والے اور جنوں کی زندگیوں خطرے میں ہیں۔ اگر ہم انڈیا میں سے اس کام کو خراب کریں تو ہندوستان کو جو کہ مستقبل میں مشترکہ آپشن کی میں بننے والا ہے اور جہیں کو امریکی مداخلت کے لئے شاپراہ کا کام دے گا ناقل طائفی نقصان پہنچائیں گے۔ یہ ایسے حالات ہیں جن میں مجھے وینڈل دی کی اور شراب الاوی کی طرف سے محتاطی کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ آخر الذکر نے دھمکی دی ہے کہ وہ ہندوستان اس سلسلے میں اتنا چاہتا ہے تاکہ مداخلت کر کے ہماری مدد کر سکے۔ امریکی مقاصد جن کا مقصد وسیع ہو رہا ہے کے بارے میں میرا تجویز یہ ہے کہ ہمیں ہمارا کاروبار رکھانے میں ان کا پیش و فروش ہمیں درپیش مسائل کی بہت سی بالکل ایذا دہی ہیں کے شعور میں نہایت متکون رکھتا ہے۔

ایمے نے کم جبر کو تشدد کو لکھا۔

”آج صبح کابینہ میں امریکی تجویز کا رد کے مسئلہ پر بحث کے دوران آپ کے ساتھ خاص ہمدردی ظاہر کی گئی اور اس واضح یقین کا اظہار کیا گیا کہ آپ صاف صاف انکار کریں کہ کسی کو نہیں ہموڑا جائے گا اور قہراً ہر کڑی نظر رکھیں گے۔ اس کے برعکس ایڈن اور بعض دوسروں کا خیال تھا کہ یہ اقدام آپ کو اس امر کی سلیت فراہم کرے گا کہ آپ ہندوستان کے امریکیوں سے بات چیت کر سکیں اور ہمارے مسئلہ کو سلجھائیں۔ دیکھ کر طوطا ابھی طرح رکھا جا رہا ہے اور دشمن اس کے لئے ہندوستان کو شرب کا اہتمام کرتے ہیں، قتل گیس کا پائپ کے اسی انتظام میں چہل چلنے سے سوچو، دیکھیں کے بارے میں کہا تھا کہ اس پر قطعی طور پر قابو پایا گیا ہے، جیسا کہ حقیقت سے ظاہر ہے، جس پر اصول نے بحث اصرار کیا ہے اور کانگریس اسوائے دیکھوں ’ساتھ کاروں اور برجنوں کے کسی اور کی نمائندگی نہیں کرتی۔“

ہلاکت خونریزی کا طوفان

ہر جبر کو ہندوستان کے غم و غم نے ایک رچ روت میں ڈالا کہ اگست سے ایک پولیس فزک کے نتیجہ میں ہمارا کو ہمدرد کرنا کم از کم ۳۳۰ ہندوستانی ہلاک اور ۳۳۰ زخمی ہو چکے ہیں۔ جبکہ کچھ تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو گی، پولیس کے ۲۸ ہلاک مارے گئے۔ قومی دستہ کم و بیش ساتھ ساتھ ہر طلب کے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر مقامات پر اب بھی تھپتھپات ہیں۔ اہل ہند کے خلاف دوسری جنگ عظیم کے دوران قربانے ہوئے شاہین فوج، جو تعداد میں دیکھ کر رشتہ نرمی کے سپاہیوں کے برابر ہو گی اس طرح اور انہماک تصادم کے دوران استعمال کی گئی۔ ہمارے میں ہلاک شدگان اور دہلیوں کی تعداد کچھ طور سے معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں کہ کچھ انگریزی میٹروں نے

سول کلبی پر بار ہاشین محوں سے فائزنگ کی تھی۔

جناح نے سمر خیر کو اپنی رہائش گاہ پر غیر ملکی اخباری رپورٹوں کو بتایا۔ ”مجھے یقین ہے خورشید دیا کہ برطانوی حکومت اور کانگریس کے مابین ذلت آمیز سمجھوتہ نہ ہو جائے۔“ سوال کیا گیا آیا ان کی پارٹی نے پاکستان کا حق مطالبہ کیا ہے؟ اس میں دیکھ دو بدل ہو سکتا ہے؟ جناح نے جواب دیا۔ ”اگر پرے سے سول آئے (یک دوپہ) انگنٹا شروع کریں تو اس میں سودا بازی کی گنجائش ہوتی ہے۔ مسلم لیگ نے ایسا کوئی مطالبہ ہرگز نہیں کیا ہے کوئی مستقل آدمی غیر مستقل قرار دے سکے۔ مسلم لیگ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کی آزادی چاہتی ہے۔ ہندو اڈا نے ملک کا تین چوتھائی اپنی غیبت میں ڈال لیا ہے۔ اور یہ ہندو اڈا ہے جو ایک چوتھائی کو بھی برباد کرنے کے لئے سودا بازی کرنا چاہتا ہے۔“

برطانیہ پر امریکی دباؤ

امریکی عوام کی طرف سے برطانیہ پر دباؤ بڑھ رہا تھا کہ وہ ہندوستان کے لئے کچھ کرے، جنگ کے وسیع ہونے سے امریکی ہتھیاروں، افراد اور سرمایہ نے آزادی افواج کو سارا دینے میں اہم کردار ادا کیا، یہاں تک کہ مغربی یورپ بھی اور جنوب مشرقی ایشیا کو واپس لینے میں بھی اس نے زبردست مدد دی۔ ہالی وڈ نے انڈین کو خیرباد کیا۔ ”ہماری ہوپ کزنز کے گزشتہ رات اس ٹھوس دباؤ کے بارے میں مجھ سے بات کی تو محدود امریکہ پر ڈالا جا رہا ہے۔ کالین کو اس کا احساس کرنا چاہئے کہ ان خطوط پر رائے عامہ کتنی مضبوطی سے حرکت کر رہی ہے۔ یہ گناہ کھن ہے کہ اس کی تردید کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہئے، ورنہ مجھے ڈر ہے کہ امریکی پریس، جس نے ہندوستان کے حالیہ بحران میں ہمارا مکمل کمر ساتھ دیا ہے، تیزی سے اور شاید مکمل طور پر اپنا رویہ بدل لے گا جو اینگو۔ امریکن تعلقات کے لئے بہت زیادہ ضرور سامان ہو گا۔“

دوسرا اٹامہ خیر کی ایک شام کو ایک گارڈن پارٹی میں جہاں نے ایمرے سے اپنا ”حکومت ہندوستان میں کوئی بات ہے جس پر ہم غور نہ ہوں؟ ہم سفارت خواہ کیوں ہوں یا یہ کیوں کہیں کہ ہم بعض ہندوؤں کے گئے ہر کچھ کرنے کو تیار ہیں؟ گزشتہ ۴۰ برس سے ہم نے ہندوستان کو امن و آشتی اور خوشحالی دے رکھی ہے جو اس ملک کو جیسا کہ اس کی تاریخ بتاتی ہے، پہلے کبھی غیب نہیں ہوئی۔ ہم نے سارے طبقہ کا خیال رکھا ہے اور تمام گروہوں کے مفادات کی حفاظت کی ہے۔ میں وہاں سے دم دیا کرنا کہنے کی پالیسی میں فرق نہیں ہوں گا۔“

برطانیہ ہندوستان کا مقروض

جہاں اور اس کی کالین اس دور افروں قرضہ کے بارے میں بہت غلط فہمی جو برطانیہ نے دور ان جنگ میں ادا اور تمام محاذوں پر تیزی سے ہندوستانی سالانہ کی برآمد کے لئے ہندوستان سے لیا تھا۔ اس جنگ کے آغاز تک ہندوستان دینے سے ”ٹیکسٹائل“، ”غیرات عامہ کی دوسری اشیاء کے لئے بیش برطانیہ کا مقروض رہا جس پر کروڑوں روپے لاگت آئی تھی۔ پانچ لاکھ ہندوستانی افواج کے بیرون ملک مصروف جنگ ہوئے اور ہندوستانی

صنعتوں کے جنگ کے لئے ہر قسم کی پیدوار دینے کے باعث قوازن الٹا ہو گیا۔ برطانیہ عظمیٰ نے خود کو اپنی ہی ایک نو آبادی (ہندوستان) کا قریباً ۳۰۰ ملین ڈالر کا مقروض پایا۔ چرچاں کا اصرار تھا کہ قرض اٹرنے کے لئے کچھ نہ کچھ فوری طور پر کرنا چاہئے۔ اس کی دلیل یہ تھی 'جیسا کہ آرٹھر ملر کہتا تھا۔' یہ ان کے طریقہ کی بری سازش کرنے والی دیتا ہے۔ تاہم اس طرح کی بری سازش کرنے والی نہیں تھی۔ ایمرے اور فلسفہ اس بات کو ترجیح دیتے تھے کہ مسئلہ کو جو نمی دیا رہے وہ نہ ہاتھ سے جاتے تھے کہ اس مرحلہ پر جبکہ قوازن ہندوستان کے حق میں ہے برطانیہ نے انڈیا پر پیش قدمیوں کے قار سوا کو بدلنے کی کوئی کوشش کی تو تجارتی اور صنعتی مطلق میں احتجاج کا شدید طوفان اٹھ کھڑا ہو گا۔

راج گوبال اپجاری کا نیا منصوبہ

اکتوبر (۱۹۳۳ء) میں راج گوبال اپجاری نے ہندوستان کے جوانوں کو حل کرنے کے لئے اپنا منصوبہ پیش کیا جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ دانشور اے کو اسی طرح کا قدم اٹھانا چاہئے جیسا کہ برطانیہ میں جوانوں کی توقع پذیر ہونے کی صورت میں شاہ برطانیہ کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے۔ انہیں ہندوستان کے مقبول ترین اور مقبول ترین رہنماؤں کا انتخاب کرنا چاہئے جو قومی حکومت چلانے میں ان کی مدد کریں۔ پہلے کانگریس سے باہر اہم افراد (خواہ ان سے بعض جیل میں ہوں) چنے جائیں 'پھر جیل کو چاہے اپنی مرضی سے باہر کریں۔ کنٹراکٹوں کی فراہمی کے لئے تین دیگر افراد بھی کلینڈر میں شامل کئے جائیں۔' اپجاری کو یقین تھا کہ کانگریس دانگ ان کے منصوبہ کو اپنی قیادت سے محروم ہوئے بغیر مسترد نہیں کر سکے گی۔ بہر حال جیل نے فوری طور پر اسے دوسری ہوائی انجینوں کی طرح کی ایک اسکیم قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔

جیل نے مسلم لیگ کو کس سے مراد کو مدلی میں خطاب کرتے ہوئے ٹیڈا کر دیا کہ وہ اس پر دو بیٹھ سے ہوشیار رہیں 'نہ مسلم لیگ کو بدنام کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ کبھی انہیں ہندوستان میں برٹش امپیریلزم کا اتحادی قرار دیا جاتا ہے اور کبھی آزادی و حسرت کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے کہا جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آج کل امریکہ میں اس قسم کی کم بختے زدوں پر ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایسے لوگوں کے بارے میں جو ملکی حالات کی امریکی صحیح طور پر بخوبی کر دے ہیں، ایسا الزام نہ صرف توہین آمیز ہے بلکہ خلافِ اقدار بھی۔ آج کل پر دو بیٹھ کے ایسے تھوڑے طریقے لکل آئے ہیں کہ ایسے بھلے سمجھدار آدمیوں کو گمراہ کر دیتے ہیں۔ وہ تمام خطرات و مشکلات سے آگاہ تھے۔ ہر قسم کے دباؤ کو محسوس کر دے تھے اور وقت کے گزرنے کا پوری طرح شعور رکھتے تھے۔ سلسلہ خطاب جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا 'وقت ہاتھوں سے اٹکا جا رہا ہے۔' جیل اور راج گوبال اپجاری کی ملاقات کے دو دن بعد فلسفہ نے 'جس کی بطور دانشور اے عدت تقریریں اپریل ۱۹۳۳ء میں ختم ہو رہی تھیں' ایک رپورٹ میں اصلاح کو مطلع کیا کہ جیل نے کوئی بات نہیں مانی بلکہ آپاد یہ کہ اس ملاقات نے سخت مایوس کیا ہے۔

کرپس کا استعفیٰ

کرپس نے اپنے ملحق کی نکالی کو بری طرح محسوس کیا۔ اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ چرچاں کی دوا کلینڈر میں

سے نوجوان وزیر اعظم اپنے موقف پر ڈٹا رہا۔ اور قائد اعظم کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ حقیقت میں صدر کابینہ کے صرف ایک رکن شرکت حیات نے قائد اعظم کے اس مطالبہ پر کلمن دھرا کہ کابینہ ہونی نسل کی بجائے مسلم لیگ وزارت کھلانے کا اعلان کرے۔ اس پر حضرت حیات نے گورنر گلانی سے کہہ کر کسی "بد عنوانی" کی بنا پر شرکت حیات کو اپنی آسانی سے ہر طرف کرا دیا۔ گورنر کے اس اقدام سے ہونی نسل پارٹی کو تختہ تختہ کی۔ مسلم لیگ کی ایکشن کمیٹی نے مئی کے آخر میں صدر حیات کو لیگ سے نکالنے کی قرارداد منظور کر لی۔ چنانچہ جنگ کے باقی عرصہ کے دوران پنجاب کو لیگ کے سبائی انتظامی اجلاس میں شمار نہیں کیا گیا۔ جناح - سکندر بکٹ اپنی موت آپ مر گیا۔ گلانی اور دیول پنجاب میں لیگ بیٹھل گاؤں کی سرگرمیوں سے غاصبہ پریشان تھے اور واقعات نے لکھا کہ "ہمیں فرقہ وارانہ کشیدگی کو دیکھنے کے لئے جناح کے ساتھ انتہائی سخت رویہ اپنانا ہو گا۔ جن میں حضرت حیات نے خیرباد کیا کہ جناح ہونی نسل حکومت کے خلاف مذہبی غلط فہمی پر احتجاج کی غرض سے ہونی سے ہمت سے مولویوں کو پنجاب بھیج رہے ہیں۔" حضرت نے واقعات سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو باہر نکال دیا جائے نیز جناح اور مسلم لیگ کے نمایاں لیڈروں کو بھی پنجاب سے دور رکھا جائے۔ دیول حضرت کو بت پہنچ کر آیا تھا تاہم یہ بھی جانتا تھا کہ وہ کوئی مضبوط کردار نہیں۔ اسے یہ بات پڑی جب تھی تھی کہ پنجاب کے ان جسے جاگیرداروں پر جناح جیسا دورہ اللہ مقام کا دیکل پاداشی حاصل کر لے۔ جناح کے مشعل اس مسئلہ خیر فضیض سے صاف بد حال گیا کہ واقعات میں قائد اعظم کی نظرت یا ان کی صحیح طاقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں تھی۔

سی - آر فار مولانا

ہونی کے گورنر سر موسی ہارٹ نے جو گاندھی کو ہندوؤں کی کھپ کے برابر ہو شمار سمجھتا تھا۔ دیول کو خیرباد کیا کہ وہ گاندھی سے ملاقات نہ کرے۔ واقعات کو گاندھی یا جناح سے ملاقات کرنے کی جلدی نہیں تھی۔ اسے ٹھک سول چٹائی کے سیکرٹری سر اکبر حیدری کی اس واسطے کے درمیان ہونے میں شک تھا کہ "جب تک یہ دونوں برسرِ زمین ہیں کوئی مشرت ممکن نہیں" اگرچہ تھر کے ذریعے اسے سخت رعناؤں میں پیچھے جا رہے تھے "تاہم گاندھی - جناح مذاکرات کے لئے دور کا اہتمام بھی ہو رہا تھا ہی دور میں راہگیر پال اہاری کا ایک سیاسی فارمولا منظور عام ہوا تھا جس کے بارے میں اس نے اصرار کے ساتھ کہا کہ گاندھی جی اسے قبول کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ جناح بھی اس سے متفق ہوں۔ اس فارمولا میں تجویز کیا گیا تھا کہ شمال مغرب اور مشرق کے مسلم اکثریت پر مشعل اضلاع میں ہندوستان سے علیحدگی کے سوال پر واسطے بخاری کر لی جائے۔ اگر اکثریت نے ہندوستان سے الگ خود مختار ریاست کے حق میں فیصلہ دے دیا تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اس سے سرحد پر واقع اضلاع کا یہ حق متاثر نہیں ہو گا کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک ریاست میں شامل ہو جائیں" "پاکستان" کی طرح یہ فارمولا مذاکرات کے لئے موقف پر غاصبہ غور و فکر کی دعوت دیتا تھا۔

گاندھی جناح مذاکرات

جناح اہاریہ کی اس زمین دہائی کو ماننے پر تیار نہیں تھے کہ اس فارمولا کو گاندھی جی کی منظوری

حاصل ہے۔ وہ اس بارے میں اپنے پرانے حریف سے براہ راست تحریری فیصلہ دہانی چاہتے تھے۔ آخر کار بحار جولائی ۱۹۴۳ء کو ممبائی نے قائد اعظم کے نام مراسلہ (اصل خط گجراتی میں تھا) میں لکھا:-
براہِ دردم جہاج!

ایک زمانہ وہ تھا جب میں آپ کو قریب دہائی تھا کہ اپنی مادری زبان میں بات چیت کریں۔ آج میں خود یہ جرات کر رہا ہوں کہ آپ کو اسی زبان میں خط لکھوں۔ میں نے نیل سے آپ کو ملاقات کی دعوت دی تھی۔ میں اپنی دہائی سے اب تک آپ کو خط نہیں لکھ سکا لیکن آج میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں آپ کو خط لکھوں۔ آپ جہاں پسند کریں ہماری ملاقات ہو سکتی ہے۔ مجھے اسطرح یا اس ملک کے مسلمانوں کا دشمن نہ سمجھیں۔ میں نہ صرف آپ کا بلکہ پوری دنیا کا دوست اور غلام ہوں۔ براہِ کرم مجھے بچس نہ کیجئے۔
آپ کا غلام

گاندھی

جہاج نے سری نگر سے دواگی کے مسرخ پر جواب میں گاندھی جی کو مطلع کیا "میری سبھی دہائی پر ۲۵ اگست کے وسط میں ہوگی" آپ میرے مکان پر شریف لائیں تو میں بخوشی آپ کا خیر مقدم کروں گا۔ "دار کاہنہ کو گاندھی کے حالیہ اقدامات سے آگاہ کرنے کے لئے میرے نے ایک یادداشت ان میں تقسیم کی۔ جہاں اس بات پر آپ سے باہر ہوا تھا کہ گاندھی بڑی تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہیں اور اس نصف وزارت پڑوسے کے ساتھ شاید ایک اور واقعات کو مذاکرات کرنے پر ہیں گے۔ بعد میں سامراج کا ایڈر اور گاندھی کے ہونے والے قاتل کا کردار ملو اور گاندھی کے آواز اقدام سے بھر پور تھا۔ اس نے بذریعہ کار میرے کو خبردار کیا "ہندو سامراجی اپنے کبابی اور مقدس وطن کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔"

مسلم لیگ کو نسل کا اجلاس ۳۰ جولائی ۱۹۴۳ء کو لاہور میں ہوا جس میں قائد اعظم کی زیر صدارت راجہ پال اہلویہ کے پیش کردہ فارمولا سمیت ملک کی تازہ ترین سیاسی صورتحال نیز گاندھی کے ساتھ مجوزہ ملاقات کے بارے میں تبادلہ خیال کیا گیا۔ وہ اس بات کے لئے تیار تھے کہ اپنے پرانے حریف کے ساتھ ملاقات میں نہ اسے کوئی رعایت دیں گے نہ قبول کریں گے۔ لیگ کو نسل نے ان کی رائے کی حلف حمایت کی قائد اعظم نے مختصر سے اجلاس کے اختتام پر پیش گوئی کی کہ "مستقبلہ ہند پاکستان جلد کر رہا ہے۔"

گاندھی - جہاج مذاکرات کا آغاز ۹ ستمبر کو ہوا۔ گاندھی جی بالآخر ملے پر قائد اعظم کے بلکہ میں پہلے تو ان کا پرچاک خیر مقدم کیا گیا۔ دونوں رہنما سرحد کو پہنچے اور ساڑھے تین گھنٹے تک ٹی اور غیر بات چیت کی۔ ایک خطا و کسل کی حیثیت سے جہاج نے اس طریقہ بات چیت کا عمل دیکھا رکھا۔ گاندھی نے پہلے روز کی بات چیت کے بارے میں ہی آواز کو بتایا کہ "میرے میرے امتحان کے علاوہ کچھ نہیں ہوا۔ اپنے عقل پر خود مجھے حیرت ہے۔ ہر حال وہ خوشگوار بات چیت تھی۔" اس کے بعد انہوں نے سی۔ آر۔ کو ان کے پیش کردہ فارمولا کی بابت جہاج کے عقائد آئینہ دار اور خود ہی آواز کے بارے میں توہین پر مبنی خیالات سے آگاہ کیا "میں گاندھی نے "چکرادہنہ" سے تعبیر کیا۔ جہاج کا کہنا

ہے کہ ”تپ نے ان کا مطالبہ قبول کر لیا ہے اسی طرح میں بھی مان لوں“ میں نے کہا۔ ”میں راجہ جی کے فارمولا کی توثیق کرتا ہوں اور تپ چاہیں تو اسے پاکستان کا نام دے سکتے ہیں۔ اس پر وہ قرار داد لاہور کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔“ گاندھی نے یہ بھی بتایا کہ ”جناح نے مجھ سے کہا ہے۔ اگر میں نے پاکستان مان لیا تو مجھے نیل جانے یا گولیاں کھانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ وہ فوری پاکستان چاہتے ہیں۔ آزادی کے بعد نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم آزادی پاکستان اور ہندوستان کے لئے حاصل کریں گے۔ پہلے آپس میں سمجھوتہ کر لیں پھر حکومت سے کہیں کہ وہ اسے قبول کر لے بلکہ اپنا حل منوانے کے لئے اسے مجبور کریں۔ مسلمان کہتے ہیں کہ ————— ایک مسلمان کی ناسمجھی کرتی ہے اور وہ علیحدگی کی خواہاں ہے۔“

ان کے مابین دوسری ملاقات بھی پہلی کی طرح نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئی۔ گاندھی نے سی۔ آر کو مطلع کیا کہ جناح نے ان کے سامنے حکومت پاکستان کی پوری وکھل تصویر پیش کی۔ ان کے خیال میں وہ ایک مکمل جمہوری حکومت ہو گی۔ ”گاندھی نے گاندھی اعظم کو فوراً یاد دلایا وہ اکثر کہتے رہے ہیں کہ ”جمہوریت ہندوستان کو راس نہیں۔“ لیکن جناح غا اصرار تھا کہ میری وہ رائے مسلمانوں کو جمہوریت کے بارے میں تھی۔ اخباری نمائندے گاندھی اور جناح کا انتظار کر رہے تھے صبح کے سیشن کے بعد جو جی دونوں باہر نکلے ”ریمورڈوں نے پوچھا۔ ”تارے نے کوئی خبر ہے؟“ گاندھی نے جواب دیا ”میرے پاس کچھ نہیں۔ کل آپ لوگوں نے تارے چوں کے بعض تاثرات چنہ لئے تھے۔ میں چاہتا ہوں آپ تارے چوں سے امید کے علاوہ کچھ اور اٹھ نہ کریں۔“ پھر وہ جناح کی طرف پلٹے۔ ”کیا میں ٹھیک کر رہا ہوں؟ کیا آپ نے آج صبح اخبارات دیکھے ہیں؟“ جناح کا جواب تھا۔ ”تپ کیوں غر کرتے ہیں۔“

جناح نے مذاکرات کے بے نتیجہ ہونے کا احساس کر لیا تھا۔ وہ سماتھا کے کھیل کو خوب اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ ۳۰ جنوری کو مد کے پین کے ساتھ انہوں نے گاندھی کو لکھا۔

”بلیئر مسٹر گاندھی!“

جب آپ ۳۰ جنوری کو مذاکرات دوبارہ شروع کرنے کے لئے یہاں آئے تو آپ نے بہت اچھا کیا مجھے یہ بتا دیا کہ آپ کے پاس میرے ۳۰ جنوری والے خط پر توجہ دینے کے لئے وقت نہیں۔ ہم آج آپ کی طرف سے کسی جواب کی وصولی کے بغیر دوبارہ ملے۔ میں اب بھی جواب کا انتظار کر رہا ہوں۔ اس لئے براہ کرم جتنی جلدی ممکن ہو مجھے ان نکات کے بارے میں جن کا میں نے اپنے مذکورہ خطوط میں ذکر کیا ہے اپنے جواب سے مطلع فرمائیے۔

تپ کا قطع

ایم اے جناح

گاندھی نے ۳۰ جنوری کو جواب دیا۔ اپنے اس خط میں انہوں نے پہلی بار لفظ پاکستان وادیں کی علامت کے بغیر لکھا۔ شاید اس کا مقصد دھچکا لگانے یا حسرت اڑانے کے سوا کچھ اور تھا۔ لیکن ہے اس سے جناح کی حوصلہ افزائی ہوئی ہو کہ وہ سماتھا کے ذہن پر مثبت اثر ڈال رہے ہیں۔ بحر حال جناح نے

ای روز فوری طور پر بعد دوپہر ایک ٹریفک پولیس بک پر چاک مراسلہ لکھا۔ جس میں لکھا گیا تھا۔
 "میں بخوبی سمجھتا ہوں کہ دینی عبودیت حکومت تمام پارٹیوں کی لٹا کھجی کرے گی۔ میں ابھی طرح
 سمجھتا ہوں کہ جب وہ کہہ آئے گا تو بعض واقعات رونما ہو سکتے ہیں۔ تمام زیر بحث فارمولا پر عمل
 پختہ طریقے سے منتظم کرنے سے پہلے میں یہ بات دہرانا چاہتا ہوں چونکہ یہ آپ کا فارمولا ہے اس لئے
 آپ کو چاہئے کہ میرے سامنے اس عبودی حکومت کا سرسری خاکہ پیش کریں جو آپ کے زیر غور ہے
 نیز اپنے قصور کا خاکہ بھی۔"

اگلے روز گاندھی نے جو خط لکھا۔ اس کی ابتدا "ڈیر گاندھ اعظم" سے کی گئی۔ اس میں لکھا تھا،
 "میں نے وقتی طور پر راجہ جی فارمولا" کو ایک طرف رکھ دیا ہے اور آپ کی مدد سے اپنا ذہن
 جمیدگی کے ساتھ لاہور کی مشہور قراہ دلو پر مرکوز کر رہا ہوں۔" اس کے بعد انہوں نے واضح کیا کہ
 اس قراہ دلو میں بھائے خود وہ قومی نظریہ کا کوئی حوالہ نہیں دتا جو کہ ہر حال "لین" غیر حقیقی ہے مجھے
 تارکے میں اس کے متوازی کوئی مثال نہیں ملتی کہ مذہب تبدیل کرنے والوں کی کسی جماعت اور ان کی
 اولاد نے آباد اہلاد سے الگ قوم ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ اگر ہندوستان اسلام کی آمد سے پہلے ایک قوم
 تھا تو اس کے فرزندوں کی ایک بڑی تعداد کی تبدیلی مذہب کے باوجود اسے ایک قوم ہی رہتا چاہئے۔"
 اس قصور کی سمجھوتگی میں مسلمان کی پاکستان کو تسلیم کر لینے کے لئے تیارگی صرف ایک دن قائم رہی۔
 اس مسئلہ غیر قصور کی بابت گاندھی کے صحیح احساسات کل کے سامنے آگئے۔ سکھوں پر پہنچنے سے حلق
 جناح کی وقتی توقعات پر اس کے صحیح اثرات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

جناح نے وہ روز بعد جواب میں لکھا۔ "میرا فرض ہے کہ آج آپ پر لاہور رجسٹریشن کی وضاحت
 کر دوں اور آپ کو اسے قبول کر لینے کی ترغیب دوں۔ میں نے غیر مسلم ہندوستان کی خاصی بڑی تعداد
 کو نیز غیر ملکوں کی بڑی جماعت کو اپنا ہمنوا بنا لیا ہے اور اگر آپ کو اپنا ہم خیال بنالوں کیونکہ
 آپ ہندو اڈیا پر بہت زیادہ اثر رکھتے ہیں۔ تو یہ میری بہت بڑی کامیابی ہو گی۔" ہر حال جناح نے
 نوٹ کیا کہ گاندھی کے خط میں اصل وضاحت طلب کرنے کی بجائے زیر بحث موضوع پر طویل بحث کی
 گئی تھی۔ انہوں نے گاندھی کے لئے بہت سی کتابوں کے نام تجویز کئے "ان میں ڈاکٹری - آر -
 ایسکر کی بھی ایک کتاب شامل تھی۔ انہوں نے قراہ دلو لاہور والے فقرے دہرائے ہوئے کہا۔ "ہم
 اس امر کا دعویٰ کرتے اور اس بات کے حاکم ہیں کہ قوم کی ہر تفریق اور امتیاز کی رو سے مسلمان
 اور ہندو وہ بڑی قومیں ہیں۔" آخر میں انہوں نے لکھا۔ "میں الاقوامی قانون کے اصولوں کے مطابق
 ہم ایک الگ قوم ہیں۔ جہاں تک آپ کے آخری حیرانگراں کا تعلق ہے۔ یہ واضح ہے کہ آپ
 ہندوؤں کے سوا کسی اور کی لٹا کھجی نہیں کرتے۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ نہ صرف
 مسلمانوں بلکہ ہندوؤں کی بھی اصل بھلائی ہندوستان کی تقسیم میں مضمر ہے جیسا کہ قراہ دلو لاہور میں
 تجویز کیا گیا ہے۔ یہ خود کرنا آپ کا کام ہے آیا یہ آپ کی بائیس اور ہندو گرام ہے یا نہیں جس پر آپ
 اٹے ہوئے ہیں۔ اور جو ہم سے ہندوستان کی جاتی نیز لوگوں کی تکلیف و مشقت اور دولت و غناری کا
 سب سے بڑا سبب ہے۔ جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے اور جس پر تکلف انہوں نے میں میں کسی سے

بچے نہیں ہوں۔

ذکرات کی ہانسی کا ذمہ دار کون؟

اگلے روز وہ دوبارہ ملے، آہم، بہت زیادہ مٹا مٹکتا انہیں ایک دوسرے کے قریب نہیں لائی۔ کوئی بات ملے نہیں ہو پائی اور کوئی قدر مولان کے مابین وسیع ہوتی ہوئی خلیج کو نہیں پاٹ سکا۔ گاندھی جی نے اپنے "پیارے قائد اعظم" کو لکھا "میں دو قوی نظریے پر مبنی طور کرتا ہوں۔ یہ مجھے اسی طور و ملت پاک لگتا ہے۔ اگر ایک بار یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو ہندوستان کو متحدہ حصوں میں تقسیم کرنے کا مطالبہ کرنے والوں کی کوئی حد نہیں رہے گی جو ہندوستان کی جاتی، رشتہ، مذہب کی چوہدری و دست ملی جنہوں نے سب سے پہلے لٹکا پاکستان متعارف کرایا، اب ہندوستان کے اندر دس علیحدہ "قوموں" کا پرچار کر رہے تھے۔ دست ملی کا آخری پمفلٹ ان کے "آل انڈیا ملی موومنٹ ایڈ کوارٹرز" (۳۶) سرچیکو روڈ (آکسفرڈ) سے ۲۴ مارچ ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا اور دوبارہ ۳ مارچ ۱۹۴۹ء کو منظر عام پر آیا۔ دست ملی کے بے چین مدافع نے ان قوموں کے نام صدیقستان، "نادرستان"، "میدرستان"، "مینستان" اور "ماہستان" وغیرہ تجویز کئے جن سے وہ بالترتیب سی پی، "بھار وادیس"، "ہندوستان"، "راجستان" اور "ہندی" ہندوستان مراد لیتے تھے۔

جناب کو دست ملی یا "پاکستان" کے لئے ان کے جیپ و فلیپ منصوبوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ آہم گاندھی کے علاوہ کانگریس کے بہت سے بڑے ارادے تھے اگر دو قوی نظریے کہاں لیا جائے تو شاید پھر ویسی دس قوموں کا وجود تسلیم کرے گا۔ ۱۹۴۲ء میں عید الفطر ۲۳، ستمبر کو مٹائی گئی اور اس کی مناسبت سے "سری اسی ذکرات" ختم کر دیے گئے۔ میدان کے دن جناب نے گاندھی کو لکھا۔ "آپ کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے میں نے ان دونوں طویل ذکرات کے درمیان یزید و نکبت کے درمیان سے آپ کی رائے بدلنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن بد قسمتی سے ایسا لگتا ہے کہ میں ناکام ہو گیا ہوں۔" گاندھی نے اس تجویز سے اتفاق کیا، پھر بھی انہوں نے جناب سے کہا۔ "آپ مجھ سے جو کچھ چاہتے ہیں واضح الفاظ میں لکھ کر دے دیں، میں اس پر دخل نہ دوں گا۔" جناب نے اسی دن جواب دیا۔

"یہ آپ سے کسی کی تمنا نہ کی کرتے ہوئے دستخطوں کے لئے کہنے کا معاملہ نہیں جب تک آپ خود کو اپنی فائدہ مندی نہ دیں، اور آپ کو اختیار حاصل نہ ہو۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہم ان قبائلی اصولوں پر قائم ہیں جو قرار داد لاہور میں شامل ہیں۔ میں آپ سے ایک بار پھر اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنے پروگرام اور پالیسی کو بدلیں کیونکہ اس پر صبر کا مستقبل دو عوام کی بھائی بھائی کاٹا کرتی ہے کہ آپ حقائق کا سامنا کریں۔"

گاندھی نے اس کے جواب میں جناب کی طرف بہت لمبی دست لگائی، جس سے صاف کے دل میں تبدیلی کا اظہار ہوتا تھا، لیکن جناب نے اگلے ہی روز اس جذبہ غیر سکال کو توہین آمیز انداز میں یہ کہنے ہوئے مسترد کر دیا کہ "آپ نے پہلے قرار داد لاہور کی فہم اور قبائلی اصولوں کو مسترد کر دیا ہے۔ آپ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ مسلمان ہندوستان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ آپ یہ بھی نہیں مانتے کہ

مسلمان موروثی طور پر حق خود ارادیت کے مالک ہیں۔ آپ کو اس سے بھی انکاری نہیں کہ پاکستان شمال مغرب اور شمال مشرقی کے چھ صوبوں اور دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ہمارے درمیان ہونیوالی بحث اور مراسلت سے میں نے محسوس کیا ہے کہ انڈیا کو پاکستان اور بھارت میں تقسیم کرنے کا مسئلہ صرف آپ کی زبان پر ہے۔ آپ کا دل اسے نہیں مانتا۔ پھر میں موقع پر اہانک آپ نے یہ تجویز پیش کر دی کہ "اگر تقسیم ناممکن ہے تو یہ چاروں دو بھائیوں کے درمیان ہونی چاہئے۔" ہر حال آخر الذکر بحث جتانے خود یہ وضاحت کرتے ہوئے حال ہی میں استعمال کیا تھا کہ پاکستان سے کیا مراد ہے۔ جب گاندھی پاکستان کو قبول کرنے پر تیار نظر آ رہے تھے، جناح کی طرف سے ضد کے ساتھ ان کی تجویز کو مسترد کرنے سے ظاہر ہوا کہ وہ کانگریس کے ساتھ کسی ہاتھ بھگوت کے لئے مذاکرات میں حصہ نہیں لینا چاہتے تھے اور گاندھی نے آخری مرحلہ پر تجویز سے جس طرح اپنی پوزیشن بدل "اس سے وہ میں موقع پر بچے گئے۔ اس مرحلہ پر کانگریس - لیگ حکومت کی غیر ضرورت یک کے انتخابی کامیاب حاکم طبقہ اثر سے نکل گئی، جس کا بڑا حصہ ہندو کانگریس اور ہندو راج کے خلاف مسلمانوں کی شکایات کے لئے اس کی درد بھری عوامی اپیلوں پر مبنیہ کرتا تھا۔

جناح نے ہر حال غیر ناممکن، گاندھی کے نئے پاؤں کے لئے اپنا دروازہ قطعی طور پر بند نہیں کیا۔ اس لئے اپنے ۲۵ جنوری کے خطبہ اور مراسلے کے آخر میں انہوں نے دلیل پیش کی۔ "لیکن اب آپ نے ایک نئی تجویز پیش کر دی ہے، جو آپ کی اپنی ہے اور ذاتی حیثیت میں پیش کی گئی ہے، جس پر مزید بحث کرنا مشکل ہے۔ جب تک آپ اسے اپنی ناممکن، حیثیت میں پیش نہ کریں، پھر آپ قرار دار لاہور کے فیاری اصول کیوں تقسیم نہیں کر لیتے تاکہ ہم حیدرآباد کی طرف بڑھ سکیں۔" گاندھی نے جواب میں جتانے سے کہا اکیس جنوری کو ٹھکانے سے پہلے کہاں مرجہ سوچیں جو فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی خاطر سراسر خدمت کے جذبہ کے تحت پیش کی گئی ہے۔"

جناح نے گاندھی کی تمام اپیلوں کو مسترد کر دیا۔ ان میں یہ درخواست بھی شامل تھی کہ انہیں مسلم لیگ کو نسل یا ایک کے عام اجلاس سے خطاب کرنے کا موقع دیا جائے جناح نے صراحتی کے ساتھ اس کی یہ تجویز پیش کی کہ "صورت دکن یا متحدہ کونسل کے اجلاس یا عام اجلاس میں ہونیوالی بحث میں حصہ لینے کا کار ہونا ہے۔ علاوہ انہیں یہ تجویز انتخابی غیر معمولی اور عدم مثال نوعیت کی ہے۔ ہر حال میں آپ کے مفکر کا مکتوب ہوں اور اس بات پر مدد دیتے ہوئے کہ میں آپ کو قائل کرنے اور اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب رہا، حالانکہ مجھے اپنی کامیابی کی بڑی امید تھی۔"

گاندھی نے اپنے ۲۶ جنوری کے آخری خط میں اصرار کے ساتھ کہا۔ "میں اعتراف کرتا ہوں میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ نے اس حقیقت کو سامنے سے انکار کیوں کیا کہ میں نے اپنے ۲۳ مارچ کے خط میں آپ کو ہندوستان پیش کیا نیز راجہ کی طرف سے جو فارمولا پیش کیا گیا، آپ کو وہ سب کچھ دیتا ہے جو قرار دار لاہور میں شامل ہے۔ آپ یہ کہتے رہے کہ میں ہمیں نظریات کو قبول کر لوں جبکہ میں یہ سمجھتا تھا کہ ہندوستان مسئلہ کی بابت ہمارا انداز فکر مختلف ہے، "میں اس طریقہ پر ہے کہ ہم مطالبہ کے اہل کو "جیسا کہ وہ قرار دار لاہور میں موجود ہے، "مان لیں اور باقی ایشیائی کے مطابق

اسے مل کر لیں۔

دہل نے اصرارے کو مطلع کیا کہ ”گاندھی - جناح مذاکرت بڑی دیر سے جاری تھے - آئندہ ترین افواہ یہ ہے کہ ان میں قفل پیدا ہو گیا ہے - گاندھی اپنی سالگرہ کے لئے وارودھا جا رہا ہے تاکہ وہ قند وصول کر سکے جو اس کی البیہ کی یاد میں بیج کیا گیا ہے - بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جناح کے ساتھ بحث کے بارے میں جان وارودھا سے جاری کیا جائے گا۔“ جناح نے پرسوں کو بتایا ”مجھے اصرار سے کہنا پڑا ہے کہ میں گاندھی کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش میں ناکام ہو گیا ہوں۔ اس کے باوجود ہمیں ترجیح ہے کہ لوگ کئی محسوس نہیں کریں گے، ہمیں یقین ہے کہ یہ ہماری کوششوں کا قطعی اختتام ثابت نہیں ہوگا۔“

گاندھی نے ہلا پلاس میں اخباری نمائندوں کی ہماری تعداد سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔
 ”یہ قفل برائے نام ہے - یہ غیر صحیح افواہ ہے اب ہم میں سے ہر ایک کو لوگوں نے مل کر اپنا اپنا نقطہ نظر ان کے سامنے رکھنا چاہئے میرا گذشتہ غین ہفتوں کا تجربہ میرے اس خیال کی تائید کرتا ہے کہ تیسری طاقت کی موجودگی مسئلہ کے حل میں رکاوٹ ہے - جس ذہن پر لٹائی کے پیرے ہوں وہ آزادانہ طور پر کام نہیں کر سکتے پرسوں اور پہلک کے لئے اہم بات یہ ہے کہ وہ ہامنی بازی اور کشیدگی پیدا کرنے سے اجتناب کریں۔“ جب ان سے آئندہ کے منصوبوں کی بابت پوچھا گیا تو سارمانے وعدہ کیا کہ ”میں اپنی اندرونی گواز کے مطابق کام کرنا۔“ اگلے روز نئے کرائسٹل ”بھین کو اندراج دیتے ہوئے انہوں نے یقین ظاہر کیا کہ ”جناح ٹھس ہیں۔“ اہم میرے خیال میں وہ قریب فکر کا نظارہ ہو جاتے ہیں جب وہ یہ بات سوچتے ہیں کہ ہندوستان کی غیر قطری تقسیم مسئلہ لوگوں کے لئے شادی یا عروسی لا کھتی ہے۔“ دہل نے اپنے روزنامہ میں لکھا۔

”دو عظیم پہاڑ ملے ہیں اور ایک بہت ہی مشکل فیز چوبہا برآمد ہوئی ہے۔ یہ ناکہ لیڈر کی محبت سے گاندھی کی شہرت کو لے ڈوبے گی - جناح کا کام آسان تھا - اسے گاندھی سے یہ کہتے رہنا تھا کہ وہ (سارمانا) مسئلہ باتیں کر رہے ہیں - جو کہ درست تھا اور جناح نے اپنی پوزیشن کی کوئی کڑوری ظاہر کئے بغیر کسی طریقہ سے پاکستان کی قریب کئے بغیر قدم بے فیضی سے لگایا - میرا خیال ہے کہ اس سے اپنے پیروکاروں میں تو جناح کا وقار بڑھ جائے گا تاہم مستقل آدمیوں کے نزدیک اس کی شہرت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔“

سولہواں باب — شملہ (۳۵-۳۴)

جناح — دہل اختلافات کی ابتدا

راؤنڈ اکتوبر ۳۴ تک دہل کے لئے یہ بارہ کرنا مشکل ہو گیا کہ جناح اپنی تمام غامضیوں کے باوجود اختلافی ذہن و فطین محض اور دو قوی نظریے کے بارے میں پوری طرح ٹھس ہیں۔ اسے پاکستان کی توجہ اتنی ہمسماں بالکل مل گئے گی کہ دائرہ رائے کو گاندھی کی طرح اس کے بارے میں جناح کے

دلائل کو سنجیدگی سے لیتے ہیں بڑی دقت پیش تھی۔ وہیل نے امرے کے نام ایک خط میں لکھا "صرف ایک مثال لے لیں۔ نکلے کے بغیر شمال مشرق میں اسلامی ریاست بہت پھولی رہ جائے گی۔ لیکن نکلے بڑی حد تک ایک ہندو شہر ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جناح کسی ایسی چیز کی وکالت کر رہے ہیں جس پر انہوں نے پوری طرح غور و خوض نہیں کیا۔" امرے نے چرچل کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے خود شہر ظاہر کیا کہ "یہ پرانی دلائل میں ہاتھ پاؤں مارنے کی جی کو خوش گنتی ہے۔"

سرفرائس سوڈی (ڈپٹی وائس رائل) نے وائسرائے کی اجازت سے ۲۲ نومبر ۱۹۴۳ کو نئی دہلی میں جناح سے ملاقات کی اور انہیں دو دستخطوں اور باتنی "پلیٹ" جناح نے اسے بتایا کہ مسلمان نئے آئین کی تدوین کے لئے کریں کے طریق کار کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ انہوں نے قائد کاغذ کی "جو حکومت کے ذمہ انجام ہونے والی تھی" کوئی خاص مخالفت نہیں کی اور کہا کہ ۱۹۴۰ء کی طرح وہ اب بھی مرکز کی حکومت میں حصہ لیتے پر آمادہ ہیں۔ انہوں نے بعد ازاں مسلمانوں کی مناسب آبادی کی تصدیقات نہیں تائیں تاہم واضح کیا کہ ان کے نزدیک ماسیحا اور کانگریس ایک جیسی ہیں۔ وہ تعاون کرنے پر پوری طرح رضامند ہیں طواہ کانگریس ایسا کرنے سے انکار کرے۔" وہیل نے بجا طور پر شک ظاہر کیا کہ جناح نے سوڈی سے زیادہ حاصل کر لیا ہو گا اور اپنی طرف سے بہت کم دیا ہو گا۔"

جناح نے ۶ دسمبر کو وہیل سے ملاقات کی۔ وائسرائے نے انہیں "بہت زیادہ قریب آنے والا اور دوستی پر آمادہ" پلیٹ۔ جناح نے وائسرائے کو بتایا کہ "ہندوستان کبھی بھی ایک قوم نہیں رہا اور نہ رہ سکا ہے۔ ہندوستان کا اتحاد محض کانگریسوں کا پیدا کردہ ہے اور ایک قومی حکومت کے تحت ہندوستانی کے اتحاد کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ ملٹی نسل نظریے سے یہ بالکل ناممکن ہے۔ گزشتہ ۲۰ سال سے اس کی کوشش کی جا رہی ہے جو بڑی طرح ناکام ہو گئی ہے۔" وائسرائے کا استدلال تھا کہ ملٹی نسل نظریے سے ہندوستان کے اتحاد کو "جو کہ کانگریسی راج کے دوران پیدا کیا گیا ہے" کم از کم سلامتی اور اقتصادی حوالہ کے لئے قائم رکھنا چاہئے۔

دس دسمبر ۱۹۴۳ تک بنگال کا ناگورنر رجسٹری کیس نکلے میں بہت سے ایڈروں کے ساتھ اس موضوع پر بات چیت کرنا تھا کہ پاکستان "ملٹی حقیقت سے زیادہ سیاسی خوش فہمی کا مسئلہ" ہے۔ کسی کو توقع تھی کہ مسز جناح کانگریس سے منسلک کر لیں گے اس سے پیشتر کہ پاکستان "جس پر وہ سہاری کر رہے ہیں" ایک خوفناک شیر کی شکل اختیار کرے۔ اسے چھین تھا کہ بہت سے بنگالی مسلمانوں کو پاکستان کے خیال سے دردناک آسٹریا ہے تاہم اس بارے میں احساس تھا کہ کانگریسوں میں سے کوئی بھی ایسا کر کے اپنے اور جانبداری کا التزام گھرانے کا غلط سول نہیں لے سکتا چنانچہ اس نے وہیل کو اپنا جہاز جانے کی غرض سے لکھا۔ "مجھے یقین ہے کہ اگر مسلمانوں کو یہ احساس دلا دیا جائے کہ عظیم تر نکلے کا پاکستان میں شامل ہونا قطعی ناممکن ہے تو مشرقی پاکستان کے تصور کو ایک زبردست دھچکا لگے گا۔ مشرقی پاکستان کے بارے میں طواہ ناظم الدین کا تصور بڑی حد تک ایک آزاد و خود مختار ریاست کے تصور سے قریب تر تھا جیسا کہ ۱۹۴۷ء کے بعد بلکہ دہلی کا تصور ہوا۔ کسی نے اپنے نوٹ میں مزید

لکھا۔ "ناظم الدین" سرحدوں اور فصل الحق سمیت اکثر بنگالی لیڈروں کے خیال میں مشرقی پاکستان کی بنگالی ریاست ایسی ہوگی جہاں ہندو اور مسلمان فی جمل کر رہیں گے اور کاؤدار حکومت کی ذمہ داری میں آمدنی کے تناسب سے حصہ دار ہونگے۔" وہیل نے جواب دیا۔ "پاکستان یا فرقہ وارانہ شہادت ہو اس سے بچا ہو رہے ہیں، قسیمی سوچ کی راول میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ میں یہ بات نہیں مانتا کہ پاکستان قائم رہ سکے گا۔ اس سے اچھٹیں کے بارے میں اتنے ہی بچے مساکر پیدائیں گے جن سے ہم آج کل رہ چاہے ہیں۔ نیز پاکستان کی ریاست یا ریاضیں اقتصادی لحاظ سے غریب حالت میں ہوں گی۔ اس کے برعکس ایسے تمام جذبات و نظریات کی طرح جن پر اچھی طرح غور نہ کیا گیا ہو، یہ طاقت میں ہونے والے جڑے رہا ہے۔ بعض زیادہ قابل مسلمان شاید اسے ایک سوشل باڈی سمجھتے ہوں، تمام مسلم لیگ کی بغاوتی اکثریت کے لئے اس کا حقیقی امکان ہے اور وہ اس نظریے سے بڑی جذباتی وابستگی رکھتے ہیں۔ ہم اس وقت تک پاکستان کی اطالیہ طاقت سمجھتے ہیں کہ جب تک ہمارے پاس اس کے بدلے میں چیزیں کرنے کے لئے کوئی زیادہ پرکشش چیز نہ ہو۔"

جناب وسط و سمیر تک وہلی میں رہے۔ پھر وہ پہنچ لوٹ گئے، جہاں انہوں نے اپنی ۶۸ ویں سالگرہ سادگی سے منائی اور وہاں سے کراچی چلے گئے۔ ۷۷ دسمبر کو مقامی ایم این صنعت و تجارت نے ان کے اعزاز میں معاشیہ دیا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے انہوں نے مسلم ناظر برادری پر زور دیا کہ وہ انہیں اور نگہ کریں۔ انہوں نے سامعین کو یاد دلایا کہ معاشی پوزیشن کسی قوم کے مضبوط ترین ستونوں میں سے ایک ستون ہوتی ہے۔ پاکستانی طاقتوں میں آپ اس پر نگاہ رکھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ دراصل وہ سندھ کے لگی وزیر اعظم نظام حسین پرانیت اللہ اور مسز بی ایم سید کے باہمی اختلافات ختم کرنے کے لئے وہیں گئے تھے۔ ان اختلافات کے نتیجے میں مسلم لیگی وزارت تقریباً ختم ہونے والی تھی۔ یہ ناگزیر نظریاتی اختلاف سے زیادہ محض انتظامی دسہ کشی کا شاخشاہ تھا۔ تمام وزارتوں پر تقریروں اور ضمنی اختلافات کے لئے امیدواروں کا چیلو کرنے کے لئے جناب کی موجودگی لازمی تھی۔ سندھ کے دورے کے دوران مسلسل ملاقاتوں نے انہیں بری طرح فزعال کر دیا۔ جنوری کے شروع میں پہنچے واپس پہنچتے ہی انہوں نے سندھ کی بہت ایک بیان جاری کیا جس کے آخر میں کہا گیا تھا سب یہ ال سندھ کا فرض ہے کہ وہ ہماری عظیم کو اتحاد، تعاون اور معزز طریقے سے تعمیر کریں۔ وسط جنوری میں وہ احمد آباد گئے جہاں گجرات مسلم انجیریشنل کانفرنس کے اجلاس سے خطاب کیا۔ اس میں شمال مغربی ہندوستان کے ہزاروں علماء شریک ہوئے۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے علماء کو بتایا کہ "مجھے عاموں کی بنیادی (موجب رحمت) کا جانا تھا اور لوگ مجھ سے دور بھاگتے تھے۔ تمام میں نے زندگی اپنی جگہ بٹائی اور میں ہمارے اور ہند کے پھر جب جب کا کاؤدار کیا۔ اور سوود تھال کو بدل ڈالا۔ مسلم لیگ کے حق میں وہاں پہنچ گئے۔ صدر مسلم لیگ کی حیثیت سے مجھے بہت سے فرائض انجام دینے ہوتے ہیں اور شاید ہی کوئی دن ایسا گزرے ہے جب مجھے رحمت ہمارے گھل نہ کرنے پڑیں۔ ہم ایک ایسے مرحلے پر پہنچ گئے ہیں جہاں ہمیں ایک قسیمی اسکیم کے لئے اپنے عوام کی طلبی، معاشی اور

مائی بھود کے لئے اپنی قوتوں کی راہ نمائی کرنی اور ان سے کام لینا ہے۔" اسی دن ایک نیا اسکول کھولا گیا۔ اس موقع پر انہوں نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ "تعلیم ہماری قوم کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔"

بندوستان کے بہترین موسم میں بھی ایک ماہ کے دودھ کے پامٹ وہ بے جان 'غرض حال اور اسٹے کزور ہو گئے کہ فروری کے آخر میں دہلی میں ہونے والے مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں شرکت کے قابل نہ رہے۔ مجبوراً انہوں نے فروری و مارچ کے دوران اپنی تمام مصروفیات منسوخ کر دیں۔ جن میں دہلی کے ساتھ ملاقات بھی شامل تھی۔ یہ عرصہ انہوں نے لاہور بارہل پر اس طرح گزارا کہ نہ کسی کو ملاقات کا وقت دیا نہ ہی ٹیلیفون ملا۔ واقفانے کو بتایا گیا کہ "میں ذات الجلب کا عارضہ لاحق ہے اور کچھ عرصہ بستری پر رہنا پڑے گا۔" مارچ کے آخر تک وہ انتہائی فقہر خطوط لکھوانے لگے۔ جیسا کہ یہ خط ہے "میں الفوس کے ساتھ آپ کو مطلع کر رہا ہوں کہ کچھ عرصہ کے لئے یہ بالکل ممکن نہیں کہ میں کسی عوامی مصروفیت میں حصہ لے سکوں کیونکہ مجھے عمل آرام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ بیماری کا یہ حملہ میرے لئے ایک سنگین تنبیہ ہے اور ڈاکٹر کا مشورہ یہ ہے کہ میں عمل آرام کرنے کی ہدایت پر پوری طرح عمل کروں۔"

ڈیپائی — لیاقت فارمولا

جنوری ۱۹۴۵ء میں گاندھی پر بھی بیماری کا حملہ ہوا۔ ان دنوں مردہودہ شخصیات کے بڑے پشت کاگرش اور لیگ کے لیڈران پندروں میں ایک نیا سیاسی فارمولا وضع کرنے کی امید اٹھائیاں لینے لگی۔ مرکزی اسمبلی میں کانگرش کے جہاں دیدہ لیڈر بھولا بھائی ڈیپائی اور نوابزادہ لیاقت علی خان جیسا کہ قیاس کیا جا گا ہے "مرکز میں بھوری حکومت کی ہدایت فارمولا پر متفق ہو گئے۔ جس کی رو سے طے پایا کہ کانگرش اور لیگ کو کابینہ میں ۴۰-۴۰ فیصد نمائندگی حاصل ہوگی۔ جبکہ باقی باقیہ ۲۰ فیصد ہدایت میں سکھ اور اہموت حصہ دار ہو گئے۔ واقفانے اور کانڈر انچیف بدستور انگریز رہیں گے۔ ڈیپائی نے دہلی اور اس کے سیکری سربراہوں بشکریہ کو یقین دلایا کہ جناح اور گاندھی نے اس فارمولے کی منظوری دے دی ہے۔ تاہم یہ بات اب تک واضح نہیں ہو سکی کہ آیا لیاقت علی خان نے اس فارمولے کی ہدایت واقعی جناح کے ساتھ کبھی ہدایت چیت کی تھی یا نہیں۔

برطانوی کی وار کابینہ نے ڈیپائی "لیاقت فارمولا کو "غاسا اہم اور فرسودہ دلائل کا منہ بند کرنے والا" قرار دیا۔ دہلی کو غم دیا گیا کہ وہ خود کو کسی نئے سیاسی فارمولا سے وابستہ نہ کرے جب تک اس کی طاقت اور ہدایت کی قضا طریقے سے آزمائش نہ ہو جائے۔ دہلی کو لندن طلب کیا گیا تاکہ کابینہ کے ساتھ براہ راست صلاح مشورہ کر سکے۔ جناح سے یہ بیان منسوب کیا گیا کہ "مجھے ڈیپائی انکیم کے بارے میں کچھ علم نہیں۔" حقیقت یہ ہے کہ جنوری کے آخر میں ہی جناح نے بھوری ایڈیٹر پرس

کو مطلع کر دیا تھا کہ ”میرے نام کو ان مذاکرات کے ساتھ جوڑنا سراسر بے بنیاد ہے جو شاید نواب زادہ“ لیاقت علی خان اور مسٹر بھولا بھائی ڈیپائی مکے مابین ہوئے ہوں۔“ اس کے باوجود ڈیپائی اُسی طور پر اصرار کے ساتھ کہتے رہے کہ اگر حکومت میری انتہیم کو مان لے تو میں جیل کی منظوری کی ضمانت دیتے کو چار ہوں۔ وہ اس موقع پر ایک گہرائی ضرب الشکل بھی مارتے تھے جس کا معلوم یہ تھا کہ ”جیل شاید خدا کو دیکھ کر ناک برسوں چڑھائیں تاہم اسے کھالیں گے۔“

انتظامیہ کی نااہلی

ایک طرف دیول“ دیکرے اور کاہنہ پائری بھانے میں مصروف تھی“ دوسری طرف بنگال اور ہندوستان قحط“ بنگال اور نوکر شہی کی نااہلیت کے باقوں طرح طرح کے اقدام و مصائب کا شکار ہو رہا تھا۔ گورنر کیمس نے اپنے یکم مارچ ۱۸۵۷ء کے مراسلہ میں برطانوی انتظامیہ کی نرس ناہی کا ذکر کرتے ہوئے واضح الفاظ میں لکھا۔ ”بنگال میں کم از کم دو سو سالہ انگریزی رواج کے بعد بھی ہم کسی میدان میں کسی نمایاں کامیابی کی نشاندہی نہیں کر سکتے۔ انگریز انتظامیہ کو اس پالیسی کے تحت چلایا گیا کہ ساری اوقات سے ممکنہ حد تک کم سے کم خرچ کیا جائے۔ ٹیکس بہت کم لگائے جائیں اور ترقیاتی مقاصد کے لئے قرضوں کی رقم خرچ نہ کی جائیں۔“ یہ ایک نااہلی پالیسی ثابت ہوئی جس کے تحت بنگال کے دساک اور قوانین کو ترقی نہیں ملی۔ سرخ فیتے کے کٹا گھوٹنے والے نظام نے ساری انتہیم کو تہمت کر دیا ہے اور خدمت گاروں کے زخموں میں (جن سے بے منصوبوں کی توقع تھی) باجوسی اور اپنے دہونی کی خود تردید کرنے کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔“

بنگال اور سرحد میں حکومتوں کا خاتمہ

کبھی کی تہذیب میں کارفرما فوری اقدام کے مطالبہ اور سخت و دانائی کے باوجود کچھ نہیں کیا گیا۔ دیول نے اس کے علاوہ جواب تک نہیں دیا۔ مارچ کے اختتام سے پہلے خزانہ ناظم الدین کی وزارت اتحاد کا دور کو ختمی۔ پچیس دھند ۱۸۵۷ء کے تحت صوبہ کا انتظام بھی نے خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ مارچ کے دسواں میں سرحد میں لورڈ کلرپ خان کی وزارت بھی عدم اتحاد کا شکار ہو گئی۔ گورنر سر ہارن کسٹن نے کانگریسی لیڈر ڈاکٹر خان صاحب کو دعوت دی کہ وہ حکومت تشکیل دیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مرحلے پر ڈاکٹر خان صاحب کو گاندھی جی کا ایک ”سرپرست“ لٹاف موصول ہوا جس میں انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ وہ گورنر کی دعوت قبول کر لیں۔ اس طرح ۱۸۵۷ء میں وزارتوں کے مستحکم ہونے کے پانچ سال بعد پہلی بار کانگریس اس قابل ہو گئی کہ پشاور میں صوبائی حکومت بنا سکے۔ کانگریس کی اس کامیابی نے جیلز کو آگ لگا دیا۔ تاہم جیلانی کزوری کے باعث وہ سرحد کا سطر کرنے کے قابل نہ

تھے۔ اگرچہ انہیں مکی میں پہلے دعوت دی گئی تھی کہ وہ چٹاورد اگر ٹیک کی صفوں میں پائے جانے والے اشتکات غم کرائیں۔ جیسا کہ انہوں نے سندھ میں کیا تھا۔ انہوں نے ٹیک کے صوبائی صدر تاج علی کو دسمبر ۱۹۳۲ء میں ہی لکھ بھجا تھا۔ ”اپنے صوبہ کے معاملات کو درست رکھنا آپ کی اپنی ذمہ داری ہے۔ مدد دینے اور رابطہ قائم کرنے میں مرکز اپنی سی کوشش کر رہا ہے۔ تاہم اس کی جڑ خود صوبہ میں ہے۔ اس لئے آپ سب کا فرض ہے کہ مسلم لیگ کے نصب العین کے لئے بے لوث کام کریں اور کھوار لوگوں کے بائین یک جہتی پیدا کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں میں عمل اخلاقی و پاکیزگی پیدا کرنے کی ضرورت بھی ہے۔“ بلاشبہ یہ سمجھیں بڑی مفید تھیں، تاہم ان خطرات کو نہ بال نہیں ہو سرحد کابینہ کو روکنا تھا۔ جناح نے ۲۳ مارچ کو ”پاکستان ڈے“ کے موقع پر ایک اخباری پیغام میں کہا ”کانگریسی مسلمانوں نے داروہا سے موصول غم کے تحت جملہ بنیادی اصولوں کو پس پشت ڈال کر وزارتیں منصب سنبھال لئے ہیں۔ یہ باور کرنا ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان جس میں ذرا سی خود داری اور وقار کی دھن باقی ہو، مسلم اکثریت کے صوبہ میں ایسی وزارت کو برداشت کر سکتا ہے جو مسٹر گاندھی یا کانگریس سے انتظام لیتی ہے اور اس کے زیر کنٹرول ہے جو مسلمانوں کی جملہ اسٹیکوں اور مطالبات کا ادنیٰ دھن ہے۔“ جناح کے اس پیغام میں اپنی بنیادی سے حلقہ اشارات اور ”سازشی قوتوں“ نیز پوشیدہ ہوا قوا سے فخر پار کرنے والی جہد بھی شامل تھی۔ ان سب پر مسلمانوں کے اعتماد اور اظہار پر مکمل انحصار کے درپے قیام پایا جاسکتا تھا۔ پیغام کے آخر میں کہا گیا تھا۔

”ہمیں اپنے ارد گرد مصروف کار طاقتوں کو دیکھ رہا ہوں، ہمارے دشمن پوری طرح سرگرم عمل ہیں۔ ہمیں بھی جرات کے ساتھ کسی خوف و ہراس کے بغیر آگے بڑھنا چاہئے۔ میری انگلی مسلم بعدوستان کی نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کوئی نازک لمحہ آیا تو اس کو دوسرا مسلمان جہد وادہ کی شکل میں حل کرے گا۔ اگر برسرِ اقتدار گروہ نے ہمیں دبانے، نظر انداز کرنے یا پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی تو مسلمان کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ پاکستان اب ہماری گرفت میں ہے۔ انشاء اللہ ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔“

دوبلے نے ۲۰ مارچ کو دہلی سے ہوا کی اور تین دن بعد لندن پہنچا۔ امرے نے تجویز کیا تھا کہ واقفانے کو خوش آمدید کہنے کے لئے ایک جمہوری سی پارٹی دی جائے، تاہم چرچا ملنے پر ہی ٹری سے جواب دیا۔ ”بہتر ہوگا کہ اس کے ساتھ میری طاقت سراسر سرکاری نوعیت کی ہو۔“ انہی کی سربراہی میں کام کرنے والی دار کابینہ کی انڈیا کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے وہاں نے استدعا کی کہ اسے اپنی انتظامی کونسل بعدوستان کی سیاسی قیادت میں سے چنے کا اختیار دیا جائے تاکہ ایمانہ کرنے کی ضرورت میں سیاسی و انتظامی طور پر صورتحال غراب سے غراب تر نہ ہوتی جائے گی۔ اس نے کابینہ کو بتایا کہ شہ سال گاندھی جیسا تیار ہے جو بعض دہروں کے مطابق بشکل چند صحت تک مسلسل سوچ سکتا ہے۔ مسلم لیگ پر جناح کے کنٹرول کی بات اس کی دماغ یہ تھی کہ اب پہلے سے زیادہ غیر یقینی ہوا جا رہا ہے، اس نے صوبہ سرحد میں لگی وزارت کے چاتمہ نیز سندھ، بہار اور پنجاب میں ٹیک کے باہمی

عزیمات کا بطور خاص ذکر کیا۔ اور کابینہ کو آگاہ کیا کہ ”جناح پوری طرح چوکس اور مستعد نہیں، اگرچہ اس کا دماغ اب بھی پہلے کی طرح فعال ہے۔ چونکہ ضو ابھی نپل میں ہے اس لئے اس کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ اس کا دماغ کیسے کام کرتا ہے۔ میرا خیال ہے وہ ابھی تک تیر مڑاتی پر قائم ہے۔ کانگریس کے بائیس رکن پر اب بھی اس کی مضبوط گرفت ہے۔ تاہم صنعت کاروں پر نہیں جن سے کانگریس کو ملے امداد ملتی ہے۔“

اس سے پہلے کہ کابینہ وکیل اور ہندوستان کے محقق کوئی فیصلہ کرتی یورپ میں جنگ ختم ہو گئی اور جرجل حکومت نے اسٹیفنی دے دیا۔ وکیل نے اپنے روزنامہ میں نوٹ کیا۔ ”وہ جان بوجھ سڑک کے لئے عجیب طرح کے باندا ہیں۔“ بحر حال وکیل کو اہوازت مل گئی کہ وہ ہندوستانی لیڈروں کی کانفرنس بلائے جو نئی انتظامی کونسل کی تشکیل میں مدد دے سکے۔ وہ کونسل بڑی بڑی قوموں کی نمائندہ ہو اور اس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی نمائندگی برابر برابر ہونی چاہئے۔ وکیل نے جون ۱۹۴۷ء کو وائیس رولی آیا اور اس نے اپنی کابینہ کو متوقع تبدیلیوں سے مطلع کیا۔ کونسل کے قریب سارے ہندوستانی ممبروں نے زور دیا کہ وہ فوری طور پر ہندوستان کو مکمل درجہ کو آبادیات دینے کا اعلان کرے، تاہم ایسا کرنا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔

۳۱ جون کو اپنی شہری تقریر میں دائرہ رائے نے اعلان کیا: ”یہ آئینی سمجھوتہ حاصل یا سلا کرنے کی کوشش نہیں ہے۔ ہر یکھن کی حکومت کو توقع تھی کہ ہندوستانی پارٹیوں کے قانونی فرقہ وارانہ مسئلہ پر انہیں میں کوئی سمجھوتہ کر لیں گے جو کہ ہمارے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لیکن وہ امید پوری نہیں ہوئی۔“ کانگریس ورکنگ کمیٹی کے جملہ ممبران کو نپل سے رہا کر دیا گیا۔ مجوزہ کانفرنس سے متعلق ایک اخباری بیان میں گاندھی جی نے ”کاسٹ ہندو“ (Caste Hindu) کی اصطلاح کو ”بارمان“ ظاہر اور ہندو ازم کے جدید روحان کے خلاف ”قرار دیا۔ جناح کا ابتدائی رد عمل ”واں“ کے اس تبصرہ میں سامنے آیا کہ ”ہر ایک کسی ایسی انتظامی کونسل میں شامل نہیں ہو سکتی جس میں غیر ملکی مسلمانوں کو شامل کیا گیا ہو۔“

شملہ کانفرنس

وکیل نے جناح سے ملنے شملہ کے سیل ہوٹل میں ایک کمرہ مخصوص کرا دیا۔ اور انہیں ۲۲ جون کی شام کو دائرہ ریل راج میں نفی طاقت کی دعوت دی جبکہ کانفرنس ۲۵ جون کی صبح کو شروع ہونے والی تھی۔ جناح نے دعوت قبول کر لی تاہم تجویز کیا کہ کانفرنس دو ہفتے کے لئے پتھری کر دی جائے تاکہ نفی طاقت میں دائرہ رائے کی طرف سے انہیں جن ”دعاستوں“ کے لئے کی توقع ہے ان پر اپنی رنگ کمیٹی سے ملوہ کر سکیں۔ وکیل نے اپنے ذرا کرت کرنے سے انکار کر دیا اور شیڈول کے مطابق کانفرنس کے انعقاد پر اصرار کیا۔

وسطا جون میں وکیل نے اپنے روزنامہ میں نوٹ کیا ”گاندھی اور جناح لوجا کی انتظامی حکمت

مروج بہترین ٹھکانوں کے سے طرز عمل کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اور آخر کار کہ اپنے ناموں کو مجھے موصول ہونے سے پہلے ہی پریس میں شائع کرا رہے ہیں۔ گاندھی کم از کم اتنی موت سے کام لیتے ہیں کہ ایسے ناموں کو اجازت ملے کہ شائع کرائے ہیں۔ اب دانشرائے نے تسلیم کرنا شروع کیا کہ سمجھوتہ کے بارے میں اس کی سادہ سی حقائق اتنی حقیقت پسندانہ نہیں ہیں جتنا کہ اس نے برطانوی کابینہ کو یقین دہانی کرائی تھی۔ ۲۴ جون کو دہلی نے گچ سے پہلے صدر کانگریس مولانا ابوالکلام آزاد سے اور گچ کے بعد گاندھی سے ملاقات کی۔ مذاقہ کے ساتھ اس کی بات چیت کا یہ پہلا موقع تھا۔ گاندھی کسی قدر کھوئے ہوئے (ہائیکو داغ) لگ رہے تھے۔ انہوں نے جھنگ میں گول مول باتوں سے کام لیا۔ ناممجموعی طور پر تہاڑی پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ ہوشی گاندھی جی دانشرائے لاج سے نکلے۔ جناح دہلی پہنچ گئے۔ انہوں نے دانشرائے کے ساتھ اڑبھٹ محلہ گزارا۔ دہلی نے انہیں "گاندھی سے زیادہ کھرا اور راست باز" نام ان کے طور طریقے بہت زیادہ ناگوار محسوس ہوئے۔

لارڈ دہلی نے شملہ کانفرنس کا باضابطہ افتتاح ۲۵ جون کو ۱۹۴۰ء پہلے نکل از دوپہر کیا۔ ہندوستان کے سرکار ۲۴ سیاسی رہنما دانشرائے لاج کے ہال دوم میں جمع ہوئے۔ مولانا آزاد نے کانگریس کی نمائندگی کرتے ہوئے اس کے غیر فرقہ وارانہ کردار پر اظہار خیال کیا۔ اس کے بعد جناح نے ایک کی طرف سے تقریر کرتے ہوئے مولانا آزاد کے نکتہ کو ذمہ بحث تہاڑی سے غیر متعلق قرار دیا اور دانشرائے سے درخواست کی کہ وہ خود صرف ان تہاڑی کے بارے میں خطاب کریں۔ دہلی نے انہیں اس کو منسلک کیا کہ "کانگریس کی نوعیت کے متعلق میں نے واضح کیا کہ تہاڑی میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی بنا پر اسے فرقہ وارانہ عقیم قرار دیا جاسکے۔ یہاں جناح سے نہ دہا گیا اور وہ گچ میں ہل پڑے کہ کانگریس صرف ہندوؤں کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس مضامین پر ڈاکٹر خان صاحب نے شدید اعتراض کیا۔ میں نے کہا کہ کانگریس اپنے ممبران کی نمائندگی کرتی ہے۔ کانگریس اور جناح دونوں نے یہی بات سے اتفاق کیا۔ جناح نے پہلا بیٹن ختم ہونے سے پہلے ایک بار ہونے کی اجازت مانگی اور اس بات پر اصرار کیا کہ ایک کسی ایسے دستور کو منظور نہیں کرے گی جو پاکستان کے بنیادی اصول پر مبنی نہ ہو۔ انہوں نے مزید کہا ایک تھانوں کے لئے پاکستان کو قبول کرنے کی پہلی شرط مان کر کہتی تھی "نامم وہ دانشرائے کے غلطوں پر اکتفا اور اس یقین کی بدولت کانفرنس میں شریک ہونے پر آمادہ ہے کہ برطانوی حکومت اور تمام ہندوستان کے ساتھ واقعی شعفاط سلوک کرنا چاہتے ہیں۔" دہلی نے اس رات بذی راست محسوس کی اور سمجھا کہ کانفرنس کا نواز بہت اچھا ہے۔

۲۶ جون کو کانفرنس پھر شروع ہوئی۔ دانشرائے نے تمام پارٹی لیڈروں سے کہا کہ جی کونسل کے لئے امیدواروں کے ناموں کی فہرست پیش کریں۔ مولانا آزاد فوراً رضامند ہو گئے جبکہ جناح نے اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ اپنی ورکنگ کمیٹی سے مشورہ کے بغیر کوئی فہرست پیش نہیں کر سکتے۔ اس طرح کانفرنس ۲۷ جولائی تک بہتری نہ ہوئی۔

دہلی نے ۸ جولائی کی شام کو اڑبھٹ محلہ تک جناح کے ساتھ بحث کی جس نے دہلی کے بغل

میں وہیں لاکڑا کیا جہاں سے ابتدا ہوئی تھی۔ ”وہ بظاہر انتہائی اوصافی کھپڑ کی حالت میں تھا اس نے ایک سے زیادہ بار مجھے بتایا کہ اس سے آگے اس کا بس نہیں چلتا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں لیگ کو تیار نہ کروں۔ بظاہر وہ جی حقائق میں پھنسا ہوا ہے، جو زیادہ تر اس کی ہٹ دھرمی اور انتہا پسندی کی پیدا کردہ ہیں۔ وہ ڈرتا ہے کہ اسے کانفرنس کی ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔ اس کے باوجود وہ تمام مسلمانوں کی نمائندگی کے دعویٰ سے خرمو پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں۔“ واقسرانے نے ایمرے کو رپورٹ دی۔ طاقت کے اختتام پر جناح نے دیول کو مسلم لیگ کے امیدواروں کی فہرست دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ واقسرانے اس سلسلے میں انہیں ایک خط بھیجیں جس میں واضح طور پر بتایا جائے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اگلے دن مراسلہ موصول ہو گیا اور ۹ جولائی کو مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے اس پر غور کیا۔ خط میں کہا گیا تھا۔

”مجھے آپ کی حقائق کا مکمل احساس ہے، تاہم افسوس سے کہنا پڑتا ہے میں آپ کو یہ حقائق نہیں دے سکتا کہ لیونہ کونسل کے جملہ مسلم ممبران لازماً مسلم لیگ سے ہونگے۔ میں ایک ایسی کونسل کی تشکیل کے لئے کوشاں ہوں جو سب کی فائدہ، باصلاحیت، اور عام طور پر قابل قبول ہو۔ اگر آپ مجھے نام دے دیں تو اس سے جی مدد ملے گی۔ میں نے آخر نام مانگے ہیں۔ تاہم ان میں پانچ حقیقی قبول کر لئے جائیں گے۔ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ختم ہونے پر جناح نے اسی دن خواب میں کہا۔ ”کمیٹی نے معاملے کا جی اعتبار سے جائزہ لینے کے بعد مجھے یہ کہنے کا اختیار دیا ہے کہ میں نے جوئے افسوس کے ساتھ دیکھا ہے کہ آپ یہ ضمانت نہیں دے سکتے کہ لیونہ انتظامی کونسل کے مسلم ممبران کا انتخاب مسلم لیگ میں سے کیا جائے گا۔ کمیٹی اسے اپنے بنیادی اصولوں میں سے ایک سمجھتی ہے۔ اندر میں حالات مجھے افسوس ہے میں اس پر زنجیر میں نہیں کہ آپ کو نام بھیج سکوں۔“ ہمارے لئے اپنے بنیادی اصولوں سے انحراف کرنا ممکن نہیں۔“

کانفرنس کی ناکامی کا ذمہ دار کون؟

واقسرانے بھی اپنی اس بات پر ڈا رہا کہ وہ اس اصول کو نہیں مانتا اور اسی بات ایمرے کو بذریعہ نام لیونہ کونسل کے لئے اپنی طرف سے تجویز کردہ ناموں سے آگاہ کر دیا۔ ان میں سے چار ”اموات علی جان، طلیق الزمان، ناظم الدین اور اسحاق سینہ“ کا تعلق مسلم لیگ سے تھا اور پانچویں (سر محمد نواز خان) ایک پنجابی جاگیردار تھے۔ ہندوؤں میں سے شویشیل، راجندر، پٹاؤ، ڈاکٹر ایم ایس ایس اور سر بی این راتو کے نام تجویز کئے گئے۔ باسٹ مارا گل کو عسکوں کی اور ڈاکٹر امید کریم زخمی سہائی پانی کو ایجوکیشن کو نمائندگی کرنی تھی۔ مدد اس ہندو زخمی کے ڈاکٹر جان حیدر علی زہرہ میں صوبہ کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے) کو ایجن کر بھیج کی نمائندگی کے لئے چنا گیا۔ یوں واقسرانے اور کانڈر ایجنٹ کو مارکر کونسل کی مجموعی تعداد سولہ تک پہنچی تھی۔“

برطانوی کابینہ نے عد سے زیادہ احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بات پر اصرار کیا کہ دہل دہل پہلے
 جناح سے ملاقات کرے اور اسے ان ناموں سے آگاہ کرے جو وہ تجویز کرنا چاہتا ہے اور جناح کو اس
 بات پر تعلق کرنے کی کوشش کرے کہ وہ ان ناموں کو اپنی پارٹی کی تیار کردہ فہرست کے طور پر قبول
 کرے۔ ایک اچھے سپاہی کی طرح حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دہل نے ۱۱ جولائی کو جناح سے ملاقات کی
 اور انہیں اپنے موقف میں چبک پیدا کرنے کی ترغیب دی۔ ۱۳ انہوں نے ان ناموں پر اس وقت تک غور
 کرنے سے انکار کر دیا جب تک انہیں تمام مسلم ممبروں کے انتخاب کا کلی اختیار نہ دیا جائے نیز اس
 بات کی ضمانت دینے سے سہرت ہائی کہ کوئی ایسا فیصلہ جس کی مخالفت کوئٹہ کے مسلم ممبروں کریں
 صرف وہ تثنائی اکثریت کی رضامندی سے منظور کیا جاسکے گا۔ حقیقت میں یہ ایک قسم کا فرقہ وارانہ دینہ
 تھا۔ میں نے کہا کہ یہ شرائط سراسر ناقابل قبول ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ملاقات ختم ہو گئی۔ ”دہل نے
 اپنی دائری میں دیکھا دیکھا اصرارے ایک ٹھنڈے بعد گاڑھی جی سے ملا اور انہیں کانفرنس میں پیدا ہونے
 والے غلطی سے آگاہ کیا۔ گاڑھی نے وہ افسوسناک خبر پڑے سکون سے سنی اور کہا کہ ”حکومت برطانیہ
 کو جلد یا بدیر یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ وہ بعد نقطہ نظر کو قبول کرتی ہے یا مسلمانوں کے موقف کو کیونکہ
 دونوں میں طاقت کا کوئی تسکین نہیں۔“

شمل کانفرنس کی قطعی ہدای نے فرقہ وارانہ بداندی کی عینگی کو ”جو کہ ہندوستان کا کلیدی سیاسی
 مسئلہ تھا مزید گہرا کر دیا۔ بحث سے انگریز حکام کو توقع تھی کہ اس ہدای سے لیگ پر جناح کی گرفت
 کمزور پڑ جائے گی۔ اس کے برعکس ان کی مدداری حیثیت مزید مضبوط ہو گئی کیونکہ پاکستان کے مطالبہ کو
 ملک بھر کے مسلمانوں میں پہلے سے زیادہ پذیرائی حاصل ہونے لگی۔ دہر جولائی کو کانفرنس کے اختتامی
 سیشن میں کو جناح نے اعلان کیا کہ ”پاکستان اور حصہ ہندوستان ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔
 اور یہ کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کا پختہ عزم کر لیا ہے۔“

صورتحال سے آگاہ ہونے دہل نے اپنی دائری میں لکھا۔ ”پارٹیوں کے مابین ہمزہ انعام و خضم
 پیدا کرنے کی حدود کو کشیمیں تمام ہو چکی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اختلافات کی علیحدگی سختی و سنج
 ہے۔ تیا میں نے ایسی کوشش کر کے زیادہ کیا ہے یا براہ اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔ جناح نے
 مسائل کو غیر بحث نہ لاکر چوڑ توڑ کی بحث چلی غلطی کی ہے۔“ قائد اعظم کے حلقہ دہل کی قطعی
 رائے یہ تھی کہ ”وہ ملک نظر اور بہت دھرم ہیں۔ انہیں زیادہ تر کانگریس سے خوف اور بداندی کے
 تحریک دی ہے۔ آجی لکھا سے وہ دوسری پارٹی کے ساتھ دوستانہ تعلون کرنے کے قابل نہیں۔“

انگریز نے چلی ہوئیادری کے ساتھ دہل کو یاد دلایا کہ شمل کانفرنس کی بدولت ”کانگریس
 لیڈروں کو ایک مرتبہ ہر اس حقیقت کا احساس ہو گیا ہے کہ ان کی تھناؤں کی راہ میں دراصل مسلم
 لیگ حاکم ہے“ میں یا آپ حاکم نہیں ہیں۔ اب انہیں لازماً یا تو چپ چاپ پاکستان قبول کرنا ہو گا یا
 سچا چسے گا کہ وہ کسی نہ کسی طرح جناح کے مقابلہ میں مسلمانوں کی حمایت حاصل کریں اور یہ کہ
 محض فرائضی ہے اثر کانگریس مسلمانوں سے کام نہیں چلے گا۔“ نیکرزی اف ٹیٹ نے اس سال سردیوں

میں انتخابات کرانے کی تجویز پیش کی لہجہ دہوئی سے کہا کہ "اس سے بلاشبہ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم صوبوں میں جناح سہادی مجلسیں جیت لیں گے۔ اگر واقعی وہ ایسا کر گذرتے ہیں تو بھران کے اس مطالبہ کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا کہ سارے مسلم بھران لیگ سے ہونے چاہئیں۔" اصرار نے طو بھی مل لی میں انتخاب لڑا اور شکست کھائی تھی۔ جنگ کے بعد لیبر پارٹی کو جو غیر معمولی فتح حاصل ہوئی اس کے نتیجہ میں اٹلی اور اس کی جماعت برسر اقتدار آگئی۔ جب دانشور نے کو پچھا کہ دانش ہال میں اس کا نیا پاس لارڈ چٹھک لارنس کو لٹایا گیا ہے تو اس کا ابتدائی رد عمل یہ تھا "مکمل ہے اس نے پرانی طرز کے خیالات کا انگریزوں کے ساتھ تعلقات کے نتیجہ میں اندھ کئے ہوں۔" برہما اگست ۱۹۴۵ء کی ہر تاریخ کو بیرونیما پر انٹیم بم کے ہولناک دھماکے سے ایک ایسے دور کا آغاز ہوا جس نے تاریخ کی رفتار بہت تیز کردی۔ غریب دوسری جنگ عظیم ایک ہفتہ کے اندر اندر ختم ہو گئی اور برطانوی راج کو پورا دکھائی کی فرسودہ گرفت سے آزادی مل گئی۔

سترہواں باب --- کوئٹہ اور پشاور (۱۹۴۶-۱۹۴۷ء)

شلہ کانفرنس کی قطعی ناکامی کے بعد نئی دہلی میں گورنروں کا اجلاس ہوا تاکہ راج اور دانش ہال کو ان کے الگ سیاسی اقدام کا فیصلہ کرنے میں مدد دی جاسکے۔ صوبوں کے انتخابات پر زیادہ تر اتفاق رائے پایا گیا، تمام پنجاب کے گورنر کانفرنسی نے شدید مخالفت کرتے ہوئے دہوئی کیا کہ جب تک پاکستان کے وسائل میں پوشیدہ خامیوں کو اجاگر کرنے کے لئے ایک اقتصادی منصوبہ بندی کانفرنس نہ جانی جائے، ایسے انتخابات بے معنی ہوں گے۔ اس نے خود دے کر یہ بات کی کہ اگر مسلم لیگ کو پاکستان کی قائم خیالات سے نکالا نہ گیا تو پنجاب میں خانہ جنگی کا زبردست خطرہ ہے اور مرکز میں فوری انتخابات سے مسلم لیگ کی پوزیشن مضبوط ہونے کا امکان ہے۔ کانفرنسی کو خوف تھا کہ پنجاب کے مسلمان محض ایک "مذہبی مسئلہ" کو سامنے رکھ کر ووٹ دیں گے، اس کے خدشات نے سفر حیات کے بیش تر ترین انویسٹوں کی توثیق کر دی۔ بنگال کے گورنر نے اس بات سے اتفاق کیا کہ "بنگال کا کوئی بھی سرکردہ رجسٹرا میرے سامنے یہ وضاحت نہیں کر سکا کہ پاکستان سے ان کی کیا مراد ہے۔ آخر کار وہ جناح کا سارا لینے پر مجبور ہو گئے۔ یعنی انہوں نے یہ کہہ کر جان بجزائی کہ جناح اس بارے میں مطمئن ہیں کہ اقتصادی لحاظ سے پاکستان بڑا مضبوط ہو گا، میں ہم بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ ایسا ہی ہو گا، کسی کے خیال میں وقت ایک اہم عامل تھا کہ اسے علم تھا کہ جناح کا کوئی حقیقی جانشین نہیں، اس کا استدلال یہ تھا کہ جناح کے بغیر فکر پاکستان کے پڑے اڑ جائیں گے۔

گاندھی کا اصلی چرو

جناح نے شلہ کانفرنس کے بعد بمبئی میں اپنے پہلے ہوائی بیان میں جنو کے ۱۹۴۷ء کے منصوبہ نامہ کو ہدف تنقید بناتے ہوئے دہوئی سے کہا کہ "لیگ میں صرف دو بڑی جماعتیں ہیں۔ گاندھی کو اور مجھے جو دعوت ملے جیسے تھے ان کا یہی مقرر یہ تھا کہ گاندھی ایک جماعت کے مسئلہ رجسٹرا ہیں اور

ہیں۔ کبھی ان کے علم کی دہائی دینے گئے ہیں۔ گاہ گاہیاں کہتے ہیں اور انگریز 'حکومت کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ ہم کسی ایسے انتظام سے متفق نہیں ہو سکتے جس کا مقصد ہندوؤں کی آزادی 'ہندو راج' کا قیام اور مسلمانوں کی غلامی و غلامی ہو۔' سامعین نے ایک ہی دن تین لاکھ روپے کی غلطی رقم ان کی نذر کی۔ جناح نے ان روپوں کو 'مسلم لیگ کی چاندی کی گولیاں' قرار دیا۔

جینک لارنس نے اپنے پہلے ہندو داری مراسلہ میں دہلی کو لکھا کہ 'لیبر پارٹی بلاشبہ اپنے کامل اختیارات اور پبلک میں اطلاعات و افواہوں کی مدد سے اپنے اس وعدہ کی پابندی ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوشش بروئے کار لائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ میرے رشتہ کار انتخابات کرانے کے بارے میں آپ کی تجویز کا خیر مقدم کریں گے۔ میں ایک دستاویز میں جس پر آمندہ چند دہلی میں نور کیا جائے گا' اس انتخابات کی حمایت کر رہا ہوں۔' نیا سیکرٹری آف سٹیشن ہندوستانی فگر اور مصلحت سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ وہ ۱۹۳۶-۳۷ء میں کئی راستے دہلی کی حالی آجی ٹیم کے ساتھ ہندوستان کا دورہ کر چکا تھا۔ پھر ۱۹۳۶ء میں اس نے گول میز کانفرنس میں خدمات انجام دیں۔ وہ انڈیا آفس میں سوشیالوگ اور اے کے دت سے ہندوستان کی قومی خواہشات کو سب سے زیادہ بھرپور انداز میں سمجھتا تھا۔

تقسیم پنجاب کے مضمرات

گھانسی نے ان انتخابات کو ملٹی کرائے کی بھرپور کوشش کی۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ مسئلہ کانفرنس کے بعد پنجاب کے مسلم اضلاع میں جناح کی مقبولیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس لئے کہیں پاکستان کے مسئلہ کو تقویت نہ پہنچ جائے۔ جناح کے اسلام کے جبر کے طور پر مانگے جا رہے ہیں۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس صورتحال نے مجھے پریشان کر رکھا ہے کیونکہ اس بات کا شدید غلو ہے کہ مسلمان ایک انتہائی بے سود پاکستان پر بنیاد پر انتخاب کریں گے۔ بے خبر مسلمان کوتاہیا جائے گا کہ انتخاب میں اس سے بڑا سوال پوچھا جائے والا ہے وہ یہ ہے کہ کیا وہ سچا مسلمان ہے یا کافر ہے یا خدا؟ اگر پاکستان نے ایک واضح حقیقت کا روپ دھار لیا تو ہم وسیع پیمانے پر خوشخبری کو دعوت دیں گے۔ غیر مسلم خصوصاً سکھ محض خالی دھمکیاں نہیں دے رہے ہیں کہ وہ آرام کے ساتھ ایسی حکومت کی اہمیت قبول نہیں کریں گے جس پر مسلمانوں کی حکومت کا کھیل لگا ہو۔ کسی بھی انگریز نے پنجاب کی تقسیم کے مضمرات کی باہت ایسی صاف درجہ بندی سے کام نہیں لیا تھا۔ تاہم گھانسی کی تواضع و انتہا ہل کے اہل انوں میں صدا بھرا ثابت ہوئی۔

۵ اگست ۱۹۴۷ء کو دہلی کو نئی کاؤنڈ سے مشورہ اور یہ اعلان کرنے کا اہتمام دینے کے لئے لندن بلا لیا گیا کہ پورے ہندوستان میں انتخابات موسم سرما میں ہوں گے۔ ہندوستان سے روانگی سے کئی واٹسراے نے جینک لارنس کو ایک سری بھیجی جس میں مسئلہ پاکستان کا تجویز کیا گیا تھا اس سے پہلے ان باتوں کی وضاحت کی گئی تھی جو گھانسی نے پنجاب کی تقسیم کے بارے میں لکھی تھیں اور ان کا اطلاق اسی طرح بنگال پر لگایا ہوا تھا۔ 'تاہم بنگالی بنگالیوں کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہیں اور سکھ 'جو پنجاب کے علاقے سے پہلے یہاں سکھان رہ چکے ہیں' اپنی مقدس سرزمین کو مسلمانوں کے قبضہ میں جانا دیکھ کر

ہیں۔ کبھی ان کے علم کی دہائی دینے گئے ہیں۔ گاہ گاہیاں کہتے ہیں اور انگریز 'حکومت کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ ہم کسی ایسے انتظام سے متفق نہیں ہو سکتے جس کا مقصد ہندوؤں کی آزادی 'ہندو راج کا قیام اور مسلمانوں کی غلامی و غلامی ہو۔' سامعین نے ایک ہی دن تین لاکھ روپے کی غلغلہ رقم ان کی نذر کی۔ جناح نے اس روپوں کو 'مسلم لیگ کی چاندی کی گولیاں' قرار دیا۔

جینک لارنس نے اپنے پہلے ہندو داری مراسلہ میں دہلی کو لکھا کہ 'ملیر پارٹی بلاشبہ اپنے کامل اختیارات اور پبلک میں اطلاعات دہنوں کی مدد سے اپنے اس وعدہ کی پابندی ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لئے اپنی اجتماعی کوشش بروئے کار لائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ میرے رفقاء کے امور انتخابات کرائے کے بارے میں آپ کی تجویز کا خیر مقدم کریں گے۔ میں ایک دستاویز میں جس پر آمجدہ چند روپوں میں غور کیا جائے گا' اس انتخابات کی حمایت کر رہا ہوں۔' یا سیکرٹری آف سٹیٹ ہندوستانی فگر اور مصلحت سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ وہ ۱۹۳۶-۳۷ء میں کئی بارنے دہلی کی حالی آگئی حکم کے ساتھ ہندوستان کا دورہ کر چکا تھا۔ پھر ۱۹۳۱ء میں اس نے گول میز کانفرنس میں خدمات انجام دیں۔ وہ انڈیا آفس میں سوشیالوگ اور اے لے کے وقت سے ہندوستان کی قومی خواہشات کو سب سے زیادہ بھرپور انداز میں سمجھتا تھا۔

تقسیم پنجاب کے مضمرات

گھانسی نے ان انتخابات کو ملٹی کرائے کی بھرپور کوشش کی۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ مسئلہ کانفرنس کے بعد پنجاب کے مسلم اضلاع میں جناح کی مقبولیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس لئے کہیں پاکستان کے مسئلہ کو تقویت نہ پہنچ جائے۔ جناح کے اسلام کے جبر کے طور پر مانگے گئے جا رہے ہیں۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس صورتحال نے مجھے پریشان کر رکھا ہے کیونکہ اس بات کا شدید غلو ہے کہ مسلمان ایک اجتماعی ہے سوا پاکستان کی بنیاد پر انتخاب کریں گے۔ بے خبر مسلمان کو بتایا جائے گا کہ انتخاب میں اس سے ہر سوال پر چھا جانے والا ہے وہ یہ ہے کہ آیا وہ سچا مسلمان ہے 'کافر ہے یا خداؤ؟ اگر پاکستان نے ایک واضح حقیقت کا روپ دھار لیا تو ہم وسیع پیمانے پر خوشخبری کو دعوت دیں گے۔ غیر مسلم خصوصاً سکھ محض غلامی دھمکیاں نہیں دے رہے ہیں کہ وہ آرام کے ساتھ ایسی حکومت کی اقامت قبول نہیں کریں گے جس پر مسلمانوں کی حکومت کا فیصلہ لگا ہو۔' کسی بھی انگریز نے پنجاب کی تقسیم کے مضمرات کی باجہ ایسی صاف دہنچی سے کام نہیں لیا تھا۔ تاہم گھانسی کی تواضع و انتہا ہل کے ایم ایل میں صدا بھرا ثابت ہوئی۔

۵ اگست ۱۹۴۷ء کو کئی کاؤنڈ سے مشورہ اور یہ اعلان کرنے کا اختیار دینے کے لئے لندن بلا لیا گیا کہ پورے ہندوستان میں انتخابات موسم سرما میں ہوں گے۔ ہندوستان سے روانگی سے کئی واقعات نے جینک لارنس کو ایک سری ٹھیکہ جس میں مسئلہ پاکستان کا تجربہ کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے ان باتوں کی وضاحت کی گئی تھی جو گھانسی نے پنجاب کی تقسیم کے بارے میں لکھی تھیں اور ان کا اطلاق اسی طرح بنگال پر لگایا گیا تھا۔ 'تاہم پنجابی بنگالیوں کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہیں اور سکھ 'بھو پنجاب کے علاقے سے پہلے یہاں سکھان رہ چکے ہیں' اپنی مقدس سرزمین کو مسلمانوں کے قبضہ میں جانا دیکھ کر

یقیناً لڑائی کریں گے۔" اس کے بعد اس نے یہ بظاہر معمول بات کہی کہ "پاکستانی کے تصور کو پاکستانی مسلوں کے مقابلہ میں مسلم اقلیتی مسلوں میں زیادہ حمایت و انجیہ حاصل ہے۔" وہاں نے خیال ظاہر کیا کہ اس نے بیٹ پاکستان کے قابل عمل ہونے اور اس کے ضرورت کی بابت دستخط پانے پر غوری حقیقت کرانے سے گریز کیا ہے کیونکہ اس کی جگہ از وقت رائے یہ تھی کہ جناح ایسی کانفرنس یا کمیشن کا انعقاد کریں گے اور ایسے اقدام سے محض فرقہ وارانہ سوچ کو فروغ ملے گا۔ بہر حال اس نے محسوس کیا کہ قیام پاکستان کے امکان کو مسلسل نظر انداز کرنے سے پاکستان ختم نہیں ہوگا۔

وہاں اہمیت کے قلم ہونے سے پہلے لندن پہنچا اور چیفک لارنس کو 'جو کہ بورڈ مالک رہا تھا' خوش و غرم اور صوفائی سے پیش آنے والا پایا جو اسے مونڈ میں کبیر جڑے گیا۔ اگلے دن دونوں نے وائس ہاں میں زینچہ کھنڈ تک چارہ خیال کیا۔ دو دن بعد وہاں نے ایٹلی کی زیر قیادت کانپنڈ کی اڑیا کھیتی سے ملاقات کی۔ سر شیفرڈ کہیں 'جو اس وقت بورڈ آف ٹریڈ کا صدر تھا' کانپنڈ کاسب سے سخت ممبر محسوس ہوا۔ وائسرائے نے کھیتی کو بتایا کہ اس نے اس امر کو سب سے زیادہ غیر قرین قیاس سمجھا کہ جناح پاکستان کی حیثیت 'کم از کم اصولی طور پر ہی سہی قبول کے بغیر ذاکرات میں شریک ہو جائیں گے۔' وہاں کا ایمان یہ تھا کہ ہندوستان کی مسلم آبادی کو ہندوؤں کے تسلط کا انڈیشہ لاحق ہے اور جناح اس آبادی کے "غیر مسلموں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جناح کی اصل قوت کا راز ہندوستانی مسلمانوں میں دستخط پانے پر پھیلے ہوئے اس حقیقی ظرف میں مضمر ہے کہ ہندو انیسویں زیر کے ہندو راج قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وائسرائے نے دعویٰ سے کہا کہ "۱۹۴۳ء سے ہندوستانی پارٹیوں کی پوزیشن بہت زیادہ سخت ہو گئی ہے اس لئے اس وقت کوئی بھی پارٹی کہیں کی پیش کش قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ جہاں تک دستور ساز اسمبلی کا تعلق ہے اگر پاکستان کا مطالبہ منظور نہ کیا گیا تو مسلمان لازماً اس کا انعقاد کر دیں گے اور اگر اسے منظور کیا گیا تو ہندوؤں کی طرف سے دیکھی ہی کارروائی خارج از امکان نہیں۔"

ایٹلی کے سامنا جو بحیثیت وزیر اعظم ہندوستان کے لئے بہت کم وقت دے سکا تھا 'کانپنڈ کے اراکین میں سے کہیں اور چیفک لارنس نے خود کو ہندوستانی معاملات میں بہت زیادہ الجھا لیا تھا۔ کہیں اپنے دوستوں پر اور نہ خود کو جناح کی طاقت اور توانائی کو تنزل کی طرف دیکھنے میں حق بجانب سمجھتا تھا۔ وہ وہاں کو زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیتا تھا۔ اس کے برعکس وہاں مسوا اور جیل کی تقاریر سے حلقہ رچا رہاں سے خوفزدہ ہو کر کہ کانگریس ایک دفعہ پھر حکومت سے پچھ آزادی کی چارواں کر رہی تھی۔ جناح اور مسلم لیگ کی طرف اور زیادہ ہمت ہونے لگا شاید وہ متوجع محاذ آرائی میں اس کے حلیف ثابت ہوں۔ چنانچہ لیبر پارٹی کی ہندوستان کے ساتھ تمام تر ہمدردی اور سیاسی مسئلہ کے حل میں مدد دینے کے اعلانہ وعدوں کے باوجود 'ایٹلی چٹرو کانپنڈ کی طرح یہ کانپنڈ بھی ۱۹۴۳ء کی کہیں پیش کش سے زیادہ کچھ نہیں دے سکی اور درمیانی میں سالوں میں رونما ہو رہی تھیں کو نظر انداز کرتے ہوئے بزم خورشید اس موقف پر ڈٹ گئی کہ "ہندوستانی پارٹیاں باطن میں سے کوئی ایک تعاون کرنے پر آمادہ ہوئی تو یہ وسہ دہری انا پر ہوگی۔" وہاں اور چیفک لارنس نے ہندوستان کو یہ بات ذرا صبر طریقے سے تادی تھی کہ برطانیہ کی اپنی پوزیشن پالیسی وہی ہے جو ماضی میں کہیں نے پیش کی تھی۔ وائسرائے نے

چہل سنے اس کی بیگ کو سو کو رواجی کے موقع پر طاقت کی۔ وہ یہ جان کر ہکا بکا رہ گیا کہ چہل سنے پہلی غلط کانفرنس سے صرف اس بنا پر اتفاق کیا تھا کہ ایذا سمیٹنے نے اسے یہ بات اچھی طرح سمجھا دی تھی کہ وہ کانفرنس لازماً ناکام ہو گی۔

کوئٹہ کا دورہ

جنرل ایگنٹن سے قبل فیڈرل جمع کرنے کے دورہ پر کراچی کے بعد کوئٹہ پہنچے، وہاں کی جنگ لفظی آپ دہوا ان کے چھپڑوں کے لئے بھڑکی گئی جہاں بھی انہوں نے جہاں گئیں بھی تقریر کی ان کا پیغام سلام اور ایک ہی تھا کہ مسلم لیگ ہندوستان بحر میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور بااختیار جماعت ہے اور لیگ کا واحد پلیٹ فارم پاکستان ہے۔ جنرل نے ایک ٹیبلہ قوم کے سربراہ کی حیثیت سے کام کرتا شروع کر دیا تھا۔ علامہ ازیں اس موقع پر انہوں نے اسٹیج کو تار دیا جس میں یہودی تاریکین وطن کے فلسطین میں داخلہ پر پابندی ختم کرنے کے خلاف احتجاج کیا گیا تھا۔ انہوں نے وزیر اعظم کو خیر مقدم کیا۔

”آپ کو اس سے مطلع کرنا میرا فرض ہے کہ عربوں کی قربانی پر یہودیوں کو غرض کرنے کی کوشش کا زبردست برا متایا جائے گا۔ عالم اسلام کبھی سے اس کی مزاحمت کرے گا اور اس کے نتائج برے چاہ کن ہو گئے۔“

۱۹۴۵ء کی احتجاجی مہم کے دوران جنرل کو بلوچستان میں قیام کرنا پڑا کیونکہ وہ سڑکوں کے قائل نہ تھے، ان کی غیر حاضری میں لیاقت علی خاں، ”دورنگ کھیل“ سنٹرل پارلیمانی بورڈ اور ایکشن کمیٹی کے ممبران نے دہلی کے ہیڈ کوارٹرز میں جین کر مسلم لیگ کے معاملات کو چلایا اور امیدواروں کو ٹکٹ دینے صوبوں خصوصاً بنگال، سندھ اور سرحد میں معمولی باتوں پر غور اور ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کے واقعات شروع ہو گئے وسط جہر میں سرفیروز خان نون نے وائسرائے کی کابینہ سے بطور وزیر دفاع استعفیٰ دے دیا اور پنجاب لوٹ آئے تاکہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر اسمبلی کا انتخاب لڑ سکیں۔ تاہم ایک بار بعد دہلی نے وحش لارنس کو اطلاع دی کہ ”سرفیروز خان کو عمومی طور پر غرض نہیں کیا گیا اور مجھے شک ہے کہ وہاں پارٹی اتنی حمہ اور سرگرم نہیں رہتا کہ اسے ہونا چاہئے مسلم لیگ کی تنظیم کانگریس کے مقابلہ میں پیشہ خراب رہی ہے۔ اور اگر انہوں نے یہ وقت ذاتی جھگڑوں میں گھوڑا تو اس کے نتائج انتخابات میں بھیجئے ہو گئے۔“

اکتوبر کے آخری ہفتہ میں کوئٹہ سے بمبئی جاتے ہوئے جنرل نے امر آباد میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا اور لوگوں کو بتایا کہ ”پاکستان مارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔ میں نے ایکشن کرنے کے لئے چاندی کی گولیوں (سرایہ) کی انہوں کی حمی اور امر آباد، بمبئی کے بعد دوسرے قصبہ رہا ہے جہاں سے مجھے دو لاکھ روپے کا چیک دیا گیا ہے۔ تمام مسلمان ایک خدا کے سامنے والے ہیں اور ایک قوم ہیں۔ وہ پاکستان چاہتے ہیں اور اسے حاصل کر کے دیں گے۔ یہ ایسا تحریک اور چلو ہے جس سے ان کی طاقت اور عظمت بڑھے گی۔ پاکستان کا بدو کال ورکشاپ ہے اور ہم اس تک پہنچ کر دم لیں گے۔“ ان کی اس دہیزم تقریر پر بھوم نے پرجوش تاکیاں بجاائیں۔

یک نومبر کا جناح نے جھگڑی کی کہ مسلم لیگ انتخابات میں بھاری اکثریت سے جیت جائے گی۔ ایسوی ایچ پریس کے رپورٹر کو انشور دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ”میں پاکستان کے لیے کچھ نہیں سے اتفاق نہیں کر سکتا جن کا استدلال یہ ہے کہ یہ منصوبہ قابل عمل نہیں مادار اگلا قدم یہ ہو گا کہ برطانیہ سے پاکستان کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کریں۔“

کانگریس ایک ایسی حکومت کے تحت جو کانگریس ہائی کمان کی غلبہ کر رہے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ کر رہی تھی۔ دیول نے اپنے حکام کو پراسس کر دیا اور بارشیل لاء کا اعلان کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ سیاست میں چٹک لارنس نے دیول کی رپورٹوں میں سے کوئی بھی نہ پڑھی جن میں کانگریس کی مہم پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا تھا اس کے برعکس اس نے دائرے کو تار دیکر دریافت کیا۔ ”کیا جناح کو پاکستان کی ترمیم شدہ شکل قبول کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا ہے جسے منظور کرنا ممکن ہو۔

کریس نے کابینہ کی کیمپلی کو مشورہ دیا کہ ایک پارلیمانی وفد ہندوستان بھیجا جائے اور دائرے سے کہا کہ وہ گاندھی سے ملاقات کر کے اس امر کی رپورٹ دے کر تیا اس کے خیال میں گاندھی ہندوستانی رائے عامہ کو متاثر ہندو کی طرف مائل کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہے۔ اگر انتخابات کے بعد جیسا کہ چٹکی کا جا رہا ہے کانگریس اکثریت پارلیمانی تو اس کے ساتھ غیر مسلم دارلہ سلوک کیا ممکن نہیں ہو گا۔ اس طرح لیبر پارٹی کے چٹک لارنس اور کریس نے یہ طے کر لیا کہ دائرے کو ہندوستان کے آزاد راج کی طرف دہاں کی شکار سیاسی سڑک پر دوڑنے کا پورا موقع دیا جائے یہاں اس کے کہ وہ کوئی فرقی بھول کر راستہ اپنائے۔

بر حال ذراکرات کے لئے ہندوستان کی بدھتی ہوئی سیاسی پیچیدگی اور میدان غلطی باعث دیول کا بیان صبر بیز ہو جا رہا تھا۔ اس کی خاموشیاں زیادہ تنہید کرنے والی پر جوش تقریریں میں بدل گئیں۔ تحفات اور دیول بوزے فوجی کے اعصاب پر ہار ہو گئی جیسا کہ دسمبر نومبر ۱۹۴۵ء میں گھنٹا بھر میں نقل کیا تھا:

”جنگ شام ہو چلی سے واپسی ہوئی۔ یہ سب سے بے لطف دورہ تھا جو میں نے کیا۔“ تھکانے والا ”اسرہ کرنے والا اور بہت ہی گرم دورہ۔“ لارنس کے جواب میں دیول نے دانت ہاں کو فوری انتہائی غیہ کر دیا ”میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں گاندھی کو ملاقات کی دعوت دوں۔“

فوجیوں کے خلاف مقدمہ بھارت

دیول ”اس کا کابزار ایچف جنرل آئسٹک نیز بہت سے فوجی دسول انگریز حکام جس دیول کا شمار تھے“ نومبر میں اس وقت عام ہو گئی جب سولہاں پندرہ برس کی قائم کردہ آزاد ہند فوج کے اولین یٹروں کے خلاف دیول کے ہاں تھو میں مقدمہ بھارت کی کارروائی شروع کی گئی اور ان کے ساتھ اظہار ہندوئی کے لئے ہر طرف سے بیچ بکار ہونے لگی۔ بوس خود تو کارسوسا کے ایک فضائی حادثہ میں ہارک ہو گئے تھے، لیکن ان کے ہمیں نامتیں ایک ہندو ”ایک سلطان اور ایک سکھ جو سنگاپور میں حسین انگریزی فوج میں اس کے ہتھیار ڈالنے تک شامل تھے اور بعد میں بھارت کر کے بوس آرمی سے جا

لے تھے 'اب قوی بیروز ہی گئے۔ سو' بھولا بھائی زیبائی اور بیچ بھادو پہرہ جیسے نامور دکھانے ان
 انسانوں کا دفاع کرنے کے لئے اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر پیش کر دیں 'جنہیں زنجیروں میں بکڑ کر
 محض اس لئے بعدوستان لایا گیا تھا کہ حب وطن کے طور پر ان کا دم رستے ملک میں خیر خدمت کیا جاسکے۔
 یوں کے وطن نگہت میں اجتماعی مظاہروں اور ہنگاموں میں اتنی شدت پیدا ہوئی کہ تئیس سے زیادہ
 افراد مارے گئے اور سیکڑوں زخمی ہو گئے 'لاکھوں روپے کی املاک تخریب آگ لگی کر دی گئیں اور لوٹ لی
 گئیں۔ خدمت کی سماعت پر غنی شروع ہوئی اکثر انگریز حکام کو محسوس ہوا کہ انہوں نے آزاد ہند فوج کی
 اتنی پہچانی کر کے اور اتنا نمایاں پایت کارم مہیا کر کے زبردست نفع کی ہے۔

جنرل سرکار آئسٹک نے دہلی کے نام ایک انتہائی مختصر مراسلہ میں ۲۳ نومبر ۱۹۳۵ء کو لکھا:-

"ہمیں جو شہادتیں ملی ہیں اور ان میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے 'ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ فوج
 میں عمومی رائے (بعض بے نظروں میں افراد کی رائے کے برعکس جو کچھ کی مخصوص رجحان رکھتے ہیں) ترقی
 اختیار کرنے کے حق میں ہے۔ اگر آپ موجودہ مقدمات کے معاملہ میں اتفاق کریں تو سڑاؤں میں
 تعزیت کر دی جائے تو یہ مقدمات کے اختتام پر شہادتوں سے ثابت ہوا کہ ظلمان نے جو کہہ کیا 'اس
 جین کے ساتھ کیا کہ وہی کچھ ان کا فرض تھا"

آئسٹک کے اس خط نے دائرہ ہال سے موصول ہونے والے کسی پیغام سے زیادہ اس حقیقت کا
 فائل بنا دیا کہ انگریزی راج کے دن گئے جا چکے ہیں۔ برطانیہ نے عالمی جنگ تو جیت لی 'لیکن
 بعدوستان کو کھو دیا' جناح نے انگریز پینل آری کے ان تاریخی مقدمات میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اگرچہ
 مسلم لیگ نے خود کو مستقل سے وابستہ رکھا۔ جیسا کہ برٹش انجیلی جنس نے ایک رپورٹ میں رائے
 ظاہر کی۔ "مسلمانوں کے خلاف مقدمات کے اثر کو مسلمانوں اور لیگ میں یکساں بری طرح محسوس کیا
 جا رہا ہے۔"

مسلمانوں کے لئے لیگ کی قربانیاں

جناح ۱۹۳۶ء کے بعد پہلی مرتبہ ایک ہفتہ کے انتہائی کم پر سرحد پہنچے۔ ۲۳ نومبر ۱۹۳۵ء کو پشاور میں
 ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "ہمارا کوئی دوست نہیں 'و انگریز ہمارے دوست
 ہیں نہ ہی بعدو۔ ہمارے دشمن صاف ہیں کہ ہمیں ان دونوں سے لڑنا ہے۔ اگر یہ دونوں بنیا ہونے کے
 ناطے ہمارے خلاف متحد ہو جائیں ہم بھر بھی خنجر نہیں ہو گئے۔ ہم ان دونوں کی متحد قوت کا مقابلہ
 کریں گے اور انتہاء اللہ آخر میں فتح ہماری ہو گی۔" جب جناح نے قہم سے پوچھا۔ کیا وہ پاکستان
 چاہتے ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے اللہ اکبر کے کلمہ شاکف نہیں سے جواب دیا۔ جناح نے انہیں جین
 دلا دیا۔ پاکستان حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مسلم لیگی امیدواروں کو ووٹ دیں۔ آخر میں
 وہ برصغیر پر اتر آئے۔ طرہ و طریق کے خیر برسانے گئے اور غصے میں بھر گئے۔ "بعدو پچھتے ہیں کہ
 جناح اور مسلم لیگ نے مسلمانوں کے لئے کوئی قربانیاں دی ہیں؟" یہ درست ہے کہ میں جیل نہیں
 گیا 'کوئی پرواہ نہیں 'میں ایک برا آدمی ہوں۔ لیکن میں پچھتا ہوں۔ ۲۱ - ۱۹۳۰ء میں کس نے

قربانیاں دیں؟ سزا گاندھی جلدی کھربوں پر بھی ہوئی قیادت کی گدی پر چڑھ بیٹھے ہیں۔“ تقریر کے اس آخری حصہ نے جن کی اس کیفیت ترین رنجش کا انکشاف کر دیا جس سے ان کی سیاسی زندگی میں گتے والا وہ بدترین زلم ہوا ہو گیا جب انہوں نے واقفانہ محسوس کیا تھا کہ گاندھی نے کانگریس کی قوی قیادت کے تحت ہر چہ سے گئے ان کی کھربوں پر پاؤں رکھ دیا ہے۔

آزادی کی راہ میں کون جانگل ہے؟

اوجھ نکلتے میں آزاد ہند فوج کی حمایت میں ہونے والے ہنگاموں نے ’جن میں ۳۳ افراد ہلاک‘ سینکڑوں زخمی اور پورا شہر جلا ہو کے رہ گیا تھا گورنر کیسی کو باپری اور کشوٹھی مندریپ سے براہ حال کر دیا۔ اس نے لواکل دمبر میں گاندھی سے ملاقات کی اور دہلی کو واپس دے دی کہ ”اس کے سیاسی استدلال میں حقیقت پندری اور توازن کا فقدان تھا۔ ہر حال اس میں خطائے کی کوئی علامت نہ تھی۔“ دوسری ملاقات میں کہیں نے گاندھی کو بتایا کہ ”ہندوستان کو حق خودارادیت دینے کی راہ میں انگریز جانگل نہیں ہیں بلکہ وہ مسلم لیگ ہے جو ہندو قتلہ کے دہم میں جلا ہے۔“ اس نے گاندھی سے کہا کہ کانگریس کو چاہیے کہ اختلافات کی سطح پر کرنے کی غرض سے مسلمانوں کے لئے ان تحفظات پر مشتمل بنیادی فرسٹ کا اعلان کر دے جو وہ نئے آئین میں شامل کرنے پر رضامند ہے۔“ گاندھی نے جواب دیا ”میں نے جن کی طرف سے مانگے گئے ایک تحفظ کے بعد دوسرا تحفظ تسلیم کیا‘ جو مسلسل اپنی قیمت چماتے گئے‘ یہاں تک کہ وہ پاکستان کے مطالبہ تک پہنچ گئے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس سے کم کوئی چیز انہیں مطمئن نہیں کر سکے گی۔“ گاندھی نے کہیں کو یہ بھی بتایا کہ جناح جیسے جاہ طلب ہیں اور ان کی لگاؤں اس بات پر بھی ہوئی ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا رابطہ مشرق وسطیٰ نیز دوسری جگہ کے مسلمانوں سے قائم کیا جائے اور یہ کہ انہیں یقین نہیں کہ جناح کو ایسے خواہوں سے باز رکھا جاسکتا ہے۔“

مرکزی انتخابات میں لیگ کی شاندار کامیابی

لیگ نے دمبر کے انتخابات میں مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لئے مخصوص جگہ میں تقسیمیت یں (جن میں جناح کی سیٹ بھی شامل تھی) اس شاندار کامیابی سے جناح کی پیش گوئی درست ثابت ہو گئی اور ظاہر ہو گیا کہ پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کے لئے عوامی کشش رکھتا ہے۔ کانگریس نے اگرچہ ہند کی باڈی بحال رکھی تاہم وہ چار سیٹوں سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ جناح نے اپنے سہارہ دھندلا حاسیوں کو یقین دلایا۔ ”وہ دن دور نہیں جب پاکستان تمام قدموں میں ہو گا۔“ انہوں نے صبر سے یہ چہرہ کر تھقہ کی اور اس کا مستحضر اڑاتے ہوئے اسے تھوڑے پڑت سے تعبیر کیا جو کسی بات کو برگر نہیں بھلا تا اور بھی بڑھا نہیں ہوتا وہ پلوس کے نمبر کے سوا کچھ نہیں۔“

جبکہ لارنس نے مولانا آزاد اور جناح کو پارلیمانی وفد کے آئندہ دورہ سے مطلع کرتے ہوئے دریافت کیا تھا وہ وفد سے ہندوستان کے مسائل پر بحث کرنے کے لئے ملاقات کریں گے۔ جناح نے لیبر پارٹی کے پریذیڈنٹ آر۔ رچرڈز کی قیادت میں آنے والے ۱۰۔ دہلی وفد سے ۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو دہلی میں ملاقات کی جس سے پانچ روزہ عمل انہوں نے دہلی کے ساتھ ایک سمندر تک بات چیت کی۔ تاہم

انہوں نے لیات علی خاں کو دہلی سے ملاقات کی اجازت نہیں دی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کے ساتھ ٹھوس مذاکرات کے معاملہ میں وہ اپنے ہاتھیں پرست کم اٹھارتے تھے۔ پاکستان کی جدوجہد انہوں نے کسی کو بھروسہ نہیں کرتے تھے۔

کیبنٹ مشن کی آمد

جوں جوں صوبائی انتظامیہ میں گمراہی پیدا ہوئی۔ ہندو مسلم فسادات اور زہریلے ہمدردی کے باعث خصوصاً پنجاب میں 'دہشتوں میں اضافہ ہو گیا۔ علامہ ازیں چیفک لارنس اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ مذاکرات کے دوسرے دور کو ایسے دائرے پر پھوڑنا مفید نہیں اور یہ کہ کیبنٹ مشن سے کم کوئی چیز ہندو مسلم تعلق کو دور نہیں کر سکے گی چنانچہ ملے پایا کہ صوبائی انتظامات کے ختم ہونے سے ذرا پہلے مارچ میں کسی وقت 'ٹیکرٹری آف شیت کی قیادت میں تین وزراء کا مکمل اقتدار سے ایس وقت ہندوستان بچا جائے گا۔ کیبنٹ نے محسوس کر لیا تھا کہ شاید یہ مشن برطانوی ہند کے مکمل میں اس کا آخری کارڈ ہو گا جو بڑی جیڑی سے اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اگر مذاکرات ناکام ہو گئے تو سول فوجی شروع ہو جائے گی اور حالات زیادہ دیر تک ٹھوکتے ہوئے رہیں گے۔ ممکن ہے فوج بھی غم نہ ماننے کا فیصلہ کر لے۔ آؤ ہند فوج کے انہوں کی سڑاؤں میں کسی نے صورت حال کو بڑی جیڑی سے بدل دیا اور بالیوں کو قوی سپور سمجھا جانے لگا۔ سرکاری ملازمتوں میں جو بدعنوانی کی تعداد جیڑی سے گھٹ گئی کیونکہ بہت سے بڑے افسرانے پنشن ٹیکر گھر جانے کے حق اختیار کر استعمال کیا۔ جیتی وقت بہت تھوڑا رہ گیا تھا۔

کیبنٹ نے فروری میں فیصلہ کیا کہ کہیں 'اے' وی 'ایگزیکٹو (فرسٹ لارڈ آف ایڈمنسٹریشن) اور چیفک لارنس جیسے تجربہ کار وزراء کو ہندوستان بھیجا جائے۔ دہلی کو ڈاک تھا کہ ان تین "ممبروں" میں کہیں کو کیدی حیثیت حاصل ہوگی۔ اس کا خیال تھا کہ کہیں کا کہیں کے نقطہ نظر کا محور ہائی ہے اور معاملہ کرنے میں پوری طرح دیاندار نہیں۔ کیبنٹ مشن کی ہندوستان کی روانگی سے ایک ماہ پہلے پارلیمانی وفد نے واپس پہنچ کر اپنے دورہ کی رپورٹ وزیر اعظم کو پیش کر دی۔ وفد کے زیادہ تر ممبر اس حق میں تھے کہ پاکستان کی کوئی نہ کوئی صورت منظور کرنی چاہیے گی اور جتنی جلدی تسلیم کرنی چاہیے اسے ہی بہتر ہو گا۔ مسز سونیل کوئل نے اعتراض کیا کہ اس نے ہندوستان کے اتحاد کو برقرار رکھنے کی شدید ضرورت کے باوجود ساتھ ساتھ دورہ شروع کیا تھا لیکن اس نے پنجاب کو "ہمارا گھر" بنایا وہاں کی سادی مسلمان آبادی کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا جا چکا ہے 'اس لئے اسے لانا منظور کرنا چاہیے گا۔ اس نے اس نتیجہ کا اعلان کیا کہ جناح اپنے مطالبہ میں ترمیم کر لیں گے لیکن صرف اس صورت میں کہ پاکستان کے اصول کو ابتدائی مرحلہ پر مان لیا جائے۔ ریگنڈیز آفسن لو کی رائے تھی۔ یہ بات بہت زیادہ ہو گی کہ حکومت برطانیہ پاکستان کے حق میں کوئی اعلان جاری کرے۔ اسے اس بات سے اتفاق تھا کہ شاید ایسا کرنا ضروری ہو 'تاہم اسے خدشہ تھا کہ پاکستان کوئی باقی رہنے والا مسئلہ نہیں۔ پارلیمنٹ کے رکن رجسٹرار سونل نے پاکستان کو سراسر باغی قرار دیا۔ اس کے نزدیک جیل کو مستقل

مضامین سمجھنا مشکل تھا۔ تاہم اسے نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ مسٹر آر قریباً نئے کو پاکستان کا تصور پسند نہیں آیا تاہم اس نے درج ذیل امور کو ضروری خیال کیا۔ (الف) وسیع قتل و غارتگری کی روک تھام (ب) اپنے تجارتی مفادات کا تحفظ کیونکہ جہاں کانگریس کے اکثریتی صوبوں میں برطانیہ کے ساتھ تجارتی بائیکاٹ کا رجحان پایا جاتا ہے جہاں مسلمان ہمارے ساتھ ہیں وہیں جاری رکھنے کے خواہشمند ہیں۔

پاکستان کی بھائی مناسبت

انہی دنوں وینسک لارنس کے چین اور لائپز پر انیسویں یٹرنی فرانسس ٹرن مل نے "پاکستان کے باقی رہنے کی صلاحیت" پر ایک نوٹ تیار کیا جس نے کابینہ مشن کو مذاکرات شروع کرنے سے پہلے اس مسئلہ کی باہتریف کرنے میں مدد دی۔ مسٹر ٹرن مل کی چار کردہ اس گرفتار دستاویز میں اقتدار میں تنہید کی بھی تھی کہ "سیاسی کمزوری کے بارے میں مسلمانوں کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے ہماری اقتصادی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔" نوٹ میں مزید کہا گیا تھا: "ہندوستان کی معیشتیں شدید دشمنی میں جنم لے گی اور یہ فرض کرنا یقیناً ناممکن ہو گی کہ پاکستان کی ریاستوں اور بقیہ ہندوستان کے باہرین مواصلات اور اقتصادی میل جول کی معیشتی کو مربوط بنانے کی کوششوں پر اس کا اثر نہیں پڑے گا۔ اس وجہ کو روکنا محال ہے کہ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جہاں تک لوگوں کے ذریعہ معاش کا حصول ہے ہندوستان کی تنظیم مناد کے برعکس ہو گی۔"

ہندوستان کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لئے شک سالی کے باعث برصغیر کے اکثر صوبے قادی لیت میں آگے اور قادی لیت کی باہلی بنگال سے شروع ہو کر سرحدی علاقوں تک پہنچ گئی۔ دیول نے گاندھی اور جناح سے اپیل کی کہ انہیں اور امریکہ جانے والے سرکاری خوراک وفد میں شامل کرنے کے لئے اپنے اپنے نامیوں کا نام کریں۔ جناح نے انہیں ہندوستان میں جہاں تک گاندھی نے کہا کہ سولہ آزاد کو بلا کر ان سے بات کریں خود ہی اجناس راشن بندی کے تحت فی کس بارہ ٹونسل وسیع کی شرح سے ملنے لگیں۔ اس پر شدید احتجاجی مظاہرے ہوئے گئے جن کا آغاز ۲۰ اپریل سے ہوا لیکن جلد ہی بہت سے شہروں میں بیگانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ لوگوں کی بگڑتی ہوئی صحت کے متعلق عام نظر آنے لگے۔ راشن کی صورت میں ۱۰ خوراک ملتی تھی ۱۰ ۳۰۰ خوراک سے زیادہ نہیں ہوتی تھی بلکہ کہ مزدور صوبہ کی مارشل سرگرمی کے لئے مطلوب کم از کم مقدار کے نصف سے بھی قدرے کم تھی۔

بھیت میں نئی کی ہڑتال

۱۸ فروری ۱۹۴۸ کو بھیت کی ہڑتال میں عظیم بحری فوج نے کھڑا ہوں میں اضافہ کے مطالبہ پر ہڑتال کر دی۔ آگے دن قریباً ۳۰۰۰۰ "بانیوں" نے بھیت شہر میں مارچ کیا اور ہزاروں ماحیوں کو حکومت کے خلاف جھڑپوں کے بعد مارچ ایم آئی ایس "کھوار" اور ایچ ایم آئی ایس "اگر" نامی جہازوں پر کانگریس کے جھنڈے لہرا دئے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بہت سے سرفروش بیلوں نے اپنے پیٹروں پر خود کو سولہاں چھوڑ دوس کی آزاد ہند فوج کی طرف ہ انڈین نیشنل فوجی کے اراکین کہتے تھے

کانگریس کے پھوٹے پھوٹے مجنوں نے کہا کہ اس کے لئے ۲۲ فروری کو ہائیوس سے کہا گیا کہ ان کی طرف سے صرف "غیر مشروط طاقت" قبول کی جائے گی۔ (بھٹی کے کاغذ سر آر ایم۔ نوکارت کے پاس خاص فروری تھی۔ تاکہ اگر جہانوں کی طرف سے فائر کھولا جائے تو انہیں ڈوبنا چاہئے۔ اس موقع پر دلہ بھائی ٹیکل میدان میں آئے۔ انہوں نے جہانوں پر جا کر ملاحوں کو غیر مشروط سرخرو پر آمادہ کر لیا۔ کراچی میں مضمین بندی دلوں نے بھی ہڑتال میں حصہ لیا۔ دونوں شہروں میں جو احتجاجی ہنگامے ہوئے ان میں دوسرے زمانہ سب افرار مارے گئے۔

صوبائی انتخابات کے نتائج

فروری کے آخر میں صوبائی انتخابات کے نتائج سامنے آئے تو پنجاب میں ۸۸ میں سے ۷۷ سلیس مسلم لیگ نے جیت لیں۔ یہ گویا صوبہ کے مسلمانوں کی طرف سے پاکستان کے حق میں واضح میسج تھا۔ اگرچہ مسلم لیگ کو اتنی اکثریت حاصل نہ ہوئی کہ وہ سکوں یا کانگریس کی مدد کے بغیر وزارت بنا سکے۔ سندھ میں لیگ کی حالت سب سابق پٹی دی اسے ۳۲ میں سے ۲۸ سلیس ملیں۔ آسام میں اگرچہ اس کے ۳۲ میں سے ۳۱ اسپیکر کامیاب ہوئے تاہم کانگریس نے لیگ کے ساتھ حکومت بنانے سے انکار کر دیا۔ البتہ بنگال میں جناح کی پارٹی کو مندر ذمیت کی فتح حاصل ہوئی جہاں ۱۱ میں سے ۱۳ سلیس اس کے حصہ میں آئیں تاہم صوبہ سرحد میں مسلم لیگ ۲۸ میں سے ۱۷ سلیس جیت سکی۔ گویا مجموعی طور پر صوبائی انتخابات میں لیگ کو مسلمانوں کے ۸۸ فیصد سے زائد ووٹ ملے جو دنیا کی تقویر میں پاکستان کے مطالبہ کو جاننا فہرمانے کے لئے کافی تھے۔

جسٹس لارنس اور کابینہ میں اس کے دوسرے رفقاء کار ۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو ہندوستان پہنچے۔ انہوں نے اپنے پہلے بیان میں واضح طور سے کہا کہ حکومت برطانیہ اور برطانوی گورنر جنرل کو اپنی تعلق کے بغیر "ان دھول اور حدود بیان کو چار کرنا چاہئے ہیں جو ہندوستان کے ساتھ کئے گئے تھے۔" مگر دوسروں کابینہ مشن کے ساتھ کہیں کے مصلحت کی حیثیت میں ہندوستان آیا تھا "وہ اراکین وفد میں سے سب جے پہلے ۲۷ مارچ کو جناح سے ان کی رہائش گاہ پر ملے۔ مگر وائٹ کی ایک پرائیویٹ سٹاسا ایک نوپورٹ ڈسٹریکٹ جو کہ سرحد ضلع کی پہلی ممتاز (عرف آڈی) تھی "وہ جناح کے بہت قریب تھی جو مبررات کو جناح کی مصروفیات "ان کی سوچ اور لیگ کی اندرونی مصلحتوں سے آگاہ کرتی رہتی تھی۔ وائٹ نے ۲۸ مارچ کو کہیں کو رہت دی کہ "مسلم لیگ مثبت قدم سے جناح کے پیچھے ہے۔" کہیں نے ۳۰ مارچ کی صبح کو جناح سے ملاقات کی۔ اس کا پہلا تاثر یہ تھا۔ "وہ بہ سکون اور مستقل نظر آئے البتہ پاکستان کے مسئلہ پر ہوری طرح ڈالے ہوئے تھے۔" اس گفتگو کے نتیجہ میں جناح گاندھی کو مذاکرات کی دعوت دینے پر آمادہ ہو گئے۔ جیسا کہ گاندھی نے ان کے شہر میں ہونا دیا "ابتداء میں جناح کا وفد حیران کن حد تک خوشامور اور بدگمانی دور کرنے والا تھا۔

جناح کو حکومت بنانے کی پیش کش

گاندھی نے ۳ اپریل کو مشن سے ملاقات کی۔ "ان کے حق پر ایک دعویٰ کے ساتھ نہ تھا۔

و حیرت انگیز طور پر صحت منہ لگ رہے تھے۔۔۔ وہیل نے اپنی رپورٹ میں لکھا ۔
 "سینئر گاندھی نے انکشاف کیا میں نے سسر جناح کے ساتھ ۱۸ دن گزارے ۔ گاندھی مسلماؤں کے
 شخص دوست ہونے کے دعویدار ہیں۔ تاہم پاکستان کو بھٹلے سے قاصر ہیں جس کے بارے میں سسر جناح
 کہتے ہیں کہ پاکستان سے ان کی مراد ان کا پاکستان ایک گناہ ہے جس کا ارتکاب وہ (سسر
 گاندھی) کسی صورت میں نہیں کریں گے۔ پاکستان کا خلا مسجود کبچے ہیں۔ یہ ہے کہ قذیفہ و جملان کے
 فروغ اور جائز کردہوں کے اظہار کی آزادی حاصل ہو۔ دو قوی نظریہ بہت ہی خطرناک چیز ہے۔ مسلم
 آبادی مذہب تبدیل کرنے والوں پر مشتمل ہے۔ وہ سب هندوستان میں پیدا ہوئے والوں کی اولاد ہیں جناح
 ظفر آئی ہیں تاہم ان کی مطلق سراسر رائے ہے 'خصوصاً اس لئے کہ وہ ایک قسم کے خبیث (مالی طویا) میں
 جتا ہیں۔ انہیں خود بھی سوچائی کہا جا چکا تھا اس لئے انہوں نے جناح کو سودائی قرار دے دیا انہوں نے
 جناح سے دریافت کیا آیا ان کے بیٹے (بھرا لال گاندھی) کے سلطان ہو جانے سے اس کی قومیت بھی
 بدل گئی ہے؟ گاندھی نے دھوکھل کی کہ جناح کو پہلی حکومت بنانے کا موقع دیا جائے جس کے ارکان کا
 انتخاب وہ ملک کے تمام افراد میں سے کریں۔ دائرے ان کا مقصد ہی طور پر کریں گے 'حقیقت
 میں ان کا انتخاب جناح خود کریں گے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو حکومت بنانے کی دیکھی ی پیش کش
 گاندھیوں کی جائے۔ موجودی حکومت لازمی طور پر قوی ہونی چاہئے۔ سسر جناح کڑوا ہیں اپنی حکومت
 کے لئے جسے چاہیں جن لوگوں - وہ اس اسمبلی کے ووٹ کے تابع ہونے مانگیں جہاں سے ان کا انتخاب
 کیا جائے۔"

ہندو مسلمان ایک ساتھ نہیں رہ سکتے

بہت بڑا دعویٰ کر رہے ہیں۔ "بھدو جاسٹو اور قلعہ دنیا میں سب سے زیادہ اہم تحفہ رہنے کا حامی ہے۔ آپ دس کروڑ مسلمانوں کو ۲۵ کروڑ بھدوؤں کے ساتھ کیسے اکٹھا رکھیں گے جس کا طرز زندگی اتنا مختلف ہے۔" اس پر کہیں نے جناح سے سوال کیا۔ آپ ان کے خیال میں بنگال کے بھدو اور مسلمانوں کے باہمی تفاوت خدوہ کے پیمانوں اور مسلمانوں کے درمیان پائے جانے والے فرقے سے زیادہ ہے؟ جناح نے جواب دیا۔ "بہادری ہاتھی تمام مسلمانوں میں مشترک ہیں۔ میں ہر جگہ گیا ہوں جہاں کہیں مسلمانوں سے ملا۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ گوشتیں اور انسانی برادری میں مساوات پر یقین رکھتے ہیں۔ بھدو ان اصولوں میں سے کسی ایک پر اعتبار نہیں رکھتے۔"

جینک لارنس اور کہیں دونوں نے جناح کے ساتھ دفاع خصوصاً شمال مغرب سے پاکستان کے خطر کی زد میں ہونے کے باعث اس کی گزرواری پر بحث کی۔ انہوں نے جناح سے یہ بات سنانے کی بھرپور کوشش کی کہ تمام مختلف پارٹیوں کے لئے کسی قسم کا خدوہ دفاعی ڈھانچہ بہترین ہو گا لیکن جناح ہر لحاظ سے آواز دیا اختیار پاکستان کے مطالبہ پر اٹھے رہے۔ اور اپنی وکالت کی خدوہ کھنٹی کا مظاہرہ کرتے رہے۔

نہو کی باؤنٹ لینین سے پہلی ملاقات

نہو ان دنوں جنوب مشرقی ایشیا کے دورے پر تھے۔ ملایا کی سیاحت ان کے لئے پہلی کامیابی کا سبب بنی۔ وہاں لارڈ اور لیڈی باؤنٹ جین سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔ میاں پوری دونوں انتہائی گرم جوشی سے ملے اس دورہ کی باعث ایک انگریز اہلکار نے انڈیا ہنس کو جو رپورٹ بھیجی 'اس میں کہا گیا تھا کہ نہو نے اس دورہ میں جتنی بھی عوامی تقریریں کیں 'ان کا مرکزی نقطہ ایشیائی اتحاد تھا۔ انہوں نے جناح کا ذکر قدم سے تحفیر آئینہ لوح میں کیا اور اس بات پر بہت زیادہ شک وشبہ کا اعتبار کیا کہ یا تو جناح کی نیت میں یہ ہے ان کے پاس اتنی طاقت ہے کہ اگر انہیں پاکستان نہ ملے تو بھدوستان میں بدولت پیدا دیں گے جناح کی باتوں پر غور کرنے سے مجھے وہ محسوس ہوا کہ اس کے پاس اور باپ کے کل کا طرز ٹھہرایا گیا ہو اور وہ عدالت سے اس بار پر معافی کی درخواست کرے کہ وہ ایک جینم ہے۔"

اس وقت کہیں نے کانگریس اور مسلم لیگ کے لئے غور و خوض کی خاطر اپنا اختلاف خفیہ دو حصوں میں مشتمل حل پیش کیا۔ حصہ الف میں تجویز کیا گیا تھا کہ کل انڈیا یونین 'بھدو اکثریتی حصوں' مسلم اکثریتی حصوں اور راجپوتانہ کی ریاستوں پر مشتمل ہوگی یہ تینوں برائے نام مرکزی حکومت کے کنٹرول میں ہونے پر مرکز کے پاس صرف دفاع 'خارجی امور اور مواصلات کے مجھے ہونگے جبکہ حصہ ب میں کہا گیا تھا کہ برائے انڈیا کو بھدوستان اور پاکستان دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ریاستوں کو حق حاصل ہو گا کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کر لیں۔ پاکستان کی قلعی حدود کا تعین شمال مغربی اور شمال مشرقی خطوں کے جملہ اضلاع میں لینے والی آبادیوں کی ذمہ داری تھاقت سے کیا جائے گا چونکہ پاکستان کا وجود مذہب پر مبنی دو قوی نظریہ کا مرکب بنتا ہو گا اس لئے یہ چیز اس نظریہ کے بالکل متضاد ہو گی کہ بعض غیر مسلم علاقے پاکستان میں شامل کر دئے جائیں تاکہ اس کی اقتصادی اساس مستحکم ہو سکے۔ نہ ہی اسے جتنی انتظام نصیب ہو گا اگر یہی اچھوتوں کو ان کی غلامی کے خلاف پاکستان میں شامل کیا گیا ان دو غور و خفاہ اور آزاد ریاستوں کے باہمی لازمی اقتصادی مواصلات نیز دفاع خارجہ پالیسی مواصلات

کے مسائل سے ٹھنسنے کے لئے ایک قسم کا معاہدہ کرنا پڑے گا جو دونوں قوموں کے لئے انتہائی اہم ہو گا۔ چونکہ وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔ کہیں نے جملہ بڑی پارٹیوں کے قائدین کے سامنے ان دونوں انجیکشن کی ضروریات پیش کرنے کے بعد واضح کیا کہ وہ چند دن کے اندر اندر پانچ الف یا پ کو منظور کرنے کے بارے میں اپنی رضا مندی سے متفق ہو سکتے ہیں۔ اگر ان مضمعوں میں سے کسی کو بھی عمومی منظوری حاصل نہ ہوئی تو ہم سفارش کریں گے کہ اس انسیم کو فوراً نافذ کر دیا جائے جس کی پشت پر سب سے زیادہ حمایت ہو۔ عمومی منظوری نہ ملنے کی صورت میں ہم اس انسیم کو کامیاب بنانے کے لئے اپنا ہر اثر و رسوخ استعمال کریں گے جسے سب سے زیادہ حمایت حاصل ہو گی۔

انگریزی دماغ شکست کھا گئے

اگلے پچھترہ ملاقاتیں کی گئیں ان سے مشن کی معلومات میں بہت تھوڑا اضافہ ہوا۔ البتہ ان قبائل انجیکشن کو بہتر جاننے میں مدد ملی جو سب سے پہلے ۲۹ اپریل ۱۹۶۶ کو جٹوں کے سامنے رکھی گئی تھیں۔ دیول نے اپنی راجدھانی میں بتایا۔ "جٹوں کے ساتھ انگریزوں سے قبل ۲۰ صحت پرپس فوڈ گرانٹ کی نذر ہو گئے جبکہ ہم ایک گول میز کے ارد گرد بیٹھے رہے اور کوئی کام نہیں کر سکیے۔ میں پیپٹی کے لئے اس جٹ خیل کو پسند نہیں کرتا۔" زن مل دیول اور کہیں تھیں نے اس بارے میں اپنے اپنے "برخس" تیار کر رکھے تھے کہ جٹوں سے بہتر طور پر کیسے نپٹا جائے۔ یہ گواہ ان کی بحث کرنے کی صلاحیتوں کو منفرد فروغ حسین تھا۔ ڈیٹک لارنس نے میٹنگ کا افتتاح کرتے ہوئے جٹوں کو بتایا کہ ان کے مطالبہ پاکستان کے عمل اور پورے طور پر منظور ہونے کا کوئی امکان نہیں اور یہ کہ انہیں مستقل طور پر اس بات کی امید نہیں کرنی چاہئے کہ مشرق و مغرب میں دونوں خیلے پورے کے پورے مل جائیں گے کیونکہ ان کے زیادہ حصے میں غیر مسلم قبیلہ ہیں۔ اس لئے پانچ الف یا پانچ ب' دونوں آپ کے مطالبہ سے مطابقت رکھتے ہیں' کب کو ملے گا تو ترجیح دیں گے؟

مسٹر جٹوں نے پوچھا 'پاکستان مجوزہ آل انڈیا یونین کے تحت کیسے آئے؟' انگریزوں کے غلبہ دیکھنا سے بچ چکا ہے کہ اس سوال کے جواب میں نیکر نری آف ٹیٹ نے کہا۔ "مختصر طور پر وہ مطلوبے ہیں۔ ایک چھوٹا پاکستان جسے انڈیا اعلیٰ کے حقوق اور مطالبات کرنے کے اختیارات حاصل ہوں گے اور وہ سارا بڑا پاکستان۔ آخر انکو کل انڈیا یونین میں برابری کی فیواد پر ہندوستان کے ساتھ شامل ہو گا۔

کہیں نے بتایا کہ دوسرے قبائل کے تحت وہ فیڈریشن تشکیل دی جائیں گی تو ایک یونین مرکز سے وابستہ ہو گی۔ مرکز میں فرقہ وارانہ قوانین بعض اوقات کے درپے عمل رکھا جائے گا خواہ وہ اس بھی اس میں مل جائیں۔ مسٹر جٹوں نے سوال کیا۔ یونین کی انتظامیہ کیسے چلائی جائے گی؟ کہیں نے جواب دیا کہ یونین انگریزوں کے ممبران کا انتخاب دونوں فیڈریشن کریں گی۔ مسٹر جٹوں نے پھر پوچھا۔ اگر دونوں فیڈریشن کی نمائندگی مساوی ہوئی تو فیصلے کیسے کیے جائیں گے؟ کہیں نے کہا۔ اگر اتفاق رائے نہ ہو سکا تو زور داری دونوں فیڈریشن کی طرف عود کر جائے گی۔ مسٹر جٹوں نے شک کا اظہار کیا کہ شاید یہ انتظام عملی طور پر کام نہ کر سکے۔ ڈیٹکس کے بارے میں امور کو روزانہ ملے کرنا ہو گا۔ اب تک جو

کہو کیا گیا ہے اس سے ان کے بچے کوئی ایسی بات نہیں پڑی جس کی بنا پر وہ یہ کہہ سکیں کہ یہ نہیں کا
 قصہ خود فکر کے لائق ہے انہوں نے مزید کہا کہ کاغذ پر وہی مکی مساوات کی کوئی بھی مقدار کام نہیں
 آئے گی۔ مثال کے طور پر کیا ملازمتوں میں ہر قوم کا مساوی حصہ ہو گا نیکروئی آف ٹیٹ نے کہا۔ ایسا
 گنا ہے مسٹر جناح دوسرے متبادل کی طرف جا رہے ہیں۔ چنانچہ اس نے مسٹر جناح سے اس کے بارے
 میں ان کی رائے دریافت کی۔ مسٹر جناح بولے: ایک دفعہ پاکستان کا اصل تعلیم کر لیا جائے تو پاکستان
 کے رقبہ سے متعلق سوال پر بحث ہو سکتی ہے۔ وہ چھ صوبوں کے لئے دعویٰ کر رہے ہیں۔ تمام رقبہ
 کی ثابت بحث کرنے پر آمادہ ہیں۔ ممکنہ طور پر وہ یہ بات قبول نہیں کریں گے کہ ٹکٹ کو محض پانچ یا چھ
 لاکھ ہندوؤں کی بناء پر بنگال سے نکال دیا جائے۔ جو کہ زیادہ تر پست طبقات سے نہیں اور پاکستان میں
 شمولیت کو ترجیح دیں گے۔ اس میں سے اکثر وہ آند کرہ مزدور ہیں۔ نیکروئی آف ٹیٹ نے زور دیکر یہ
 بات کہی۔ دفعہ نہیں سمجھتا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی پلان کانگریس کے لئے فوری طور پر قابل قبول
 ہو گا۔ مسٹر جناح نے کہا۔ میں ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ کانگریس کو کہہ نہ سکوئے گا پورا بھین
 ہے۔ ہندوستان کا اتھو محض انسان ہے۔

جناح کی قانونی مستعدی و بالائی اس سے کہیں زیادہ ثابت ہوئی کہ وہ جب لادنس کریں یا
 انگریزوں انہیں عیاری میں بات نہ دے سکے اگرچہ تجویز و افشنہ دونوں نے اپنی پوری کوشش کی۔
 آخر کار نیکروئی آف ٹیٹ نے تجویز کیا کہ جناح اس معاملے پر حیدر سوچ بچار کر لیں۔ امید ہے
 کہ دفعہ کی سٹیج سے واپس یہ وہ اپنی رائے سے آگاہ کر دیں گے۔ بسلا دور فٹ ہو گیا۔ اگرچہ جناح نے
 کسی کو چاروں شانے جیت نہیں کرایا تاہم وہ کھٹی بجے سے پہلے پراٹھ پر بیت گئے اور انہیں مزید
 آرام کا موقع مل گیا جس کی انہیں ضرورت تھی۔

اشعار ہواں باب --- شملہ کا دورا دورہ (۱۹۳۶ء)

لیک کا وہلی کنونشن ۱۹۳۶ء

جناح نے ایک حکم پند لیڈر کی حیثیت سے کانپور مشن کے ساتھ پورے مذاکرات کے دوران اپنی قوتوں کی
 خوب منف بندی کی اور اپنی فوسلہ قوم کے ہاندے شمشیر دن پر اپنی گرفت خوب مضبوط کر لی۔ مسلم لیگ کے
 جملہ منتخب اراکین اسمبلی اور اگلے اپریل ۱۹۳۶ء میں دہلی میں جمع ہونے اور لنڈ کو حاضر یا عریان کر مقدس صف
 انہما ایک اقرار پر دخل کے اور اس امر کا اظہار کیا کہ ”ہر ملیر میں آزاد مسلمان قوم کی سلا متی حفاظت“ نہایت
 اور قسمت صرف حصول پاکستان میں مضمر ہے۔ اور اپنے مقصد کی صداقت اور سچائی پر یقین رکھتے ہوئے میں وعدہ
 کر آؤں گی میں ہر خطہ یا آزما محفل کا مقابلہ کروں گا اور ہر قسم کی قبائی نہ مجھ سے طلب کی جائے گی ”یوں گا۔“
 مسلم لیگ کے ہر منتخب نمائندہ نے کانپور کی گونج میں نہ گونج دیا۔ میٹنگ کی خوشی کی۔ ہر مسلم لیگی لیڈر کی طرف سے
 وختہ کہہ ایسی دستاویزات سے لیس ہو کر کانپور انہما نے اپنے جہ و کاردوں کو بارود لایا:

”ہم نے اس مبارک اور تاریخی کنونشن میں ایک مقدس وعدہ کیا ہے یہ کہ جہاں ہم بھرتوں کی توقع رکھتے

ہیں وہیں ہم بدترین کامیابیوں کو چاہ رہے ہیں۔

راست کو بنگال کے سپرد دی گئی ہے۔ بنگال کی قرارداد پیش کرتے ہوئے سوال کیا کہ "اس کے بعد کیا ہو گا؟ ہم اس سے رہنا چاہتے ہیں، ہم خانہ جنگی شروع کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ ہم ایسا وطن چاہتے ہیں جہاں امن سے وہ نکلیں۔ میں نے بہت زیادہ غور کیا ہے، "کیا مسلمان لڑائی کے لئے تیار ہیں۔ میں ایمانداروں سے کہتا ہوں کہ بنگال کا ہر مسلمان پوری طرح تیار اور اپنی جان کا خزانہ پیش کرنے پر آمادہ ہے۔" قائد اعظم کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا "میں آپ سے استغاثہ کرتا ہوں کہ آپ ہمیں آزائیں۔" قلعہ کی پیٹ میں آیا ہوا بنگال جلدی خون میں نہانے والا تھا۔ شعلی اتران نے اردو میں خطاب کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ "مسلمان اب اپنی حقیر کا فیلڈ آپ کریں گے۔" اپنے عظیم قاعدہ کی طرف جو ایٹمی حربہ ہل میں کریم رنگ کی شہرہ لائی مسند شہوار اور پویشین کی ٹوٹی پھٹی ایک بلڈ پیٹ فارم پر تھریف فرماتے "سرخ کرتے ہوئے انہوں نے اس عزم کو دہرایا کہ "ہم پاکستان کے لئے اپنی جانیں قربان کریں گے۔"

بنجاب کے فوجی مہم نے اپنا طاقتور دایاں بازو فرائے ہوئے اعلان کیا "ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ ہم اپنے پاکستان کا دفاع کیسے کریں گے؟ میں کہتا ہوں کہ بنجاب کے ہمارے سپاہی جنہوں نے اڑی جارحیت کے خلاف برطانیہ کا دفاع کیا وہ اپنے ہمارے وطن کی حفاظت بخلی کر سکتے ہیں۔" شمال مغربی سرحدی صوبہ سے چھان لیڈر خان عبد القیوم خان نے پورے ملک کی گریج میں اعلان کیا کہ "ہم نے لڑنے کے لئے ہمارا ایک بھڑا "ایک لیڈر" ایک پیٹ فارم اور ایک مثالی تصور "پاکستان ہے۔ ہم صرف قلعہ عزم لےنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا حصول پاکستان کے لئے ایسا عزم دینا ضروری ہے یا نہیں۔" فوجیوں سرحد شوکت حیات خان نے اپنے عظیم رجسٹرار قیوم دایا "میں پنجابی سپاہیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے بخوشی اعلان کرتا ہوں کہ بنجاب کے ساڑھے سات لاکھ رجسٹرار فوجیوں نے عہد کر رکھا ہے کہ پاکستان حاصل کر کے دم لیں گے۔ بنجاب والا آپ ہمیں روک رہے ہیں۔ ہم آپ کے عزم کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمیں سوچ دینا کہ شک کرنے والوں پر طاقت کر سکیں کہ ہم پاکستان کی حفاظت کیسے کریں گے اور قلعہ پاکستان سے ہماری کیا مراد ہے۔" سر فیروز خان فون نے شاید بڑھا ہونے کی بجائے "مجھے لمحہ میں کہا "ابھی تک نہ تو انہیں یہاں کو علم ہے نہ ہندوؤں کو کہ ہم حصول پاکستان کے لئے کس حد تک جانے کو تیار ہیں۔ ہم ایک جیسے الیہ کی جو کھٹ پر پہنچ چکے ہیں۔"

اپنے وقار و جاں نثار ساتھیوں کی تقریری سننے کے بعد جناح نے صدارتی خطبہ میں کہا "ہم کس چیز کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں؟ اللہ کے فضل سے ہم مسلمانوں کے پاس سب کچھ ہے، نایاب ہیں، کثافت ہے، مصلحت ہے، جرحیت ہے اور وہ تمام خوبیاں ہیں جو کئی قوم میں ہونا لازمی ہیں۔ تاہم ہمارے پاس جدوجہد کی کمی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی ساری قوتیں ان چیزوں کے حصول پر مرکوز کر دیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ غارتی قلعہ اور ہندوؤں کا غلبہ، بطور خاص "ہماری سماجی زندگی میں امن کو صاف کے زوال کا سبب بنا ہوا ہے۔ ہم اپنا شرفانہ کردار پوری طرح کھینچ لیں۔ اور کہنا کہ کیا ہے جو قاعدہ ایمانداروں کی درست باڈی، عقیدہ، کمال دیانت داری اور قوم کی مجموعی بھلائی کے لئے ذاتی مفاد سے دست برداری کے لئے ہمہ وقت مستعد رہتا۔ اس کے باوجود ہم نے جسے بحیرہ اقصیٰ کا راستہ اچھا سمجھا ہے، "پانچ سالوں میں ہماری شکستہ حالت کا سبب بنی ہوئی طاقت ہوئی ہے۔"

بھی ابھی میں سوچتا ہوں کہ شاید میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔

کابینہ مٹن سری نگر میں پھنساں گزار کر ۳۳ اپریل کو واپس آیا۔ کہیں سے کہا گیا کہ وہ شام کو جناح کے ساتھ "غیر رسمی" ملاقات کرے اور انہیں اپنے آئندہ ترقی پلان سے مطلع کرے۔ سنو اور گاندھی اس منصوبہ کو تسلیم نہیں پہلے ہی دیکھ چکے تھے اور انہوں نے اس سے رتی فائدہ لینے کو مسترد کر دیا تھا جس میں صوبوں کی گروپ بندی اس طرح کی گئی تھی کہ مسلم لیگ پاکستان کے لئے جن علاقوں کا مطالبہ کر رہی تھی "انہیں اس میں سودا کیا۔ جیسے برٹش انڈیا کو ہندوستان کا نام دے دیا گیا اور ریاستوں کو اختیار ہو گا کہ وہ ان میں سے کسی ایک فائدہ لینے سے الحاق کر لیں۔ فائدہ لینے کے اور آل انڈیا یونین کو صرف "ذخیرہ" امور خارجہ، مواصلات اور اقلیتی امور میں کنٹرول حاصل ہو گا۔

ہندو پاکستان کی وفا کی باتوں کے لئے اپنے اپنے جھنڈے "ایچی ایچی فوجیں ہوں گی" دونوں ملک مرکزی ہائوس دستور ساز کے تابع ہوں گے۔ ہر ملک آل انڈیا یونین کے لئے مساوی تعداد میں نمائندے منتخب کرے گا۔ الحاقی مسائل و مشکلات تفسیر کے لئے یونین کورٹ کو بھیجی جائیں گی جس میں جی جی قوموں کو نمائندگی حاصل ہوگی۔ مسلم لیگ اور کانگرس الگ الگ کمیشن قائم کریں گی جنہیں گروپ کانسٹیٹیوٹن کی ذمہ داری کا کام سونپا جائے گا۔ کانگرس قیادت نے اعتراض کیا کہ اس منصوبہ کی مدد سے پاکستان کی حلقہ بندی اور علاقہ عمل میں آگئی لہذا کہ کسی نے ابھی اس نئی ریاست کے حلقہ بندیوں کی یہاں تک کہ مسلم نمائندوں میں پائی جانے والی نوازش کی وسعت کا صحیح طور سے جائزہ نہیں لیا۔ اس کے بعد مٹن نے ایک خصوصی کمیشن کے انتخاب کی تجویز پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ یہ کمیشن ۱۵۰ سے ۲۰۰ تک ممبران پر مشتمل ہو گا جن کا چارٹر تمام نو منتخب اسمبلیوں کے نمائندگان میں سے کیا جائے گا۔ پاکستان کے مسئلہ پر اس کمیشن میں رائے شماری کرائی جائے گی۔ اگر کل ارکان کی کم از کم ۲۰ فیصد تعداد نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا تو پنجاب، سندھ، سرحد، بلتستان اور صوبہ آسام کے ضلع سلسٹ سے تعلق رکھنے والے ایم ایل اے حضرات کا علیحدہ اجلاس ہو گا۔ وہ رائے دیں گے کہ اس امر کا فیصلہ کریں گے کہ کیا وہ انڈین یونین سے علیحدگی چاہتے ہیں۔ اگر کم از کم ۵۰ فیصد نے ایسی شرائط کا اعلان کیا تو ان صوبوں کو انڈین یونین سے الگ کر دیا جائے گا۔ اور اگر سندھ، پنجاب، سرحد نے علیحدگی کے حق میں ووٹ دیا تو بلتستان بھی پاکستان کا حصہ بن جائے گا۔ نیز بلتستان اور ضلع سلسٹ بھی۔ مشرقی پنجاب اور وسطی بلتستان میں واضح غیر مسلم اکثریت کے اضلاع یہ رائے دے سکیں گے کہ وہ انڈین یونین میں رہنا چاہتے ہیں اور اگر ان کے نمائندگان کی ۵۰ فیصد تعداد نے اس بات کو ترجیح دی تو ان سرحدی صوبوں کو اس کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔

کہیں نے جناح کو غیر ناگزیر سوا میں چلا۔ تاہم جناح نے کہیں کے تجویز کردہ نکات غم بند کرنے اور کہا کہ اگر کانگرس نے یہ تجویز منظور کر لیں تو وہ بھی اپنی درد انگ کہیں سے منظور کرانے کی کو مشق کریں گے۔ اس بات کو چاہتے ہوئے کہ اگر جناح کو کوئی تجویز پسند نہ ہو تو وہ اپنے قلم سے لکھا ہوا ہے جس میں ہندو بھارتی سے متعلق دیکھتے ہیں۔ دلیل کو جیتن تھا کہ کسی پلان کو اپنے ہی کارڈوں کے سامنے دیکھنے پر آمادگی کا مطلب ان کی وقتی "بالکل وقتی" منظوری ہے۔ اس لئے کہیں کو اختیار دیا گیا کہ وہ غیر رسمی طور پر سنو سے ملے اور انہیں مٹن کی تجویز کے حق میں ہموار کرے۔ لیکن سنو نے ہی تجویز نیکر مسترد کر دی "وہ ممبر سرحد ذکر کیلئے اور یا منصوبہ مرتب کیا۔ شام کو

کرکس جناح کے گھر گیا اور ان کے سامنے الف اور پ دو حصوں پر مشتمل پانچاں پیش کیا۔ جناح نے حسب میں شامل پاکستان ہانے سے انکار کر دیا تاہم حصہ الف اپنی دو ٹکٹ سینی کے سامنے رکھنے پر رضامندی ظاہر کی بشرطیکہ کانگریس بھی اسے مان لے۔ اگلے روز کرکس نے مولانا آزاد سے ملاقات کی۔ مولانا نے تجویز کیا کہ اس حل کی تفصیلات طے کرنے کے لئے کانگریس اور لیگ کے چار چار اعلیٰ نمائندوں کا اجلاس بلا دیا جائے۔ کرکس یہ عرض فرمایا کہ فوراً اجلاس کے پاس پہنچا۔ جناح نے اسے یاد دلایا کہ انہوں نے پہلے جو کچھ کہا تھا وہ محض ان کی ذاتی رائے تھی ضروری نہیں کہ لیگ کی رائے بھی وہی ہو اگرچہ وہ اس تجویز کو اپنی دو ٹکٹ سینی میں پیش کرنے کو چاہتے ہیں۔ اس کے بعد مٹن اور دیل نے جناح اور آزاد کے نام مراسلہ کا مسودہ مرتب کیا جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ شملہ میں ایک سیرامی کانفرنس ہوگی۔ دہلی میں اس وقت شدید گرمی پڑ رہی تھی اس لئے ہر ایک نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ہالیائی پناہی مقام پر معاملہ حل ہو جانے کے دو فی امکانات ہیں۔

دوسری شملہ کانفرنس

دوسری مئی ۱۹۴۶ کو (دہلی کی ۳۳ ویں سالگرہ کے روز) دوبارہ شملہ میں جمع ہوئے۔ جناح کے ہمراہ ہماقت علی خان، سردار عبدالرب خٹہر اور خواب محمد اسٹیل خان تھے جبکہ کانگریس کی طرف سے آزاد، شو، بھیل اور عبدالغفار خان آئے تھے۔ گویا کانگریس کی ٹیم تو مسلمانوں اور آرمے ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ جناح نے مولانا آزاد کے ساتھ ہاتھ ملانے سے انکار کر دیا جسے سب نے محسوس کیا۔ تاہم دیل کے خیال میں اجلاس کا آغاز "زاد برا" میں تھا۔ پہلا اختلافی نقطہ یہ تھیں کہ ہدایت کی بابت یہاں کانگریس چاہتی تھی کہ مرکز کے پاس براہ راست مصلحت ماننے کا اختیار ہو اور وہ دیل کے لئے اپنی آمدنی سے کام چلانے کے لئے جناح کا موقف یہ تھا کہ اسے یکمشت ایک رقم دے دی جائے اور بوقت ضرورت وہ دونوں گروپوں سے مزید طلب کر سکے۔ پھر مرکزی خٹہر پر بھی اختلاف ہوا۔ کانگریس ایک مختلہ کے حق میں تھی لیکن دیل کے بھل جناح کا رویہ حتیٰ امن کے دائرہ کنزور اور غیر مختل تھا۔ جناح کا تہذیبی طور پر اپنے دوسرے گروپ (پاکستان) کی سطح پر مختل کی تشکیل چاہتے تھے اور کانگریس پارلیمنٹ کی کسی بھی شکل کے قیام کی مخالفت تھی۔ شملہ میں ہر اختلاف اور جھگڑا کے پس پردہ لیگ کے دو قوی نظریے اور کانگریس کے وحدانی نظام حکومت کے بائیں پاسے جانے والے ہندوستانی اختلافات کارفرما تھے۔

اس مئی کی صبح کو جناح اور شو کے بائیں دوست محاذ آرائی ہوئی جس نے چند کرہ ہندوستانی تاریخ کی سب سے شدید لڑائی کی شکل اختیار کرلی۔ شو کا سردار تھا کہ جو میں آج انڈیا "مظاہرہ" انتخابات کی فرسٹ فکٹر کیلئے ہو "منفیہ" اور دہا ہوئی چاہئے۔ سرووں کو تعلیم اور صحت جیسے امور میں باہم تعاون کرنے سے نہیں روکا جائے گا" تاہم انہیں کسی گروپ انگریزوں کی ضرورت نہیں ہوگی۔ انہوں نے لیگ سے اپیل کی کہ وہ اس نتیجہ دہلی پر دستور وضع کرنے والی جماعت میں شامل ہو جائے کہ وہاں کسی پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ مسٹر جناح کا کہنا تھا کہ وہ ایسی صورت کو قبول نہیں کر سکتے تاہم اگر کانگریس نے گروپوں کو قبول کر لیا تو ایک جو میں کو مان لے گی۔ مولانا صاحب

کیا کہ مسٹر جناح یونین کے حدود مال کو ضمیمے کی طرح نہیں کا جو دیگر اور سراسر ناقابل قبول ہو گا۔

جس وقت صوبہ اور جناح مجبور رہے تھے، واقف اس نے دیکھا کہ پٹیل کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ وہ بہرہ منہو نے ایک بیان میں کہا کہ گروپ بنانے کا سوال دستور کی تدوین کے بعد پیدا ہو گا۔ انہوں نے زور دے کر یہ بات کہی کہ پہلا سوال یونین کے گروپ کا ہے۔ اس کے بعد صوبے ہاتھوں کے کہ یونین کے دستور کے تابع رہتے ہوئے اپنی خود مختاری کو بندے گا وہاں تک کہ صوبائی نمائندوں کو حق حاصل ہو گا کہ وہ آل انڈیا مجلس دستور ساز میں گروپ سازی کے لئے تیار ہو جائیں کریں۔

بعض نئی تجاویز

کہیں نے "اتحادی نکات" کے عنوان سے ایک نئی دستاویز مرتب کی تھی وہ شام کے وقت گاندھی کو دکھاتا چاہتا تھا۔ اس نے دہلی سے کہا کہ جناح سے وہ خود نمٹ لے۔ مصافحہ میں پٹیل اور عبد الغفار خان کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے اگرچہ وہ مشن سے طاقت کرنے کے ارادہ سے نہیں آئے تھے۔ کہیں کو امید تھی کہ وہ مصافحہ کی حمایت حاصل کر لے گا لیکن وہاں کوئی دال نہیں گئی۔ گاندھی نے جواب دیا کہ "نہوہ علی" پاکستانی انجم سے بھی بدتر ہے اس لئے وہ کانگریس سے اس کی منظوری کے لئے سفارش نہیں کر سکتے۔ جاناہ پٹیل کے امکان سے وہ بالکل حائر نہ ہوئے جس سے دہلی نے یہ حیرت انگیز کہا کہ گاندھی پٹیل کے اس خیال سے حلقہ جتے ہیں کہ اگر یہ (بندہ) اپنے پاؤں پر پاٹ جائیں تو مسلمان ہرگز نہیں کریں گے۔ اگلی شام کو دہلی نے جناح سے ایک خط لکھ کر دکھایا کہ اگرچہ ان کا رویہ دوستانہ تھا تاہم انہوں نے کانگریس کی اپنی مری اور شدید ہے جتنی ظاہر کی۔ انہوں نے اس خط کا افساد کیا کہ وہ مسلمانوں کو ٹھکے ٹھکے کر کے بعد میں کا تسلط قائم کرنے کے حوالہ دے سکتی ہے۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ اگرچہ جو کچھ درست اور انصاف پر مبنی سمجھتے ہیں وہی کریں لیکن ہم پر حد سے زیادہ دباؤ ڈالیں۔ دوسرا انجام کہیں نے گاندھی سے ایک اور طاقت کی۔ خلاف توقع اس دفعہ مصافحہ نے اس تجویز کی عمل منظوری کا فیصلہ دیا جو تین حصوں پر مشتمل تھی۔ دہلی نے کہیں پر قصداً اعتبار نہیں کرنا تھا اور گاندھی کے ہاں سے میں کوئی حسن ظن نہیں دیکھتا تھا۔ یہ بات ماننے پر بالکل تیار نہیں ہو گا کہ کہیں کی راہنمائی میں گاندھی جی قرآن کا ایک نسخہ لکھے "اس کے برعکس اس کی رائے یہ تھی کہ گاندھی جی کہیں کو اپنے پیچھے لگا کر لڑنے کی پگڑی پٹے لگائے ہیں۔

دوسری بات کو چھٹک لاد نے مسٹر جناح اور مولانا آزاد کو نو نکاتی حلقہ کار مولانا کی نقل ارسال کی جس کی ابتدا اس طرح ہوتی تھی "آل انڈیا یونین کی ایک حکومت اور حلقہ ہوگی جس کے پاس امور خارجہ، دفاع، مواصلات اور بنیادی حقوق کے شعبے ہوں گے اور اسے ان ملکوں کے اعتراف کے لئے حسب ضرورت فیڈرل حاصل کرنے کا اختیار ہو گا۔ پھر جملہ اختیارات صوبوں کے پاس ہوں گے اور جیسا کہ نکتہ نمبر ۳ میں کہا گیا ہے، صوبوں کے گروپ بنائے جائیں گے اور وہ گروپ ان صوبائی امور کا فیصلہ کریں گے جو وہ مشترکہ طور پر لینا چاہیں گے۔" جناح نے اسی دن اپنی قیام گاہ "پارڈز" سے جواب بھجوایا "میری رائے یہ ہے کہ اتفاق رائے کے

لئے جو نئے نکات تجویز کئے گئے ہیں، وہ اس ابتدائی فارمولہ کی صریح خلاف ورزی ہے جو آپ کے بے حد اپریل کے مراسلہ میں شامل تھا اور جسے کانگریس نے مسترد کر دیا تھا۔ اندر میں حالات صاف سے خیال میں اس دستخط پر بحث کرنے سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو گا۔

مجموعی سے بھی اتفاق رائے کے لئے تحریر کردہ نکات کو دوسری وجوہات کے علاوہ بنیادی طور پر اس لئے مسترد کر دیا کہ ۱۰ کروڑ مسلمانوں کو ۲۰ کروڑ سے زائد ہندوؤں کے مساوی حیثیت دینا پاکستان کی انجیم کو منظور کرنے سے بھی بدتر ہے۔

نسو، جناح، جھڑپ

وہ اصل خاکہ کی طرف بھڑوت آئے۔ کہیں مولانا آزاد سے ملنے گیا تو نسو بھی وہاں موجود تھے۔ دیول نے جناح سے ملاقات کی۔ کہیں نے دیول اکثر دونوں کو معقول اور معقول پایا، تاہم وہ اپنے وقت کے کارکن کا اشارہ جاننا نہیں کی طرف تھا، کے ہاتھوں سے نکلے تھے۔ جناح نے دیول کو یقین دلایا کہ وہ معقولیت سے کام لینے کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ان کے حامی پہلے ہی انہیں نشانہ بندی کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ایک قسم کی بوجھ بھگور کر کے انہوں نے اختیار ڈال ڈیٹے ہیں۔ جو ان کی طرف سے کانگریس کے لئے جی "رہایت" ہے۔ انہوں نے پاکستانی گروہوں کے اجلاس پر اصرار کیا تاکہ اپنا طبع و دستور وضع کر سکیں۔ ہر قسم کی شام کو نسو نے تجویز کیا کہ کانگریس اور ایک "۱۳" میٹنگ کی موجودگی میں اجلاس کرنا چاہیے تاکہ وہ ان کے متاثرہ یہ نکات کو حل کر سکے۔ جناح نے جواب دیا کہ وہ کانگریس کے کسی بھی ہندو نمائندہ سے ملنے کو بخوشی چاہتے ہیں۔ ایک منٹ یا اس سے زیادہ عرصہ کے لئے معنی خیر خاموشی چھٹی رہی۔ پھر نسو نے تجویز پیش کی کہ وہ اور جناح اسی وقت اور اسی جگہ ملاقات کریں اور دیکھیں کیا وہ باہمی رہنمائی سے کوئی ثالث مقرر کرنے پر متفق ہو سکتے ہیں۔ اس پر ان دونوں کے سوا سب باہر چلے گئے اور ۳۰ منٹ تک باہر کھڑے رہے۔ اس دوران نسو اور جناح کے درمیان زیادہ تر جھڑپ ہوئی۔ بالآخر ان کے مابین صرف اس بات پر اتفاق ہو سکا کہ اجلاس دونوں کے لئے ملتوی کر دیا جائے اور ہر قسم کی ۳ بجے بعد وہاں سے ہٹ جائیں۔

نسو نے جناح کو مطلع کیا کہ انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے مولویوں ثالث کے انتخاب پر بحث خود کرنے کے بعد ملے کیا ہے کہ اس مقصد کے لئے جاننا کانگریسوں، ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کو خارج کرنا مناسب ہو گا۔ اس طرح میدان بحث ہی محدود ہو گیا تاہم کانگریس نے ایک خاص فرسٹ چار کر لی جس میں امریکی بھی شامل تھے۔ جواب میں جناح نے لکھا کہ ایسا ہر قسم کے علاوہ بحث سے نکات حل طلب ہیں۔ انہوں نے نسو کو مطلع کیا کہ وہ ہر قسم کی ۳ بجے کے بعد کسی وقت بھی ان سے مل سکتے ہیں۔ نسو کی طرف سے جواب آیا "میرا اثر یہ تھا کہ ایسا ہر طور پر کرنے کی تجویز پر اتفاق رائے ہو گیا ہے اور ہمارا اگلا قدم تمام تجویز کرنا ہو گا۔"

برہما ان دونوں کی صبح ۳ بجے جناح کی قیام گاہ پر بھر ملاقات ہوئی۔ وہ شام کے ۶ بجے تک الجھتے رہے۔ یہاں تک کہ پیشک مار فیس نے عدالت کی اور مسٹر جناح سے کہا کہ وہ انفرادی کی شام کو شروع ہونے والے اگلے دن کے لئے اپنی قطعی شرائط تحریری شکل میں پیش کر دیں۔ جناح نے دوسرے دن ۱۰ اصولوں پر پیشکش ایک

قومی جان اسے بھجوا دیا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ پاکستانی اور ہندوستانی گروہوں کے لئے الگ الگ مجلس دستور ساز ہوں گی اور کسی یونین ایگزیکٹو یا مشن میں نمائندوں کی تعداد مساوی ہوگی۔ یونین میں کوئی تنازعہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ مجرتین چرچائی اکثریت کی رضامندی سے۔ مولانا آزاد نے بھی کانگریس کی طرف سے سمجھوتہ کے مجوزہ نکات پر مبنی ایک تحریری تجویز پیش کی۔ اس میں واحد مجلس دستور ساز کی تشکیل پر اصرار کیا گیا تھا جو تمام صوبوں اور ریاستوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہونی تھی۔ وینسنگ لائسنس نے اس تمام دونوں پارٹیوں سے یہ بھارت کیا ان کی اختیار کردہ یونین کے پیش نظر سمجھوتہ ہونے کا کوئی امکان ہے؟ ایمان داری سے کوئی فریق بھی ہاں نہیں کہہ سکا۔ اس لئے شکاری تھ نیٹ نے محسوس کیا کہ کانگریس ختم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کینٹ مشن اور انٹر اسٹے نے جبراً کو دھکیلے جانے کا پروگرام بنالیا۔

سمر مئی ہندو سوسائٹی نے جناح سے بات چیت کی جو نکلے نکلے اندازے اور پتہ چلتے تھے۔ انہوں نے بنی انتظامی کو قسمل کے بارے میں چارہ خیال کیا۔ دیول نے ٹیکہ کو کانگریس کے ساتھ ”جی پی“ (مساوی حیثیت) کی ویکٹس کی اور بتایا کہ مجوزہ کابینہ میں ان کے علاوہ ایک سکھ، ایک اہموت اور ایک دوسری اقلیتوں کے نمائندہ کو شامل کیا جائے گا۔ اس نے جناح پر زور دیا کہ وہ اس موافقے کا جواب کو قبول کر لیں۔ جناح نے اس کی بات جی توجہ سے سنی لیکن اس پر کوئی رائے زنی نہیں کی۔ آخر میں انہوں نے کہا ”مسلم لیگ صوبی حکومت میں آئے گی یا نہیں“ اس کا انحصار اس بات پر ہو گا کہ آیا میرے بیان سے طویل الیاد مسئلہ کے حل کی کوئی امید پیدا ہوئی نظر آتی ہے۔“ انہیں خوف تھا کہ کانگریس کا پلان یہ ہے کہ پہلے مرکزی حکومت پر کنٹرول حاصل کیا جائے اور پھر صوبوں میں کنٹرول حاصل کرنے پر توجہ مرکوز کی جائے۔ جناح نے یہ پروگرام ناپاک یا ناکامی عمالی صحت کے لئے وہ کم از کم تین پتے مسئلہ میں قیام کریں گے۔

مشن کا نیا پلان

اب مشن مجبور ہو گیا کہ وہ اپنا عمل تجویز کرے جو اس فرسودہ تکمیل میں آخری اقدام تھا۔ وہ تمام دلائل سن چکا، جملہ دستورات کا مطالعہ کر چکا اور گواہوں پر اپنی جرح تکمیل کر چکا تھا۔ فیصلہ کو مزید موخر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وزیر اعلیٰ نے مشن کی کارکردگی پر رٹ طلب کر لی تھی۔ لندن اور شملہ کے دو میان ملی فونوں کا تبادلہ ہوا تھا۔ رہتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ لیبر کو رٹ کانگریس اور لیگ کی لڑائی میں ”اگر اقتدار سے محروم ہونے پر نہیں تو حکومتوں کو ہونے پر بالکل چارہ بچھی تھی۔“

کینٹ مشن نے اپنا پلان جبراً ۱۹۴۷ء مئی (۱۹۴۷ء) کی رات کو جی دہلی ریڈیو سے نشر کیا۔ یہ طوفانی راج کی کوکہ سے ہر امن طور پر ایک انٹیم پر نہیں کے تصور پڑے ہوئے کی یہ آخری امید تھی۔ اس بیان میں ”عملی طور پر آزاد اور با اختیار ریاست پاکستان“ کے تصور کو متعدد دھوکے بنا پر مسترد کر دیا گیا۔ ان میں سے ایک اہم وجہ یہ تھی کہ ایسا کرنے سے فرقہ وارانہ اقلیتی مسئلہ حل نہیں ہو گا بلکہ ایسے مزید مسائل کھڑے ہو جائیں گے جنہو سبھیوں کے لئے یہ حل کسی طرح قابل قبول نہیں ہو گا جبکہ اس اقدام سے ملک کی اقتصادی، فنی اور انتظامی وحدت کو

ہر گز شش ایک صدی کے دور میں بڑی مشکل سے قائم کی گئی ہے 'زبردست دھچکا لگے گا اور یہ قدم برطانوی راج کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہو گا۔ دستور کی جس بنیادی شکل کی سازش کی گئی وہ نین صوبوں پر مشتمل انتظامیہ جس میں مرکزی حکومت کو محض امور خارجہ 'دفاع' معاملات کے حکموں پر برائے نام کنٹرول حاصل ہو گا۔ اس کے نیچے صوبوں کو انتظامی حکومتوں اور پانچوں دستور ساز کے ساتھ گروپ اسے بنانے کا اور ۱۹۴۷ء میں ہر گروپ کو اختیار ہو گا کہ وہ ایسے صوبائی امور کا تعین کرے جو مشترک طور پر اختیار کرنے ہوں۔ ہر دس سال بعد کوئی صوبہ سلاو اکثریت کے ووٹوں سے دستور کی بنیاد پر نظر ثانی کا مطالبہ کر سکے گا۔ نئے دستور کی تفصیلات ایک ایسی آسانی سے وضع کر دی جائیں گی جو ہندوستان کی زیادہ سے زیادہ آبادی کی نمائندہ اور وسیع اپنیا ہو گی۔ ساری قوموں کو مناسب نمائندگی کا تعین دینے کے لئے ایک جامع طریق کار بنایا گیا جس میں ریاستوں اور صوبوں کی نمائندگی پر مناسب توجہ دی گئی تھی۔

جان کے اختیاری پیرامیٹرز کیا گیا تھا کہ:

"ہمیں 'ہماری حکومت اور ہمارے مابین وقوع تھی کہ خوراک ہندوستان کے لئے یہ ممکن ہو گا کہ وہ نئے دستور کی تدوین' جس کے تحت انہیں آئندہ زندگی بسر کرنی ہے' کے طریق کار پر متفق ہو جائیں گے۔ ان کو مشنوں کے بارے میں ہندوستانی جماعتوں کے ساتھ ہم بھی فریک رہے' ایسا نہیں ہو سکا۔ اس لئے اب ہم آپ کے سامنے تجاویز پیش کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ان تجاویز کی بدولت آپ اپنی آزادی منظم طور پر حاصل کر سکیں گے اور اندرونی انتشار اور تصادم کو کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔ بلاشبہ یہ تجاویز سب پارٹوں کو پورے طور پر مطمئن نہیں کر سکیں۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ ان تجاویز کی منظوری کیلئے قبلہ طریق کار پر غور کریں تاکہ علم و تجربہ بزرگان بلکہ خانہ جنگی کے عظیم غلو سے بچا جاسکے۔ وہ گزرتے دن تک رہے گی اور اس کے نتائج کیا ہوں گے' اس بارے میں سراسر ہلکے نہیں کہا جاسکتا۔ تاہم یہ بات یقینی ہے کہ انہوں کو دلوں آرمیں' عورتوں اور بچوں کی وہ چابی پڑی ہی ہو تاکہ ہوگی۔ ہم ان تمام لوگوں سے 'نہ ہندوستان کی بھلائی کے خواہاں ہیں' اپنی کہتے ہیں کہ وہ اپنی نگاہیں دست برد کریں اور اپنی قوم یا علاقے سے بالاتر ہو کر پورے چالیس کروڑ ہندوستانیوں کے مفادات کی بہت سوجھیں' ہم دنیا کی بڑی قوموں کے ساتھ آپ کی روز افزوں خوشحالی اور ایسے مستقبل کے خواہش مند ہیں جو آپ کے ماضی سے بھی زیادہ شاندار ہو"۔

گاندھی نے اگلے روز ان تجاویز پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "انگریزی راج نے ہندوستان میں جو بھی ظلم کی اگر مشن کا بیان درست ہے' تبسار کہ انہیں یقین ہے کہ وہ ہے 'تو وہ ان کے اعلان کردہ اس فرض کی ادائیگی میں سرزد ہوئی جو ہندوستان کی طرف سے ان پر عائد ہونا چاہیئے ہندوستان کی حمایت سے بچھا چکرا۔ اس جان میں اس سرزمین میں دالم کو مسرتوں کے گواہ میں بدلنے کی تجاویز شامل ہیں۔" "بڑھاپہ دہائیں اور کہیں نے انکی صبح قربانیاں کھینچنے تک گاندھی سے عاقبت کی اور دہلی کو تیار کر "شروع میں مسز گاندھی اس بیان سے بڑے مطمئن نظر آئے' لیکن بعد میں انہوں نے ایک ایسا اعتراض کیا جس نے بیکر ٹری آف نیٹ کو الجھنی میں ڈال دیا۔ وہ سوال یہ تھا کہ مجلس دستور ساز کے لئے جو طریق کار وضع کیا گیا ہے' آیا اس میں تبدیلی کی جاسکے گی' آیا کانگریس کے ارکان اسمبلی کو یہ اجازت ہوگی کہ ابتدائی اجلاس میں اس طریق کار کی بہت سے سوال کر سکیں کہ آیا اسمبلی کو

نہیں صوں میں تقسیم کیا جائے یا نہیں یا پہلے اسے جو زمین کے دستور کا اختیار کیا جائے۔ مسٹر گاموھی نے واضح کیا کہ مشن کے جان کے لئے ان کی حمایت کا انحصار ان ثلاث پر ہے۔ ”و اکثر رائے پر واضح نہیں تھا کہ اس سوال کے پس پشت گاموھی کے ذہن میں کیا ہے۔ جناح نے اس کے بارے میں کہا ”میں اس بات پر مکمل یقین نہ رکھتا ہوں کہ کانگریس کا بنیادی مقصد عبوری حکومت کے مرکز میں اقتدار پر قبضہ کرنا ہے بلکہ وہ بعد میں کسی بھی وقت کوئی نازک فرقہ وارانہ مسئلہ اٹھا کر دستور ساز اسمبلی کو تار پھڑ کر رکھے۔“

جناح نے ۱۹۴۷ء میں کوئٹہ میں سری مگر سے اظہارِ ولی کہ ”مشن کے جان پر مسئلوں کا رد عمل بڑا شدید ہے۔ مجھے کوئی فیصلہ کرنے کے لئے ایک ماہ کی ملت دی جائے تاکہ میں اپنی درنگ کھینچ کے ساتھ صلاح مشورہ کر سکوں۔“ ظاہر ہے دو وجوہات کے لئے وقت مانگ رہے تھے ”ایک تو ان کی صحت خراب تھی نہ سب سے ان کی پارٹی کے بعض انتخابی پسندوں نے جو رویہ اختیار کیا اس پر سخت تشویش تھی۔ ان کی طرف سے کسی خارجے کے بغیر جہاد کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ انہوں نے دہلی کے پرائیویٹ ٹیکسٹری کوئٹہ پر بتایا ”اگر ہنگامہ آور لی شروع ہو گئی تو سب کچھ جہاد ہو جائے گا۔“ مشن نے اگلی صبح لیاقت علی خاں سے ملاقات کی اور انہیں مطلع کیا کہ ”جناح کے جواب کے لئے ہمارے جتنے تک انتظار نہیں کیا جاسکتا۔ مسٹر جناح سے کہیں یا تو وہ خود فوراً دہلی پہنچیں یا آپ کو بات چیت کرنے کا اختیار دے دیں۔“ لیاقت علی خاں نے کوئٹہ میں رہنے کا وعدہ کیا اور مسٹر جناح کے ساتھ فون پر بات کرنے کے بعد مشن کو آگاہ کیا کہ مسٹر جناح ۳۱ دسمبر کو دہلی پہنچے تاکہ ہر جن کو اکل اٹھا مسلم لیگ کو نسل کا اجلاس طلب کر رہے ہیں۔ انہوں نے مشن سے استدعا کی کہ جلد بازی سے کام نہ لیا جائے کیونکہ لوگوں کو کئی تجاویز کی منظوری پر تیار کرنے میں وقت لگے گا۔ مشن نے فوراً سے اکل کے ساتھ ان کی بات مان لی۔ جناح نے اپنے اکرام کی بدلت میں ایک ہفتہ کی کمی کر کے ۲۷ جن کو دہلی پہنچنے کا فیصلہ کر لیا۔

اگرچہ مسٹر گاموھی نے اسی روز (۲۷ جن) لیاقت علی خاں مشن سے ملنے کا ٹھیکہ مندر (نئی دہلی) سے جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے، پر چٹک کر کسی کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں اسی سوال کی بات ہے انہوں نے اپنی محنت میں طے اٹھا دیا تھا، یعنی جنہ ثلاث کی وضاحت ظہیر کی گئی تھی۔ ان میں سے ایک نکتہ یہ تھا ”کیا آپ کے خیال میں کسی مشاورت پر عمل کرنا دستور ساز اسمبلی کے کسی رکن کے لئے لازمی ہے؟“ میں اس کی قانونی پرزائش جانتا ہوں۔ میرا یہ سوال گرونگ کی مخالفت کے احرام سے متعلق ہے۔“ دہلی نے اس خط کو صوبائی گروپوں کو جہاد کرنے کے سلسلہ میں کانگریس کی پہلی کو خشک سے تعبیر کیا۔ کہیں نے گاموھی کو جواب دیا ”میں نے اظہارِ کلام کے کہ میں ان تجاویز پر مزید ذرا کرات نہیں کر سکتے ہر حال سے ظہیر میں قطعی صورت میں ہیں۔“ ”مجموعی کو گاموھی نے ایک اور خط لکھا جو فوراً سے منسلق تھا۔ میں اپنے چارے یقین کے ساتھ یہ بات دہلی کو لانا چاہتا ہوں کہ اگر برطانوی افواج ہندوستان میں موجود رہیں، خواہ وہ اندرون ملک امن و امان کے لئے ہوں یا ان کی عدم موجودگی کے باعث پیدا ہوئے والے خطروں کے باعث، ہندوستان کی آزادی حتمی ایک دعوے ہوگی۔ اگر افواج کی یہی پوزیشن برقرار رہتی ہے تو آزادی یا تو دیکھائی ہوگی یا بے مقصد بیچ و بھار۔“ ”ہندوستان چھوڑ دو“ کا مطالبہ غیر مشروط طور پر قبول کرنا جو خواہ دستور ساز اسمبلی کا کام ہو یا نا کام۔ رویہ میں سخت تہدلی ضروری ہے۔ عبوری حکومت کے متعلق میں جہاں تک خیال کرنا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ایک مناسب قوی

حکومت کا قیام بر حقیقت میں مرکزی مجلس دستور ساز کے ممبران کو جواہر ہو 'خواہ از روئے قانون دلیا نہ ہو' مجلس دستور ساز کے ممبران کے انتخاب سے پہلے عمل میں آنا چاہئے۔ اس کے بغیر صحیح بنانے پر پھیل ہوئی کمری پر عنوانی فتح نہیں ہو سکتی۔ ایسا کے بغیر قضیاتی اثر پیدا نہیں ہو گا۔ ایسی حکومت کی تشکیل میں ہونے والی ہر دیر کی تاخیر بعد حتمان کے کہ ڈیل قانون نہ مام کے لئے موجب اذیت ہے۔"

گاندھی کے اصل مقاصد

لارڈ ایجنز پٹر کو یقین ہو گیا کہ گاندھی کے پیش نظر وہ مقاصد ہیں۔ ایک انگریزی حکومت کو نیا دکھانا 'ڈیل' دوسرا کرنا اور دم دیا کرنا گاندھی کی پالیسی کو فروغ دینا 'دوسرے دستور کی تدوین کے بغیر اقتدار حاصل کرنا اور اس طرح مسلم لیگ کے متعلقان مطالبات کو نہیں پشت ڈالنا۔

مشن نے اپنی کو نگہ دیا کہ صورت حال نے خرابی کی طرف کھٹ لی ہے۔ کانگریس نے متحدہ ظاہر کیا ہے کہ اگر وہ چنگ تجویز پر عمل کیا جائے۔ وہ میوری حکومت میں اصول مساوات پر اعتراض کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا تعاون حاصل کرنے میں یہ دو نکات ابھرنے کا سبب بن سکتے ہیں 'اس لئے ہم بہت جلد کانگریس کی طرف سے راست اقدام کی دھمکی سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ اگر ہم نے ان کے مطالبات منظور نہ کئے۔ ہم سوچ رہے ہیں اس صورت میں ہماری پالیسی کیا ہونی چاہئے۔' جن دنوں مشن مسلم لیگ کے اہلاس کا انتہاء کر رہا تھا 'پنجاب کے مسلمانوں کی طرف سے موافقت رو عمل کی اطلاعات موصول ہوئیں۔' تاہم فرقہ وارانہ کشیدگی اور تباہی میں بدستور اضافہ ہو رہا تھا۔ 'مخصوصا بڑے شہروں' مثال کے طور پر کراچی میں جہاں برآمدہ میں کھڑے ایک بچہ کے ہاتھ سے انتہائی پناہ کے گراہنے سے فرقہ وارانہ فساد ہوتے ہوئے رہ گیا۔ واقعہ اس نے دھڑ دھڑ دی 'مگر مسلم لیگ نے انہیں کو لا منظور کر دیا تو صحیح بنانے پر فرقہ وارانہ جنگوں کے ہونے میں کوئی شک شبہ نہیں۔"

بنگال کے گورنر سر فریڈرک ہودو نے ۳۱ مئی کو مشن کو بتایا کہ ہندو اور مسلمان دونوں اس بات پر غامض ملتے ہیں کہ اگر منصوبہ منظور ہو گیا تو ان کا مصوبہ تقسیم نہیں ہو گا۔ بہر حال اس نے خیبادار کیا کہ جناح کی طرف سے منصوبہ کے استرداد کی صورت میں ملکی وزارت مستحکم ہو جائے گی اور یہ بات جہاد کے لئے مشکل کا کام دے گی۔ چنانچہ گاندھی کی صورت حال پہلے ہی حکمین تھی 'جس کی ابتدا اظہر کے ان مظاہروں سے ہوئی جو پاکستان اسکیم کی انٹرویو پر احتجاج کے لئے شہر کے کئے گئے۔ ان مظاہروں کو وقتی طور پر روکوانے کے لئے مسلمان دزدیوں کی ذاتی طور پر چٹا گنگ جانا پڑا تھا۔

انگریز کو مزید ۵ سال رہنا چاہئے

داروہاٹ نے ۳۱ مئی کو جناح سے بات چیت کی تو کانرا اعظم نے اسے بتایا کہ 'بھارت حتمان کو سرچیل آپ بیتی کی ضرورت ہے۔' جناح کو اس وقت تک لانا پڑ چلا گیا ہو گا کہ ان کے 'بھارتی' ملوہ طابع سے نیک نہیں ہو سکتے انہوں نے بھارت کی صرف مشن کو کہہ مشورہ دینے کی دیکھنے کی کہ وہ اپنا کام کیسے آگے

جو مائے بزرگ، واثق اس کے احمق کو نہیں نہ پہچانتے۔ واثق نے رازداری کے نکتہ پر دوبارہ یقین دہانی کرائی اور اس یقین کا اظہار کیا کہ جناح مشن سے جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ”انگریزوں کو ہندوستانی مرکز میں تھوڑے دیکھے والی قوت کے طور پر اندازاً پندرہ سال اور رہنا چاہئے اور پاکستان و ہندوستان کے امور خارجہ اور داخلہ سے ہر ریاست کے وزیر اعظم کے مشورے سے نمٹنا چاہئے۔“ جناح کے خیال میں یہ ایک حصول عمل تھا کہ اس صورت میں کم سے کم چالیس ہوگی اور تمام ہندوستانیوں خصوصاً اقلیتوں کو سب سے زیادہ تحفظ اور احترام میسر آئے گا۔ بلاشبہ وہ یہ بات کھلے بندوں کہنے کی جرأت نہیں دیکھتے اور انہیں کہیں یہ یقین نہیں کہ وہ مذکورہ رائے کو صوبے سے بغیر رکھ سکے گا۔ انہیں یہ یقین بھی نہیں تھا کہ چیچک لادنس گاندھی کو ایسی بات بتانے سے باز رہے گا۔ اس کے باوجود چونکہ وقت بخیر سے گزر رہا تھا اور ان کی قوتانی کم سے کم تر ہوتی جا رہی تھی اس لئے وہ اپنا مشورہ بلا تاخیر مشن تک پہنچانے سے باز نہیں ہو سکے۔ واثق نے نوٹ کیا کہ وہ مشن کے جان پر مسلم رد عمل کے بارے میں بہت متحفظ تھے اور اعلان اس کی حلیت کرنے میں بہت ہی زیادہ متذہب تھے۔

واثق نے جی ہوشیاری کے ساتھ جناح سے یہ سوال کر کے اپنی بات ختم کر دی تھی کہ آپ نے جو کچھ کہا اس کے پیش نظر نیز آپ کے سوا اور انداز نگاہ سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ مسلم لیگ کھینچنے کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ درجن قبل خطوط پر قرارداد منظور کرے۔ انگریز اپنی بحث میں پاکستان کی حتمی طور پر اور خواہ وہ اپنا اظہار خیال کرتے وقت حد سے بڑھ گئے تھے۔ انہیں اس چیز کے مسترد کرنے کا کوئی حق نہیں تھا جو گولڈن لوگوں کی ملک ہے۔ پاکستان کے بارے میں اس کا تجویز حد سے زیادہ سخت تھا۔ تمام مسلمانوں نے انگریزوں سے کہی یہ توقع وابستہ نہیں کی کہ وہ انہیں پاکستان دے دیں گے۔ انہوں نے کسی سے بھی یہ امید نہیں رکھی کہ وہ پاکستان دے دیں گے۔ انہوں نے جان لیا ہے کہ انہیں پاکستان ہانڈ کے زور سے نپٹا ہو گا۔ کلینڈ مشن کے جان میں جس انتہیم کا خاکہ پیش کیا گیا، ناقابل عمل ہے اور جمل نہیں نکلتی۔ اس کے باوجود حاجت کرنے کے لئے کہ وہ اسے آزما دیا جائے جس ”انگریز“ وہ جانتے ہیں کہ اس طرح شیعری کام نہیں کر سکے گی، وہ جان کہ منظور کرتے ہیں اور وہ طریق کار کو قائم بنانے کے لئے پرامن راستہ نہیں چھوڑیں گے۔ تاہم وہ اس جان کو پاکستان کو جانے والی شاہراہ پہلے قدم کے طور پر قبول کرتے ہیں۔“

یہ مفروضہ قراردادیں کر دینے کے اور کہا ”اچھا یہ بات ہے“ آپ معاملہ کو سمجھ گئے ہیں۔ میں عمل یقین رکھتا ہوں کہ مسلم لیگ بھی کچھ کرے گی۔“ واثق نے بالکل بجا اور ٹھیک پیش گوئی کی تھی۔

چیچک لادنس نے اس مرضی کو ایٹل کو لکھا:

مگر میں ابھی اسپتال میں ہے، انگریز اس کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ الیکٹرک چار بجے کا معائنہ کرنے سے لگایا گیا ہوا ہے۔ کیا ہونے والا ہے، میں نہیں جانتا۔ گاندھی اشتعال انگیز طور پر ایک مہرہ ہوتے ہیں۔ سواد گرم انہیں کر رہے ہیں، میرے خیال میں آزاد نسوا اور جناح سب سمجھوتہ کے خواہش مند ہیں لیکن ہم پہلے یہ سہ سہی رکاوٹ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آزاد نسوا اور لاکھڑی عام طور سے یورپی دستور میں کوئی بھی اضافہ یا قانونی تبدیلی کرنے پر آمادہ ہیں۔ لیکن وہ حقیقت میں قریباً اعلیٰ اقتدار کے خواہاں ہیں اور وہ اس بارے میں کوئی ایسی یقین دہانی چاہتے ہیں جو لوگوں کو دبا سکے۔ جناح یہ نہیں چاہتے کہ واسٹر رائے اپنے اقتدار سے جھکوش ہو

ہائے اس کے برعکس ان کی خواہش ہے کہ ان کی حاکمانہ حیثیت قائم رہے۔ بھرے خیال میں اب دالسرائے کو چین میں بوجھا ہے کہ اسے کانگرس کو مطمئن کرنے کے لئے تھکے ہوئے تک جانا پڑے گا۔ میں نے ابھی اس امید کا واسطہ نہیں بھروسہ کیا کہ ہم اس ایجنس پر قابو پا سکتے ہیں اور یہ کہ کانگرس اور لیگ دونوں ہمارے پیش کردہ منصوبہ کی بابت بے دلی سے اظہار منظوری کر سکتی ہیں جس کی بدولت ہم صدر جون کو اس سے پہلے دستور ساز اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کے قابل ہو سکیں۔ ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو مثبت انداز میں ہماری پیش رفت کا خیر مقدم کریں گے۔

کم از کم چٹک لائرس خود ان میں شامل نہیں تھا۔

جس طرح جون کو دلائل میں دلی پہنچ گئے۔ دہلی نے اگلی صبح ان سے ملاقات کی اور انہیں خوش و خرم پایا۔ جناح نے دالسرائے کو اٹھا لیا کہ وہ مسلم لیگ کو نسل سے مشورہ کے بغیر میموری حکومت کے لئے نام نہیں دے سکتے۔ تاہم دہلی کا تاثر یہ تھا کہ چارٹر مسلم لیگ حکومت میں شامل ہو جائے گی۔ اس کے بعد جناح نے شکیات کی کہ مسلمانوں کو مرکزی اسمبلی میں صوبائی حیثیت نہیں دی گئی۔ اور یہ بات عمرار کے ساتھ بھی کہ انہوں نے یونین سے اتفاق کر کے بہت بڑی رعایت دی تھی۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ اگر مسلم لیگ نے میموری حکومت میں شمولیت قبول کر لی اور کانگرس نے اظہار کر دیا تو پھر حکومت کیا کرے گی۔ دالسرائے نے جواب دیا ایسی صورت میں ہم اس پارٹی کے ساتھ اپنا کام جاری رکھیں گے جو اس انسیم پر عملدرآمد کے لئے آمادہ ہوگی۔ جناح نے دالسرائے کو بتایا کہ آج شام ۶ بجے دو ٹکٹ اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اگر اس سے انہیں کوئی زیادہ واضح چین دہلی کرا دی جائے تو بہتر ہو گا۔ دہلی نے کہا میں مشن سے مشورہ کے بغیر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جناح نے زور دیا آپ مشن سے مشورہ کریں۔ چنانچہ دہلی نے مشن سے اجازت حاصل کر لی کہ وہ جناح کو زبانی چین دہلی کرا دے۔

مسلم لیگ کو نسل کا اجلاس ہر جن کو منعقد ہوا۔ اعلیٰ جنس کے ایک انگریز ابھاری رپورٹ میں درج تھا ”سبز جناح نے کہا میں اور دو ٹکٹ اسمبلی کے دیگر ممبران اس بارے میں پریشان ہیں کہ اگر لیگ نے جناح کو حضور کریں اور کانگرس نے مسترد کر دیں تو پھر کیا ہو گا؟ دالسرائے کا کہنا ہے کہ وہ کانگرس کی طرف سے کوئی اظہار برداشت نہیں کرے گا۔ اگر انہوں نے منظوری کے بغیر فیصلہ دیا تو وہ میموری حکومت مسلم لیگ کو سونپ دے گا اور ہر طرح ان کی مدد کرے گا۔ یہ تھکے ہوئے نسل کے اجلاس میں بعض ممبران نے خصوصی طور سے اظہار جناح نے انہیں اظہار میں لیا اور وہی جواب دہرایا جو دہلی نے دیا تھا۔ اگلے روز جناح نے کو نسل سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”اب مسلمان قوم کا اسمبلی کی حیثیت سے فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ میں پھر یہ بات کہتا ہوں کہ تاخیر نہ برطانوی حکومت کے حق میں بہتر ہوگی نہ بعدوں کے حق میں۔ اگر وہ آزادی سے محبت کرتے ہیں اگر وہ بعدستان کی محبت کے بہتر ہیں اگر وہ آزاد ہونا چاہتے ہیں تو جتنی جلد اس امر کا احساس کریں ۱۹۴۷ عی مسز ہو گا کہ مختصر ترین راستہ پاکستان سے اتفاق کرنا ہے۔“ پھر انہوں نے اندرونی و بیرونی تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے عربوں پر زور دیا کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ غلطیوں میں میموریوں کا ایک اور وطن قائم نہ ہونے باعث انہوں نے افرو بیلا پہلیٹ کے سامراجی تسلط کی مذمت کی اور اپنی تقریر اس بات پر ختم کی کہ ”بعدستان

میں اکثر عدوس کے دماغ میں خرابی ہے۔ اس قسم کی بیماری کا کوئی علاج نہیں۔ اگر کوئی شخص دہم میں مبتلا ہو تو اس کے لئے صرف ایک ہی نسخہ ہے کہ وہ باقی خاندان میں داخل ہو جائے۔ اس خام خیالی کے باعث جنہوں کا رویہ تکبرانہ، خالاند اور جارحانہ ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ سارا فخر ہٹا دیا جائے گا۔ اگر وہ خود کو اعزاز پر نہ آئے تو انہیں اعزاز پر لانے کے لئے ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔

مسلم لیگ کا مینہ پلان منظور کرتی ہے

۱۶ جون کے ختم ہونے سے پہلے مسلم لیگ کو نسل نے بھاری اکثریت سے گائیڈ مٹن کی منظوری دے دی۔ دہل نے اپنی رازداری میں نوٹ کیا: ”سب اصل لڑائی شروع ہوئی اور دہم سوال یہ ہے کہ کیا مٹن کانگریس کا دلیری سے مقابلہ کرتا ہے؟“ بھوری حکومت میں مساوات اہم ترین مسئلہ بن سکا ہے۔ ”فرانس نسل نے ۱۶ جون کو ریل کے ساتھ ٹکڑے کیا اور محسوس کیا کہ وہ مسلم لیگ کی طرف سے بھوری حکومت میں برابری کے مطالبہ پر بڑا برا فروخت ہوا۔ نسل نے خیال ظاہر کیا کہ گزشتہ سال شملہ کانگریس میں کانگریس مساوات قبول کرنے کے قریب پہنچی تھی۔ ریل نے زور دے کر کہا کہ اس وقت صورت حال بکسر مختلف ہو گئی تھی، یو۔ ع۔ جنگ کے لئے ہنگامی حکومت کا قیام ضروری تھی۔ لیکن اب انتخابات میں کانگریس نے زیادہ تر عمومی جیت لی ہیں اس لئے لیگ کے ساتھ مساوات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جنت، وزارت دفاع کے امیدوار تھے

جنت نے ۱۶ جون کو دھڑلے کے ساتھ ایک محنت گزار اور دہل کو مطلع کیا کہ بھوری حکومت میں وزارت دفاع کا قیام وہ خود لیتا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ امور خارجہ اور منصوبہ بندی کے شعبے ان کے دو ساتھیوں کو ملے چاہئیں۔ یہ بھوری حکومت نکلے بارہ افراد پر مشتمل ہونی چاہئے جس میں بانچے مسلم لیگ، بانچے کانگریس اور صرف دو دیگر افراد ہوں۔ کسی بھوری حکومت میں حصول منصب کے لئے جنت کی طرف سے ذاتی دلچسپی کا یہ پتلا اظہار خارجہ دستی سے آخری ثابت ہوا۔ جنت نے دھڑلے سے دریافت کیا: ”اگر میں بھوری کابینہ میں شمل ہو گیا تو اسمبلی میں جیسی نشست کا کیا ہے؟“۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ اگر وہ بھوری حکومت میں آگئے تو ان کے مسلم لیگ کا مصدور رہنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔

نہو اور مولانا آزاد نے ۱۶ جون کو مٹن سے ملاقات کی اور اصولی مساوات کے خلاف زوردار بحث کی۔ دہل ”الیکٹریٹر اور چیفک لارنس نے لیگ کے ساتھ زیادہ دواداری اور زیادہ تعاون کرنے پر زور دیا“ تاہم نہو کا اصرار تھا کہ مساوات کے اصول سے انفاق کرنا کانگریس کے اختیار سے باہر ہے۔ اس کے بعد گاندھی نے دو مہائی رابطوں کے ذریعے چیفک لارنس اور کہیں کو پیغام بھجوایا کہ وہ ان سے ملنے کے حلقے ہیں۔ دہل کی طرح الیکٹریٹر کو بھی اب گاندھی اور اس کے سامنے طور طریقوں پر اعتبار نہیں رہا تھا۔ کہیں نے تجربہ کیا کہ دھڑلے جنت اور نہو سے نیچے چیفک لارنس گاندھی سے ملنے کے لئے جانا چاہتا

تھا۔ لیکن ایگزیکٹو نے اس کی سخت مخالفت کی۔ صحت منظر کے کہیں نے ایک نیا جھیل پیش کیا کہ میوہی حکومت کی کاغذ میں دو جانب صدر ہوں 'ہر پارٹی سے ایک۔ جناح اور میوہی پارٹی اپنے منصب پر فائز ہوتے رہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جناح اور میوہی کو وزیر بے عہد کے طور پر حکومت میں شامل کر لیا جائے۔ ملے چلا کر واقفانے میوہی اور جناح کو شام کے کھانے کی دعوت دے اور ان کے ساتھ میوہی حکومت کے حلقہ چارہ خیال کرے۔ ہر ایک کی اپنی رائے تھی کہ پارٹیوں کا نقطہ نظر سامنے آنے سے پہلے ان دونوں لیڈروں کا کہیں میں بات چیت کرنا بہت ضروری ہے۔

اس رات کہیں جناح کو میوہی سے ملاقات پر آمادہ کرنے کے لئے خود گیا 'اگلی شام کو وصال بھی ان کے پاس پہنچا۔ کہیں نے جناح کے ساتھ ان کے گھر کی کچھ گزادے اور باہمی گفتگو کا ایک نوٹ تیار کیا جس پر کسی نے دھچکا نہیں کئے تھے قطعی سے "ممبران کا تیار کردہ نوٹ" کا عنوان دے دیا گیا 'حالانکہ وہ واضح طور پر جناح کی رائے کی رد و لو ہے 'جو ناکام ہو گئے۔ اس دیکارڈ کا یہ بھی اثرات قاتل ذکر ہے: "مسٹر جناح نے کہا کہ وہ جی پی کے بارے میں کسی سے بحث کرنے کو تیار نہیں۔ مشن کی تہاویز قبول کرنے پر انہیں اپنی پارٹی میں زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے خیال میں اس مخالفت کا پوری طرح جائزہ نہیں لیا گیا نہ ہی اس بات کا کہ وہ کتنی مشکل صورت حال سے گزر رہے ہیں۔ وہ واحد راستہ جس کی بدولت انہوں نے مسلم لیگ کو تسل اور درنگ کہیں کو مشن کا بیان قبول کرنے پر آمادہ کیا 'وہ یہ وعدہ تھا کہ وہ میوہی حکومت میں شامل نہیں ہوں گے جب تک مسلم لیگ کو کانگریس کے مساوی حصہ نہ دیا جائے۔ اب وہ اپنے قول پر قائم ہیں۔ اس سے بھر نہیں سکتے۔ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔"

جناح کے لئے ایک اور حقہ اعزاز 'جس کی بہت وہ جانتے تھے کہ کہیں اس سے حاشا ہو گا: "وہ میوہی کانگریس کے کسی اور لیڈر کے ساتھ میوہی حکومت کے بارے میں اس وقت تک بات کرنے کو تیار نہ ہوں گے جب تک کانگریس مشن کی تہاویز کو قبول نہ کر لے۔ اس وقت بات چیت برابری کی بنیاد پر ہوگی۔ جو نئی کانگریس تہاویز منظور کرنے کی وہ بلاشبہ میوہی اور واقفانے کے ساتھ ملاقات کرنے اور اپنے نامزد کردہ افراد کی فہرست میں ان کے عہدہ جات کے پیش کرنے پر رضامند ہوں گے۔" یہ جناح کی بنیادی تدابیر میں سے ایک تھی کہ وہ خود کو بچا لیتے اور خود ہی کام نھانے کے لئے اپنی قریبی تہاویز کرتے رہے 'لوہر بیٹھ یہ اصرار کرتے کہ کسی اصول کو 'جو ان کی نظر میں ذراکرات کے لئے بہت اہم ہو گا' وہ سبے فرق کے ساتھ بلاشبہ ملاقات سے پہلے تسلیم کیا جائے۔ خصوصاً ایسے معاملات میں جہاں وہ سمجھتے کہ نتیجہ منطوق ہو گا یا جب انہیں فرق جانی کے درمیان پر مبنی نہ ہو گا۔

جناح نے اس بنیادی مسئلہ پر سخت متوقف اختیار کر کے کہیں کو ایک بار بھر اور کرا دیا کہ وہ واقعی بڑے معاملہ فہم اور مستقل انسان ہیں۔ انہوں نے یہ تاثر افادہ کرنے پر زبردست صدر کا اصرار کیا کہ یہ بات کسی جاہلی ہے کہ میوہی حکومت کے لئے لیگ کے تاحذ افراد درنگ کہیں کے بڑے ممبران میں سے ہوں گے۔ جناح نے اس بات پر اصرار کیا کہ انہیں بہترین افراد درکار ہیں۔ یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ وہ ایسے لوگوں کو اپنے تاحذ کردہ افراد کے طور پر پیش نہیں کر سکتے جو کام نہ کر سکیں 'خواہ وہ مسلم لیگ میں مقبول و

معلوم کیوں نہ ہوں۔ ان کے پاس سولی ملازمت میں بہت سے لائق و فائق آدمی موجود ہیں، وہ ان میں سے بعض کے نام پیش کر دیں گے۔ خواہ ان کے بارے میں کسی کو کچھ بھی علم نہ ہو۔ مسئلہ یہ ہے کہ کام کے مطابق کچھ آدمی کا انتخاب کیا جائے۔ وہ نگاہوں کی بابت سو سے بات چیت کرنے اور رد و بدل کرنے کو تیار تھے تاکہ کام کرنے والی ایجنسی صبح ہاتھ آسکے کیونکہ یہی وقت کی ضرورت تھی۔ کیا اس سے زیادہ مشکل بات بھی کوئی ہو سکتی ہے؟ اب اس ہر شرط (بتاریخ) نے انتظامی معاملات میں اپنی فراست و دور بینی کا اظہار کیا بار بھر منوا لیا۔ وہ چاہتے تو اصول مساوات کے مطابق کی طرف جا سکتے تھے، لیکن اس مرتبہ انہوں نے فراموش کردہ مساوات کا بوجھ کانگریس پر ڈال دیا۔

گاندھی جی اصل روپ میں سامنے آگئے

ایسا محسوس ہوا کہ وہ مساوات کی بنیاد پر تشکیل پانے والی کابینہ کے تصور میں 'بھراؤن' کے سامنے پیش کیا گیا تھا، تھوڑی دیر پہلے لے رہے ہیں۔ کہیں کا ٹوٹ خود ان کے اور ان کے ساتھیوں کے لئے مداخلت کے حروف تھا۔ کیونکہ وہ عین ایسے 'سورن' عمل پیش کرتا رہتا تھا جن کی بابت ہر کسی کا خیال ہوتا کہ یہ ناقابل عمل مسائل ہیں۔ کہیں نے اس ٹوٹ کے آخر میں یہ رائے ظاہر کی تھی کہ وہ بتاریخ کی مضمون دہالت سے ذاتی طور پر بڑا متاثر اور حرج ہوا اور انہوں نے یہ معلومات فراہم کیں، ان کی طرف اس کا ذہن پوری طرح کھلا رہا۔ 'میں نے (بتاریخ کے علاوہ) مختلف ذرائع سے سنا ہے کہ بتاریخ نے فی الواقع مسلم لیگ کو نسل اور درنگ سمجھنے سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ عبوری حکومت میں مساوات کے بغیر شامل نہیں ہوں گے۔' اس آخری تبصرے سے بتاریخ کی پوزیشن اور وہ جس دباؤ کے تحت کام کر رہے تھے، اس کی بابت مثبت طور پر مدد دی ظاہر ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے موقف سے ایک انچ بٹے بغیر کہیں کو سب کے سب سے جی سے نیک حد تک آزاد کر کے اپنا ہم خیال بنا لیا۔

میں اس موقع پر جب بتاریخ نے مشن کے سب سے اچھن ممبر کے ساتھ غلطی کی محسوس میں ایک اہم کامیابی حاصل کی، 'سورن' پیش اور گاندھی نے کابینہ مشن کے ساتھ ساتھ دائرے پر بھی حتمی آڑ پھروا دی۔ مشن نے ان کے متعلق رائے ظاہر کی کہ وہ نیک مزاج، نیک اور بھلا ہیں۔ سورن عبوری کابینہ کے لئے چند افراد کی فہرست لائے تھے جس میں لیگ سے صرف چار کانگریس سے پانچ ہندو، ایک کانگریسی بھوت اور ایک کانگریسی خاتون اور ایک غیر کانگریسی ہندو کا نام تجویز کیا گیا تھا۔ ریل نے سورن کو عیا طور پر مطلع کیا کہ یہ فہرست مسٹر بتاریخ کے لئے قابل قبول نہیں ہوگی۔ اگلی صبح بتاریخ آئے اور انہوں نے دائرے کو بعض باتوں پر مشتمل فہرست دی۔ سورن دوسرے بعد پھر ریل سے ملے، وہ کسی قدر افسردہ لگ رہے تھے۔ انہوں نے سولانا آزاد کے ساتھ بتاریخ کی طرف سے ملاقات کے انکار پر زبردست تنگی کا اظہار کیا اور بتاریخ کو سولانا آزاد کے ساتھ قیام دیا۔ شام کو پیش آئے اور کوئی دلیل سے بغیر پڑی تیزی اور روانی سے بولتے رہے اور بتاریخ نیز لیگ کے خلاف نفرت بھرا راگ لاپتے رہے۔ انہوں نے دھمکی دی کہ دائرے کی بجائے کوئی حکومت

قہار نہیں کی جائے گی۔ اسی روز گاندھی نے واقعہ رائے پر ایک مراسلہ میں زور دیا کہ وہ کانگریس اور لیگ کی فراہم کردہ فہرست ہندوگان میں سے صحیح توہین کا انتخاب کرنے کے لئے جرات سے کام لیں۔ انہوں نے دیول کو مشورہ دیا کہ "آپ کو اپنی ہند کے ایک گھوڑے کا انتخاب کرنا ہوگا۔ جہاں تک میں دیکھ سکتا ہوں آپ بیک وقت دو گھوڑوں پر سواری نہیں کر سکتے۔ یا تو کانگریس کے جیٹ کدہ ناموں کا انتخاب کر لیں یا مسلم لیگ کے دینے ہوئے ناموں میں سے چن لیں۔ خدا کے واسطے چوں چوں کامیاب نہ بنائیں اور ایسا کرتے وقت کوئی خوفناک دھماکہ نہ ہونے دیں۔ بہرحال آپ مفردہ وقت کی جدتیں کریں اور ہم سب کو بتادیں کہ مفردہ مدت ختم ہونے پر انگریز یہاں سے چلے جائیں گے۔ امید ہے کہ میں نے اپنی بات آپ پر واضح کر دی ہے۔" گاندھی کے متعلق دیول کی ساری خام خیالی دور ہو گئی۔ گاندھی کے بارے میں اس نے رائے قائم کی کہ "وہ انتہائی چالاک، مہتمم، دھرم، جبر ہند، دورانی بات کرنے والا، ایک سو طبیعت کا مالک سیاست دان ہے جس میں شک و شبہ نام کو نہیں۔"

اواخر سال میں کانپور نے ہندوستانی مذاکرات میں متوجہ بخران کے "قوی مضمرات" پر غور کیا۔ اس نے یہ تجویز مسترد کر دی کہ اگر کانگریس ضمنی پلان کو قبول نہ کرے تو سرکاری اور ہندوستانی کو آزادی دے دی جائے اور پاکستان قائم کرنے کے لئے شمال مغرب اور شمال مشرق کی طرف واپس آجائیں۔ وزیر اعظم نے یہ درخواست کے انشاء کے لئے منصوبہ چار کرنے کا حکم دے دیا۔ تاہم اس بات پر زور دیا کہ یہ دائرہ کسی پر مختلف نہ ہونے چاہئے۔ اصولی طور پر یہ بھی طے کر لیا گیا کہ آئندہ صورتوں اور پچوں کو ہندوستان نہیں بھینچا جائے گا۔

کانپور نے برطانوی حکومت کی کسی ایسی کارروائی کے خالصت عمل پر چڑنے والے اثرات کا جائزہ بھی لیا جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ہم ہندوستان میں اپنی پوزیشن سے دستبردار ہو رہے ہیں۔ وزیر خارجہ ارنسٹ بیون نے فیورار کیا کہ:

"جہاں تک امریکی رائے عامہ کا تعلق ہے، ہم ان سے جس حدود کی ترجیح رکھتے ہیں، وہ کچھ زیادہ حوصلہ افزا نہیں ہوگی۔ بین الاقوامی آزادی خیال مصلحتوں میں ہماری دستبرداری کی پالیسی کو بڑی وقت لے گی جو ہمارے لئے قاعدہ مند نہیں ہوگی کیونکہ اس سے وسیع مصلحتوں میں اس بات کی توثیق ہو جائے گی کہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے ہمارے پاس وسائل اور عزم و حوصلہ نہیں رہا۔" فقرہ کہ ہندوستان میں کسی مل کے بغیر اپنی پوزیشن سے دستبرداری کا پتہ چل گیا تو اس سے ہماری مالی پوزیشن غراب ہوگی۔"

نئی دہلی میں کانپور مٹن نے ایک نئی حدودی حکومت کی تشکیل کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ اگرچہ جن کو دیول نے اپنی دائری میں لکھا "دند کی طرف سے چوں کو اکٹھا پھیلنے کی ترقیب دینے کی آخری کوشش شروع کر دی گئی ہے۔ کانگریس کی ساری سودا بازی اور معاملے طے کرنے میں جھٹ بازی نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ کوئی صاف و عریانہ انداز فکر اپنے کے قابل نہیں۔ ان کے مقابلے میں جنرل نے اپنے آپ کو اچھا ثابت کیا ہے۔"



جنگ کا ساتھ چھوڑ دیا گیا

مولانا آزاد مشن کو لیے چڑنے اور تفصیل طلب کن مراسلے پہنچ رہے۔ کانگریس نے جنگدار نس کے ساتھ 'ضوء' کیس سے اور دہل نے 'جنگ' سے طاقتیں جاری رکھیں۔ وہ اس عبوری کابینہ کے لئے ایک یاد ناموں پر جھگڑ رہے تھے جو ۳۰ کوڑوں انسانوں کی سرزمین کو خون اور افلاس کے سمندر میں غرق ہونے سے بچانے کی خاطر بننے والی تھی لیکن اس کا قیام عمل میں نہیں آ سکا۔ کیا یہ معاملہ تھا کہ وہ سب اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے کہ اگر وہ اقتدار سنبھالنے پر متفق ہو گئے تو ایک احتمالی نامیہ کر دینے والا کام ان کے گلے نہ جائے گا؟ دہل ان سب سے بڑا رہ چکا تھا۔ ان میں جنگ بھی شامل تھے جن کے ساتھ اس نے اہم ہون کو طاقت کی جو "زبان خوشگوار" نہیں تھی اور آخر میں یہ تجویز کیا "میں ان محدود سیاسی راستہ انہوں سے جتنا زیادہ ملتا ہوں" اتنی زیادہ محدودستان کے بارے میں مایوس ہو تا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ درنگ کبھی کا اجلاس آج رات ہو رہا ہے۔ تاہم اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ کانگریس کے مقابلہ میں ہماری پوزیشن ہر طرح کمزور جا رہی ہے۔ ہم ہر کھڑے اسے سوچ رہے ہیں اور یہ کہ انہیں خود بھی ناقابلِ مذاشت حد تک نچا دکھایا جا رہا ہے۔ جنگ نے مجھے خود سے افسردہ دلی اور مایوسی کا اثر دیا۔ ایسا لگا وہ محسوس کر رہے ہیں کہ وقت پر ان کا ساتھ چھوڑ دیا گیا ہے۔

کیس اس بات پر اٹھ تھا کہ اگر کانگریس مشن کے چارن کو مسترد کر دیتی ہے تو جنگ سے کیا جائے گا۔ وہ پوری عبوری حکومت کے لئے ناموں کی فہرست دے دی۔ تاہم دہل جنگ کو پوری حکومت کی تشکیل کی ذمہ داری سونپنے میں بہت محتاط تھا۔ وہ جنگ سے یہ کہنے کو ترجیح دے گا کہ اس بنیاد پر حکومت میں شامل ہو جائیں کہ انہیں اسی قدر حصہ ملے گا جتنا اب تجویز کیا گیا تھا۔ دہل نے کسی قدر برہمی سے کہا "اس عبوری حکومت کے لئے ذمہ داری دائرے کے کندھوں پر ہوگی اور جنگ وزیر اعظم نہیں ہوں گے۔" یوں گویا اس نے اپنی یہ قابلیت ثابت کر دی کہ وہ "بچوں" کے ساتھ کامیابی سے مکمل مکمل سکتا ہے۔ کیس نے جواب دیا "بھروسے خیال میں یہ مناسب ہو گا کہ جنگ کو حکومت کی فہرست رنگی کے بارے میں خیالات کے اظہار کا موقع دیا جائے۔ اگر جنگ نے مناسب الفاظ میں ذمہ داری اٹھانے سے انکار کر دیا تو پھر ہمیں کانگریس کو تشکیل حکومت کی ذمہ داری دے دینی چاہئے۔ دائرے نے کہا مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ میں اس کی بجائے سرکاری حکام کی حکومت بنا لوں گا۔ الیکٹرڈز نے دہل سے اتفاق کیا۔ جنگ دارنس نے کیس کے ساتھ کسی قدر محدودی ظاہر کی۔ تاہم وہ اس حق میں نہیں تھا کہ دائرے نے اپنا علم چلایا جائے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اگر جنگ کے احباب کا موقع کیا تو وہ دائیں وطن جا کر اپنی اور اپنے رفقاء کے کار سے مشورہ کرے گا۔

مشن نے ۳۳ جون کو 'ضوء' مولانا آزاد 'نیشنل اور رابندر پرنسپل کے ساتھ طاقت کی۔ جنگدار نس نے واضح کیا کہ وہ اور اس کے ساتھی اس بات سے خوب آگاہ ہیں کہ کانگریس قوی کردار کے اعتراف کو کتنی اہمیت دیتی ہے۔ تاہم انہیں پوری توقع ہے کہ اس خصوصی معاملہ میں کانگریس یہ خیال رکھے گی کہ

مبوری حکومت میں ایک کانگریس مسلمان کی شمولیت کا مطالبہ نہ کیا جائے، اگرچہ ایسا کرنے سے نہ کوئی غیر قائم ہوگی نہ ہی کوئی اصول وضع ہو گا۔ شو نے احتجاج کرتے ہوئے کہا ایسا لگتا ہے وفد نے اس مفروضہ پر مسلک کا اتناز کیا ہے کہ بات چیت صرف مسلم لیگ کے نمائندوں سے آگے بڑھ سکتی ہے۔ کانگریس نے عدم اتفاق ظاہر کیا۔ کہیں نے یہ دلیل پیش کر کے انہیں مطمئن کرنا چاہا کہ کانگریس مسلمانوں کی صوبائی حکومتوں میں شرکت سے کانگریس کے قومی کردار کا اعتبار بخوبی ہو جائے گا۔ لیکن شو آزاد یا پنیل ٹس سے مس نہ ہوئے۔ بیشک مارٹن نے اپنی مقبولیت سے کہا:

”ہندوستان کے آزادی کی طرف بڑھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ کام شروع کرنے کی نااہلیت تھی۔ فرض کیجئے کانگریس نمائندے وفد سے یہ بات حوالہ لیتے ہیں کہ ایک کانگریس مسلمان کو مبوری حکومت میں شامل کر لیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے یقین نہیں کہ مسز جناح اسے قبول کر لیں گے، اس طرح کوئی حکومت نہیں بن پائے گی۔ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ یہ بات واقعتاً کانگریس اور ہندوستان کے بہترین مفاد میں ہے کہ وہ جرات سے کام لیں اور ان شرائط کی منظوری سے اتناز کریں جن کے تحت حکومت کی تشکیل ممکن ہوگی۔ ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل ڈھونڈنا ہو گا۔ پارٹنوں پر لازم ہے کہ وہ ملکی مسائل میں مل جل کر کام کریں۔“

کانگریس نے مشن پلان کی منظوری دے دی

بہر حال بیشک مارٹن کی دہائی کے آخری استدلال کا کوئی مثبت اثر نہیں ہوا۔ شو نے جواب دیا کہ کانگریس کے لیڈرگزشتہ ۳۰ برسوں سے فرقہ وارانہ مسئلہ کا حل ڈھونڈ رہے ہیں، لیکن لیگ کے اس اعلان نے اس کی کوششوں پر پیش پانی پھیر دیا کہ وہ ایسے مسلمانوں کو جو قومی تصور کے حامی ہوں، تسلیم کرنے کو تیار نہیں اور کانگریس ان مسلمانوں کو خاص میں چھوڑ سکتی۔ پنیل نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اس نکتہ پر سر تسلیم خم کرنے کا مطلب یہ ہو گا کہ سارے مسلمانوں کو کانگریس سے نکال دیا جائے۔ تاہم ۵۰ برسوں کو کانگریس کی ورکنگ سکیم نے پانچ مشن پلان کی منظوری کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ البتہ مرکزی اقتدار کی حدود کے بارے میں، جیسا کہ وہ مشن تہذیب میں شامل تھیں، نیز صوبوں کی گروپ بندی کے حلقوں بھی ممبرے تعینات کا اعتبار کیا۔

دویل نے کانگریس کا جواب وصول کرنے کے بعد مشن کے لئے انتخابی غلطی ”یادداشت“ میں لکھا:

”اب ہمارے لئے مسلم لیگ کی شراکت کے ساتھ مبوری حکومت کی تشکیل کی کوشش کرنا ممکن نہیں رہا۔ اور کانگریس دعویٰ کرے گی کہ کسی نئی کوشش میں مسز جناح کو ابتداء میں جو یقین دہانیاں کرائی گئی تھیں، وہ ختم ہو چکی ہیں۔ حقیقت میں کانگریس دو کلمات میں ہم پر سہکتے ہوئے مکی ہے اور کانگریس کی یہ قابلیت کہ وہ الفاظ اور تقصیروں کو توڑ مود لیتی ہے اور افلاک کی ترتیب میں کوئی بھول چک ہو جائے تو اس سے فائدہ اٹھاتی ہے، یہی وہ طبع ہے جس سے مسز جناح پیش روئے رہے ہیں اور یہی چیز ان کے خلف روئے کا سبب

نی دی ہے۔ کانگریس کی کامیابی کا شے وہ (مسٹر جناح) محسوس کریں گے اہم سبب یہ ہے کہ اس نے مشن کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھا۔ یہی بات کانگریس، مشن اور دانشورائے کے ہاں میں ان کی پراگندگی کو بڑھانے کا سبب بنے گی۔ لوگ تھک مزاج ہو گئے ہیں۔ مسلم لیگ محسوس کرتی ہے کہ اسے دھوکا دیا گیا ہے اور کانگریس سمجھتی ہے اس نے ایک سبقت حاصل کر لی ہے "اب اس سے قاعدہ اٹھانے میں کوئی سستی نہیں کرے گی"۔ وہیل کو جلد ہی کہہ دیا گیا کہ وہ مقابل کے طور پر سرکاری افسروں پر مشتمل ایک عمران حکومت بنائے جو اس کی فطرت اور توجہ سے کہیں زیادہ اہم اہمک ہو "جہاں اس کے کہ وہ حکومت کا پینڈ کی صدارت کرنا چاہے۔

عبوری حکومت کی تشکیل میں تعطل

اسی شام کو مشن نے وہیل کی سمیت میں جناح سے ملاقات کی اور انہیں کانگریس کی قرارداد دکھائی۔ یہ آخری ملاقات رات کے آٹھ بجے تک قریباً پانچ گھنٹے جاری رہی۔ وہیل نے جناح کو بتایا کہ وہ مختصری مدت کے لئے ایک عمران حکومت بنانا چاہتا ہے جو دستور ساز اسمبلی اور دستور کی تدوین کے کام کو آگے بڑھانے کی کیونکہ مشن دائیں جا رہا ہے۔ جناح کو یہ سن کر زبردست صدمہ پہنچا۔ انہوں نے پوچھا تھا کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اب دلدہ عیدوی حکومت نہیں بنانا چاہتا؟ میں تو یہ سمجھا تھا کہ اگر ایک جماعت نے امر جون کی وکٹیں ٹھکرا دی تو دوسری کو وہی وکٹیں کی جائے گی۔ مسلم لیگ نے اسے حشر کر لیا تھا۔ انہوں نے کہا "مجھے عیدوی حکومت کی تشکیل کے مسئلہ کو بخوبی کرنے کی گنج پند نہیں۔ میرے خیال میں یہ بات دلدہ کے دھار اور خود ان کے دھار کے لئے بری ہے۔ اس سے دونوں قسم ہو جائیں گے"۔ صداقت کے اس لہر نے ان کی انوکھی طرح ہاش ہاش کیا "یہ تمام سال "یہ سارے عشرے ان کے لئے جیسے بامیس کن رہے تھے۔ انہیں ایک مرتبہ بھرتا دیا گیا" ابھی نہیں سزا آپ کے لئے ابھی بالکل تیار نہیں شاید اگلے مہینے یا اگلے برس؟" کیا وہ اگلے سال تک زندہ رہیں گے؟ یہ ایک المیہ تھا کہ ملاقات تھی۔ وہیل نے اپنی رپورٹ نہیں لکھا "جب ہم اصل کام کی طرف آئے، مسٹر جناح کا موز بہت ہی خراب تھا، انہوں نے ہم پر بے یقینی اور کانگریس کی حمایت کا اصرار کیا۔ اور کہا کہ انہیں حکومت میں شامل ہونے کا موقع دیا جائے۔"

اگلے دن انگریزوں نے جناح کو ملنے اور یہ بتانے کیا کہ اسے برے احساسات کے ساتھ چاہوئے پر زیادہ کہ ہے لیکن اس ملک دل شکنی کے بعد دو سنی "بھرو دی" اور اگر جوں پر اعتماد کا احساس "بھرو دی" کے پہلے دور کے وقت سے قائم تھا "جناح کے دل میں بھر بھی پیدا نہیں ہوا۔

انیسواں باب - بمبئی سے لندن (۱۹۴۶ء)

جناح کے اعتماد کو نہیں گنتی ہے!

جناح نے جولائی ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کو قسمل سے بمبئی میں خطاب کرتے ہوئے ہدایت کی۔ "اگر آپ

کے پاس کافی قوت نہیں تو وہ قوت پیدا کریں۔ مسلم لیگ کی طرف سے مساوی برتاؤ، انصاف بلکہ اتحاد اور نیک خواہشات کا پورا اظہار کیا گیا۔ کانگریس نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کابینہ مشن کانگریس کے ہاتھوں میں کھینچا رہا ہے۔ اس نے اپنا تکمیل کھینچا ہے۔ کانگریس پر سے ان کا احاطہ ۱۹۳۰ء میں ہی اٹھ گیا تھا۔ قریباً سوچیں سال بعد انہیں انگریزوں پر بھی کوئی بھروسہ نہ رہا۔ نہ ان سے بھلائی کی کوئی امید باقی رہی۔ لیگ کے بعد پیدا ہونے والے مسائل اور دواؤں نے انہیں کانگریس کے اشاروں پر ہانپنے پر مجبور کر دیا۔

ہنڈت نسو کی قلابازی

جناح نے کئی دفعہ کئی اخبار نویسوں اور اپنے ۳۵۰ چورنگیوں سے جو انتخابی گرم ہال میں جمع تھے، خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ”میں مذاکرات کے دوران کابینہ مشن اور واقعہ شریع سے آخر تک کانگریس کی دشمنیوں اور خوف میں مبتلا رہے۔ کابینہ مشن اور واقعہ اپنے قول سے پھر گئے ہیں اور اعلان کردہ آخری تجاویز کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کانگریس نے طویل المیعاد منصوبہ کبھی قبول نہیں کیا۔ اس کی مشروط منظوری سے کانگریس کے صدر نے ۲۵ جون کو مشن کو اجازت کیا۔ مشن نے جو ایک اور پتہ ہوئے آدمی کی طرح جگے کا سارا لینے کو چاہا تھا، اس مشروط منظوری کو حقیقی منظوری سمجھ دیا۔ کانگریس کے منتخب صدر ہنڈت جو ہر حال نسو نے جو ہر لائی (۱۹۳۱ء) کو سمجھی میں انتخابی غامضوں سے باتیں کرتے ہوئے طویل المیعاد منصوبہ کی بات کانگریس کی پالیسی اور اس کے طرز عمل کو واضح کیا اور کہا کہ ”کانگریس کسی چیز کی پابند نہیں۔ فرض باتیں کرنے اور خواب دیکھنے سے کیا ناکام؟“

جناح کا احتجاج

جناح نے انگریزوں کی وعدہ شکنی اور کانگریس کی طرف سے لیگ کو مقابلہ کی دعوت اور مشن پلان کی ناانصافی سے پیدا ہونے والی صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے لیگ کو فیل کا اجلاس طلب کیا۔ اس موقع پر انہوں نے اپنے حامیوں کو بتایا ”میں یہ بات بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ مذاکرات کے دوران تجویز فریقوں میں سے لیگ نے ایک بار کار تنظیم کے طرز عمل کا مظاہرہ کیا۔ ہم نے لیگ نیچے سے کام کیا۔ مسلم لیگ یو وہ واحد فریق ہے جو ان مذاکرات سے دھار اور صاف ہاتھوں کے ساتھ سامنے آیا ہے۔“ ہاتھوں کا صاف ہونا ان کے نزدیک بیش از حد ایک بنیادی غلطی رہی۔ وہ ایک ایسے سیاسی سرچشمے کے آپریشن دوم میں داخل ہونے سے پہلے قلعی جاری کی علامت سمجھتے تھے، جہاں ناقابل علاج مریض جراثیم کے انتظار میں لیٹا ہوا ہو۔ ”انتخابی چرچاؤں سے کم کوئی چیز کام میں دے گی جبکہ برطانیہ عقلی کا وہ بھی اپنے مدد سے کر گیا“ اس کانگریس کے سامنے جب گیا اور بے بسی کا اظہار کیا جس میں نہ تو شائستگی ہے نہ ہی عزت کا احساس اور جرات ہے۔ ”قرعہ جاری دیکھتے ہوئے انہوں نے مزید کہا: ”یہ تمام حقائق معمولی شک و شبہ کے بغیر واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ ہندوستان کے مسائل کا واحد حل۔۔۔ پاکستان۔۔۔ ہے۔ جب تک کانگریس اور

گاہمی یہ دعویٰ کرتے رہیں گے کہ وہ سارے ہندوستان کی نمائندگی کرتے ہیں، جب تک وہ ان کے حلق اور قلعی صداقت کا انکار کرتے رہیں گے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد با اختیار عظیم ہے اور جب تک وہ اس شیطانی ملت میں ایسے رہیں گے کہ مخالفت ہو سکتی ہے نہ آزادی مل سکتی ہے۔ اب مسلم گاہمی ایک عالمگیر شیر کی حیثیت سے بولتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کانگریس اہل ہند کے لئے نرشی کا درجہ رکھتی ہے۔ یہیں ایک ایسے نرشی کا خاصا تجربہ ہے جو گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے یہاں موجود ہے۔ ہم کانگریس کو اپنا امین (نرشی) نہیں بنانا چاہتے۔ اب ہم بالغ ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں کی واحد نرشی مسلمان قوم ہے۔“

اس کے بعد جتان نے کہیں پر الزام لگایا کہ اس نے دارالعوام میں بحث کے دوران مشن کے حلق سارہ ترجمات سے صاف بچ گئے کی کو حلق کرتے ہوئے الفاظ کی جاوہری کا سارا ایا اور امین کو گمراہ کیا۔ اس پر اضافہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنے اس چرکے کا ذکر کیا جو شاید ان کے نزدیک سب دشمنوں سے گمراہ تھا۔ ”مجھے انہوں سے کتنا چاہتا ہے کہ سر شیخوڑا کہیں نے اپنی قانونی صلاحیت کی تہذیب و حرمت کم کر لی ہے۔“ پچھلے لارنس کے حلق، جس نے دارالعوام کو مطلع کیا تھا کہ جناح کو مسلمانوں کی نمائندگی کی اجازت داری نہیں دی جا سکتی، انہوں نے یہ آواز بلند کیا ”میں کوئی بنیاد نہیں ہوں۔ میں قتل کے لئے مراد کا مطالبہ نہیں کر رہا، نہ ہی میں بٹے کی طرح چیزوں کی قیمت کے بارے میں بحث اور مول قتل کر رہا ہوں۔“ اپنے آپ کو اہل اور ناجور قوم کے کاروبار کو انہوں نے جس شدت سے مسترد کیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اکرات کے خاتمے کے بعد وہ خود کو کس قدر فریب خوردہ سمجھ رہے تھے۔ کل مسلمانوں کے سامنے جن کے لئے تجارت، بیاد اور سود اسی طرح قابل غرت تھے، جیسے سود کا گوشت اور شراب۔ انہوں نے فقر کے ساتھ خود کو مول قتل کرنے والے بنایا، اسی طرح مخالف ظاہر کیا، جیسے مشرور سنی ملا کرتے ہیں۔ برطانیہ کے قانون جلد پر ان کا چہرہ، جس نے اب تک کہیں ”لارنس“ ناموں ”میکو“ ”انڈ“ ”سورے“ اور ”کینڈل“ سے ان کا حلق قائم کر رکھا تھا، وہ پارہ پارہ ہو گیا۔ ذاتی ملاد کا سلی رواں جو شط کی، ہالیائی بلدیوں سے ہوتا ہوا آیا، ان کے ہا کو ہمارے کیا اور وہ ان سب سے بری طرح بدعن ہو گئے۔

لیگ جماد کی راہ پر

اس سے اگلے دن مسلم لیگ کو نسل نے اپنے اجلاس میں میرٹھ کی طرف سے پیش کی گئی ایک درجن سے زائد قراردادوں پر غور و عرض کیا، جن میں یہ فیصلہ کرنے کی استعداد کی گئی تھی کہ ”یکینٹ مشن کی دہر، خلائی کے پیش نظر مسلم لیگ کو کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟“ لیاقت علی خان نے ہر قرارداد پر ”کرسانی“ لہر اس پر عمومی بحث شروع ہو گئی جو پورے دو دن جاری رہی۔ ملک فیروز خان نے کہا ”ہمارے لئے بہترین راستہ یہ ہے کہ ہم بخوشی پر اعتراض کر لیں کہ ہم نے اس احکیم میں تجویز کردہ ایک قسم کی پونین کو قبول کر لیا اور اپنے تصور پاکستان سے پیچھے ہٹ گئے۔ دانشمندی کا ٹکڑا ہے کہ آئینی جہاد کو مجموعی طور پر مسترد کر دیا جائے۔ ہمارے سامنے صرف ایک راہ دکھانے والی روشنی ہے۔ ایک عمل یا اختیار اور دستور ریاست پاکستان۔“ مولانا حضرت مولائی پرورش تالیوں کی گونج میں ”لارنس“ پر تے اور بولے ”اگر قائد اعظم

حکم دیں گے تو مسلم ہندوستان ایک صنف کے فوٹس پر بنکوت کے لئے اٹھ کھڑا ہو گا۔" دوسرے علماء خان صاحبان اور ملاؤں نے بھی وہی راگ الاپا۔ راجہ حفضر علی خاں نے وعدہ کیا مگر مسلم جناح نے حکم دے دیا تو ہر شعبہ زندگی سے مسلمان حصول پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لینے کے لئے نکل آئیں گے۔

۱۹۴۷ء کو درگنگ سمیٹی میں دو قراردادیں پیش کی گئیں جو کونسل کی آراء پر غور کر کے بعد مرتب کی گئی تھیں۔ پہلی کے ذریعے کابینہ مشن کی منظوری دلائیں لینے کو کہا گیا تھا جبکہ دوسری کے ذریعے ایک کے لئے مستقل کاراستہ راستہ اقدام تجویز کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا گیا تھا:

"چونکہ کسی کامیابی کے بغیر مسلم ہندوستان کی قوت سلب ہو چکی ہے۔ ہندوستانی مسئلہ کو مفاہمت اور آئینی ذرائع سے پر امن طور پر حل کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں اور چونکہ کانگریس۔۔۔ انگریزوں کے ساتھ سازش کے ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنے پر تلی ہوئی ہے اور چونکہ حالیہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ ہندوستانی معاملات میں انصاف اور مساوی برتاؤ نہیں بلکہ طاقت کی سیاست فیصلہ کن عنصر کی حیثیت رکھتی ہے، چونکہ یہ پورے طور پر واضح ہو چکا ہے کہ مسلمان ہندوستان کی آزاد و خود مختار ریاست کے فوری قیام سے کم کسی بات سے مطمئن نہیں ہوں گے، مسلمان قوم کے لئے وقت آگیا ہے کہ وہ پاکستان کے حصول 'اپنے حقوق کے تحفظ' اپنی خودمختاری کی حفاظت اور برطانوی لٹائی نیز مستقل کے ہندو تسلط سے نجات پانے کے لئے راستہ اقدام کا سارا لے۔"

دونوں قراردادوں کی پورے جوش کے ساتھ چھوڑی کے بعد جناح نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے سب سے اہم تاریخی فیصلہ کیا ہے۔ مسلم لیگ کی پوری تاریخ میں ہم نے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا، پیش آئینی ذرائع اور مذاکرات پر عمل کرتے آئے ہیں۔ آج ہمیں یہ پوزیشن اختیار کرنے پر اس اقدام نے مجبور کر دیا ہے جس میں کانگریس اور انگریز شریک ہیں۔ ہم پر دو مصلحتوں سے حملہ کیا گیا ہے۔ آج ہم نے آئینی اور آئینی طریقوں کو خدائے حافظہ کہہ دیا ہے۔ دردناک مذاکرات میں شہرے سے آخر تک ان دونوں فریقوں نے 'جین کے ساتھ ہمیں سودا بازی کرنی پڑی' ہم پر نینچا لٹھائے رکھا۔ ایک کے پاس طاقت اور اس کے پیچھے مٹھیں تھیں، دوسرے کے پاس عدم تعاون اور سول ہٹلرمانی شروع کرنے کی دھمکی، ہمیں اس صورت حال کا مقابلہ کرنا ہوا۔" ہمارے پاس بھی ہتھیار موجود ہے۔"

جینک لادھنس نے دہلی پر زور دیا کہ وہ جناح سے جلد از جلد ملاقات کرے اور ان پر دباؤ ڈالے کہ وہ ایک کے ممبران کو اب بھی کانگریس کے ساتھ مخلوط حکومت میں شامل ہونے کی اجازت دے دیں۔ دہلی نے جناح کے قلم و قلم اور مسلم لیگ کی شدید کارروائی کا درست اندازہ نہیں لگایا۔ اس نے یکم اگست کو بذریعہ نادر لکھن کو مطلع کیا کہ عوامی تحریک کے فوری طور پر شہرے ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس نے جینک لادھنس سے کہا "وہ کابینہ کو بتا دے کہ جناح کو فوری طور پر بلانا مناسب نہیں ہو گا۔ اگر میں جناح کو فوراً بلاتا ہوں تو اسے دھمکی کا اہستہ لہو وہ عمل سمجھا جائے گا اور اس سے جناح کی اہمیت مزید بڑھ جائے گی۔ میں تجویز کروں گا کہ جناح کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔" چنانچہ میکینکول والاکمیل جاری رہا۔

لیگ کا راست اقدام

لیگ کو نسل کے اجلاس کے بعد روزنامہ "ٹیلیگراف" کے خاصہ نے جناب سے انٹرویو کیا اور یہ چما کر "راست اقدام" سے ان کی کیا مراد ہے؟ جناب نے پہلے تو کہا کہ غیر قانونی حواری تحریک چلائی جائے گی۔ لیکن جب اس خاصہ نے اپنے مضمون کا متن انہیں دکھایا تو انہوں نے لفظ غیر قانونی کو "غیر آئینی" سے بدل دیا۔ جناب کے سیکرٹری نے انکشاف کیا کہ ورکنگ کمیٹی نے ۱۸ اگست ۱۹۴۶ء (ہندو ہجوم) مسئلوں کی طرف سے عام ہڑتال کی تاریخ مقرر کی ہے۔ واقعات کے فزنی پر انہیں سیکرٹری کو ایک دھچکا سا لگا۔ اس امر کے امکانات تھے کہ عام ہڑتال کی نیت طاری ہو جائے۔ تاہم رول زیادہ پریشان نہیں ہوا۔ اس نے غلطی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ جناب کو حقیقی معنوں میں پتہ نہیں کہ اس دن کیا کرنا ہے۔

۱۸ اگست کو چیک لادنس کی رہنمائی سے کانگریس کے صدر سہو کو دعوت دی کہ "آپ ہندو حکومت کی تشکیل کے لئے اپنی تجویز پیش کریں۔ یہ سوچنا آپ کا کام ہے کہ اس بارے میں آپ پہلے مسٹر جناب سے جاملہ خیال کریں۔ مجھے یقین ہے آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ اس نازک مرحلے پر ایک قویا حکومت زیادہ موثر انداز میں ہندوستان کی حل کی طرف بہترین رہنمائی کر سکتی ہے۔" سوئے ۱۸ اگست کو گاندھی کے آشرم (داروہا) سے جواب میں اس دیکھنے کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ ۱۸ اگست کو سہو نے وہیں سے جناب کو لکھا: "مجھے ہندو حکومت کی تشکیل کے لئے آپ کا تعاون مطلوب ہے۔"

جناب کا جواب بڑی جرات منی تھا۔ "آپ کے اور واقعات کے مابین کیا بات چیت ہوئی ہے؟ مجھے اس کی بات کچھ ظہر نہیں۔ نہ ہی میں یہ جانتا ہوں کہ آپ دونوں کے مابین کیا بات چیت ہوا ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ واقعات نے آپ کو انتظامی کو نسل کی تشکیل کا حکم دیا ہے اور آپ کے منورہ کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے پر پہلے ہی آمادگی ظاہر کر دی ہے تو میرے لئے اس پر یقین کو قبول کیا نہیں۔ تاہم اگر آپ کانگریس کی طرف سے میرے ساتھ ملاقات کر کے ہندو مسلم قضیے حل کرنے اور عظیم بحران حل کرنے کے خواہاں ہیں تو آج شام ۱۸ بجے میں آپ سے ملاقات کرنے کو تیار ہوں۔" یہ ۱۸ اگست ۱۹۴۶ء کی تاریخ تھی پاکستان و ہندوستان کے قیام سے ٹھیک ایک سال پہلے۔ سوئے ۱۸ اگست کو سہو نے ہندو مسلم اتحاد کا کہ "میں آج شام ۱۸ بجے آپ کے پاس آ رہا ہوں۔"

ملاقات کے بعد سہو نے رول کو بتایا کہ "میں نے مسٹر جناب کو یقین دہانی کرائی ہے کہ مجلس دستور ساز میں کسی بڑے فرقہ وارانہ مسئلے پر عمل نہیں کیا جائے گا تاہم ایک دو نواں پارٹنر کی اکثریت اس کے حق میں ووٹ نہ دے۔ یہ کہ انتظامی نکات تغیر کے لئے لیڈرل کورٹ کو جیسے جائیں گے" یہ کہ چونکہ کانگریس گروپ سازی کے تصور کو پسند نہیں کرتی اور مرکز کے اقتحت خود مختار صوبوں کو ترجیح دیتی ہے، اس لئے اگر صوبوں نے گروپ سازی کو پسند کیا تو وہ طاقت نہیں کرے گی۔" سوئے جناب کو چھ افراد کی کاؤنڈ میں مسلم لیگ کے لئے پانچ حصے پیش کیں۔ تاہم وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ اگر کانگریس اپنے پانچ کے کہ میں ایک پینٹسٹ مسلمان کو شامل کرتی ہے تو مسلم لیگ کو اس پر کیوں اعتراض ہے۔ جناب نے ایسی

شریعت پر نہ صرف سخت اعتراض کیا بلکہ اس صورت میں میزبانی حکومت میں شریک نہ ہونے کی دھمکی بھی دی۔ سو کی رپورٹ کے مطابق ان کی واحد تجویز یہ تھی کہ اس ساری کارروائی کو چھ ماہ کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔ بعدِ عثمان کی غائب جنگی کے بدترین سال کے موقع پر خوب آداب کے وقت لاہار مل پر واقع جناح کے بلکے سے نکلے ہوئے صوبے مزید انتظار کرنے سے مسدودی کا اظہار کیا۔

گلکٹہ میں عظیم خونریزی

میراٹل اسے لیو مور نے فورٹ ولیم کی چوٹی پر واقع اپنی چوکی سے رپورٹ دی کہ ہوا اگست کو جو ضی کیننگ کے خوفناک رات والے شہر میں صبح ہوئی 'پاکڑہ کی جیت ملوں سے مسلمان کارکنوں نے شہر میں آتش شہد کر دیا۔ ان کا رخ آنکڑوٹی کی اس یادگار کی طرف تھا جہاں یومِ راست اقامت منانے کے سلسلہ میں لگ بھگ ہزاری جلسہ عام ہونے والا تھا۔ اس سے ہنگام کے وزیر اعلیٰ مسدودی اور دوسرے لیڈروں کو خطاب کرنا تھا۔ اس دن گلکٹہ کی فضا میں غیبِ قسم کی خاموشی تھی۔ صبح کے ۳۰ بجے اس قسم کی اطلاعات قلم کے برطانوی صدر دفتر میں پہنچی کہ بعد میں نے مسلمانوں کو شہر میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے گنا اور بیٹھاکے کے پلے پر دکانیں کھلی کر دی ہیں۔ نام گلکٹہ کے بریگیڈیئر ان کمانڈ ہے۔ لی۔ سی سکھنے نے اس دن فوجی دستوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ ہر گز سے باہر نہ نکلیں۔ گویا ہوا اگست کے دن بعد عثمان کے سب سے بڑے سب سے زیادہ گھٹان آباد اور فرقہ واریت میں سب سے زیادہ جھکاؤ کو بکھر نمتا پھر لڑا گیا تھا۔ مسدودی نے سرکاری ملازمین کے لئے تین دن کی غیر معمولی چھٹیاں دے دی تھیں۔

گورنر ہنگام بدھ نے اس رات ریل کو تار دیا "فرقہ وارانہ" بھڑکا گلکٹہ کے شمال مشرقی علاقہ ایک ٹوٹا میں صبح بھر ہی شروع ہو گیا اور پھر دن بھر جاری رہا اور پھیلا گیا۔ شام کے ۱۲ بجے تک کی صورت حال یہ ہے کہ وسیع پیمانے پر حدود ہار فرقہ وارانہ تصادم ہوا جس میں بعض دکانیں بھی لٹی گئیں۔ ہتھیار جن سے کام لیا گیا وہ دوڑے اور چتر تھے۔ تمام بہت سی صورتوں میں دونوں قوسوں کے افراد نے شہر گھیریں بھی استعمال کیں اور ہافوڑنی کی بعض وارداتوں کی اطلاع بھی ملی ہے۔ شمالی گلکٹہ کے ہندو تاجروں میں خوف و ہراس کا احساس صبح سے ہی عیاں تھا ہوا اصل حالات سے کہیں زیادہ وحشیانہ رپ رٹوں کی زیادتی کا سبب بنا۔ اب تک جو ہنگامے ہوئے ہیں وہ واضح طور پر فرقہ وارانہ ہیں "انگریزوں کے خلاف نہیں"۔

لیفٹیننٹ جنرل سر فرانسس ٹکر "انچارج ایجنٹ کمانڈر" کو بغیر رپ رٹوں موصول ہوئیں کہ مسدودی نے اس روز بعد دوسرے مشفق ہونے والے ہمدانی جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کمانڈ

"کینٹ مشن شخص ایک فریب تھا۔ میں دیکھوں گا بذاتِ صوبہ ہنگام پر کس طرح حکومت کرتے ہیں۔ یومِ راست اقامت حصول آزادی کے لئے بعدِ جنگ کی طرف پہلا قدم ثابت ہوگا۔ میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ جلد اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ میں نے آپس اور فوج سے مل کر ہوا بددست کر لیا ہے کہ وہ آپ سے کوئی تعاون نہیں کریں گے۔" اعلیٰ جس دلوں کا کہنا ہے کہ جھم میں بہت سے مسلمان غصے بھی شامل تھے اور یہ کہ ہر جنی جلسہ ختم ہوا ان کی صفیں ٹکڑ ٹکڑ تھیں۔ انہوں نے ہمدانی مراکز کا رخ کیا اور وہیں

کچھ ہی حدود کی دکانوں اور مکانات کو لوٹا اور جلتا شروع کر دیا۔ چار بج کر چند منٹ پہ فوجی بیڈ کو افرزہ نے "ریڈ" کا کوروا بھیجا جس سے ظاہر ہوا کہ پورے نکلنے میں غیر معمولی واقعات ہو رہے ہیں۔

لسان زدہ علاقوں میں شام کے ۸ بجے کرنے لگا دیا گیا لیکن جب ۸ بجے "امریکا کمانڈر نے ساتویں ور سینٹرو اور گرین ہوا اور زکو طلب کیا تو انہوں نے کالج سٹریٹ مارکیٹ کو شعلوں کی لپیٹ میں پایا۔ جو چند گھر اور دکانیں جلتے سے بچ گئیں، انہیں مکمل طور پر چاہ کر دیا گیا۔ امرت سٹریٹ میں زیادہ لوٹ مار نہیں ہوئی تھی۔۔۔ اب سرکل روڈ پر بہت سی عمارتیں طبع کا ڈمیر میں بجی گئیں۔ پارسی روڈ پر بہت سے زمینوں اور خوفزدہ کینوں کی چیلن اور آہیں سننے میں آئیں۔ وہاں بہت سی تانہ لاشیں پڑی تھیں۔ نکلنے میدان جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ بیرلر سود کو یاد آیا کہ "وہ تہذیب و شرافت کے خلاف عوامی راج کی لڑائی تھی۔ زیادہ تر لاشیں فریوں" نکلے درج کے ان چڑوں اور ایسے کمزور لوگوں کی تھیں جو فیروں اور ہم کے موادی افراد سے اپنے مال کی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔"

جیل گھر نے نوٹ کیا کہ "فرادی کے قتل عام پر ہمیں گمراہ دکھ ہوا تھا" تمام یہ خونریزی مختلف تھی۔ یہ قاتلانہ جنوں کے ساتھ بے گام برص تھی جسے قتل کرنے، ہلاک کرنے، نکلے کرنے اور جلاتے کے لئے کھلا جھوڑ دیا گیا تھا۔ نکلنے کے دہل جیل نے شر کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اسے پولیس کنٹرول نہیں کر رہی تھی "دن کی روشنی میں کسی بس یا ٹیکسی کا نشان تک نظر نہیں آیا۔ دیکھتے تو پھوڑ کر جلا دیے گئے تھے۔ ٹکڑوں کے لئے کوئی ذریعہ مواصلات نہ تھا کہ وہ اپنے کام پر جا سکیں۔ اس سے بچ کر یہ کہ آرام طلب اور مکمل آدمی شرمیں مارتھت کر رہے تھے۔ فسادوں نے ہاتھوں میں ڈانڈے، لاشیاں اور آہنی سلاخیں اٹھا رکھی تھیں۔ ان کے چہرے خطرناک تھے۔ ایک شخص کو مار مار کر ہلاک کر دیا گیا، جو قاتل سے سو گز سے بھی کم حاصل ہے پڑا تھا۔ پولیس اپنی گاڑیوں سے اترنے میں پڑی سہ تھی، اس سے پہلے کہ وہ کوئی کارروائی کرتی، "تین آدمیوں کو ڈانڈوں سے ختم کر دیا گیا" ان کی لاشیں سڑک پر پڑی تھیں۔"

ہر اگست کو بیرلر سود کے دستوں میں سے ایک نے محض ایک گلی کے چوک میں سے ۵۵ لاشیں اٹھائیں، "تین دن لاشیں بے بسی بکھری پڑی رہیں۔ فوج کو موٹے ٹھکانے لگانے میں پورے دو دن اور دو راتیں صرف کرنے پڑے۔ ۸ اگست کی رات تک جلی ہوئی لاشوں کی بدبو اتنی شدید ہو گئی تھی کہ حکومت بنگال نے فوج کو ایک لاش اٹھانے کے عوض پانچ روپے دینے کی پیشکش کی۔ کبھی کبھار انگریزی فوج کے دستوں کی نقل و حرکت کے سوا ہر دوا شر موروں کا شرمین کر رہ گیا تھا۔ یہ پتہ چلتے ہے کہ ہاگلی انگریج لاشوں کو اٹھا رہے ہیں، مکاتوں اور پچھروں کے پشیدہ حصوں سے نکال کر مزید لاشیں گلیوں میں ڈال دی گئیں۔"

قتل و غارت گری کا بھیانک منظر

قتل عام پر کوئی نہیں جانتا کہ نکلنے کے عظیم قتل عام میں کتنے لوگ مارے گئے۔ تمام جیل گھر نے انداز لگایا کہ یہ قتل و ہزاروں میں تھی۔ غیر سرکاری ذرائع نے دعویٰ کیا کہ ۸۱ سے ۸۲ اگست کے درمیان

۱۹۰۰۰ بنگالی ملک کئے گئے۔ اور اس سے کئی گنا زیادہ لوگ بلی کے واسطے دریائے بنگلے کے پار بھاگ گئے۔ اس بلی پر سے کئی دن تک موبوں، عورتوں، بچوں اور گھریلو جانوروں کی مسلسل قطاریں شہر سے پلاؤہ شیش کے جانی رہیں۔ مارگٹ بورک وائٹ نے لکھا ہے: ”میں لوگوں نے دیکھا کہ ریل گاڑیاں انہیں نہیں اٹھا سکتیں تو لوگ انتظار کرنے کے لئے فرش پر بیٹھ گئے۔ وہ خود بخود ہندو اور مسلمان یکساں تھے۔ یہ تقسیم کی فصل ایسا تھی۔“

دوبل نے ۱۹۰۱ء کو پونچھ کا درس کو مطلع کیا کہ اب تک مرے والوں اور زمینوں کی تعداد کا اندازہ مل کر تقریباً ۳۰۰۰۰ اور ۱۵۰۰۰ ہے۔ کانگریس کو یقین تھا کہ یہ ساری آفت مسلم لیگی وزارت کی سہی تھی۔ حکیم کا نتیجہ تھی۔ تاہم واقعات کے اس بارے میں ابھی تک کوئی اطمینان بخش شدت نہیں ملتی تھی۔ مرے والوں کی بابت آخری انکشاف یہ تھا کہ ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمان زیادہ مارے گئے۔

اگست کے آخر میں ایک غیر ملکی نیوز ایجنٹ نے جناح سے کلکتہ کی تعلیم خوجرجی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا:

”اگر کانگریس کو میں مسلمانوں کو بچانے اور قیمت دینے لگیں تو بنگالوں پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ میری رائے میں اس کا کوئی مقابل نہیں، ماسوائے قیام پاکستان کے۔ ہم پاکستان میں غیر مسلم اور ہندو اقلیتوں کی دلچسپی بھال کی ضمانت دیتے ہیں جو سب مل کر ڈھائی کروڑ کے قریب ہوں گی۔ ہم ان کے مفادات کی ہر طرح ضمانت کریں گے۔ یہ ہندوستان کی حقیقی آزادی کو نیز لوگوں کی بھلائی اور مسرت کا مختصر ترین راستہ ہے۔“

عمدوری حکومت کی تشکیل

۱۹۴۷ء کو دوبل نے اعلان کیا کہ سو اور ان کی پسند کے دیگر ۳۴ ساتھی عمدوری حکومت تشکیل دیں گے جو اوائلی تجربے کا کام شہر کے کسی کی۔ واقعات نے کہا ”کلکتہ کے عالیہ ہولناک واقعات جمہوریت سے یاد دلاتے ہیں کہ اگر ہندوستان کو آزادی کے عمدوری دور میں زندہ رہتا ہے تو بہت زیادہ عمدو تھی سے کام لینا ہو گا۔ اس کے ایک ہندو سر شقامت امر خاں کو ”جو سو کاہنہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا“ تین غیر ملکی مسلمانوں میں سے ایک تھے ”مسلم لیگ کے دو مشہور لوہو والوں نے شملہ میں قانونوں سے حملہ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔“

واقعات کی بھری تقریر کے ”دن بعد جناح نے اعلان کیا“ ”واقعات نے مسلم لیگ اور مسلم ہندوستان کو زبردست صدمہ پہنچایا ہے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ مسلمان ہندو اسے حوصلہ اور جرأت سے برداشت کریں گے اور عمدوری حکومت میں اپنی جائز اور بااثر پوزیشن حاصل کرنے میں ہٹائی سے حق حاصل کریں گے۔ میں اب بھی دعویٰ سے کہتا ہوں کہ انہوں نے جو قدم اٹھایا ہے ”جو غیر واقعات اور غیر ذرا نہ ہے جو خطرناک اور سنگین تھائی پر مبنی ہے۔“ اور اس نے قیام ایسے مسلمانوں کو نامزد کر کے محلے دارے زمینوں پر تک پہنچا ہے ”جن کے بارے میں اسے علم ہے کہ انہیں مسلم ہندوستان میں نہ احترام حاصل ہے نہ احترام۔“

اب دیول نے صوبہ اور گاندھی سے اپیل کی کہ وہ گروپ سازی کا ایک نیا فارمولا قبول کر لیں ورنہ دستور ساز اسمبلی کا اجلاس نہیں بلایا جائے گا۔ گاندھی نے ۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کو واٹسراے کے نام خط میں لکھا: ”مگر ششہ شام آپ نے یہ بات کہی بار دہرائی کہ آپ ایک کمرے قوی اور سہی ہیں اور یہ کہ آپ قانون نہیں جانتے۔ ہم سب کمرے قوی ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ اپنے طریقے اختیار کئے جائیں جن کے استعمال سے کلکتہ کے حالیہ ہولناک واقعات کی روک تھام کی جاسکے۔ ہمارے سامنے سوال یہ ہے کہ یہ کام بہتر طریقہ سے کیسے کیا جائے۔ کل شام آپ کی زبان تنبیہ سمجھتی تھی۔ بادشاہ کے نمائندہ کی حیثیت سے آپ کا محض ایک فونی ہونا کافی نہیں، ذرا ہی آپ قانون کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ کانگرس سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ اپنے اندر اتنی چلک پیدا کرے کہ جس راستہ کو لٹا سمجھ ہے، بنگال میں ہونے والی وحشیانہ عادت گری کو دیکھتے ہوئے اسی دلوہ پر چلے گئے۔ میں یہ بات ایک ہندو یا مسلمان کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک ہندوستانی کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں۔ براہ کرم میرا پورا خط برطانوی کابینہ کو سادیں۔“

دیول نے گاندھی کے ڈاکوہ والا خط کے سربراہ میں لکھا:

”میری اس تجویز پر کہ کانگرس کو گروپ سازی کی بات مکمل کر یقین دہانی کرنی چاہئے، گاندھی کے شدید رد عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس موضوع پر ان کی سادہ یقین دہانی کی بات جناح کے جذبات کتنے درست تھے۔“ واٹسراے نے مزید لکھا ”میرا ذہن اس شدت پر یقین رکھتا ہے کہ کانگرس ہیٹ سے یہ سوچتی رہی ہے کہ عیسوی کابینہ میں اپنی پوزیشن کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلم لیگ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور دستور ساز اسمبلی میں گروپ سازی اسیم کو چاہ کر دیا جائے جو مسلمانوں کے لئے ایک موڈ خفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔“ نیگزنی آف پلیٹ اور وزیر اعظم نے دیول کی سوچ سے اتفاق نہیں کیا۔ چٹک لارنس نے جواب میں لکھا ”میں فرقہ وارانہ فساد کے غلطی کی تحقیق کا مکمل احساس ہے اس کے ساتھ ساتھ ہم آپ سے کہیں گے کہ آپ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کا نتیجہ کانگرس سے بگاڑ کی شکل میں نکلے۔“ دیول اس مرحلہ پر استعفیٰ دینے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اسے اس بات پر غراست ہو رہی تھی کہ جون میں جناح کو نظر انداز کیوں کیا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ مدعا نامہ انداز میں صوبہ کے ساتھ کام کرنا کم فرحکوار اور زیادہ تکلیف دہ ثابت ہو گا۔

برلائی بھی بولے

انگے دنائی۔ ڈی۔ برلا نے کہیں کو لکھا ”جب تک جناح یہ سمجھتے ہیں کہ وہ واٹسراے کے ذریعے لپٹا دیو استعمال کر سکتے ہیں، اس وقت تک وہ سخت رویہ رک نہیں کریں گے۔ لیگ کے کارکنوں میں اس احساس کی علامات پائی جاتی ہیں کہ جناح انہیں چاہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔“ دوسرا ہر اگست کو مید کے پیغام میں جناح نے اپنے یہ کاروں سے اپیل کی کہ ”میں مسلم لیگ کی صفوں میں شامل ہو جائیں۔ یہی

ایک جھڑے کے نیچے ایک پلیٹ فارم پر ایک صفہ روم کی حیثیت سے بدترین صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے ماتر "اتحاد" یقیناً حکم اور تنظیم کے ساتھ پختہ عزم اور تیاری کرتی ہوگی۔ خدا تبارک ساتھ ہے اور ہم یقیناً کامیاب ہوں گے۔"

چند دن بعد کیم جنرل کو کانگریس کی میموری حکومت کا چارج سنبھالنے کے موقع پر فرقہ وارانہ فسادات بمبئی کو جسم کر ڈالا۔ کیونکہ اس دن مسلمانوں نے بیٹھ ہوسٹ روڈ کے ساتھ ساتھ تمام مکانات پر بطور احتجاج سیاہ جھنڈے لٹرائے۔ شہر میں گرتے لگا دیا گیا۔ فوج طلب کر لی گئی، اس کے باوجود تشدد کی اس بدستی دہائی رات میں ۳۵ افراد ہمارے مجھے اور ہمارے ڈپٹی ہوسے۔ بمبئی میں یہ ہنگامے وقفہ وقفہ سے ایک جھنڈ تک ہوتے رہے۔ ۱۰ جنرل تک ۲۰۰۰ سے زیادہ ہندو اور مسلمان قتل و زعمی بن گئے۔ فسادات کی آگ کراچی میں بھی بھڑکی تاہم وزیر اعظم صفحہ شمع حسین کی بروقت تشری تقریر نے جذبات کو ضبط کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور مسلمانوں کے اس شہر میں زیادہ خون خرابہ نہیں ہوا۔ صفحہ کے چیف سیکرٹری نے رپورٹ دی کہ "حکومت کی ہولناکی نے ایک قریبی میں شدید نفلی ویزاری پیدا کر دی ہے تو دوسرے میں بلاوجہ خوف و ہراس کو ختم دیا ہے۔ دونوں فریق خفیہ طور پر خود کو مسلح کر رہے ہیں۔"

کانگریس نے حکومت بنائی

ماتر کا دھرمی نے سر جنرل کو براہ باز (دلی دلی) میں دعائیہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا "۲۰ لاکھ قومی سراج کا دواؤں مکمل کیا ہے۔" اس دن سبے تاج بادشاہ جواہر لال نہرو اور ان کے رفقاء نے کارنے پھولوں سے سجے ہوئے دارالحکومت دلی میں اپنے ممدوں کا طق اٹھایا تھا۔ نہادپ واقعی ہندوستان کے وزیر اعظم تھے "انہوں نے نہیں کو وزارت داخلہ اور بلدیہ سنگھ کو وزارت داخلہ کا قلمدان سونپا۔ چند دن بعد پڈت نہرو نے ایک تشری تقریر میں کہا "اس پرانی سرزمین میں ایک نئی حکومت کا قیام مکمل میں آچکا ہے" جسے ہم عارضی یا میموری حکومت کہتے ہیں۔ ہمارا پرانا اور پیارا وطن ہندوستان آج پھر اپنے آپ کو سخت مشکلات اور مصائب میں گھرا ہوا محسوس کر رہا ہے۔ وہ ایک بار پھر لادلو المعزی کی درگشاں نگاہوں کے ساتھ جوں ہو گیا ہے۔ اس کا سید اپنے مشن پر اتحاد کی کاؤڈال دولت سے بلا مال ہے۔"

۸ جنرل کو دہلی نے ہنگامی طور پر ہندوستان کے بارے میں اپنا "تحلیلی منصوبہ" پیش کر دیا جس کو بھڑا دیا جس میں اندازہ لگایا گیا تھا کہ "ہم پورے ہندوستان پر ڈیڑھ سال سے عمرانی نہیں کر سکتے۔" واپس کی بابت دائرہ کرنے کے پلان کا انحصار اس بات پر تھا کہ حکومت برطانیہ پورے استقلال کے ساتھ اس کا ارادہ کر لے۔ دہلی نے استدعا کی کہ اس منصوبہ کا جنوری سے قبل اس طرح کا نام اعلان کرنے کی اجازت دی جائے۔ وہ تمام ہندوستانیوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ انگریز جناب سے شمال تک اپنی تمام فوجیں نکالنے اور برصغیر سے کراچی اور گلگت کے راستے انگلینڈ جانے کو تیار ہیں جبکہ پیچہ پیچہ حکام اپنی دلی سے ہوائی جہازوں کے ذریعے چلے جائیں گے۔ قریب ایک لاکھ پور بھی شہروں اور اسے ہی برطانوی فوجیوں کو ہندوستان چھوڑنا چاہیگا۔ سر جنرل کو دہلی نے جیل کی پرانی ہارد سرد جینی پانڈے کے ساتھ کہا کہ کیا۔ اس موقع پر "ہم نے

سیاست نیز جناح اور مسلم لیگ کو حکومت میں شامل کرنے کی ضرورت اور جناح کے کردار میں پالی جانے والی مشکلات پر طویل گفتگو کی۔ سزاہندو نے جناح کا ذکر ایسے انداز میں کیا جیسے وہ آسمان سے گرا ہوا فرشتہ ہے۔ وہ شخص جس نے کسی وقت عہد کیا تھا کہ وہ ہندوستان کی تحریک آزادی کا بڑا ہلزد ہے گا لیکن جس نے خود کو کانگریس کی جنگ سے باہر کھینچ لیا ہے۔" روزنامہ "میل" کے نمائندہ کو بھیجی میں اعتراض دیتے ہوئے جناح نے کہا:

"مزمع ہمت گمراہ ہے اور مذاکرات نے ہمیں اتنی شدید فتنی اور ہدایت تک پہنچا دیا ہے کہ موجودہ بحث کو طول نہیں دیا جاسکتا۔ سلیٹ کو بالکل صاف کرنا ہو گا اور ہمیں نئے سرے سے آغاز کرنا ہو گا۔ میں اپنے دعویٰ کی وکالت نہیں کرتا۔ آہم اگر حکومت برطانیہ نے مجھے لندن آنے کی دعوت دی تاکہ وہاں دوسرے مذاکرات کنندگان سے برابر کی بنیاد پر کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کیا جائے "تو میں اسے قبول کر لوں گا۔ اگر انگریزوں نے موجودہ عبوری حکومت کی حمایت کرنے پر اصرار کرنے کے علاوہ کوئی قدم نہ اٹھایا تو میں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان اسے برداشت کر لیں گے۔ اگر آپ وہ مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو میں فوری طور پر قیل جانے کو تیار ہوں۔"

بھتی اور ٹکٹوں میں ہنگاموں کی آگ اور دہی اندر سنگ دی تھی اور نسو دہی میں بیٹھے پاسی بھاہر ہے تھے۔ جناح کو لندن کے دورہ کا امکان دیا پے کشش محسوس ہوا کہ اس طرح بالادہل کے مومن سنی موسم سے یکہ دن کے لئے جہالت مل سکتی تھی "اگر لندن نہیں تو قیل خانہ کیوں نہیں؟" ایک طرف ایک عقلیت کی انتہا تھی اور دوسری طرف غیر عقلی کا آمیزہ "دوڑ" جو اقتدار سے کتا ہوا "والسٹرائے کے ساتھ ملحقہ کی درختانی سے دور" جہاں کسی زمانہ میں انہوں نے مرکزی بیچ سنبھلی تھی اور پاکستان کے حصول سے بہت دور "جس کا آج کل کوئی مشکل ہی سے ذکر کرتا ہے اسوائے کاپٹے اور ڈارے ہوئے۔

والسٹرائے نے امر قہر کو دے ملٹ تک جناح سے تعلقی میں طاقت کی۔ اس سے پہلے اسی روز وہ نسو اور قیل سے بھی مل چکا تھا۔ ان دونوں نے جناح کے ساتھ صلہ کے لئے اس کی سلسلہ جہانی کو پابند کیا۔ اب کانگریس قیادت کا دہل پر سے اتحاد اٹھ گیا تھا "اس لئے انہوں نے کہیں "چٹک لارنس اور اہلی کو مشورہ دیا کہ اسے اس کے منصب سے ہٹا دیا جائے۔ وہ والسٹرائے کو مسلم لیگی مطالبات کا حد سے زیادہ حامی اور خطرناک طور پر پس منظر اور تربیت کے لحاظ سے سیاسی مسائل کی بجائے فنی تجویہ تک محدود رکھتے تھے۔ نوحہ کارینہ اپنے مشن کی بری طرح ناکامی کے بعد ہندوستان کے سیاسی جنگل میں کوئی انتہائی قدم اٹھانے کو تیار نہیں تھے۔ نسو کے اصرار پر دہل عبوری طور پر حلقہ ہو گیا کہ دستور ساز اسمبلی کا اجلاس ارد سبر کو طلب کر لیا جائے۔ والسٹرائے کو تو یقین تھی کہ اس وقت تک مسلم لیگ سے کوئی سمجھوتے طے پا جائے گا۔

مشن میں شامل وزراء نے ۳۳ ستمبر کو ۱۰- ڈیفنڈ منیٹ میں وزیر اعظم سے طاقت کی جس میں دہل کے ارسال کردہ خطیلی منصوبہ پر غور کیا گیا۔ اسمبلی نے دہل کی تجویز پر فوس اعتراضات کئے جو اس کی رائے میں معمولی سی بات پر زیادہ غور چاہنے کے حروف تھا۔ کہیں نے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ "جو بھی ہماری دائمی کا اعلان ہو گا" انڈیا میں ہر کوئی حصول مرتبہ کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے گا۔ ہمارے

خلاف فوراً غائب ہو جائے گی۔" وہ اس حق میں تھا کہ مشن کا اجلاس فوراً چلایا جائے خواہ مسلم لیگ شامل ہو یا نہ ہو۔ وائس نے محسوس کیا کہ وائسرائے کی تجویز انتہائی کیڑی ہوئی ہوئی ہے۔ ایٹلی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ دہلی صدر اس اور بمبئی سے کیوں انکسپل ہونا چاہتا ہے۔ ہندوستان کے دو بہترین مذاکرات سے محروم ہوں گے اور انگریزی افواج کو ہندوستان کے انتہائی مشکل حصہ پر کنٹرول کرنے کے لیے روک رکھنا۔ ایسے اقدامات ہیں جو پاکستان قائم کرنے کی کوشش کے متضاد ہیں۔ اور خانہ جنگی کا سبب بن سکتے ہیں۔

دہلی نے ۵۴۰ جہاز کو تاح سے ایک اور ملاقات کی جو دو گھنٹے تک جاری رہی۔ وائسرائے نے انہیں "بہت خاموشی اور حسب توقع پایا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ بھی نظر آئے بغیر ملک و قار کو نہیں لگے بغیر ایسا ہو جائے۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ کانگریس غیر ملکی کے طور پر کسی مسئلہ کی تقرری سے اجازت کرے گی۔ وہ کانپور میں نہو کے ساتھ جاری جاری نائب صدر کے صدر پر تقرری میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اگلے روز نہو اور گاندھی دو گھنٹوں والی گاڑی میں وائسرائے کے پاس پہنچے اور ایک گھنٹہ سے زیادہ چارلو خیال کیا اور اسے قائل کر لیا کہ وہ حکومت میں جہاز اور لیگ کی شرکت نہیں چاہتے۔ آخر میں گاندھی نے کانگریس کی حصول طلبہ کی پالیسی کا پہلے سے زیادہ کھلے بندوں انکشاف کیا۔ دہلی نے اعتراف کیا "میں اس پر ڈھکے چھٹے سے جتنا زیادہ ملتا ہوں" میں اسے اتنا ہی زیادہ بے ایمان ہو رہا تھا جتنی سمجھتا ہوں۔"

نیم اکتوبر تک دہلی کو یقین ہو گیا کہ بینظیر مسلمانوں کے مسئلہ میں کانگریس پر مزید دباؤ ڈالنے کی کوشش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اب اس نے اپنی بہترین حکمت عملی ہونے کا ارادے کا فیصلہ کیا۔ "میں جہاز کو صرف یہ زنجیر دوں گا کہ وہ مجھے مسلم لیگ کے لئے پانچ نام دے دیں۔" دہلی اس بات کا قائل ہو گیا کہ "ملا از جلد حکومت میں شامل ہونا مسلم لیگ کے مفاد میں ہے۔" لہذا اگلے روز دہلی نے جہاز سے ملاقات کی اور مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں لانے کے لئے اپنی حکمت عملی سے انکار کیا۔ جہاز نے بینظیر مسلمانوں کے سوال پر بالکل یکہ نہیں کہا نہ ہی کوئی اعتراض کرنے کی کوشش کی۔ دہلی نے واضح کیا کہ نائب صدر کا کام محض وائسرائے کی عدم موجودگی میں کانپور کے اجلاسوں کی صدارت کرنا ہوتا ہے، یہ کہ وہ مسلم پارٹی کے لیڈر کے لئے یہ اہتمام کر سکتا ہے کہ اسے کانپور کھینچ کر پانچویں مقرر کر دیا جائے جو حقیقت میں ایک بااثر منصب ہے۔ وہ بخوبی سمجھ گیا تھا کہ جہاز کے نزدیک و قار کا معاملہ کتنا اہم ہے اور اس موقع پر انہیں ان اختیارات سے صاف انکار کر دیا جو اس نے بحیثیت گورنر جنرل مشن کے بغیر اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔ ملاقات کے اختتام پر دہلی نے یہ تاثر لیا کہ جہاز حکومت میں آنے کے لئے یہ قرار ہیں۔ دوسری طرف اس وقت تک جہاز بھی کم از کم اس قدر متاثر ضرور ہوئے ہوں گے کہ وائسرائے 'نہو' پھیل اور دہلی و مشن کی وائسرائے کو سبیل کے اندر دہلی ایجنوں میں موجود دوسرے لوگوں کے اثر و رسوخ کے مقابلہ میں انہیں لیگ کے ہم پلہ لیڈر کے طور پر کس قدر زیادہ چاہتا ہے۔

کیا انہیں دعوت دینے میں دہلی نے گرم جوشی سے کام لیا یا جہاز کی دوسری پالیسیاں تھیں جن کے باعث انہوں نے عبوری حکومت کی اس پہلی گاڑی کو مس کر دیا جس نے نہو پر بظاہر اتنی زیادہ قوت اور

شان و شوکت کا رنگ چڑھا دیا۔ نئی دہلی میں ہونے والے ان مذاکرات نے تیزی سے اس معاملہ کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا جس نے اس سال تین ماہ تک کیبنٹ مشن کی طرف سے کی گئی صحت کو اکارت کر دیا تھا۔ شاید یہ ٹکڑی کی عظیم غوریزمی اور سمجھنے کے طریقے ہنگاموں کی المیہ اور آنکھیں کھول دینے والی صداقت یا مسلم لیگ کو نسل کی بے صبری یا ان کی اپنی گرتی ہوئی صحت تھی جس نے جہاں کو وہ سمجھوتہ کرنے کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ ہلکا کر دیا جس کی بدولت محض دو ہفتے کے دیکھاؤ تو مذاکرات کے نتیجہ میں مسلم لیگ کا کانگریس کے ساتھ قحط حکومت میں شامل ہونا ممکن ہو گیا۔ نہ ہی صوبہ یا کانگریس نے ان کی انا کو دھمکانے یا بھڑکانے کی کوشش کی۔ شاید اس طرح کے حقیقی اثاثوں پرانے فریقوں کی طرف سے جہاں کو یہ یقین دلانے کے لئے دینے جاتے تھے کہ یہ ان کے لئے واقعی اچھا وقت ہے کہ وہ زائد سالوں کو بھڑا دیں اور جہاز پر سوار ہو جائیں کیونکہ ابھی بچنے کے لئے ایک دسا موجود ہے اور جہاز کا پتہ ان کا پرہاک غیر مقدم کرنے کو چاہیے۔

نواب بھوپال کی مداخلت

اس مرحلے پر جہاں کے قدیمی دوست اور ۱۹۴۳ء سے ایم ایم راجمان کے حاشیہ نواب بھوپال سیاسی ڈراما میں شامل ہو گئے "انہوں نے جہاں اور صوبہ کو دعوت دی کہ وہ ان کے محل میں ملاقات کریں اور اپنے اپنے اختلافات پر چارہ خیال کریں۔ صوبہ نے ۱۶ اکتوبر کو جہاں کے نام خط میں تحریر کیا "میں نے ان معاملات کے بارے میں جن پر ہم نے گزشتہ روز چارہ خیال کیا تھا" اپنے بعض ساتھیوں سے مشورہ کیا ہے۔ ہم سب نے اس امر سے اتفاق کیا کہ ملک کے لئے اس سے زیادہ خوش کن اور بہتر بات کوئی نہیں ہو سکتی کہ یہ دونوں تنظیموں (کانگریس اور لیگ) کو پہلے کی طرح ایک بار بار دوستانہ انداز میں ذاتی تعلقات کے بغیر اور اس پختہ ارادہ کے ساتھ ملاقات کرنی چاہئے کہ اپنے تمام اختلافات کو باہم مشاورت کے ذریعے طے کریں گی۔ اور کانگریسوں کو داکٹر رائے کے ذریعے یا کسی اور طریقہ سے مداخلت کی اجازت نہیں دیں گی نہ ہی اس کی خواہش مند ہوں گی۔ اس لئے ہم مسلم لیگ کے اس فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہیں جو اس نے صوبہ کی حکومت میں شامل ہونے اور پورے ہندوستان کی طرف سے ایک متحدہ قلم کے طور پر کام کرنے کے بارے میں کیا ہے۔" جہاں نے دوسرے دن جواب دیا "میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں اور ویسے ہی جذبات رکھتا ہوں۔" جہاں تک دوسرے پر اگر ان میں مذکور نکات کا تعلق تھا "انہوں نے ان پر ہوائی اعتراضات اٹھا دیئے اور آخر میں لکھا "میں اس بارے میں جتا بے چین ہوں کہ ہمیں کسی غیر ضروری تاخیر کے بغیر سمجھوتہ کرنا چاہئے۔" اس کے جواب میں صوبہ نے جو خط لکھا اس میں زیادہ گرم جوشی نہیں تھی۔ دہلی نے ۱۶ اکتوبر کو رپورٹ دی کہ "بظاہر اس میں کچھ رکاوٹ تھی۔"

دو روز بعد داکٹر رائے نے بذریعہ آمادہ خفیہ رپورٹ لندن بھگوائی جو اسے بھوپال سے اسی وقت اس بارے میں موصول ہوئی تھی کہ معاملہ غراب کیوں ہوا۔ "بظاہر کانگریسی اور جہاں نے ایک فارمولا منظور کر لیا" جس میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کی بھاری اکثریت کی فائدہ مند جماعت کہا گیا تھا۔ ہر پیش کردہ کے ایماء

پر گاندھی نے اس مضموم کا ایک فتوہ چھاپا کہ دونوں پارٹیاں ایک ٹیم کے طور پر کام کریں گی اور گورنر جنرل کو مداخلت کی دعوت یا اجازت نہیں دیں گی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ فتوہ جناح کے لئے ناقابل قبول تھا۔ اس سے عملی دہلی نے نمو کو یہ یقین دلانے کی بجائے کوشش کی کہ جناح کو اس لئے حکومت میں شامل نہیں کیا جا رہا کہ وہ انہیں دیکھیں کہ خود ان کی جگہ لے لیں۔ نہ ہی لیگ کو حکومت میں اس فرض سے شریک کیا جا رہا ہے کہ نئی حکومت کے اندر "بادشاہ کی پارٹی" قائم کی جائے۔ تاہم اب اس نے ڈرتے ڈرتے یہ بات مان لی کہ گاندھی اور کانگریس مسلم لیگ سے حکومت کی کوشش اس لئے کر رہے ہیں کہ اس کی مدد سے کابینہ میں گورنر جنرل کے اثر و رسوخ کو ختم کیا جائے اور وہ برائے نام سربراہ مملکت بن کر رہ جائے۔

حکومت میں شمولیت پر لیگ کی رضامندی

واٹر رائے نے اگلے روز بعد دہر جناح سے اس وقت ایک اور ملاقات کی تھی اس نے "بازک انٹرویو" کا نام دیا۔ جب اسے یہ خبر ملی کہ مسلم لیگ حکومت میں شامل ہونے پر راضی ہے۔ تاہم جناح کابینہ کے لئے پانچ مسلمان ناموں میں سے ایک اہمیت کا نام تجویز کر کے کانگریس پر اہمک تجویزیاں بھیجنے والے ہیں۔ دہلی نے نوٹ کیا۔ "میں نے ان سے کہا کانگریس کی طرف سے ایک تنظیم مسلمان کی مانگی کی کے جواب میں مسلم لیگ کا کسی شہزادہ کاسٹ کو مانگو کرنا" جیسے کو تیسرا "والی بات ہوگی اور یہ چیز میرے لئے کسی قدر پریشانی کا موجب بنے گی۔ میں نے قیاس کیا کہ جناح جس شخص کو مانگو کرنا چاہتے ہیں وہ اس وقت بنگال میں وزیر ہے۔" جو گورنر ہاتھ منڈال ان دنوں بنگال کا وزیر قانون تھا۔ وہ ایک کامیاب وکیل تھا۔ مسلم لیگ کے لئے اس میں سب سے بڑی کشش یہ تھی کہ وہ بڑی انٹیلیجنٹ شخص تھا۔ جناح نے خود حکومت سے باہر رہنے کا فیصلہ کیا اور لیاقت علی خاں کو لیگی ٹیم کا لیڈر بنا دیا۔ ان کے ساتھ تلی تلی چندر گپتا (پنجابی) عبدالرب نیکو (سرحد) اور راجہ مظفر علی خاں (پنجاب) میوڑی حکومت میں شمولیت کے لئے مانگو ہوئے۔ نمو نے کابینہ میں سے دو مسلمانوں (شقامت خاں اور سید عسیر) اور ایک ہندو (سیداش چندریوس کے بھائی سرت چندریوس) کو نکال کر لیگی وزراء کے لئے جگہ بنائی۔ اس نئی حکومت کابینہ کا سرکاری اعلان چند اکتوبر کو کیا گیا۔ چونکہ فرقہ وارانہ فسادات بنگال سے صوبہ سرحد تک پھیل گئے تھے اس لئے کانگریس "لیگ حکومت کو شہرہ میں ہی بنی حکومت کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک بڑی دھمکی یہ پیدا ہوئی کہ حکومت میں شامل لیگ تین اختتامی طاقتور وزارتوں یعنی خارجہ، داخلہ اور دفاع — جن کے فقدان علی الترتیب نمو، بیکل اور بلدیہات کے پاس تھے" میں سے کم از کم کوئی ایک وزارت چاہتی تھی جبکہ کانگریس ان میں سے کسی صوبہ کو چھوڑنے پر تیار نہ تھی۔ نمو لیاقت علی خاں کی ایک تقریر کی دہر دہر "جو انہوں نے ۱۰ اکتوبر کو کراچی میں کی تھی" جیسے پریشان تھے جس میں انہوں نے سینئر طور پر کہا تھا کہ لیگ نے حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ اس لئے کیا کہ کانگریس دلی طور پر اس کی شرکت کے خلاف تھی اور یہ کہ مسلمانوں کو حسب سابق اپنے حصہ — پاکستان کے حصول کے لئے جمہور کی چاروں جاری رکھیں جائیں۔ نمو نے یہ دو بیانات کی تردید کا مطالبہ کیا نیز لیگ کے طویل عزم کی وضاحت اور اس کی یقین دہانی چاہی کہ لیگ کانگریس کے ساتھ

قائدان اور ایک لیم کے طور پر کام کرے گی۔ دہلی کو خدشہ تھا کہ کانگریس لیگ کو حکومت میں آنے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ لیگ افریقہ، جنوبی افریقہ، دے چکے تھے کہ وزارت خزانہ جس پر جنوبی افریقہ کا ایک سیاسی ڈاکٹر جان مشائی کا اثر تھا، مسلم لیگ کو دے دی جائے گی۔ حالات سے بہت زیادہ تنگ آنے والے دہلی نے لندن تک دبا "میں مشورہ کے لئے فوراً وطن آنا چاہتا ہوں۔"

وزارت خزانہ پر لیگ کا قبضہ

۳۰ اکتوبر کی شام کو سونے اس امر کی توثیق کر دی کہ اگر لیگ کی وزارت داخلہ مسلم لیگ کو دی گئی تو کانگریس مستحکم ہو جائے گی۔ سونے نے شام کے ۳ بجے جناح کو بلایا اور ان سے پوچھا کیا وہ وزارت خزانہ قبول کر لیں گے؟

"جناح کے چند مصالحتہ نہیں تھے، تاہم وہ اس شرط پر مان گئے کہ یہ رضامندی درگنگ سمیٹی کی منظوری کے تابع ہوگی۔ پھر میں نے ۳ بجے سونے کو طلب کیا اور انھیں بتایا کہ لیگ قاضی کا عہدہ قبول کرنے کو تیار ہے۔ پھر ان سے پوچھا کہ وہ جان مشائی کے لئے کونسا قابل عہدہ تجویز کریں گے۔ سونے نے بہت زیادہ الجھے بائیسہ لاکھ روپے لگ رہے تھے، میری بات خاموشی سے مان لی اور کہا کہ مشائی کے بارے میں وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے مجھے بتا دیں گے۔ سونے پانچ گھنٹے اور دسویں پر واپس آئے۔ یہ سب یکدم بہت زیادہ تھا۔ دینے والا مسئلہ تھا، اور میں نے اپنی زندگی میں جانا پہل بار واقعتاً بری طرح اصرار کیا۔ محسوس کرتا شروع کیا۔ لیگک طرح سو نہیں سکتا اور ان بد نصیب لوگوں کو اہانت دے رہی ہے کہ مجھے پریشان کرتے رہیں۔"

کابینہ کے نئے ممبران نے ۳۱ نومبر کو اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا، تاہم مفکر سے عرصہ کے لئے کام کرنے والی اس مرکزی حکومت میں ہم آہنگی و اتحاد نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ دہلی کی ترقیب پر جناح اس بات پر اتنا ہو گئے کہ حکمت عملی کے ماہر کی حیثیت سے حکومت میں شامل ہو کر مسلم لیگ کے نئے وقت حاصل کر سکیں جس کے دوران وہ اپنی چادری اور صف آرائی کر سکیں۔ کانگریس کے ساتھ ظاہری قائدانہ کے اس مفکر سے عرصہ میں آخری مرحلے کے لئے اپنی قوت مجتمع کر سکیں اور یہ کہ ہندوستان کی تقسیم کی جان جو قسم پھاڑی سر کرنے کے لئے آخری حلقہ کر سکیں۔ دونوں جماعتوں میں کوئی مخالفت نہیں ہوئی تھی، بد احوالی، شک، خوف اور نفرت جیسے بنیادی مسائل پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا تھا۔ دونوں طرف سے بے پناہ خون بہایا جا چکا تھا، بہت زیادہ ہاتھ دھوئی ہو چکی تھی اور لاشوں کو پیدا کرنے سے پہلے ہی شہر میں ذبح کر دیا گیا تھا، ان گنت گراہیوں کی بے رحمی کی گئی، بے حساب مریدوں کو لوتا گیا۔ بے شمار لوگوں پر گولیوں یا گولیوں کے قریبی پڑ سوں کی طرف سے مریض ذہنیت اور بلاوجہ نفرت کی بنا پر فائرنگ کی جا چکی تھی۔

لوختب اسٹیلا کا اجلاس ۳۱ اکتوبر کو منعقد ہوا، جس میں سونے اور لیاقت علی کی سنجیدگی، جنوں میں ساتھ ساتھ تھیں۔ دونوں طرف سے دن بھر میں ایک بار بھی نہ سنا، انہوں کا جلد ہوا، نہ کوئی بات

جیت ہوئی۔ وہ اسی طریقے سے بیٹھے جیسے اکثر ہندو اور مسلمان ایک دوسرے سے 'جزار'، 'خفا'، 'برافروختہ'، 'باراض'، 'خوفور' اور بدعین رہتے تھے۔ اگلی صبح سو بھار چمکے۔ کام کی فراہمی کی بجائے افسروں نے انہیں خدشہ لگایا کہ ان کو روزمرہ کا پروگرام انصاف ملے گا۔ سسر اکتور کو جناح نے وکیل کے ساتھ ایک محفل گزارا۔ دانشورائے نے انہیں ان کے اصل موڈ میں یعنی مکمل غیر تسلی بخش پایا۔ وکیل نے اپنی یادداشت میں لکھا میں نے مسٹر جناح سے کہا میں امید کرتا ہوں آپ مسلم لیگ کو نسل کا اجلاس فوراً بلائیں گے تاکہ اس میں امر مئی کے بیان کی منظوری حاصل کر سکیں۔ "کیونکہ کابینہ مشن کے بیان کی منظوری اس بات سے مشروط تھی کہ لیگ پہلے مرکز میں مددے قبول کرے اور لیگ کو نسل نے مذکورہ بیان کو گزشتہ ماہ کے اجلاس میں مسترد کر دیا تھا۔

وکیل اسر اکتور کو بذریعہ طیارہ نکلے گیا۔ سرت چندروس جی برٹال کرنے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ صوبائی گورنر ہونڈ نے دانشورائے کو فیوار کیا کہ وہ ایک سال سے زیادہ بنگال کو نہیں سنبھال سکتا۔ سو 'نیشنل' نیز لیاقت علی اور اختر لو اگلی نوہر میں نکلے گئے تاکہ خود کچھ یحییٰ کو ملک کا سب سے بڑا شمر کس حال میں ہے۔ گورنر نے انہیں اقتدار سے تیار کر گزشتہ دس ہفتوں سے شمر کے ٹریک کو فوج کنٹرول کر رہی ہے' جبکہ کاروبار میں بہت متا جا رہا ہے۔ مزدور اور کاروباری لوگ بھی بری طرح خوفزدہ ہیں۔ بنگال کو جس کی ۵۸ ملین آبادی میں ۳۳ ملین ہندو اور ۲۵ ملین مسلمان ہیں، تمام جماعتوں پر مشتمل حکومت کی ضرورت ہے تاکہ صوبہ میں امن و سکون بحال کرنے میں مدد دے سکے، لیکن ابھی تک محمود حکومت کے بارے میں کوئی چارہ خیال نہیں ہو رہا۔ سو اور لیاقت علی جو نئی دہلی میں باہم کچھ نہیں کر پائے تھے، بھلا بنگال کی باہمت کیلئے

بہار فسادات کی لپیٹ میں

بہار کے گورنر سر جگ نہ نے ہر نومبر کو اپنے صوبہ میں فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں اپنے تجزیہ پر مبنی رپورٹ ارسال کی، جس میں اس نے لکھا تھا "بہت زیادہ متاثر دیں علاقوں میں اب تک ۱۰ ہزار تک فوج بھیجی جا چکی ہے۔ جانہا گشت کرتے ہندو بیڑائیوں کی کوشش رہی ہے کہ جہاں کہیں مسلمان آبادی ملے" اسے لپیٹ کر دیا جائے۔ ہلاک شدہ لکھن کی غالب اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے اور ان میں سے اندازاً ۵۰ فیصد عورتیں اور بچے ہیں۔"

روزنامہ "کان" نے وسط نومبر کو اپنے مگے مسٹر جناح کے ایک انٹرویو کو "خود بخار پاکستان"۔۔۔ واحد حل کے عنوان سے منظر اہل پر شائع کیا جس میں کہا گیا تھا:

"مسلم لیگ کے صدر قائد اعظم محمد علی جناح نے اعلان کیا ہے کہ ان کے خیال میں ہندوستان کی موجودہ فرقہ وارانہ صورت حال کا واحد حل پاکستان اور ہندوستان کا قیام ہے، اس کے علاوہ کوئی اقدام کیا گیا تو وہ معنوی اور غیر نظری ہو گا۔ جمہوری حکومت کے بارے میں مسٹر جناح نے کہا کہ مسلم وزراء پروردہ کے طور پر کام کر رہے ہیں، جس کا کام روزمرہ نظم و نسق میں مسلم فسادات کی گرائی کرنا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کیا وہ جمہوری حکومت سے دیکھتی کی حمایت کرتے ہیں؟ مسٹر جناح نے جواب دیا میں یہ کہ چکا ہوں کہ

ہمیں اس کے لئے مجبور کیا گیا تھا۔ میں موجودہ انتظام کے حق میں نہیں ہوں۔"

لیگ کی طرف سے اسمبلی کا بائیکاٹ

کانگریس کے اصرار پر ہندو لیگ نے اعلان کر لیا کہ دستور ساز اسمبلی کا اجلاس پروگرام کے مطابق ۱۲ دسمبر کو ہو گا۔ سرکاری دعوت نامے جاری کر دیے گئے۔ ۱۲ نومبر کو "ڈان" نے اعلان کر دیا کہ "لیگ ہے" اور "لیگ ہے" یہ سمجھتے ہیں کہ "لیگ" کا ذرا سا صرف نصف لیگ کے ساتھ اسٹیج پر دکھایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے دستور ساز اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا ہے حالانکہ مسلم لیگ کا اس میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ اپنی جگہ موجود ہے۔ یہ یاد کرنے کی وجہ موجود ہیں کہ ان سے یہ فیصلہ کانگریس نے دباؤ ڈال کر کر لیا ہے۔ گزشتہ چند دنوں سے ان پر تمام "ہندو تھی" آزمائی جا رہی تھیں۔ میدان جنگ میں انہوں نے کبھی ہی جرات و بہادری کا مظاہرہ کیا ہو "ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے اپنی وہ غلطی فیملی بارش کی رودی کے ساتھ کوئی دستور راج میں جمع کرادی ہے۔"

دول نے اسی دن بعد دوسرے کانفرنس کے چاروں جگہ وزراؤں سے ملاقات کی۔ انہوں نے وزیری میں نوٹ کیا ملاقات علی نے اپنی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے مجھ سے پوچھا آیا میں اور ہر شخص کی حکومت ہندوستان میں امن و امان قائم رکھنے اور اقلیتوں کا تحفظ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خواہ ہم یہاں رہیں یا نہ رہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ داری اب بھی جاری ہے لیکن ہم اسے پورا نہیں کر رہے ہیں۔ میں دانت لاری سے یہ بتانے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ وہ داری پوری کرنے کے لئے ہماری صلاحیت اپنی حد تک کمزور ہو گئی ہے۔ چونکہ برطانوی حکومت نے ہندوستان میں جلد ہی انتخاب کی منتہی کا اعلان کر دیا ہے "اس لئے ہم سرکاری اصرار اور پولیس سے اس درجہ کے خلاف کی توقع نہیں کر سکتے جیسا کہ ہمیں حاصل تھا۔ موجودہ قرارداد سے ثابت ہوا ہے کہ پولیس ہندوستان کے بہت سے حصوں کی قوت و اہلیت سے متاثر ہو چکی ہے اور اس پر اپنی ہی قوم کے خلاف سخت کارروائی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔"

جنرل نے ۱۲ نومبر کو پریس میں اعلان کر دیا کہ "مسلم لیگ کانگریس کے ساتھ دستور ساز اسمبلی میں شرکت نہیں کرے گا۔" دول نے دوسرے دن ملاقات علی کو بلایا اور ان کے ساتھ ایک گھنٹہ سے زیادہ بحث کی تاکہ اپنے وزیر خزانہ کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت پر آمادہ کر سکے۔ دول نے لارنس کو بتا دیا کہ میں اسے قائل کرنے میں بالکل کامیاب ہو گیا "جسے کل انہی جنرل کو میں بتا سکا تھا۔" لارنس دول پر اثر کار واضح ہو گیا کہ لیگ کو حکومت میں شامل کرنے کے لئے اس کی آخری کوشش بھی صرف ایک حق عظیم تھی وہ بہت سخت و سخت اور قربانی کے بعد حاصل ہوئی۔ اصل میں تو کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی تھی۔

لندن میں آخری کانفرنس کے لئے روانگی

تکثری آف ٹیٹ نے دول کو دعوت دی کہ وہ کانگریس اور لیگ کے درمیان رابطے کے لئے فوراً

لندن پہنچ جائے تاکہ ساری صورت حال پر غور کر کے سمجھوتہ کے لئے یا فوری طور پر تلاش کیا جاسکے۔
 واقفیت کے مجموعہ کیا کہ ایک سگہ فائنل 'اس کی حکومت میں وزیر داخلہ بلدیہ (سگہ) کا اضافہ کر دیا
 جائے۔ سو نے ورنگل کھیتی میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور کانگریس کی طرف سے اس دعوت پر کو
 قبول کرنے سے معذرت ظاہر کر دی۔ ایک روز بعد بلدیہ سگہ نے بھی انکار کر دیا۔ تاہم جتلا نے خوشی
 دعوت پر ہیک کہتے ہوئے لیاقت علی اور واقفیت کے ساتھ لندن جانے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس پر
 اسٹی نے سو سے ذاتی اپیل کی کہ وہ آزادی ہند کی جد کی طرف تیزی سے بڑھنے کے لئے اپنے فیصلہ پر
 نظر ثانی کریں۔ کانگریس کا اجلاس پھر ہوا جو سارے دن جاری رہا 'آخر کار سو اور بلدیہ سگہ جانے کے لئے
 راضی ہو گئے۔ روانگی کے وقت جب جتلا کو یہ پتا چلا کہ سو اور بلدیہ سگہ بھی جا رہے ہیں 'تو انہوں نے
 اپنا ارادہ بدل لیا۔ دہلی نے وائزی میں لکھا 'یہ کس قسم کے ناگہان لوگ ہیں۔ میں نے ایسا شک کو
 لیاقت سے لئے بھیجا۔ وہ تو سچی رات کو یہ بیٹام لے کر آیا کہ معاملہ بہت دور چلا گیا ہے۔ لیاقت اس بات
 پر تیار ہو گئے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ کل کراچی جائیں گے اور وہاں جتلا سے مل کر انہیں سنانے کی
 کوشش کریں گے۔' اگلے دن جب انہوں نے دہلی سے ہواذکی 'لیاقت پر واپس کے لئے تیار تھے۔ رات
 گئے جتلا کو اسٹی کا ذاتی اپیل پر جی بیٹام 'اگرچہ بہت دیر سے سچی بلا فروغ بھی کراچی سے واقفیت کے
 کے علاوہ ہر سوار ہونے پر رضامند ہو گئے۔ جو ہجوم انہیں خدا حافظ کہتے ہوئی لڑا ہر آیا وہ پاکستان زندہ باد
 کے نعرے لگا رہا تھا۔

بیسواں باب — لندن کو آخری سلام (۱۹۴۷ء)

دسمبر کے مہینہ میں لندن سڑکی میں ٹھہرا ہوا کانگریس بیٹا ہوا اور شدت سہارے بے کیف و بے سہارا تھا۔
 اس نے قائد اعظم کو صحت پر پھلے میں کی پہلی آمد کی خوشگوار یادیں آنے لگیں۔ اگرچہ بہت کچھ بدل چکا تھا تاہم
 بہت سے محسوسات اسی طرح تھے۔ جتلا اب بھی خود کو خفا کھویا ہوا اور اپنے چاہنے والوں سے الگ تھلک
 سمجھتے تھے 'انہیں ایسے فکر و غم کے ساتھ نکالنا دیا گیا ہے کہ وہ سب انہیں مل کے درخشاں
 کردار سے محروم کرنا چاہتے تھے۔ ان کی زندگی سختی و غم کی تھی اگر وہ ٹھیک پیر کے اور اسے دکھانے والی کھیتی میں
 ہی رہتے 'جس کے ساتھ انہوں نے بچپن میں کام کیا تھا۔ جن لوگوں کے ساتھ انہوں نے ۱۹۳۶ء میں سفر کیا وہ فیملی
 کے ایکٹروں کے گروہ سے بہت مختلف تھے۔ ٹھیک کا آخری حصہ کس قدر دلچسپ بن گیا تھا۔ ان کے سر پر کالی جتلا
 کپ ٹھی۔ جبکہ ملانی پانڈے سے آواز 'جسم کے باقی ماندہ حصے پر دوہرے پیش کا گرم و انگریزی سوٹ نکلتی اور
 لوہے سے بھاری لود کوٹ پہن رکھا تھا۔

دہلی کانپن کے ساتھ بھٹ سہارے کے لئے ایک استثنائی خطیر نوٹ تیار کر کے لایا تھا جو اس نے سردسیر کو
 وطن اجلاس کے موقع پر اپنی کارنس اور ایگزیکٹو کے حوالے کر دیا۔ اس میں لکھا گیا:۔

مسودہ صورت حال یہ ہے کہ کانگریس محسوس کرتی ہے کہ بڑے پیمانے کی حکومت ہندوستان سے قطع نہیں
 ہوگی 'جب تک ان کے ساتھ کوئی غیر معمولی و مہیا کارروائی نہیں کی جائے گی۔ ان کا نصب العین جلد از

جلد اقتدار کا حصول اور انگریزی اثر و رسوخ سے پھٹا رہا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ اس کے بعد وہ مسلمانوں اور
والیان ریاست سے خود نمٹ لیں گے۔ اول الذکر کو رشوت دے کر اور آخر الذکر کو بلیک میل پر دیکھتے ہوئے اور
بوقت ضرورت طاقت کا استعمال کر کے 'نیزان کی رعایا کو ان کے خلاف بھڑکا کر مسئلہ حل کر لیں گے۔

ڈوموٹ نے اس روز مسٹر جلیج کے لئے دو ہرے لٹائے کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں کئی لیبرن پارلیمنٹ
بھی شریک ہوئے اس نے بتایا کہ "جلیج مشن کی فریب کاری پر اب بھی دانت نہیں دہے تھے۔"

۳۳ نہیں اس بات کا ثبوت سے احساس ہے کہ جب کانگریس نے انفرادیت کا منصوبہ منظور کیا تھا تو
انہیں حکومت برائے کی اجازت ملنی چاہئے تھی۔ وہ اس رائے پر سختی سے قائم ہیں کہ کانگریس نے طویل مدت
کے منصوبہ کو کبھی پذیرائی نہیں بخشی، وہ اسے منظور نہیں کرنا چاہتی اور ہرگز منظور نہیں کرے گی۔ انہوں نے پار
پار کیا کہ کانگریس محض حصول اقتدار کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔ اور اسے باز دیکھنے کے لئے ہر تھک کو مشغول کریں
گے۔ وہ لیگنٹ مشن چلان کو ایک فراڈ اور دھوکے کی فنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب وہ اس رائے پر ڈٹ گئے ہیں
کہ سرور تھل صرف پاکستان کی تخلیق سے بھرپور سختی ہے۔ مرکزی حکومت جس کے ماتحت صرف تین امور
ہوں گی بہت مسائل کو سنبھالنے والے خیالات جو انہوں نے شملہ میں ظاہر کئے تھے ایسا لگتا ہے اب پیش کے
لئے ختم ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے کہ آپ کے آنے کے بعد سے اب تک
ہندوستان میں سرور تھل کتنی اہم ہو چکی ہے۔ اس مسئلہ میں ان کا پسندیدہ راگ وہ تھا جسے انہوں نے ہمارے
ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں کے دانتوں پر لٹام کا نام دیا۔ جب ان سے کسی قسمی تجویز کا سوال کیا گیا تو انہوں
نے کہا کہ فوری طور پر جو کچھ ہونا چاہئے وہ امن و امان کی بحالی ہے۔ ان سب کو 'نصیحتاً انگریزوں کو اس بار
کے قیام میں بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد پاکستان کا ذکر پھڑا۔ مجھے یاد نہیں اگلے روز میں نے انہیں
اسے بدترین سزا دی دیکھا ہو۔ اپنی کار میں سوار ہوتے وقت انہوں نے آخری الفاظ جو مجھ سے کہے 'وہ تھے'
"بھٹ کے لئے مزید وقت نہیں ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ اب آخری چارہ کار یہ ہے کہ انہیں اچانک بری طرح خوفزدہ کیا جائے اور یہ کہہ دیا
جائے کہ اگر وہ دستور ساز اسمبلی کو نہیں مانتے تو ان کے توہین کو حکومت سے لٹانا ہو گا اور انہیں انگریزوں کی
طرف سے کوئی حد نہیں ملے گی۔"

لندن میں آخری مذاکرات

ڈیوڈ لارنس نے لچ کے بعد جلیج اور لیاقت علی کے ساتھ بات چیت کی اور جلیج کے رویہ کی پابندی
کی رائے ظاہر کی۔

کانپن مشن کے تین افراد پر مشتمل جماعت نے اگلی صبح دہلی اور اٹلی سے ملاقات کی۔ اس موقع پر کہیں
نے کہا: "جب پوزیشن ایسے مرحلے پر پہنچی گئی ہے جہاں واقعت کی رفتار کا انحصار اس کارروائی پر ہو گا جو حکومت
برطانیہ کی طرف سے کی جائے گی۔ ایسا لگتا ہے کہ معاملہ برقیں کوورنٹس کے بس سے باہر ہو چکا ہے۔ یوں لگتا ہے
کہ جماعت کے امکانات ختم ہو چکے ہیں۔ اگر جلیج نے وہی رائے قائم کر لی ہے جیسا کہ بتایا گیا ہے (تو معاملہ کو

سبحانے کا یا جناح کی طرف سے اسے قبول کرنے کی کوئی توقع نہیں تھی۔ جناح پورے پاکستان کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ جس کے بارے میں انھیں امید ہے کہ انگریزی حکومت کی تحلیل کے نتیجے میں حاصل ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب کرنے کا اہم ترین کام یہ ہے کہ حکومت برطانیہ اپنی اقدامات کا فائدہ اٹھان کرے جو وہ کرنا چاہتی ہے۔ میری رائے میں اہم ذیلیں اس بات سے اتفاق کرے گی۔ ہندوستان میں اب ہماری پوزیشن غیر مستحکم ہوئی چاہی ہے۔"

انگریز جنرل کو اس آخری بحث سے اتفاق نہیں تھا، اس نے کہا کہ جناح اور لیاقت کے اعزاز میں دئے گئے ایک چٹج میں سسرالین نے اس خیال کا اظہار کیا کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم بہت چیزیں سے آگے بڑھے ہیں امور یہ کہ اپنے وعدوں کی تکمیل کے دوران یہ ضروری ہے کہ امن و امان کو بحال رکھا جائے اور دستور سازی کے لئے ہر کون فضا میں آگے بڑھیں۔ دونوں ہم اکیٹوں سے حلقہ اپنے فرائض پورے کرنے میں ناکام رہیں گے، بلاشبہ ہر کمزور پٹی پائی کا وہی نقطہ نظر اور وہی استدلال تھا کہ جناح نے چٹنگ لارنس کے ساتھ ٹھنگو میں پیش کیا تھا۔ انگریز جنرل نے خیال ظاہر کیا کہ "ہم ذیلیں اس عمومی نقطہ نظر کو اختیار کر سکتی ہے اسی ملک میں، کہ حمایت مل سکتی ہے۔ مزید برآں وہ یہ بھی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم ہندوستان کو انگریز کی طرف واپس لے رہے ہیں۔ اور یہ کہ یہ چیز حالی امن کے لئے ضروری ہو سکتی ہے۔"

انجلی کاوند کے اجلاس سے اٹھ کر جناح اور لیاقت سے ملے چلے گئے اور اس کے معاہدہ اپنے ساتھیوں کو آگرایا کہ "مسٹر جناح کی محکمہ کا موضوع یہ تھا کہ ہندوستان میں حکومت خود اختیاری کے اجراء کی کوشش کرنا ہی لائق تھا۔ سسرالین اس بات کے قائل تھے ہیں کہ کانگریس دستور ساز اسمبلی کے سلسلہ میں کوئی کام کرنا نہیں چاہتی، ان کا اپنا نصب العین بڑا سادہ تھا یعنی دولت مشترکہ کے اندر پاکستان کا حصول، انہوں نے کانگریس کے ساتھ کسی سمجھوتے پر پہنچنے کا کوئی امکان ظاہر نہیں کیا۔" جس وقت وزیر اعظم جواہر لکھ سنگھ نے جناح اور لیاقت سے ملاقات کر رہے تھے، مشن کے ارکان اور دانشور اسے دانش ہل پہنچے، جہاں نیکرڈی آف ٹیٹ کے پرانے دفتر میں صوبہ کے ساتھ مذاکرے تھے۔ چٹنگ لارنس نے اجلاس کی کارروائی کا آغاز کرتے ہوئے بتایا کہ ہم سب پر امن طور پر حصول آزادی کے معاملہ میں ہندوستان کی ہر دو طرح وعدہ کرنے کو چاہتے ہیں۔ نیکرڈی آف ٹیٹ نے اعتراض کیا کہ کینٹ مشن کے تین حصوں پر مشتمل مل کی گرفت دونوں پارٹیوں کی سوچ پر سے ختم ہوئی جا رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ پڑت صوبہ ہم کے ٹھکے کی طرح لگا کہ اب سوال یہ ہے آیا وہ عام وسیع بنیاد اس حد تک تسلیم شدہ حالت میں اب بھی موجود ہے کہ اسے کارآمد سمجھا جاسکے۔ انہوں نے کہا "میرے خیال میں وہی بنیاد ہے جس پر ہر چیز آگے بڑھ رہی ہے۔ نظری طور پر کھینچاؤ کی کیفیت ہے۔"

اس مرحلے پر دونوں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "میں ہزار ہا کھنڈگان کی مجموعی تعداد ظاہر کرتی ہے کہ معاملہ کچھ آگے نہیں بڑھا رہا ہے۔" سوئے اس سے اختلاف کیا، ان کا استدلال یہ تھا کہ جو اقدامات کئے گئے تھے ان سے ظہور تشدد کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے، ان کا خیال تھا کہ کینٹ مشن کی تجویز کا کاب لیاقت یہ تھا کہ وہ کامیابی سے نافذ کرنے کے لئے تھیں۔ لیکن اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ان کا اظہار یہ تھا کہ ایک پارٹی اعتراض کرے تو جہاد آگے نہیں بڑھ سکتیں۔ چٹنگ لارنس نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ یہ حکومت برطانیہ کی پالیسی نہیں

حقی کہ ایک پارٹی کو پیش قدمی میں رکھ دینے کے لئے دوسرے کو ہٹا جائے تاہم یہ بات صاف ہے کہ اگر کوئی بڑی پارٹی ان پر عمل کرنے سے انکار کر دے تو اس سے جی مشکل صورتحال پیدا ہو جائے گی۔ سو موضوع پر یکے کے ’انہیں ہرگز قریح نہیں حقی کہ ان کے انگریز میڈن من کے اچھے انگریز دوست ’لیبر پارٹی میں ان کے ’مائی‘ اس طرح ’چاکل ان سے منہ پھیر لیں گی اور ہاتھ جماؤ کے الگ ہو جائیں گے۔

اس کے بعد کریس نے سو سے پوچھا۔ ”آپ کے خیال میں لیگ کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت نہ کرنے کی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟“ انہوں نے امراء کے ساتھ کہا ”لیگ بھی تھیں تعاون کرنے پر آمادہ نہیں تھی“ ہر معاملہ میں اس کا طرز عمل حقی رہا نہ صرف دوسرے حاصل کرنے کی خواہش ہے۔ کانگریس تعاون چاہتی تھی کہ ہر کوئی جانتا تھا کہ اگر بعض اور مسلمانوں میں تعاون کا انداز رہا تو ساشی یا سیاسی لحاظ سے کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا گا۔ سو نے احتجاج کیا کہ مسلم لیگ کو ملک کی ساشی یا سیاسی ترقی سے کوئی دلچسپی نہیں دی۔ کریس نے ایک سوال کیا ”کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر تین اجراء پر مشتمل نظام دستور ساز اسمبلی کے باہر جاری رہے گا تو شاید وہ شرارت پر آمادہ ہو جائیں گے؟“ سو نے جواب دیا۔ ”مسلمان جلد ہی ہر شریک ہو جائیں گے بشرطیکہ انہیں یہ احساس ہو جائے کہ اسمبلی کا اجلاس واقعی ہونے والا ہے۔ تاہم اگر مسلم لیگ شامل ہو گی تب بھی وہ کانگریس کے ساتھ مل کر کام نہیں کرے گی۔ اس کی طرف سے ایسا کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ اس میں مکمل اتحاد قائم ثابت ہو گا جیسا کہ اس نے عبوری حکومت میں کیا ہے۔

سو اپنی محنت کو جانوں میں طویل کرتے ہوئے ’من سب پر یہ بات یہاں تو ہوتی گی کہ سو اور کانگریس جناح اور لیگ کے ساتھ ہم آہنگی سے کام نہیں کر سکیں گے‘ ایک کابینہ میں اٹھنے ہوئے کے باوجود اور ایک ملک میں ساتھ ہونے کے باوجود میں اتلاؤ آتش کا پیدا ہونا خارج از امکان ہے۔ ہاں یہ امر انہوں نے ایک مختصر مزید محنت کی اور سو کو قائل کرنا چاہا کہ ممکن ہے مسلم لیگ کے لئے یہ کمر نہیں دہائی بعضی ثابت ہو کہ اپنے صوبوں کی گروپ سازی میں اسے عمل آزادی ہوگی۔ ایسی بات نے تین ماہ پہلے انہیں مطمئن کر دیا تھا۔ اس کے بجائے کہ انہیں کی خودی کا کام شروع کر دیا جائے جبکہ ایک چوہائی آبادی کے ساتھ شریک نہ ہوں ’سو بولے ’’میں نہیں سمجھتا کہ مسلم لیگ کیوں شریک نہیں ہوگی اور تعمیر و ترقی کے لئے لینڈل کوٹ سے سوال نہیں کرے گی۔“

کابینہ کے تین اور اہلکار نے اسی دن بعد سے جناح اور لیگ کے ساتھ گفت و شنید کی۔ کریس نے جناح سے دریافت کیا۔ ”اگر لینڈل کوٹ سے حلقہ ضابطہ میں مسلم لیگ کے موافق ترقی کر دے تو کیا مسلم لیگ اسمبلی میں شریک ہو جائے گی؟“ جناح نے کہا ”موجودہ حالات میں ہندوستان کو قانون سازی میں گھینٹا غیر دانشمند نہ ہو گا۔“ لیکن چند روز کریس نے امراء کے ساتھ کہا کہ برطانیہ میں چلان پر حقی سے قائم رہے گا۔ تاہم وہ جناح کے ذہن کو مطمئن نہ کر سکے نہ ہی انہیں ان کے سخت موقف سے ہٹا سکے۔

انگریز واپس جانے پر تیار ہوتے ہیں

اس موقع پر کریس نے اس عام اعلان کی حلیت کی کہ انگریز ایک سال یا زیادہ سے زیادہ انڈیا کے اندر

اندر ہندوستان کو پھر ڈوب گئے۔ اس نے خود دے کر یہ بات کہی کہ اس کے لئے ضروری ہو گا کہ مصلحت کسی حکومت کے سپرد کیے جائیں جس کا قیام دستور ساز اسمبلی کی مرضی سے عمل میں آیا ہو۔ لارنس کو بھیجیں تاکہ نیا مسئلوں کے ساتھ انصاف پر مبنی سمجھوتہ کرنے کو یہ ممکن ہیں تاہم اسے ملک حاکم کانگریس میں بہت سے فرقہ وارانہ سوچ رکھنے والے عناصر انہیں ایسا نہیں کہنے دیں گے۔ راول نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اصرار کیا کہ کانگریس کی طرف سے مسئلوں کے لئے فراخ دلی کے اظہار کو کوئی امکان نہیں۔ انہوں نے ہندوستانی مسئلہ کو مشورہ طلبی کے لئے اقوام متحدہ کو بھیجنے کے امکان خود اس کی مصلحت پر سوچ بچار کیا۔ اس پر اہلی نے کہا کہ اس سے یہ مطلب اٹھ گیا ہے کہ مالی امن کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ راول نے انہیں یاد دلایا کہ جناح جیسے اس بات پر خود دیتے رہے ہیں کہ پاکستان برطانوی دولت مشترکہ میں رہے گا اور مفروضہ طور پر تفریق کی جا سکتی ہے کہ سرحدی مسائل سے نمٹنے کے لئے برطانیہ سے مدد لے گا۔

بعد ازاں ستمبر ۱۹۴۷ء لندن میں "انڈیا کانفرنس" کا آخری سیشن ہوا کیونکہ نیا اصرار کر رہے تھے کہ انہیں ۹ دسمبر کو دستور ساز اسمبلی کے انتخابی اجلاس میں شریک ہونا ہے۔ تاہم جناح اور لیاقت کو واپس گھر جانے کی کوئی جلدی نہ تھی اس لئے انہوں نے چوتھے روز لندن میں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔ رات گئے کاؤنڈ کا اجلاس ہوا جس میں اس جان کی منگور دی وی گئی "جنت نیا" مسٹر جناح "مسٹر لیاقت علی خاں اور سوارا بلدیہ سنگھ کے ساتھ برصغیر کی حکومت کی جو گھٹ و تشدد ہو رہی تھی وہ آج شام ختم ہو گئی۔" جان کا انتخابی جی ایہ تھا۔ "اگر دستور ساز اسمبلی جس میں ترقی کے ایک چارے حصے کے نمائندے شریک نہیں آئیں وضع کرتی ہے تو بلاشبہ برصغیر کی گورنمنٹ اس آئین کو نافذ نہیں کرے گی۔ یہاں کانگریس نے کہا ہے کہ اسے ملک کے باوجود مسائل پر غور نہیں جائے گا۔" اس رات وزیر اعظم نے ہندوستانی مسئلوں کو مطلع کیا کہ۔

"حکومت برطانیہ نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ انہوں نے اس ملک میں ایسی پالیسی کی منگور دی حاصل کر لی ہے جس کا مطالبہ کئی سالوں سے سرکار ہندوستانی کر رہے تھے۔ اب وہ ہندوستان کا تعاون طلب کرنے کے مستحق ہیں۔ ملاقاتوں کے موجودہ سلسلہ میں وہ کسی بھی فرقہ سے دوسرے کے نقطہ نظر کی بابت منگور دی حاصل نہیں کر سکے۔ اس لئے انہوں نے آج رات ایک بیان جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

نواگئی میچ وطن کو پورا کر گئے۔ کانچی دار کا داس نے جو نیا دارک میں چھ ماہ گزارنے کے بعد حالی ہی میں لندن آیا تھا کلر جت ہوئی میں جناح سے ملاقات کی۔ اس کا بیان ہے "میں نے انہیں بارہ نور انشورہ پایا۔ میں نے انہیں بتایا۔ میں سات ماہ وطن سے دور رہا ہوں اس لئے مجھے معلوم نہیں ملک میں کیا ہو رہا ہے۔" جناح نے پوچھا۔ "تک؟" کوئی نامک آدھاں کوئی ملک نہیں "صرف ہندو اور مسلمان ہیں۔" میں نے غصوں کیا کہ جناح پاکستان کی بنیاد کے سوا کسی بات پر سمجھوتہ کرنا نہیں چاہتے۔ وہ لڑائی جاری رکھنے کے حق میں تھے کیونکہ کانگریس لیڈروں نے حق کے ساتھ بدسلوکی اور بدسلوکی کے مظاہر انہیں برا بھلا کہا تھا۔ میں نے جناح سے کہا کہ مسلم لیگ اور کانگریس حکومت سے باہر اپنی لڑائیاں جاری رکھیں تاہم کیا یہ لازمی نہیں کہ حکومت کے اندر انہیں تعاون اور ملک کی بھلائی کے لئے اس قدر کوشش کرنی چاہئے جتنی کہ ممکن ہو؟ جناح نے جواب دیا۔ "آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟" کہے ممکن ہے؟ کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ کمرے کے اندر تو میں اور آپ ایک دوسرے کا

منہ چھ میں اور کمرے سے باہر نکلیں تو ایک دوسرے کو چاقو گھونپنے لگیں؟۔ میں نے محسوس کیا کہ اگر کانگریسی لیڈروں نے ان کے ساتھ ذاتی تعلقات خراب نہ کئے ہوتے تو شاید وہ اتنے کبیہہ خاطر نہ ہوتے۔ ان کی غور بندہ سی "ان کے ٹھیکر اور ذاتی طور پر جذبات کو نہیں پہچاننے کے احساس نے انہیں بہت زیادہ غصہ جلا دیا تھا اور انہوں نے اپنے ارد گرد لٹک اور بے چینی کے بحوث پیدا کر لئے تھے۔ اس کے ساتھ انہوں نے اپنی فراست کو قائم رکھا۔ وہ کم گوئی اور اپنے حقائق کو ذرا کرنے کا تجربہ جانتے تھے۔ انہوں نے پرجوش اور جنگی باز نہ ہو کر ایک آسان شکار پایا۔"

جیننگ لارنس کے پارلیمانی انڈر سیکریٹری آر تھروڈن سن نے بھی جو اس دسمبر میں کانچی سے ملا "جنرل کے حوصلے کا تھا کہ وہ ایک پارٹی تھی۔" اس وقت تک اس بات کا علم برطانوی راج کے اعلیٰ سطحوں کے ساتھ ساتھ کانگریسی اور لیگ کی قیادت کو بھی ہو چکا تھا۔ وڈر سن نے مجھے بتایا کہ ششما کی طرف سے لکچ میں وہ جنرل سے دوسرے نمبر پر بیٹھا تھا اور یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ انہوں نے کہا اچھا تک نہیں۔ اس نے تسلیم کیا کہ جنرل ایک پارٹی تھی اور بدلتے کہنے لگا۔ "کیا آپ نہیں جانتے کہ اگر جنرل نظریوں سے غائب ہو جائیں تو ہمساری مستحکم نہیں کی جائے گی؟ لیاقت اور سودر دی بہت برے ہیں۔" میں نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ تاہم لیاقت علی یا سودر دی مسلم لیگ کو اس طرح حقد نہیں دیکھ سکتے جیسا کہ جنرل نے رکھا ہے۔"

"میر دسمبر کو دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس پورے وقار اور آداب کے ساتھ علی دہلی میں شروع ہو گیا ہے۔" قائم مقام واقفانے سربراہ کل دہلی نے لندن میں قائم دہلی کو مطلع کیا۔ ڈاکٹر ایس "شما نے کانگریس ریفورٹ کی مشیت سے کھدوات کی۔ جب تک کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد کو بھر سمجھو یہ ہونے کے پہلے صدور ہے" انھیں کانچی کا نیا تجزیہ نہ تھیں کیا گیا۔ ہندو پریس نے عام طور سے اس "تاریخی موقع" کو اس عوامی بیداری کی سوانح قرار دیا جو قریب ایک صدی پہلے شروع ہوئی اور جس کی بدولت عوام میں قومی اتحاد و یک جہتی اور یکجہ قاصد کا احساس پیدا ہوا۔ مسلم لیگ کا بیانات عمل طور پر سوڑ ثابت ہوا۔ اسمبلی ہال میں وہ نشستیں خالی پڑی رہیں۔ جبکہ دوسرے قریب کانگریسی مواد اور طوائفین نے اپنی اور ہندی قوم کے نمائندوں کی مشیت سے بیٹھن میں شرکت کی۔

ان دنوں یکم شہناز اور اسمبلی اقوام متحدہ کے منصوبہ میں تک مسلم لیگ کا کہیں پہچاننے کی فرض سے نوازا کہ گئے ہوئے تھے تاکہ وہ لندن کے راستے واپس آتے ہوئے جنرل سے ملاقات کریں۔ اور ہائی ہائیڈ نصف دسمبر ان کے ساتھ لندن میں گزاریں۔ سر شیع کی ذہین و فہم پنجابی صاحبزادی نے کچل داجی یاد کرتے ہوئے بتایا۔ "اسمبلی پنجابی مسلمانوں کو نام نہاد مضبوط بازو کہتے تھے، جنہوں نے حصول پاکستان کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ میں دو تین دن تک خاموشی سے سختی دہی بھر مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے کہا عوام الناس نہیں بلکہ لیڈر ہیں جو اس کے دوسرے دہریہ ہیں۔" قائد نے فوراً پوچھا۔ "لیڈروں سے ہمساری کیا مراد ہے؟ آج تو ہر مسلم لیگی لیڈر بتا ہوا ہے۔" میں نے کہا۔ اگر یہ بات ہے تو پنجاب دوسرے صوبوں سے پیچھے نہیں رہے گا۔

لندن میں قیام کے دوران اتفاقی اصطلاحی تحریک کے ہائی ڈاکٹر یک میں نے قائد اعظم اور خواجہ ابراہیم لیاقت علی کو اس کا مکمل دیکھنے اور رات کے کھانے کی دعوت دی۔ اس نے چاہا کہ میں قائد اعظم کو تلوہ کرنے کی کوشش کروں۔ اسمبلی اور میں نے وہ کھیل نوازا کہ میں دیکھا اور بے حد پند کیا تھا۔ جنرل نے دعوت قبول کر لی۔

کھیل دیکھنے کے بعد ہم ڈاکٹر یک میں کے گھر پہنچ گئے۔ وہاں بات چیت کے دوران میں نے کہا "قائد کو کھانے پر لانا کرنے کے لئے میری غرض یہ تھی کہ لندن والے جناح کو بگھڑ لیں۔" اس پر مسلمانوں میں سے ایک بڑا۔ لندن مسٹر جناح کو خوب جانتا ہے۔" اس ریمارک سے مسٹر جناح کو بڑی تشنگی لی۔ پھر وہ جان بوجھ کر صحن پر گئے۔

سوں نے اپنے قواسموں کی باتیں کیں اور ہمیں کئی کہانیاں سنائیں۔

جناح ہر دھرم کو لیاقت علی، امضانی اور بیگم شاہنواز کے ساتھ لندن میں ہی تھے جب وزیر اعظم نے اراکوں کو بتایا کہ "ہندوستانی رجسٹرار کے ساتھ جھپٹے پختے ہوئے انکرات ہوئے" بد قسمتی سے کسی سمجھوتہ پر پہلے غیر فہم ہو گئے، گھٹے یقین ہے میں اس ایم ایم میں سب پارٹوں کے لئے ہل رہا ہوں اور ہندوستان کی سب قوموں سے اکیلے کرتا ہوں کہ وہ دستور سازی میں تعاون کریں۔" تاہم چرچل نے کھڑے ہو کر کہا کہ "بڑی سچی سچی کی ایم ایم نے انڈین کے گزشتہ سیمینوں میں بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ اور ہندوستان پر بحث بھیجئے نے سے گریز کیا ہے۔ لیکن میں قائد ایم ایم کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے خیال میں ایسی بحث کا فوری اہتمام کرنا لازمی ہے۔ معاملات اتنی سنگین صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں کہ جیسے بتانے پر قوم کی توجہ ان پر مرکوز کرنا ضروری ہو گیا ہے۔"

ہندوستان کے مسئلہ پر بحث اگلے دو دن تک جاری رہی۔ کریس نے ۳۰۵۲ پر اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ایم ایم اس قریح کا اظہار کرتا ہے کہ ہندوستان کی جماعتوں کی باہمی موجودہ مشکلات کے بارے میں سمجھوتہ جلد ہو جائے گا۔" ۳۰۵۲ پر چرچل نے جواب میں کہا۔ "میں نے اس ایم ایم کو بہت عرصہ پہلے ۱۹۳۱ء میں "بورو" کیا تھا کہ اگر ہم نے تمام ذمہ داریوں سے ہاتھ اٹھالیا تو ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی خفا کا خاتمہ جنگی بڑی تیزی سے شروع ہو جائے گی۔ لیکن دوسری چیزوں کی طرح اس پر بھی کسی نے کان نہیں دھرا۔ بے شک یہ بات درست ہے کہ دانشور کے لئے اس کی طرف سے چار ماہ قبل صوبہ کی سربراہی میں صوبہ کی حکومت کی تشکیل کے بعد سے اب تک خدو کے درجے لوگوں کی اتنی بڑی تعداد پاک لائن میں ہوئی ہے کہ گزشتہ ۹۰ برسوں میں بھی نہیں ہوئی تھی۔ جو کچھ ہونے والا ہے، یہ شخص اس کی ابتدا ہے۔" شاید یہ اس خفا کا برقی دھاراں کے چند ابتدائی ہماری تقریریں ہیں جو ہم پر نازل ہونے والا ہے۔ یہ وحشت انگیز خورجیاں جو وسیع علاقوں اور بے شمار غیر معمولی ریمات میں دھڑکا پڑ رہی ہیں، ان کا شمار بڑی حد تک مسلمان اقلیت ہوتا ہے۔ میں اپنے اس جہیز کو دیکھ کر ۱۹۳۱ء چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں ہندو کی عددی اکثریت کا راج قائم کرنے کی کوشش خاتمہ جنگی کے بغیر مرکز کا سیاب نہیں ہوگی۔ شاید شروع میں فہموں کا معظم قوتوں کے باہمی تصادم نہ ہو بلکہ جڑواؤں پر آگاہ اور ایک حلقہ مقامات اس کا نشانہ بنیں۔ یہ خاتمہ جنگی، کسی انتہا پر پہنچنے سے پہلے ناقابل شمار حوالہ کے درجے ہندوستان کی آبادی میں زبردست کمی کا موجب بنے گی۔ مسلمانوں کی تعداد کم ہوئے۔ ہندوستان میں لڑاکا عناصر کی اکثریت ہے۔ فقط ۱۲ اقلیت۔" حلقہ نہیں رہتا اور اس کا کچھ مطلب نہیں ہوتا جب اس کا اطلاق فی نوع کے ہماری کردہ پر کیا جائے جن کی تعداد کم ہوئے۔"

چرچل کے ان کلمات نے جناح کو اس سے بھی سخت موقف اختیار کرنے کی ضرورت دینی جیسا کہ انہوں نے اہلی اور کریس فیروزہ وراثت کے ساتھ بات چیت کے دوران اپنا یا تھا۔ لندن کے اس آخری دورہ نے انہیں یہ یقین کرنے میں مدد دی کہ سمجھوتہ پارٹی کی مطبوعہ قوت اب بھی ان کی حامی ہے۔ اس چرچے نے ان کے اس بلند عزم کی

توجہ دینی کہ سہو اور ناگرمیس کو دستور ساز اسمبلی کی پکڑ پائی ہو۔ خاصہ ڈسٹے ہوئے اور خود بخود طاقتور حکام نیز مسلمانوں کے دو میان بیٹے کر دھننی کی آگ بجھاتے رہو اور سرکاری میں اس کو سرخ (سورہ صبر) کو پختہ سہو نے اسمبلی میں یہ تحریک پیش کی "یہ دستور ساز اسمبلی اپنے اس پختہ اور خوش حرم کا احاطہ کرتی ہے کہ ہندوستان ایک آزاد اور مشغور جمہوریہ ہے جس میں تمام قوت اور اختیار کا سپریم حرم ہے۔"

ویول کے جانشین کی تلاش

۱۸ دسمبر کو اسمبلی نے لازماً کوئی مائنٹ جنس کو - ڈھونڈ کر شہرت ملایا اور اسے ویول کا جانشین بننے کی دعوت دی۔ اسمبلی اور اس کے رشتے کار ہندوستان کے سیاسی و عوامی سے بہت سی طرح کاڑھے تھے۔ وہ اس بات سے خوفزدہ تھے کہ اگر ہم نے مکمل اعتبار نہ کی تو ہم ہندوستان کو نہ صرف خانہ جنگی کی لپیٹ میں دے دیں گے بلکہ یہ ملک مطلق العنان نوعیت کی سیاسی تحریکوں کی جھولی میں جا پڑے گا۔ جن میں کوہلو کرنے کے لئے فوری کارروائی کی ضرورت ہے اور کارڈ کے سینٹر جبراً اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ شاید ایک پارلیمانی انداز فکر آخری امید ہو۔ ہر ایک نے اتفاق کیا کہ "ڈی" مائنٹ جنس میں مطلوبہ صلاحیت موجود ہے۔ مائنٹ جنس کی "کالہ دل آؤزی" اس وقت دنیا بھر میں مشہور ہو چکی تھی۔ اس کے اصول ہندو خلیات نے اسے لیسر ہائی کے لئے قابل قبول بنایا اور اس کا شای خوں کمزور بننے کے لئے سب سے زیادہ ہندو تھ۔ جبکہ دکنویہ کا حکیم پوٹا ہونے کی حیثیت سے مائنٹ جنس کو ہندوستان کا آخری دھڑلے بننے کے لئے ہر طرح مل بھیجا جاتا تھا۔ ہر حال اس کی طواغیل اور تنہا یہ تھی کہ وہ بھٹی میں اپنی فنی ڈاکی پر واپس چلا جائے اور فرسٹ کلاسز سکولازوں کے ایئر اینڈ میل ان کنڈ کے طور پر اس کی تھروڈی اپریل میں ہونے والی تھی۔ مائنٹ جنس ہندوستان کے جتنی کالی بکے جاتا تھا۔ مزید برآں اسے اندازہ تھا کہ اس کا نیا کام کتنا مشکل ہے۔ اس لئے اس نے وزیر اعظم کے دواؤں اور ترغیبات کے مقابلہ میں سخت جدوجہد کی۔ اپنی انتہائی تنہا کارروایاں اور بہت خود بخود غرضی سے بھروسہ کرنے کی سلسلہ غیر تجربہ بر اجناج کیا۔ اس کے مستند پریس سیکرٹری لوہو کو کہہ کر کھیل جانیے کا کہنا ہے "اگرچہ ان باتوں میں بکھ وقت لگا تاہم اسمبلی نے اپنا فیصلہ نہیں بدلا۔"

جناح کا ہرہ کے دورے پر

جناح اور لیاقت علی ہندوستان واپس آتے ہوئے چند دن کے لئے کاہیہ میں رے کوہلو وہاں اپنی اسلامک کانفرنس میں شرکت کی۔ عہد دسمبر کو مصری وزیر اعظم فوکرائی پاشا سے ملاقات کے دوران کاہیہ کاظم نے اس بات پر اصرار کیا کہ "پاکستان کے قیام کے بعد ہی ہندوستانی لوہو مصری مسلمان گچ سٹون میں آزاد ہوں گے۔ ورنہ ہندو سامراجی تسلط کی علت پہنچتی ہوئی سیدھی مشرق وسطیٰ تک پہنچ جائے گی۔" جناح کاہیہ میں عرب لیگ کے صوبہ تھے۔ وہاں ۲۰ دسمبر کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ "اگر ہندوستان پر ہندو سامراجی تسلط کی حکومت قائم ہو گئی تو یہ مستقبل کے لئے اتنی ہی بڑی علت بن جائے گی جیسی کہ برطانوی

سامراجی قوت دی ہے۔ پورا مشرق وسطیٰ آج کل سے گر کر مجبور میں ایک جائے گا۔ جب ان سے مصری اور فلسطینی عرب لیزہوں کے ساتھ بات چیت کے حلقے دریافت کیا گیا تو انہوں نے وضاحت کی۔

میں نے انہیں بتایا کہ ایک ہندو ایماڈ مشرق وسطیٰ کی فلاحی کمرے کی اور انہیں یقین دلایا ہے کہ پاکستان ان تمام قوموں سے فصل اور دھن کے امتیاز کے بغیر تعاون کرے گا جو آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اگر ہندو سلطنت وجود میں آجی تو اس کا نتیجہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کے غارتگری صورت میں نکلے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم مصر کے ساتھ گہرے مذہبی اور روحانی رشتوں میں منسلک ہیں۔ اگر ہم دوبارے پورا مشرق وسطیٰ دھن ہائے گا۔

جس جہد و سیر کو ہمیں کراچی پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنی حیات مشہور کے مہرے پر سچے کر لئے تھے۔ انہوں نے وہ اپنے وطن کراچی پہنچے جو جلد ہی ان کا قومی دارا حکومت بننے والا تھا اور پھر وہیں انہیں ابو الاونک آرام کی تیرہ سہاقت خاطر جیلر میں کا انتظار کر رہی تھیں تاکہ انہیں بھیجی لے جائیں اور وہاں ٹھیک طرح سے ان کی دیکھ بھال کی جائے۔ یہ کام وہ خود ہی کر سکتی تھیں۔ تاہم ابھی کئی طویل ترین اور سخت ترین مذاکرات ان کے منتظر تھے۔ ابھی زندگی کی مشکل ترین جنگ کو جیت کر رہا تھا۔

ایک سو اسی باب — نئی دہلی ۱۹۴۷ء

نئے سال کا سورج طلوع ہوا تو ابیا گلن تھا کہ ملتا ہر شخص برہمنی کے ساتھ ہندوستان کے حلقوں میں ذرا مالی تبدیلی کی خبر سننے کا ٹوٹا ہوا ہے۔ تاہم کیا اور کیسے ہونے والا تھا؟ اس کی کسی کو خبر نہ تھی۔ جیلر وطن ہونے کو شہر پہنچے۔ وہ اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ ان کے لئے بات کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ یہاں تک کہ وہ ۱۹۴۷ء جنوری سے پہلے ہونے والے دو رنگ کھیتی کے اجلاس میں شرکت کے قابل بھی نہ تھے۔ ہر جمہوری کو چنگ لارنس نے دیول کو کھانا سپرد ہے کہ جیلر ۱۹۴۷ء اور دسمبر کے بیان سے یہ مطلب اخذ نہیں کریں گے کہ اگر وہ تیسری جنہ جائیں تو وہ جگہ نہ کریں تو انہیں پاکستان مل جائے گا۔ ۱۹۴۷ء سے یہ شک تھا کہ اس کے خط کی طرف جیلر کی توجہ مبذول کرانی جائے گی۔ اس کی ایسی توضیح بھی کی جا سکتی ہے جس کا مطلب سوائی خود بخاری ہو جو ان کی پتھر سے سختی کم ہوگی۔ دیول نے جواب میں کہا کہ میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ پاکستان بالکل ناقابل عمل مفروضہ ہے۔

ماؤنٹ بیٹن دیول کی جگہ لینے پر راضی ہو گئے

اسی نے کم جنوری کو ماؤنٹ بیٹن سے ایک بار پھر انڈیا کی کہ وہ دھرم رائے کے وعدہ کی آمد واری قبول کر لیں۔ اس نے وہ دیول پھر وہ اب میں لکھا۔

”آپ نے جو جگہ کام میں نے امتحانی نتیجہ کی سے اس پر غور کیا ہے۔ میرے لئے اس سے یہ سمجھنا ممکن ہو گیا ہے کہ آپ برطانوی راج کو ایک حلقوں اور خصوصاً مارچ تک یا اس سے بھی پہلے اگر ہندوستانی جماعتیں حلق

ہوں، ختم کرنے کی تجویز پیش کر رہے ہیں۔ میں اتحاد کے ساتھ وہاں نہیں جا سکتا، مگر وہاں میری آمد سے یہ مراد لی جاسکتے کہ میں اس مسئلے پر واضح اور انگریز نظام کو دوام بخشنے آیا ہوں۔ میں دل کی یقین گمراہیوں سے تپ کی اس چٹھکی کی قدر کرتا ہوں کہ اسے اتحاد کے انتخاب و تشکیل میں مجھے ہر طرح کی مدد دی جائے گی۔ میں نے سر سٹیفورڈ کو مطلع کیا ہے کہ انہوں نے میرے ساتھ ہندوستان جانے کی جو چٹھکی کی ہے اس سے میری بے پناہ عزت بڑھی ہے اور میں بہت حاشا ہوا ہوں۔ تاہم میں نے ان پر واضح کر دیا کہ ان جیسے تجربہ کار اور باوقار شخص کی موجودگی مجھے ان لوگوں کی نظموں میں جن کے ساتھ وہ مذاکرات کر رہے ہو گئے، محض برائے نام سربراہانیت کرنے میں ناکام نہیں رہے گی۔ میرے خیال میں یہ بہت ضروری ہے کہ مجھے اس امر کی اجازت دی جائے کہ میں جب بھی وطن آنے کی ضرورت محسوس کروں تو آسکوں۔ اگرچہ عادی تہیت ہے ہوگی کہ واضح رائے اور واضح رائے کے حامی و مرجع کو بلند دیکھنے کے لئے ضروری پروٹوکول کو ملحوظ رکھا جائے۔ پھر بھی مجھے اور میری اہلیہ کو یہ اجازت ہونی چاہئے کہ ہم ہندوستانی لینڈروں، غلاموں، برطانوی اور ہندوستانی لوگوں سے اپنے خلاف کے بغیر ان کے گھروں میں جا کر بیٹھیں اور ان لوگوں کی اپنے نیک دستانی کو موجودہ پروٹوکول کے مقابلہ میں آسان قرار دیں۔

لینڈرائیڈ و کانٹاکٹیشن کی دوسری بھی اپنے شوہر سے کسی طرح کم نہ تھی۔ اسے سو کی سوچنے والی روحانی ہمیت کو آخری لمحے کے اضطراب کرنے والے مذاکرات میں کردار ادا کرنا تھا۔ مہیا بیوی دونوں میں سے کوئی ایک خلاف کے بغیر اکثر جواب دہ رہا۔

مستقل ایشیائی جنس کے انگریز ڈائریکٹر سر رابرٹ پی ایس سمٹھ نے وہاں کو انگریزی نقطہ نظر سے اطلاع دی کہ وہ تشکیل اب تک اچھی طرح نکلیا گیا ہے۔ کانگریس اور لیگ دونوں کو مرکزی حکومت میں تحلیل دیا گیا ہے۔

اس طرح ہندوستانی مسئلہ کو فرقہ واریت کے سوزوں مٹا دیں، پیچیدہ دیا گیا ہے۔ اب لہم و حلیقہ کے ساتھ اختلاف کا موقع پیدا ہو گیا ہے۔ ہمیں اس دم بھری صلت سے چارچ و افکار اٹھانا چاہئے۔ سول افسروں پر بیکرونی آف سٹینڈ کا کنٹرول اور لین ٹکنہ لہم میں ختم ہو جانا چاہئے۔ یہ صرف افسروں کے لئے درست ہو گا اور اس میں یہ سیاسی فائدہ ہے کہ اس قسم کا حاشا کرنے والا فیصلہ کن اقدام مسئلہ کو اس کے صحیح فرقہ وارانہ جواز پر رکھے رہنے میں مدد دے گا۔ علمین فرقہ وارانہ و فطری اور افزائشی سے ہماری کارروائی حاشا نہیں ہونی چاہئے۔ مہیا ہوا تو انگریزوں کے خلاف احتجاج کو تعویذ ملے گی۔ اول الذکر ایک فطری خوفناک عمل ہو گا اور ہندوستان کے مسئلہ کی راہ خود پیدا کر دے گا۔ بیسویں صدی کے انگریز افسروں کی طرف سے اس قسم کی جدید ہتھیاری حکمت (دنیا اور اسباب پیش سے غرت کا افسار) کو جبہ حق میں شادی لایا جاتا تھا۔

لیگ۔ خطرہ تصادم

لیگ کی درنگ تسمی کے اجلاس کی ضرورت آج سے چند دن پہلے غرضیات نے پریس کو حکم دیا کہ پنجاب میں مسلم لیگ کے سرگرم پھیل گارڈز پر کاری ضرب لگائی جائے اور گارڈز کو اس طرح کی پادانی فوج قرار دیا جائے کہ جنگ سے پہلے ان کی اور برصغیر میں موجود فوجی اور گورنر ڈسٹنکشن نے ان کو انگلیٹن میں سولے کی "تعلیم" بلک

شرٹس کے سماجی نمبر لایا، پینٹل گارڈز کے صدر دفتر واقع لاہور میں ایک ہزار سے زیادہ سٹیل ہیلمٹ پائے گئے اور گارڈز کے جملہ جہاز کلائنوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ جواب میں مسلم لیگ نے "مراسم اقامہ" کے تحت احتجاجی مظاہرے شروع کر دیے جن میں مطالبہ کیا جاتا تھا کہ حفتر کی حکومت برطرف کی جائے۔ اس طرح بالآخر پنجاب کا مسلم بازوئے فتنہ، خذو آہ یقین میں شامل ہو گیا۔ جیسا کہ یکم شاپنواز نے کلیدرو میں جناح سے وعدہ کیا تھا۔ حفتر نے دوسرے ہی روز گارڈز پر سے پابندی اٹھائی۔ اسے ڈر تھا کہ بصورت دیگر وہ صوبہ میں اس کی مخالفت نہیں کر سکے گا۔ تاہم یہ اقدام بہت بعد از وقت ثابت ہوا۔ لیگ کے برنامہ رازیاؤں نے حفتر کے فوری استعفیٰ کا مطالبہ جوش و خروش سے جاری رکھا۔ لاہور اور دوسرے شہروں میں بڑے بڑے احتجاجی جلسے ہونے لگے جن میں لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی۔ شرکت حیات نے اعلان کیا کہ اگر حفتر نے استعفیٰ ہونے سے انکار کیا تو لیگ قانون شکنی کے لئے ۱۵ ملین سے زیادہ مسلمانوں کو سڑک پر لانے کے لئے تیار ہے۔ اس بیان کے بعد حفتر نے ایک اور قدم اٹھایا۔ آرمی رات کو صوبائی لیگ کے تمام مضبوط لیڈروں کو گرفتار کر لیا جس میں نواب مروت، ملک فیروز خان فون اور دولتانہ شامل تھے۔ پنجاب کے ہر ضلع میں ہنگامے پھرتے چلے۔ اسمہ بختری کو درنگ نہ کی گئی، ان کے خاں قرار واد منظور کی جس میں اس سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ مشن پلان کے استروال والے فیصلہ پر نظر جاتی کرے۔ اگر لیگ کے دستور ساز اسمبلی میں شرکت ہونے کا کوئی امکان تھا تو اس قرار واد نے اسے ختم کر دیا۔

صوبہ نے اس سے اگلے روز پول سے ملاقات کی اور اس عزم کا اظہار کیا کہ اسمبلی اپنا کام جاری رکھے گی اور یہ کہ اگلے قدم کے بارے میں وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کریں گے، اگرچہ پول نے بجا طور پر انکار کر دیا تھا کہ اب کانگریس کابینہ کے کئی ممبران کی برطرفی یا استعفیٰ کا مطالبہ کرنے سے نہیں چوڑے گی۔ برسرِ حال فردوسی کو اس قسم کی درخواست کے جانے سے کچھ ہی ایسی نے پول کو ہدایت کی کہ وہ اپنے صمد سے استعفیٰ ہو جائے اور یہ کہ اس کے جانشین کا انتخاب کر لیا گیا ہے۔ کابینہ نے اعتراض کیا کہ ہندوستان میں خانہ جنگی کے خطرہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس خدشہ کا اظہار کیا گیا کہ شاید مسٹر جتلی کی نیت یہ ہے کہ خانہ جنگی بڑا کر دے۔ یہ بات واضح نہیں تھی کہ پنجاب میں مسلم لیگ کی فاروادیوں کے کیا نتائج ہوں گے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ۱۵ سال افغانی کی ترکیبوں کو پورا سے رہے تھے۔ بالآخر لیگ جس حد تک عظیم الجہتی پیو کر سکتی تھی اس کا انحصار اس پر تھا کہ اس کی سرگرمیاں ہندوستانی فوج میں انتشار پیدا کرنے کا موجب بن سکتی ہیں یا نہیں۔ ادھر نئی دہلی میں دی لی یکن چیمبر زیرک میسرین اب ہندوستان کی تقسیم کو ناکر رہ گئے تھے۔

ہندوستان کے لئے آزادی کا اعلان

دھر فوری سے صدر کو وزیر اعظم اسمبلی نے دارالعوام میں اپنے ہم مرتبہ ساتھیوں کو مطلع کیا۔ "ہر یک کی حکومت چاہتی ہے کہ اپنی ذمہ داری میں با اختیار اداروں کو سوچ دے جو ایسے آئین کی رو سے قائم کئے گئے ہوں جن کی منظوری ہندوستان کی تمام پارٹیوں نے دی ہو، لیکن بد قسمتی سے سب سے سب سے آئین کی تدبیر کا ہر کوئی امکان نہیں۔ حکومت برطانیہ یہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ یہ اس کی فطری نیت ہے کہ

زیادہ سے زیادہ قرن ۱۸۴۸ء تک ہندوستان کے ذمہ دار ہاتھوں کو انقلاب الٹا کر کو جیتی جانے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں گئے اس لئے یہ لازمی ہے کہ سب پارٹیاں اپنے اپنے اختلافات بھلا دیں تاکہ وہ عظیم ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے تیار ہو سکیں ہر اگلے سال ان کے سپرد ہونے والی ہیں۔

کانگریس اور لیگ دونوں نے سنے جان کو خوش آمدید کہا۔ دوسرے روز ”ہندوستان ٹائمز“ نے اپنے ادارے میں لکھا۔ ”حکومت برطانیہ نے بالآخر وہ فٹنی کا مشاہدہ کر لیا ہے اور ایک تاریخی فیصلہ کیا ہے جو آخر کار ہند برطانیہ کشمکش کو اس حلقہ سے ختم کر دے گا جو مذہب قوموں کے شایان شان ہو تا ہے۔ اب مسٹر جناح اور مسلم لیگ حقیقت کے سامنے ہیں۔ کوئی ہندوستانی مسلم قوم کے وجود اور ہندوستان میں اس کے جائز مقام سے انکار نہیں کرنا چاہتا۔ اب ایسا کرنا ممکن نہیں کیونکہ تیسرا فریق رخصت ہو رہا ہے۔ باہمی سمجھوتہ کا کوئی ختم الہدیل نہیں۔“ تاہم ”وائس“ کو اس بیان سے اتفاق نہیں تھا۔ اس کے ادارتی کالم میں اسی روز اس رد عمل کا اظہار کیا گیا۔ ”لگتا ہے کہ مسٹر اسٹی اور ان کے رفقاء نے آخر کار مسلم لیگ کے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا ہے کہ حصہ ہندوستان کے لئے ایک منفرد دستور وضع کرنے کی امید ایک محض خراب تھاپہ اس مقصد کے لئے کی گئی تمام کو ششیں باہم ہو چکی ہیں کیونکہ وہ ایک غیر حقیقت پسندانہ سوچ پر مبنی تھیں۔“

دبیل نے ۲۱ فروری کو رضو اور لیاقت سے ملاقات کی۔ دائرے نے رچ روت دی ”شہو اس بیان سے صریحاً متاثر ہوئے ہیں اور انہیں کانگریس پر حاکم ہونیوالی ذمہ داری کا پورا احساس ہے۔ انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ اگر سمجھوتہ ہو تو پنجاب اور بنگال کو تقسیم کرنا ہو گا۔“

لیاقت علی خاں مسلم لیگ کی طرف سے رد عمل ظاہر کرنے پر رضامند نہ تھے ”اس لئے دبیل نے مشورہ دیا۔ ”ماسب ہو گا اب مسٹر جناح کو دہلی بلا لیں۔“ ایک ہفتہ بعد لیاقت علی نے دبیل کو بتایا کہ ”جنان جتنی میں صاحب کراچی ہیں اور وسط مارتھ سے پہلے دہلی میں آسکیں گے۔“

خضر مستغنی ہو گیا

فروری کے آخری ہفتہ کے دوران پنجاب میں تشدد کی وارداتیں لاہور اور امرتسر سمیت چار سات ہفتے شہروں میں شدت اختیار کر گئیں۔ مسلم لیگ کے نو جوان کارکنوں کے غول کے غول بدلتوں اور سرکاری قماروں پر حملہ آور ہوتے اور بونیں چپک کی جگہ مسلم لیگ کا پرچم لہرانے کی کوشش کرتے۔ عام شہریوں کے علاقہ چلیس دھانوں کی حدود اسوات اور سینگڑوں زمینوں کو دیکھ کر خضر کا ”موسم حکم“ پارہ پارہ ہو گیا اور اسے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ لیگ کے ساتھ صلح کر لی جائے ”چنانچہ تمام سیاسی ایسوں کو بھجودیا گیا“ بلسوں پر ایک بارے سے حاکم شدہ پابندی اٹھائی گئی۔ اسے امید تھی کہ ساری جماعتیں پر مشتمل مخلوط حکومت بنائی جائے تو معاملات سدھر جائیں گے۔ تاہم گورنر نے اسے خارج از امکان قرار دیا۔ لیگ نے صوبہ سرحد میں بھی درست اقدام شہرہ کر رکھا تھا۔ بے قابو ”جوہر“ نے پشاور میں کانگریسی وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب کے مکان کا گھیراؤ کر لیا اور کنزرویٹو کے شیلے چوچرہ کو روک دیا۔ جبکہ موضع پر موجود پولیس خاموش قتلخانی بنی رہی اور فائر کرنے سے انکار کر دیا۔

غصے سے سر قلم اٹھ گئی اور لاہور میں موجود دیگر معتد دو ممبروں سے مشورہ کے بعد ہمارے اخبار کو استعفیٰ دیدیا۔ اس نے گورنر کو آخری مراسلہ میں لکھا تھا۔

”مسلم لیگ کو مزید تاخیر کے بغیر حقیقی صورت حال کا احساس دلانا لازمی ہے۔ مسلم لیگی رہنماؤں کے دہم و دھمکان میں بھی نہیں کہ ہندو اور سکھ ان کے خلاف کتنے شدید احساسات رکھتے ہیں۔ جب تک وہ اور جے این ایف پارٹی میں اس کے مسئلوں پر مذاکرہ نہ کر لیں گے وہ اپنے عجیب و غریب اور جہاد پر آمیز خیالات کو نہیں بدلیں گے۔ صورت کے بارے میں میری رائے یہی رہی کہ اس کے بارے میں ہندوؤں یا سکھوں یا دونوں کی موقوف حمایت حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا تو میرا فرض ہو گا کہ صوبہ میں دلہہ سہ (گورنر راج) کی سفارش کروں۔“ غصے کے استعفیٰ کے ساتھ ہی پہلی وحدت کا آغاز ہو گیا اور ”پانچ دریاؤں کی سرزمین“ کی سیاسی سوت واقع ہو گئی۔ سکھ لیڈر سورن سنگھ نے گورنر کو بتایا کہ اس کی پارٹی لیگ کے ساتھ مخلوط حکومت میں شامل ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، کیونکہ وہ مسلم آبادی کے ماتحت اپنے ساتھ کمپنوں کا ماسلوک برداشت نہیں کر سکتے اور یہ کہ پانچ دریاؤں خود کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔ اگلے پچھلے مسلم لیگ کے خلاف سیاسی احتجاجات ہوئے۔ کانگریس اور اگلی سکھوں نے اعلان کر دیا کہ ہمارے اخبار کو پورے پنجاب میں جلائی۔ پاکستان ڈسے ”مٹایا جائے گا اور بڑے بڑے جلوس ٹائٹ جاکیں گے۔ اس سے نظا میں ایک دم کھپاؤ پیدا ہو گیا اور روزانہ قتل کی تصدیق اور رپورٹیں ہونے لگیں۔

ہندوستان کی ایبٹ دارالعوام میں بحث کا آغاز ہمارے اخبار کو کہیں کی تقریر سے ہوا۔ اس نے حکومت کے پالیسی کا دفاع کرتے ہوئے کہا۔

”میں کتنی بد بھگتی کی بات ہے کہ جب مسلم لیگ کراچی میں ہونے والے اپنے اجلاس میں صورت حال پر نظر ثانی کرنے والی کمیٹی کا دستور ساز اسمبلی میں شریک ہو سکے، پنجاب میں حالات ابتر ہو گئے۔ ہم صرف یہ توقع کر سکتے ہیں کہ صرف عداوت اور حملہ سلیم سے کوئی سمجھوتہ وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ یہ سن حوالہ میں سے ہمیں“ ”اسرا حاصل ہے“ جس نے آج ہندوستان میں حالات کی رفتار کے حلقے میں اڑدقت کچھ کرنا آغا مشکل بنا دیا۔“

چرچل کی طرف سے آزادی ہند کی مخالفت

دوسرے روز دوشنبہ چرچل نے ایم پی جین کے ایم کی ایم کی ہٹائی کرتے ہوئے ۱۹۴۲ء کی کہیں واپس سے اپنے مسلسل نفاذ پر اصرار کیا اور موجودہ حکومت پر الزام لگایا کہ وہ ۱۹۳۲ء کے فارمولا سے کئی بنیادی پہلوؤں سے انحراف کر چکی ہے۔ اس نے سڑکوں کی حکومت پر سخت حملہ کرتے ہوئے اسے عمل جاری سے تعبیر کیا اور زور دے کر کہا کہ ہندوستان کی حکومت ایک ہندو کے حوالے کرنا ناقص قطعی تھی۔ نئے دعوے کے ساتھ اسے یاد دلاتے ہوئے چرچل نے اعتراض کیا کہ:-

ہندوستان کو نہ صرف تقسیم کا بلکہ اور اٹکل پیچ لگست وریضت کا نشانہ بنا ہے۔ اس کے لئے وقت کی بھار مقرر کر دی گئی ہے جو ایک قسم کی گونجیں (واحد مٹھیں) ہے جو حقیقتاً احتمالی وجہ و مسائل پر عمل کا کو مستقل بحث کی راہ میں رکھتے ہیں۔ یہ سمجھنے والوں کو موسم کرنے اور ہندوستان بھر میں ہندو۔ مسلم اتحاد پیدا کرنے میں

صرف نہیں کئے جائیں گے۔ یہ خانہ جنگی کی تیاری کرنے کے لئے استعمال کئے جائیں گے اور اس دور میں اسی طرح کی بد نظمی، افراطی اور ہنگامے وقوع پذیر ہو گئے جیسے کہ آجکل لاہور جیسے بڑے شہر میں ہو رہے ہیں۔

اسٹیل نے جو اب دعویٰ کی ایک دھمکی کو شعل میں اعتراض کیا کہ اتحاد ملتان میں دولت کی تقسیم میں بڑا تعاون پایا جاتا ہے تاہم بد قسمتی سے وہ معاشرتی اور اقتصادی نظام طویل سے پورے دور عسکرانی میں جاری رہا۔ ہم نے ہائیڈرو پاور کو فتح کرنے کے لئے کوئی انقلابی قدم نہیں اٹھایا۔ حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں کرتے۔ ہم نے ساہوکاروں کو دبانے کے لئے کام کیا، تاہم وہ فساد نہیں تھا۔ ہم نے اس معاشرتی اور اقتصادی نظام کو جوں کا توں رہنے دیا۔ اب ہماری حکمرانی کے عین خاتمہ پر یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ دہشت گردوں نے پہلے ہمیں امن تمام فراہم کیا تھا۔ ورنہ ہم اپنے اتحاد سے دھمک کریں گے؟ اگر اچھا تو اس سے بہت عرصہ پہلے انہیں جانا چاہئے تھا۔" مارچ ۱۹۷۱ کو رولہ پلا رات کو جب رائے شماری کرائی گئی تو ۱۳ ممبروں نے اپنے کانکام میں (اسٹیل) کا ساتھ دیا جبکہ چار ملکی حمایت میں کمزور غریبوں کے ۱۸۵ ووٹ تھے۔ "ملوث شخص یا ممبر پر مشتمل اپنے ملک کو نیکر اس قسم کی بددی سیاسی سرچرہ کے تیز ترین مشن پر جلدی دولت ہونے والا تھا۔ جو کسی قوم نے دوسری قوم کے خلاف سیاسی بددی پر شاید ہی کی ہوگی۔

پنجاب میں فسادات کی لہر

بینکزنے جو فی ذمہ ۴۳ پنجاب کانفرنس براہ راست اپنے ہاتھوں میں لیا، لیکن میں فوق وارانہ فساد بھرت ۲۱ اور ایک ہی دن میں ۲۰ افراد ہلاک اور کئی گنا زیادہ زخمی ہو گئے۔ تو اب سموت نے مسلم لیگ وزارت قائم رکھنے کے لئے جی ہلاک دودھ کی لیکن وہ گھل چنہ شینڈل کاسٹ اور انویس کر بھی ممبروں کی دولت حاصل کر گئے۔ تین غیر ملکی مسلمان بھی ان کے ۸۰ ممبران پر مشتمل ہلاک میں آئے۔ اس کے بعد، بعد نکل حصہ حزب اختلاف بدی مضبوط اور بدی لحاظ سے قریب ان کے برابر ہی تھی۔ لومہری دہلی میں وزیر خزانہ لیاقت علی خاں نے سرکاری حکام کا مشورہ قبول کرتے ہوئے بھاری ٹیکسوں پر جی بیٹ بٹھی کر دیا۔ اس نیت سے چار کیا گیا تھا کہ ملک کے صنعتی و تجارتی سرمایہ داروں پر اتنا بھاری ٹیکس لگایا جائے تاکہ ملک پر محصول اور عازمت سے رچا ہونے والوں کی دشمنی میں عدم انصاف سے ہونے والا دھوشی مہا خصلہ پر دوا ہو سکے۔ دہلی نے چونکہ لافس کو نکھا۔ "بیٹ بدی ہو شکاری سے نکلا گیا ہے۔ اس کا مشورہ کانگریس اور اس کے بھارتی آجر

مابین جیسے براہ کو ایک دوسرے سے دور کرنا ہے۔"

۶ مارچ کو بینکزنے دہلی کو مطلع کیا۔ "گورنمنٹ روز میں امرتسر کے پادے میں بہت خطوبہ دیا۔ شام تک یہ شرارت کا مہم کے کنٹرول سے باہر نکل چکا تھا۔ اگرچہ اس وقت کی فساد زیادہ نہیں تھی۔ تاہم طرے پاس جو اور لوٹا رہا وہ صرف ان لاشوں کے ہیں جو ہسپتال کے مرنے خانہ میں آئی تھیں۔ پتہ چلا ہے کہ فساد انہی کے پاس جھپاڑ موجود ہیں۔ بہت سی عمارتیں جل رہی ہیں۔ لوگوں کے بے گھر ہونے شہر سے بھاگ رہے ہیں۔ جس سے افراطی اور لوٹ مار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تو بھی راست کو ہمیں کی کمک نیز انگریزی فوج کی مدد نہیں۔ کبھی نہیں۔ راولپنڈی سے بھی بدترین ہنگاموں کی رپ رپ مٹی ہے جن میں ۲۵ افراد مارے گئے اور ۳۰ سے زیادہ

ذمہ داری ہو۔ یہ ایک سنگین اور جابرانہ عمل ہے۔ یہ معاملات پیش تین مراحل سے گزرتے ہیں۔ 'غیر مسلم' کی بنیادی کینیت، 'خوف' اور اس کی فراہمی اور دونوں طرف سے الزام تراشی۔ 'ہدایتی' کینیت سال بھر جاری رہی۔

کانگریس کی دورنگ کوشش کا ایک بڑا حصہ اس میں شامل تھا کہ اس میں ذمہ داری کی قرارداد منظور کی گئی۔

اس قرارداد کو عملی طور پر عمل میں لانے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے ضروری حکومت کو عملی طور پر نو منتخب گورنمنٹ تسلیم کیا جائے جسے سوپر گورنر انتظامیہ پر سوپر کنٹرول حاصل ہو۔ مرکزی حکومت کو ایک عملی اختیار اور دوسرا قانون کی حیثیت سے کام کرنا چاہئے۔ کوئی دوسرا انتظام ایک ایسی حکومت کی جگہ نہیں لے سکتا اور خصوصی طور پر ضروری ہے۔ اس مرحلے میں جبکہ قاضی فیصلہ ہو گیا ہے کہ 'دورنگ' کینیت تمام پارٹیوں اور گروہوں سے غلطی کے ساتھ اپیل کرتی ہے کہ وہ یہ وعدہ اور جابرانہ طریقوں سے باز آجائیں اور یہ اس طرح پر تعاون کریں۔ ایک دور حکومت ختم ہو گیا ہے اور ایک نیا دور شروع ہونے کو ہے اس کے زمانے کی بجائے کہ اس کے ساتھ طبعاً ہونے والی غلطیوں اور واقعات کو سہارا دینے کے لئے چھوڑ دیں۔

دوسرے دور میں قرارداد کو دہرائے کے پاس پہنچے وقت نئے وضعیات کی 'تاریخیت' ہے کہ مسلم لیگ سے کہا جائے کہ وہ اسٹیبلشمنٹ میں کانگریس کے ساتھ شامل ہو جائے اور کسی سمجھوتہ یا پانچ کے لئے آمادہ ہو کر دوستانہ انداز میں کام کرے۔ انہوں نے درخواست کی کہ قابل حمایت آہم ہونے والے ہونے لگا۔

کانگریس حتمی سے ایمان نہ تو قائم ہے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ پنجاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ بلوچستان اس اصول کا اطلاق بنگال پر بھی ہو گا۔ اس کی پابندی سونپنا ہمارے لئے کوئی خوشگوار بات نہیں تاہم یہ طریق کار اس کو ختم کے مسئلے میں قابل ترجیح ہے۔ یہ کسی ایک پارٹی کی طرف سے اپنی مرضی دوسری پر غور کرنے کے لئے کی جائے۔ پنجاب کے حلیہ واقعات سے ظاہر ہوا ہے کہ سوہنے میں کسی غیر مسلم اقلیت کو دہرائے اسی طرح مانگنا ہے جیسے وہ سول کو تیرا 'ذمہ دار' سمجھتا ہے اور پھر یہ نہیں ہے۔ مسلم لیگ کی طرف سے کینیت مشن کو منظور نہ کرنے اور دستور ساز اسٹیبلشمنٹ میں شامل نہ ہونے کی صورت میں بنگال اور پنجاب کی تقسیم ناگزیر ہو جاتی ہے۔

اب کانگریس پاکستان تسلیم کرنے کو چار حتمی یا محض مسلم اکثریت کے اضلاع پر مشتمل ہو، پھر بھی وہ پاکستان کلائے۔ یہ تاریخ سے ہمہ کے لئے اعلیٰ ایام تھے 'جناح' نے جنگ بیت لی تھی۔ ہر تاریخ کو بھیت میں مسلمان مخالفین سے باتیں کرتے ہوئے انہوں نے کہا 'ہم اپنے ہاتھوں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو گئے ہیں'۔ انہوں نے زور دے کر یہ بات کی کہ 'مظاہرہ نظریہ حیات' ہمارا نصب العین 'ہمارے بنیادی اور اہم اصول' 'ہندو' نظریوں سے نہ صرف مختلف ہیں بلکہ حق سے منسوب ہیں۔ قانون کے لئے کوئی مشترک وجہ موجود نہیں۔ ایک وقت تمام پاکستان کے قصور کا ارتقا اڑایا جاتا تھا۔ لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ مسئلہ کانگریس دوسرا حل ایسا نہیں ہے جو ہمارے تمام کے مسئلے میں ہو اور اس سے انہیں عزت مل سکے۔ انہوں نے ہم پاکستان لے کے رچ بچا دیا۔ لیکن نے وہ روٹ دی کہ فرقہ وارانہ کینیت کی پنجاب کے تقریباً سبھی اضلاع میں چھین ہوئی جاری ہے تاہم 'اس قسطنطنیہ' اور 'اولیٰ بنی' جیسے جیسے شہر اس کے بنیادی مراکز ہیں۔ تاہم یہ مصیبت اب روکنا تک پہنچی جا رہی ہے۔ انہوں نے غفلت کے سہارا پر انہیں کی مانند خوشحال علاقوں میں یہ فیصلہ بدی مرحمت سے

بڑھتا جا رہا ہے، جس پر کنٹرول کرنا ناممکن ہو رہا جا رہا ہے۔ فسادات اور ہنگاموں کو پکھلنے کے لئے کوئی مقامی فورس دستیاب نہیں ہے۔

اسرائیل انٹیکہ کے حلقہ خیرلی کر اس نے امرتسر میں اپنے مکہ پیروں سے کہا کہ خانہ جنگی پہلے ہی شروع ہو چکی ہے۔ مکہ وزیر دفاع بلدیہ مکہ نے دہلی کو لکھا۔ ”میں اپنے اس عجیب کال کو پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا کہ مسلم لیگ نے حکومت پر جو چار خانہ حملہ کیا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ آئینی طریقوں سے اسے شکست دینے میں ناکام ہو چکی تھی۔“ اگرچہ پنجاب میں ہونے والی اموات کے تعداد میں شدید اضافہ ہوا اور دستياب نہیں تھے تاہم جیکبزر نے اندازہ لگایا کہ گزشتہ ماہ کے فسادات میں ۱۰۰ کے قریب جاہلیں شامع ہو چکی ہیں اور زمینوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس سال بارشیں تو دیر سے شروع ہو چکی ہیں تاہم انسانی طور کے سیلاب نے پنجاب کے کھیتوں کو جلد ہی سنبھالا شروع کر دیا۔

لاؤٹنٹ جنرل لندن میں کابینہ کے اراکین کے ساتھ تقریباً روزانہ ملاقاتیں کرتا تھا۔ وہ ان لوگوں سے اپنے نظموں سولہات کے جواب حاصل کرنا چاہتا تھا جو ان کے حل میں ناکام رہے اور پوچھے ہو چکے تھے۔ اسے اپنی جراتی پر بڑا ہار تھا، ہندوستانی سیاست سے بے خبری نے اسے خوش تھی میں جھکا کر دیا تھا۔ اس کا خیال یہ تھا، جیسا کہ تاریخ کے شروع میں اس نے کابینہ کو بتایا کہ ہندوستانی لیڈر جلد یا دیر اس حقیقت کا احساس کر لیں گے کہ ہندوستانی فوج کا مرکزی کنٹرول کے ماتحت قائم رہنا، ہندوستان کے داخلی دفاع اور اندرونی امن و امان دونوں کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اس نے موجودی حکومت کو اپنے اس فیصلے سے خبردار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا کہ ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے وہ انہیں انگریزی سپاہی استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے گا، ان کا استعمال صرف انگریزوں کی جائیں پھلانے کے لئے کیا جائے گا۔ اس شام کو ان کا اجلاس ۱۲ ڈائوننگ سٹریٹ میں ہوا۔ یاحز داؤد اسے فوری اقدام چاہتا تھا، بلکہ وہاں ابھی سے سی ڈاہم پر غور ہوتا ہائی تھا۔

ہندوستان کی تجویز

نصو کا پانا دستہ ”جسٹس سفیری“ کے ”کرشنا منین بھی اسی دن (سفر تاریخ کو) لاؤٹنٹ جنرل سے ملا اور اسے ہندوستان کی گزشتہ تین صدیوں میں صورت حال نیز کانفرنس کے تجویز حل کے بارے میں برف کیل مسلم لیگ کے مطالبات سے حلقہ سوال پر کرشنا منین نے ”ہندوستانوں“ کی تجویز پیش کی، ”ایک شمال مغرب میں اور دوسرا شمال مشرق میں“ اس نے پنجاب کے ساتھ ساتھ حدود کی تقسیم کا مطالبہ بھی کیا۔ شمال مشرق پاکستان کے حلقہ کرشنا منین کی تجویز کا لب لباب یہ تھا کہ ”اس میں مشرقی بنگال کے وہ اضلاع نیز آسام کے ایسے علاقے شامل کئے جائیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس طرح بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ تقسیم وہ ناگزیر قیست ہے جو صوبہ میں استحکام امن کے لئے لڑا کرنی پڑے گی۔ کوئی حل جس کی بد سے مختلف پاکستان کو دے دیا جائے، غیر مستحکم اور ناقابل عمل ہو گا۔ دوسری طرف مسلم لیگ کو مشرق اور ایک ہندو گما دنا ضروری ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ مصالحتی سمجھوتہ کے مطابق حکومت ہند کو

پہنچا ایک میں ایک بڑا شر اور بد روگہ قہیر کھڑی چاہئے، خواہ اس پر کد نہا روپے لاگت کیوں نہ آئے۔"
گویا کانگریس مسابہ دارانہ حکومت نکلتے ہی جھگڑ کر آئے اور اپنے تجارتی مفادات کے عوض ہماری قیمت ادا کرنے پر تیار تھی۔ اور اس فارمولا کو آخر کار سب فریقوں نے قبول کر لیا۔

گورنر پنجاب، جینکنز نے صدر مارچ کو ایک مراسلہ میں لکھا کہ "غیر مسلموں پر انتخابی بیدردی کے ساتھ ملے کے بارے میں" لئے پنے دینی طاقت سے ہزار ہا مساجد راولپنڈی پہنچے گئے ہیں۔ ذہنی کشتہ راولپنڈی کو ہٹا دینے ہے کہ صرف اس کے ضلع میں ۵۵۰ افراد مارے جا چکے ہیں۔ گورنر نے مزید لکھا کہ جنسی پنجاب کے دور دراز علاقوں سے ایسی اطلاعات شہروں میں پہنچیں، لوگوں میں "منظم سازش" کا احساس ابھرنے لگا۔ جس کا مظاہرہ راولپنڈی کے ہنگاموں میں کیا گیا۔ اس طرح کے ہنگامے انتخابی اقتدار سے منظم کئے گئے تھے۔ جملہ متاثرہ اضلاع کے مسلمان یا تو ان مفادات میں ملوث تھے ہیں یا وہ اس تحریک سے بیدردی رکھتے ہیں۔ کل جب ساتویں ڈویژن کے کانڈر سے ملاقات ہوئی تو اس نے مجھے بتایا کہ غیر مسلموں پر حملوں کی قیادت، بعض واقعات میں 'ریفرنڈم فوجی افسران نے کی' ان میں سے بعض کاشتر تھے۔ مسلمانوں کے مقامی معزین، جن کے ساتھ میں نے بات چیت کی 'انتخابی آئروہ تھے' غیر مسلم آبادی 'سول سروس' خصوصاً پولیس کے دورے کی زبردست شاکی ہے۔ ایک کے ہالڈے عیشیہ زن نے اپنا کام دکھانا شہر کر دیا تھا۔

انتقال اقتدار کے احکام

۱۸ مارچ کو وزیر اعظم کی طرف سے مائنٹیننس کو نقل از روایتی احکام مل گئے، جن میں کہا گیا تھا: "کابینہ مشین کے میرے دفاتر کار نے آپ کے ساتھ اس طرز عمل کے عمومی خطوط پر تبادلہ خیال کیا ہے، جو ہندوستان میں چلنے والے مسائل میں آپ کو اختیار کرنا ہو گا۔ میرے خیال میں مناسب ہو گا کہ آپ نمایاں نکات، تجویز کر لیں۔ برطانوی ہند اور ریاستوں میں اگر ممکن ہو تو برطانوی دولت مشترکہ کے اندر رہتے ہوئے دستور ساز اسمبلی کے ذریعے وحدانی طرز کی حکومت کا قیام، ہر جگہ کی گورنمنٹ کا فعلی نصب العین ہے اور آپ کو اپنے اختیارات کے مطابق تمام ریاستوں کو اس مقصد کے لئے مشترکہ کو مشعل پر تیار کرنے میں کوئی کسر اٹھانیں رکھنی چاہئے۔ اگر کچھ اکثریت تک آپ غور کریں کہ وحدانی طرز حکومت کے بارے میں اتفاق رائے کا کوئی امکان نہیں تو آپ حکومت کو اپنی اقدامات سے مطلع کریں گے، جن پر مشورہ تدبیر کو اقتدار منتقل کرتے وقت عمل کرنا ضروری ہو گا۔ جن ہندوستانی ریاستوں میں سیاسی قوت کی رفتار سے ہے، وہیں کے حکمرانوں، قوت کی رفتار تیز کر کے کی ترقی دینے کی پوری کوشش کریں گے۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ ہندوستانی تہذیبوں کے ساتھ ان جملہ اقدامات میں جو انگریزی اقتدار کے خاتمہ کے سلسلہ میں گئے باقی، عمل نمادین کیا جائے تاکہ یہ عمل محض حد تک آسانی اور مصلحت کے ساتھ آگے بڑھ سکے۔"

مائنٹیننس ۲۲ مارچ کو نئی دہلی پہنچا اور دہلی کے ساتھ دہلی ملاقات کی۔ دونوں نے ہندوستانی

سیاستدانوں کی اس سب سے مٹی پر انحصار افسوس کیا کہ وقت کی نزاکت کو سمجھنے اور یہ احساس کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ جن ۸۱۹۳ء سے مکمل انتقال اقتدار کے لئے کس قدر کم مدت باقی رہ گئی ہے۔ اس سوال پر بھی غور کیا گیا کہ کیا کینت مٹھن پان کے اندر رہتے ہوئے بنگال اور پنجاب کی تقسیم عمل میں آ سکتی ہے یا نہیں؟ لاؤنٹینن نے اسے ظاہر کر کے کہ ”ملک میں ایک مضبوط قوت کا ہونا لازمی ہے“ جسے اقتدار سونپا جا سکے اور یہ کہ کبھی بھی مل لاؤنٹینن دھندوستانی فوج کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔“

دہلی اگلے مئی دہلی سے کراچی اور ۲۴ مارچ کو دہلی سے لندن کے لئے روانہ ہو گیا۔ لاؤنٹینن کا پریس انٹرویو سبیل جانسن لکھتا ہے۔ ”میں نے لاؤنٹینن کے خدم و حشم (نوکر چاکر) کے ساتھ بے شکایت ملاقات کی اور ٹامز واٹر سرائے کے ساتھ جو زیر جامہ اور دیباہ پہنے ہوئے دست پرش نظر آ رہے تھے ’جاوہر فیال کیا۔ انہوں نے مجھے روزنامہ ’ٹائمز‘ کے مودق پر اس مئی کا شمار لکھا دکھایا۔ یہ دہلی بے یونین (واٹر سرائے کے محل میں سے ایک) اور الطرزہ دار (ایڈیٹری لاؤنٹینن کی فنی ٹیکریری) کی تصویر تھی جس کے نیچے لکھا تھا۔ ’گارا اور لیڈی لوئیس دہلی پہنچ گئے۔“

ہندوستان کے ۱۱-ویں اور آخری انگریز واٹر سرائے نے ۲۴ مارچ ۱۹۴۷ء کی سانی مئی کو ایک بڑی پر شکوہ تقریب میں طلبہ اٹھایا۔ لاؤنٹینن جیسٹ سریندرک پھینڈ نے اس سے طلبہ لیا۔ لاؤنٹینن نے منصب سنبھالنے کے بعد کئی مہینے تک حاضریں کو بکلی پہنکی مٹھن سے محفوظ کیا۔ اس دوران وہ نہو اور ان کے وزراء جو دائیں طرف بیٹھے تھے اور لیاقت علی خان اور کابینہ کے بائیں طرف تھے ’کی طرف بار بار گردن گھماتا رہا۔ اس نے سہ پہر کو پہلے نہو اور پھر لیاقت علی سے ملاقات کر کے کام کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔ اس نے گاندھی اور جناح کو پہلے ہی ذاتی خطوط لکھ دیئے تھے اور ان سے کہا تھا کہ اس کے ساتھ ملاقات کے لئے اولین فرصت میں دہلی پہنچ جائیں۔ جناح ابھی تک بمبئی میں صحت بحال کرنے کی تدبیروں میں مصروف تھے۔

نہو جنگ عظیم کے دوران ملازمین لاؤنٹینن کے ساتھ کچھ وقت گزار چکے تھے اور ان کی (لاؤنٹینن کا بچپن کا نام) کی فطری شائستگی ’سادہ اطوار‘ شایانہ تہذیب اور یار باشی سے بہت متاثر ہوئے تھے ’دونوں نے ان تعلقات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ لاؤنٹینن نے اہم معلومات کے لئے نہو کو بنیادی ’سٹاڈنلگ ہونڈ‘ (لاؤنٹینن کے طور پر استعمال کیا۔ مثال کے طور پر نہو کے ساتھ پہلی ہی ملاقات میں اس نے ’جناح کے متعلق نہو کے تجزیہ‘ کی بابت سوالات اور جاوہر فیال کیا۔

جناح کے متعلق نہو کا تجزیہ

نہو نے بتایا ’جناح کے متعلق یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ وہ ایک ایسے شخص ہیں جنہیں زندگی میں کامیابی بہت دیر بعد ساتھ درس کی عمر کو پہنچنے کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ اس سے قبل وہ ہندوستانی سیاست میں کوئی نمایاں شخصیت نہیں تھے۔ وہ ایک کامیاب وکیل ضرور تھے لیکن ان کا شمار اچھے وکلاء میں

نہیں ہوتا تھا۔ ان کی کامیابی کا راز اور یہ بڑی شاندار کامیابی ہے جو صرف اس جذباتی شدت کی مرہون صحت ہے کہ انہوں نے مستقل طور پر حقیقی دہلیہ اختیار کرنے کی مددش اپنا لی تھی۔ وہ جانتے ہیں کہ پاکستان قریبی کچھ چینی کا قرض نہیں ہو سکتا۔ اس لئے انہوں نے اس امر کو حقیقی بنا لیا ہے کہ پاکستان کو ایسی تنقید کا نشانہ نہ بننے دیا جائے۔

اپنے سب سے نمایاں حریف کا یہ حقیقی تجزیہ 'جناح کی صلاحیتوں کے سرچشمہ پر روشنی ڈالنے کی بجائے' ان کے خلاف صوبہ کی شدید نفرت کا مظہر ہے۔ ڈاکٹر یحیٰ نے جناح کے بارے میں جو قدرے حقیقی اندازہ لگایا، شاید وہ بھی قائد اعظم سے صوبہ کی بیزاری اور کچھ انہوں نے ڈاکٹر یحیٰ کو بتایا، سے متاثر ہو کر قائم کیا تھا۔

اس کے بعد سب سے دائیں رائے نے لیاقت علی خان سے ملاقات کی۔ ہندوستان کے معاشی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے انہوں نے سب بھٹ میں جو اقدامات تجویز کئے، کانگریس نے ان کی زبردست مخالفت کی تھی اور چاکر وہنگش کی تہذیب میں ۲۵ ویں صدی بجائے ۲۱ فیصد کی تہذیب پر راضی ہو گئے تھے۔ تاہم ڈاکٹر یحیٰ نے لیاقت علی کو صوبہ کی طرح دائیں رائے یا ذاتی طور پر متاثر کرنے والا نہیں پایا اور دونوں کے مابین حقیقی رفاقت و دوستی کبھی قائم نہیں ہوئی۔

جناح کو وزیر اعظم بنانے کی تجویز

ڈاکٹر یحیٰ نے گاندھی کے ساتھ پانچ سو اگاون ملاقاتوں میں اسرارِ مہاراج سے سمرامیل تک دس گھنٹے سے زیادہ صرف کئے۔ جن کے دوران مصافحانے تجویز کیا کہ مسٹر جناح کو وزارت بنانے کی پیش کش کی جائے۔ اگر وہ پیش کش قبول کر لیں، تو کانگریس ان کے ساتھ اس وقت آزادانہ اور پر غلطی قانون کی ضمانت دیتی ہے جب تک مسٹر جناح کی حکومت کی طرف سے کئے جانے والے اقدامات میں حیثیت 'المحرم' سب ہندوستانیوں کے مفادات کے لئے ہوں گے۔ کونسا قدم ہندوستانوں کے مفاد میں ہے اور کونسا نہیں ہے؟ اس کا فیصلہ واحد ریفرنڈم ڈاکٹر یحیٰ کریں گے۔

مسٹر جناح کو مسلم لیگ کی طرف سے اس امر کی یقین دہانی کرائی ہو گی کہ جہاں تک جناح یا لیگ کا تعلق ہے، وہ پورے ہندوستان میں امن قائم رکھنے کی انتہائی کوشش کریں گے۔ نیشنل گارڈز یا کسی قسم کی پرائیویٹ آرمی کا کوئی وعدہ نہیں ہو گا۔ مسٹر جناح کو مکمل آزادی ہو گی کہ اس اصرار پانچ کے اندر رہتے ہوئے انتقالِ اقتدار سے پہلے پاکستان کی اسکیم منظوری کے لئے پیش کریں، بشرطیکہ وہ لوگوں کے دلوں کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائیں، جنہاں لوگوں کے دل پر نہیں۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے وہ اس کی دشمنی بار بار دہاتے ہیں۔ اس معاملے میں کسی صوبہ یا اس کے کسی حصہ پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا۔ اگر مسٹر جناح اسے قبول نہ کریں تو کسی بھی پیش کش مناسب تہذیبوں کے ساتھ کانگریس کو کی جائے۔

گاندھی نے جب پہلی بار یہ الزام عائد کیا تو ڈاکٹر یحیٰ نے کہا کہ بھارت میں پیش و پیش میں چاہیے

میں نے دریافت کیا "اس تجویز پر جناح کا رد عمل کیا ہو گا؟" ماسٹا نے جواب دیا۔ "اگر آپ نے انہیں بتا دیا کہ اس تجویز کا محرک میں ہوں تو ان کا جواب ہو گا۔ "سنا کر گندمی"۔ اس پر میں نے کہا اور میں اب بھی اس پر یقین رکھتا ہوں کہ مسٹر جناح ایسا کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔ اس پر ماسٹا کی بیٹی جلدی سے ہنسنے لگی۔ "نہیں، میں اپنی تجویز میں پوری طرح یقین رکھتی ہوں۔" گندمی کی پیشکش جناح تک کبھی نہیں پہنچائی گئی۔ لاؤنٹین نے اس معاملہ پر پہلے نمونے سے بات چیت کی "ان کا رد عمل قطعی منطقی تھا۔ سو کو یہ جان کر دھچکا لگا کہ ماسٹا کی اس کی جگہ کاؤ اعظم کو وزیر اعظم بنانے پر پوری طرح آمادہ ہیں۔ گندمی کے اس حل کو قطعی غیر حقیقت پسند قرار دینے کے بعد وہ اہر لال نے خواہش ظاہر کی کہ گندمی کی چند روزہ دہلی میں قیام کریں "تو شاید مرکز کے معاملات کو کچھ سیکھ سکیں، کیونکہ وہ چار بیٹے تک یہاں کے حالات سے بے خبر رہے ہیں۔" نمونہ اور فیل کو اسید تھی کہ اس طرح وہ ماسٹا کی کواپنے ان فیصلوں سے اچھی طرح ہم آہنگ کر سکیں گے جو انہوں نے مسٹر جناح اور ایک سے خشنی کے سلسلے میں سوچ رکھے ہیں۔ عام خیال یہ تھا کہ اگر مسٹر جناح کو پوری مرکزی حکومت رکال میں رکھ کر بیٹن کی جاتی اور ساری کابینہ کو ان کے ذاتی کنٹرول میں دینے کی پیشکش کی جاتی "تب بھی وہ شخص اعلیٰ کے ایک منفی اشارے سے اسے ٹھکرا دیتے۔ پھر بھی یہ ایک دھوکے خیز فیصلہ تھی جو ان کے سامنے رکھی گئی۔ یہ ہندوستان کے سب سے پرانے "سب سے مشکل اور سب سے بڑے سیاسی مسئلہ کا نمونہ حل تھا۔ صرف ماسٹا گندمی ہی ایسی ان ہوتی دستبرداری کی بات کر سکتے تھے جس سے سیاسی پوزیشن فوری طور پر بالکل الٹ ہو جاتی۔

گندمی جناح کے مزاج کو خوب سمجھتے تھے۔ علاوہ ازیں اس سے یہ جانتا بھی قصور تھا کہ اس طرح کی فراہم نہ پیش کش ان کی اتنا کبھی اہلی کرتی ہے۔ شاید اسے تصور کر لیا جاتا "جیتا وہ شاہ سلیمان کا حل تھا۔ لیکن نمونہ ایک طویل عرصہ سے اقتدار کے نشہ سے لڑتا رہا ہو رہے تھے اس لئے وہ کسی "سب سے مشکل" اور "سامانی درجہ کے وکیل" اور "بالا باریل کے دھتت پسند سلطان" نہیں "کو جیسا کہ بہت سے ناگرمی مسٹر جناح کے متعلق کہتے تھے "اس کی پیشکش کیسے کر سکتے تھے۔ نمونے لاؤنٹین پر واضح کیا کہ یہ انتہیم سراسر ناقابل عمل ہے بلکہ ایک مائل پہلے "جب گندمی نے کیجٹ مشن کے سامنے یہ تصور پیش کیا تھا تو کسی قدر حقیقت پر مبنی تھا "اب وہ بھی نہیں رہا۔

جناح سے پہلی ملاقات

لاؤنٹین نے جناح کے ساتھ پہلی ملاقات ہر اپریل کو کی اور انہیں "انتہائی سرور" خود پسند "اور محاورہ سمجھنا پڑا۔" مذاکرات شروع ہونے سے پہلے اپنا ہنگامہ صرف اس وقت کیا جب نوٹز گرافوں نے بارغ میں لاؤنٹ اور لیڈی لاؤنٹ بیٹن کے ساتھ جناح کی تصویر بنائی۔ لاؤنٹ بیٹن نے یاد کیا۔ "بالا بر انہوں نے پہلیں کے لئے اپنا طرے جملہ تیار کر رکھا تھا۔ انہیں توقع تھی کہ ان کا تھارے درمیان میں کھڑی ہو گی " لیکن جب ہم نے انہیں جگہ میں کھڑا کرنے پر اصرار کیا تو ان کا ذہن اپنی جگہ بدلنے پر آمادہ نہ ہوا۔ چنانچہ

انہوں نے وہ جملہ ادا کیا جس کی منتظر کر رہی تھی۔ ”دکانوں کے درمیان گلاب“ کیا جناح کا دماغ شاید اس سے زیادہ تیز کیے ساتھ کام کر رہا تھا جیسا کہ ماؤنٹ جنن کو شک تھا؟ واقف رائے نے جناح اور فاطمہ کو اگلی شام کھانے کی دعوت دی، بظاہر یمن اور بھائی اس پر کثیف دعوت سے ٹھکرا ہوئے اور تو بھی رامت کے بعد بھی جیڑی دیر تک وہاں ٹھہرے رہے۔ اس وقت تک سرور صری کی برف واقعی پگھل چکی تھی۔ ماؤنٹ جنن نے اس ملاقات کے بارے میں لکھا ہے ”جناح نے دعوتی کے ساتھ یہ بات کہی کہ اس مسئلہ کا صرف ایک حل ہے کہ ہندوستان کا سرحدیں آپریشن کیا جائے ورنہ یہ ملک بالکل ٹکڑا ہو جائے گا۔ میں نے زور دے کر کہا، ”میں نے ابھی کوئی رائے قائم نہیں کی اور واضح کیا کہ ”سرحدیں آپریشن“ سے پہلے جسم کو سس کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے مجھے گاندھی کے ساتھ اپنے سائٹ مذاکرات کی تفصیل سے آگاہ کیا، اٹے سن کریں بہت پریشان ہو!“ انہوں نے اس بات پر زور دیا اور مذاکرات کی تفصیل سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کی طرف سے معاملہ کرنے والا صرف ایک تو ہی تھا یعنی وہ خود، جبکہ کانگریس لیڈروں کے بارے میں ایسا نہیں ہے۔ ان کی طرف سے معاملہ کرنے والے کسی قومی موجود ہیں۔ مسٹر گاندھی نے اعلان یہ اعتراض کیا تھا کہ وہ کسی کی نمائندگی نہیں کرتے، حالانکہ وہ بہت زیادہ اختیارات رکھتے ہیں۔ لیکن کوئی دوسرا داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ سرور جیل کانگریس کے زور کثیف نقطہ ہائے نظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی پارٹی کی طرف سے جموئی اور دو لوگ جواب نہیں دیتا۔ انہوں نے کانگریس لیڈروں کی جذباتیت کا ذکر بھی کیا اور ان پر الزام لگایا کہ وہ قدم قدم پر اپنا موقف بدلتے رہتے تھے۔ وہ کسی بھی کٹر سطح پر اتر سکتے ہیں۔ ملاقات کے دوران انہوں نے مجھے مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کی بہت سی دردناک کہانیاں سنائیں، آخر میں میں نے بتایا کہ جس چیز پر مجھے سب سے زیادہ حیرت ہوئی، وہ یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام لیڈروں نے ایسے ہی پانچ یقین سے باتیں کی ہیں۔“

اس بے کثیف ڈانر پارٹی نے جس میں فراڈی سے جاہل خیال نے بظاہر جناح کی زبان کھلوا دی اور ماؤنٹ جنن کو پریشان کر دیا تھا، جناح پر اس کے احوال کو اتنا کم کر دیا کہ اس نے گاندھی کی فٹن کس جناح تک نہ پہنچانے کا حتی فیصلہ کر لیا، اس طرح ہندوستان کے احوال کو بچانے کی ”قربانی“ امید بھی ختم ہو گئی۔ گاندھی کی ان صلاحیتوں کے متعلق جو وہ کانگریس سے کام لینے کے سلسلے میں بڑے کارہائے کئے تھے، جناح کے خلقی تجربے نے بھی اس امر حاک فیصلہ میں اپنا کردار ادا کیا، تاہم بنیادی طور پر وہ جناح کی بہت ماؤنٹ جنن کے ذاتی انداز پر جتنی تھا۔ ان کی ذہنی و جسمانی حالت کے متعلق ماؤنٹ جنن نے پہلی ملاقات میں یہ رائے قائم کر لی تھی کہ وہ خطرناک طور پر اور ناقابل اعتبار حد تک ”مکڑور“ ہے۔ سبب تھیں یہ ضمیمہ تھا کہ وہ جناح کو اتنا ہندو نہیں کرتا تھا، جتنا کہ سمو کو چاہتا تھا، یہ معاملہ بہت دیر تک چلا گیا۔ حقیقت یہ کہ جناح کی رائے پر مجبور نہیں کرتا تھا اور دایا لکھا ہے کہ ان ”طویل کہانیوں“ کو اس نے بڑھاپے کے اثرات پر محمول کیا۔

وہ دہرا دھول کو دوبارہ ملے۔ بعد میں لازماً اسے بھی بات چیت میں شریک ہو گیا۔ ماؤنٹ جنن نے ہر شخص کو خوشی کی کہ جناح کیپٹن مشن پلان قبول کرنے اور دستور ساز اسمبلی میں شریک ہونے پر آمادہ ہو

جائیں، مگر وہ ٹیس سے مس نہ ہوئے۔ اگلی شام انہوں نے دو گھنٹہ تک ایک اور ملاقات کی۔ مائونٹ بشن نے جناح کو اپنے اس مزم سے مطلع کیا کہ وہ حکومت برطانیہ سے یہ سفارشی کرنے والا ہے کہ جملہ بڑی پارٹیوں کا غلط نظر رکھنے کے بعد 'اقتدار کی منتقلی کے بہترین طریق کار پر عمل شروع کر دیا جائے' کابینہ مشن کے برعکس وہ اس بات کا انکار نہیں کرے گا کہ فریقین کسی "مجموعہ" پر پہنچ جائیں کیونکہ اقتدار کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے۔"

تب میں نے ان سے پوچھا: "مگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا عمل تجویز کرتے؟" اس پر انہوں نے ایک بار پھر پاکستان کا مطالبہ دہرایا۔ میں نے انہیں دعوت دی کہ تقسیم ہند کے متعلق اپنے دلائل پیش کریں، انہوں نے وہی پرانے دلائل دہرائے۔ جب میں نے ان پر واضح کیا کہ ان کے دلائل کا اطلاق پنجاب اور بنگال کی تقسیم پر بھی ہوتا ہے، اور یہ کہ اگر پورے ہندوستان کی بابت ان کی منطق قبول کرتا ہوں تو اس کا اطلاق مذکورہ بالا دونوں صوبوں پر بھی ہو گا۔ جب میں نے انہیں "کرم خوروہ" پاکستان دینے کی کوشش کی تو وہ بہت مضطرب ہوئے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا شوش کانگرس نے گیدڑ بھینکی کے طور پر پھونکا ہے تاکہ مجھے خوفزدہ کر کے پاکستان کے مطالبہ سے باز رکھ سکیں۔ لیکن میں اتنی آسانی سے اپنے مطالبے سے ہٹیں نہیں گا۔ کانگرس کی گیدڑ بھینکی سے مرعوب ہو گئے تو مجھے انہوں سے ہو گا۔"

میرا پہلا مل کو جناح اور مائونٹ بشن میں پھر ایک گھنٹہ تک مذاکرات ہوئے۔ جناح نے اس بات پر اصرار کیا کہ پاکستان ہر قیمت پر اپنی جد اگانہ فوج رکھے گا۔ اس مسئلے میں مائونٹ بشن کی یادداشتوں میں یہ نوٹ لکھا: "میں نے انہیں سمجھایا کہ میرے نزدیک یہ بات ایک الیہ سے کم نہیں کہ آپ مجھے متحدہ ہندوستان کا تصور ترک کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں تفصیل سے بتایا کہ ہندوستان متحدہ رہا کر کتنی عظمت اور قوت حاصل کر سکتا ہے۔ آخر میں میں نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ عبوری حکومت کی کارکردگی اور جذبہ تعاون روز بروز بڑھ رہا ہے" اور میں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ مرکزی حکومت کو خود مسز جناح کی دذات عقلی کے کنٹرول میں دے دوں۔ قریباً ۳۵ منٹ بعد 'مسز جناح' جنہوں نے اپنے متعلق میرے ذاتی ریکارڈس کا پہلے کوئی ذکر نہیں کیا تھا، اچانک بڑی سنجیدگی سے یہ تاثر دینے لگی کہ میں انہیں وزیر اعظم بنانے میں سنجیدہ ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اس بات نے ان کی خود پندگی کو خوب گہرا گودایا اور یہ کہ وہ اپنے ذہن میں اس مفروضہ پر غور و خوض کرتے نظر آئے۔"

مسز کانگرمی کی مصروف انکیم مسز جناح کی خود پندگی پر اب بھی اثر انداز ہو سکتی تھی۔ اس امر کے باوجود کہ اس نے مجھے ایک ایسے شخص کا تاثر دیا جس نے اپنی عظیم انکیم کے کسی پہلو پر بھی غور نہ کیا ہو، اور اسے اپنی زندگی کا سب سے بڑا مصوبہ پہنچے گا، جب اسے مللی دنیا میں زمین پر اتارنا چاہے گا اور وہ ایم تصوراتی حواجز کو ٹھوس بنیاد پر مللی جامہ پہنانے کی کوشش کرے گا۔"

پھر میرا پہلا مل کو مسز جناح کے ساتھ شمالی میں تین گھنٹے تک مذاکرات کے بعد مائونٹ بشن نے اپنے شال کے سامنے برقی ماری کی "مسز جناح اپنی سرپیش ہیں۔" "تو افسر اے نے جناح کو حاشا کرنے کے لئے ہر ممکن دلیل پیش کی تاہم ایسا لگتا تھا کہ ساری باتیں بیکار ثابت ہو گئیں۔ مسز جناح پاکستان کے حق میں

کوئی ایک بھی معقول اور قابل عمل دلیل پیش نہیں کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے کوئی حوالہ دیا نہیں اور ایسا تاثر دیا گیا وائسرائے کی بات پر ہی طور پر ہی نہیں۔ ان کے ساتھ بحث کر کے انہیں قائل کرنا ناممکن تھا۔ وہ پاکستان کے مطالبہ پر مقبول سے ڈلے رہے، ہر بادشاہ مسلمانوں کے باطل طائفہ قصاص کے نتیجے میں ہی بن سکتا تھا۔ ڈاؤنٹ تھیں جب تک جناح سے نہیں ملے تھے، اس بات کو ناممکن سمجھتے تھے کہ احساس ذمہ داری سے عاری کوئی شخص اپنی حالت حاصل کر سکتا ہے، جتنی کہ انہیں حاصل تھی۔

اور اس نے اپنی اس ذاتی رائے کا اظہار بھی کیا کہ: "جناح کے ذاتی اصرار پر وہ نمایاں وصف ہندوؤں سے نفرت اور توہین آمیز رویہ ہے۔ وہ واضح طور پر اس رائے کے حامل ہیں کہ تمام ہندو غیر انسانی حقوق ہیں جن کے ساتھ مسلمانوں کا رہنا ممکن نہیں۔" اس تمام عرصہ میں، جناب میں فرقہ وارانہ مساوات کی آگ بھیلی دی۔ وسط اپریل تک ایک مہینے کے دوران سرکاری اندازہ کے مطابق ہلاک ہونے والے ۳۵۰۰ افراد میں مسلمانوں کا تناسب ایک اور چھ کا تھا یعنی ایک مسلمان کے ہلاک میں قریباً چھ ہندو اور سترہ سکھ مارے گئے۔ "شکنز نے رپورٹ دی" مجھے درجنوں مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ جناب کے لیے لیڈر اس صورت حال پر بڑے مطمئن اور خوش ہیں اور برتاہے ہیں کہ "بچے آخر بچے ہوتے ہیں" اور یہ کہ جناب کا ہر انگریز کوئی - سی - ایس اور کنلی - پی ایلکار بشمول میرے "اس ملازمت کو چھوڑنے پر تیار ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا معاملہ ایسے لوگوں سے ہے جو اپنی جاتی آپ کرنے پر قائل گئے ہیں۔" مثال مطلبی سرحدی صوبہ بھی فسادات کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ ابراہیم اسماعیل خاں کا قریباً آٹھ علاقہ چھو چکا تھا۔ یعنی اور خاں اس میں ۴۴ گھنٹے کا کرتے باغ تھا۔ نکلے بھی شعلوں میں مجلس رہا تھا اور یہ آگ تقسیم کی افواہوں کے ساتھ ساتھ شدت سے پھیلنے جا رہی تھی۔

وزیر اعلیٰ سرحدی کو توقع تھی کہ وہ بنگال کو پچاس سال سے بھی کم عرصہ میں دوسری بار تقسیم ہونے کی نکلنے سے بچا سکیں گے اور کانگریسی نیز قارورڈ بنگال کو حکومت میں شامل کر کے متحدہ بنگال کے لئے آزادانہ مشیت کے نعرہ کو متحمل عام بنا سکیں گے۔ سرحدی کا خیال تھا کہ آزاد بنگال کو "جہاں دنیا میں سب سے زیادہ ہت سن پیدا ہوتا تھا اور جس میں نکلے جیسی عظیم ترقی یافتہ بندرگاہ موجود تھی" برطانیہ اور امریکہ کے حمایتی و کاروباری مصلحتوں کے سرمایہ سے معاشی طور پر مضبوط بنایا جاسکے گا۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ بنگالیوں کی ماوری زبان بھی مشترک ہے اور اقتصادی مفادات بھی۔ بنگال جناب سے کوئی مماثلت نہیں رکھتا۔ بنگال ایک آزاد ریاست ہو گی اور بعد میں آزادانہ طور پر ملے کرے گی کہ آیا پاکستان کے ساتھ ذاتی کرنا چاہیے؟ انہیں؟ جناح نے ایک آزاد و متحدہ بنگال کے تصور کا خوشامدلی سے خیر مقدم کیا، "بجگہ نہیں اور صوبہ نے اسے کانگریس اور ہندوستانی مفادات کے لئے نقصان دہ قرار دیا" انہیں خدشہ تھا کہ حصہ "بلکہ دہلی" ایک مسلمان وزیر اعظم کی زیر قیادت ہندوستان کی نسبت پاکستان کے زیادہ قریب ہو گا۔

لیاقت علی کی اثر پذیری

ڈاؤنٹ تھیں نے جناح کے مطالبہ میں لیاقت علی سے معاملہ کرنا پست آسان پایا کیونکہ مطلب و شرائط

اور معقولیت میں وہ بالکل نسو کی طرح تھے۔ واقعات نے اس کے ساتھ مددگار ملنے کی شام کو وہ گھنٹے کی طاقت کی۔ ڈانٹ جتن نے کھسا ہے۔

”میرا دماغ مسئلہ کا حل تلاش کرنے کی جس کوشش میں مصروف تھا میں نے لیاقت علی کو اس کی بہت اعزاز میں لیا۔ میں نے پاکستان سے قلع نظر کر کے پنجاب، بنگال اور آسام کی محل تقسیم سے بات چیت کا آغاز کیا۔ میں نے انہیں بتایا شاہہ ہندوستانی لیڈر اور عوام الٹی بھائی کینیت میں جھکا ہیں کہ میں ان کی خود کئی کے لئے جو بھی انتظام کروں گا کوشش اسے قبول کرنے پر قائل ہو جائیں گے۔ انہوں نے اپنا سرٹایا اور کہنے لگے۔ ”مجھے ڈر ہے کہ ہر شخص ایسے منصوبہ سے متفق ہو جائے گا۔ ہم سب ایسی صورت حال سے دو چار ہیں۔“ میں نے انہیں بتایا کہ ہندوستان کی بدترین خدمت جو میں کر سکتا ہوں اگر میں اس ملک کا دشمن یا مکمل طور پر مخالف ہوں۔ یہ ہو گی کہ اس غیر معمولی صورتحال سے قائل افرادوں اور جون ۱۹۴۸ء سے نکل ملک کی محل تقسیم ان پر فوٹس کو ملک کو غیر متعلقہ جرنل کے سپرد کر کے چلا دیں۔“

لیاقت علی کے ساتھ اس محنت نے ہندوستان کے الٹاک حدود پر سرنگ دی۔ ڈانٹ جتن نے لیاقت علی کے اس الٹاک اعتراف کے بعد کہ جتن بھی تیسری تقسیم کا منصوبہ قبول کر لیں گے وہ جگہ کہا وہ اس میں پوری طرح شخص تھا۔ کیونکہ اس نے جی حقدی سے کام لیتے ہوئے ایک ایسے رستے کو جو پہلے ہی مذہبی اختلافات کے باعث پھوٹے پھوٹے قوی افراد میں جا رہا تھا تین حصوں میں تقسیم کرنے کی ہولناکیوں سے مکمل از دقت خبردار کر دیا تھا۔ وہ فوج کو تقسیم کرنے، انگریزی افواج اور غیر جانبدار لیڈروں کو خطر سے بتا رہے تھے اور باخود، ’مستقبل‘ ’خوفزدہ‘ ’ضعیف‘ ’لامتعلق‘ عوام کو مورد قتل سے بچنے کا ایک راستہ دے رہے تھے۔ اپنی پریشانیوں کو ہوا دینے، ’قریبی گلاں اور شہری دارمہ کو نکلنے جانے کے لئے نکلا پھرنے کی فراہمیں اور خطرات کو ابھی طرح سمجھنا تھا۔ حقیقت میں اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر میں ہندوستان کا دشمن یا اس کی تخریب کا مکمل مخالف ہوں تو اس کی بدترین خدمت ٹھیک وہی تھی جو اس نے مذکورہ بالا خوفناک الفاظ ادا کرنے کے بعد انجام دی۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بالکل برعکس وہ ہندوستان کو بچانے، اس کے دشمنوں پر مزید دیکھنے اور تقسیم کے مجبوری بھائے امن کا گھڑتہ بچی کرنے کا تھا۔ اسے اور اس کی بیگم کو ہندوستانی اور ہندوستانیوں سے محبت تھی۔ جن کی خاطر وہ اپنی جائیں غلوں میں ڈالنے کو چاہتے تھے اور انہوں نے واقعی ایسا کر کے دکھایا۔ وہ مسلسل ’سیلاب‘ ملت اور زلزلہ ترافاس اور لوگوں کی خدمت کے لئے مسلسل ایسا کرتے رہے۔ لیکن تقسیم کے سوا کوئی حل نہیں تھا۔

گاندھی کے ”مقتاد پان“ پر جو واحد اشتہار تھی ’مکمل کا مطلب یہ ہوتا کہ اس ملک کو اور نہو سمیت اس کے سارے باشندوں کو جن میں سے اکثر کے ساتھ ڈانٹ جتن چار کرنا تھا‘ جتن کے حوالے کر دیا جانا۔ جسے وہ ”وہی مریض“ سمجھتا تھا۔ صرف تقسیم ہی ایک قابل عمل حل تھا۔ تمام پاکستان کا قیام اس کی بنیادی منطق کی بنا پر پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا متقاضی تھا۔ ”ہمترین تمام“ نے جو برطانیہ کی طرف سے ہندوستان بھجوا دیا تھا طور کو ہندوستان کی بدترین خدمت بھالانے پر مجبور پایا۔ چنانچہ اس دلت کو ’لیاقت علی کے رخصت ہو جانے کے بعد ڈانٹ جتن نے قدرے سکے کا سانس لیا اور اپنی ذاتی میں کھلا۔“ ”میرا تاثر یہ

ہے کہ سسر لیاقت علی خان پاکستان کی امتحانہ تجویز کی بجائے کوئی دوسرا مستقل حل تلاش کرنے میں مصروف رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ایک انگریز صحافی نے "یہ وہ ان دنوں سسر جناح سے ملا" واقعات کے پرائیویٹ ٹیکسٹ کی "ان کی انتہائی خراب ذہنی حالت کے بارے میں بتایا" چنانچہ جارج ایبل نے واقعات کو مشورہ دیا۔ "نہیں ہے سسر جناح چار ہون نامم اقلب گمان یہ ہے کہ انہیں واقعات کے نتائج نے حواس ہلکا کر دیا ہے۔"

ڈینی پرائیویٹ ٹیکسٹ ذریعہ ایبل سکاٹ کا تاثر بھی یہی تھا کہ "میں جن سسر جناح کے دوبارہ آنے والے حالات کی امکانی تصویر پیش کی جا رہی ہے" وہ اسی قدر شدید پریشانی میں مبتلا ہوئے جا رہے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ اس عمل کو جاری رہنے دیا جائے "اس کے دوران ایک ایسا نفسیاتی مرحلہ آنے کا جب اس حالت سے فائدہ اٹھائیں گے" یہ سب خوش فہمیاں تھیں۔ ان سکاٹ نے چالوں میں سے کوئی ایک بھی کام نہ آئی۔

کرشنا منن نے مائٹ تین سے دہا و ضبط جاری رکھا۔ واقعات نے محسوس کیا کہ وہ عالمی سیاست کی بہت بڑے پر فراست طبقات رکھتا ہے۔ جس نے ڈی کو خیرباد کیا کہ امریکہ ہندوستان کی تمام تجارتی منافع پر قبضہ کرے، برطانیہ کی جگہ لینا اور دوس کے خلاف استعمال کے لئے لڑے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

جواب میں مائٹ تین بھی کم ہوشیار نہ تھا "اس نے سو کے قریب تین مشیر کو عادی اسور پر ہنجر دیتے ہوئے" اس بات سے آرا کیا کہ اگر ہندوستان دولت مشترکہ میں شامل نہ رہا، جبکہ پاکستان شامل رہے گا خواہش ہے "تو دشمن جلد ہی اپنی مسلح افواج ہالے گا جو ہندوستان کی فوجوں سے کہیں برتر ہوں گی اور میرے خیال میں کراچی جیسے مقامات پر دولت مشترکہ کے اندر بڑے بڑی اور ہوائی لڑنے بن جائیں گے۔

کرشنا منن اس امکان کے تصور سے لرز اٹھا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ سو اور بیل کو قاتل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا کہ وہ ہندوستان کے لئے درجہ فوقیہات کا مطالبہ کریں "جیسا کہ انہوں نے ہند میں کیا۔ حالانکہ کانگرس اس وعدہ پر سختی سے کاربند تھی کہ ہندوستان مکمل طور پر ایک آزاد و خود مختار ریاست ہو گا لیڈی مائٹ تین نے فاکر جناح سے "دستی پیدا کرنے کی قدریں شہنشاہ کر دیں۔ وہ انہیں جانے پر

دھمکی اور ایسے مواقع پر سیاست سے ہٹ کر تھکاوٹ پھیل دیتی "لیکن فاکر بیٹھ اپنے ہندو موضوع کی طرف پلٹ آئیں اور کانگرس نیز بحیثیت جمہوری ہندو قوم پر جارحانہ حملہ کرنے لگیں۔ لیڈی مائٹ کی روایت ہے کہ "وہ اکثر غضب لگتی تھیں" یہ بات بار بار کہیں کہ اگر مسلمانوں کے مطالبات نہ مانے گئے تو وہ اپنے حق اور فائدہ کی کے لئے ڈمائی سے دریغ نہیں کریں گے۔ سسر جناح کی طرح بے شک وہ بھی ایذا رسانی کے خطبہ میں مبتلا تھیں اور اس بات پر یقین لگتی تھیں کہ ہندو مسلمانوں کو پوری طرح تھام جائے اور انہیں مطلوب رکھے گا تب کہ بچے ہیں۔ لیڈی نے فاکر سے یہ وعادت کرائے کی کوشش کی کہ دراصل

پاکستان چلے گا کیسے "لیکن انہوں نے یہ کہنے ہوئے دو ٹوک جواب دینے سے انکار کر دیا کہ اس وقت جو مسائل درپیش ہیں مسلمانوں کے مطالبات منظور ہونے کے بعد ان کا حل بالکل آسان ہو جائے گا۔

اہل کے آخر تک مسلم لیگ نے پنجاب میں مکمل اکثریت حاصل کر لی اور نواب مہدوت نے گورنر سے مطالبہ کیا کہ زبردستی راج کی بجائے انہیں حکومت دینے کی دعوت دی جائے۔ آخر میں خود

جناح نے واقعات سے واقعات کر کے لپک کے مطالبہ پر زور دیا، لیکن گورنر کی طرح واقعات نے بھی پنجاب میں ایک جماعتی وزارت قائم کرنے سے انکار کر دیا۔ انہیں خدشہ تھا کہ اس سے قائد جنگی کو توثیق ملے گی کیونکہ سکھ پہلے ہی طرح طرح کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ اسی واقعات کے دوران ماؤنٹ بٹن نے جناح کو سردروی کے لئے آمیزش سے مطلع کیا کہ وہ حمود بنگال قائم رکھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اسے پاکستان یا ہندوستان میں شامل ہونے پر مجبور نہ کیا جائے۔ ماؤنٹ بٹن نے اس تجویز پر جناح کا رد عمل جانا چاہا تو انہوں نے برصغیر جواب دیا۔ ”مجھے ایسی انتہیم سے خوشی ہوئی کیونکہ لکھنے کے بغیر بنگال کسی کام کا نہیں، بہتر ہو گا کہ اسے حمود اور آزاد رہنے دیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔“ اس کے بعد ماؤنٹ بٹن نے بتایا کہ سردروی کا خیال ہے کہ ”اگر بنگال کو آزاد اور حمود رہنے کی اجازت مل گئی تو وہ دولت مشترکہ میں شامل رہنے کا مطالبہ ہو گا۔“ اس پر جناح نے جواب دیا۔ ”یہ ایک اچھا خیال ہے۔ میں آپ سے پہلے ہی کہ چکا ہوں کہ پاکستان بنا تو وہ بھی دولت مشترکہ میں رہنے کا آزاد مند ہو گا۔“

خواہ ماؤنٹ بٹن اور اس کا مخالف جناح کی اپنی حالت کے بارے میں کچھ ہی سوچتے ہوں، حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی قانونی صلاحیتوں میں بے چین چہتی پر قیام رکھی اور دولت مشترکہ کی رکنیت سے حلقہٴ حیدر اور مشکل سوال پر اپنی واضح قانونی رائے کو درست ثابت کر دکھایا۔

اولیٰ اپریل کی اس ملاقات کے بارے میں اپنی یادداشتیں جاری رکھتے ہوئے ماؤنٹ بٹن نے لکھ دیا ہے ”مسٹر جناح نے مجھے بتایا کہ انہوں نے سرٹیفیڈ کریڈٹس سے دریافت کیا تھا کہ ”انتقالِ اقتدار کے وقت کس قسم کی قانون سازی درکار ہو گی۔ کیا وہ اس شکل میں ہو گی کہ ہندوستان یا ہندوستان کے حصوں کو وہی مراعات ملے گی جتنیں ہر دولت مشترکہ کے دیگر رکن ممالک کو حاصل ہیں یعنی اگر وہ چاہیں تو دولت مشترکہ سے علیحدہ ہو سکیں“ ایسا حق نہ دینے والے کی صورت میں وہ دستور ایمپائر کا حصر شمار ہوں گے۔“ کریڈٹس نے جواب دیا تھا ”میں اس وقت ایسے سوال کا جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہوں“ جناح کے بقول ایک اچھے دیکھنے والے کی طرح اس نے جواب سے گریز کیا ”آہم یہ بات واضح ہے کہ آپ ہمیں کاسن ولسٹن سے دعا دے کر نہیں ٹال سکتے۔ ایسی کوئی شکل موجود نہیں کہ ایمپائر کے کسی حصہ کو اس کی مرضی کے خلاف دولت مشترکہ سے نکالا گیا ہو۔ جناح نے کریڈٹس کو اس کی قانونی سمجرت پر اس سے ہتھ کر خراجِ فہمیں شاید ہی دیا کیا ہو گا۔ جب انہوں نے اسے ایک ”کامیاب دیکھنے“ قرار دیا۔“

بنگلہ کے حمود رہنے سے حلقہٴ جناح کی توقعات میں یاقوت علی خان بھی برابر کے شریک تھے۔ انہوں نے سربراہِ مائیل کو مطلع کیا کہ وہ بنگال کی بارے میں قطعاً پڑھائیں نہیں ہیں کیونکہ انہیں عملی یقین ہے کہ اس صوبہ کو تقسیم کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ ان کا خیال تھا کہ بنگال ایک آزاد ریاست ہو گی جو ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی کے ساتھ المیاق نہیں کرے گی۔ انہوں نے یہ توقع ظاہر کی کہ ”کھسٹن“ کے پاکستان میں شامل ہونے کا قوی امکان ہے اور یہ کہ مسئلہ انہیں جی فراخدادان شراکتہ پیش کرنے کو چاہیے ہے۔ ”جناح نے ممدراجہ تک پڑھا اور بلدیہ شکر سمیت سکھ لیندوں سے حدودِ غلیہ

ملاقاتیں کیں اور انہیں پاکستان کے ساتھ ملنے کی ترغیب دی۔ بہرحال ٹیکل اور ضوہیلو سمجھ کو ہندوستان کا وقار رکھتے ہوئے اس سے زیادہ کی پیش کش کرنے کی ہزین میں تھے اور ہیلو کو مرکزی کابینہ میں وزیر دفاع کے منصب پر بدستور بحال رکھ سکے تھے۔ اس لئے جناح نے اپنی انتہائی کوشش کی، اگرچہ انہیں یقین تھا کہ ان کی مساقی پار آور نہیں ہوں گی کہ کسی طرح جناب اور ٹیکل کو تقسیم ہونے سے بچایا جائے۔ دوسری طرف وہ پاکستان کے شمال مغربی صوبوں کو اغیار یونین سے نکالنا چاہتے تھے۔ اس طرح انہوں نے مشرقی بنگلہ دیش کو خود اپنی مرضی سے چھوڑنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

ڈاکٹر جین نے کم مٹی کو گھون کے لئے ایک رچوت میں لکھا۔ ”میں ہندوستان کے مسئلہ پر جتنا زیادہ غور کرتا ہوں، اسی قدر زیادہ یہ احساس ابھرتا ہے کہ تقسیم کا غلط سراسر حلقہ ہے اور اس سے ملک کی اقتصادی صلاحیت کو بے انتہا نقصان پہنچے گا۔ اگر اس فرقہ وارانہ بیکانی یا بگل پن کا زور نہ ہوتا تو شاید ایک فرد بھی مجھے ایسا کرنے کی ترغیب نہ دیتا۔ ایک چھوٹی سی خوناک مثل ملاحظہ ہو، میری بیوی نے مس جناح کو دوبارہ جانے کی دعوت دی اور انہیں بتایا کہ آج صبح وہ لہڈی اردن کانگ مٹی تھی اور وہیں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی کہ وہ دوبارہ بڑے مسودہ میں جمل رہا ہے جہاں ہندو مسلمان لڑکیوں کے مابین جھگڑا رونق مہم مہم ہاتھ دے رہے ہیں۔“ اس پر مس جناح نے جواب دیا۔ ”اس کانگ میں مسلم علما کی کے ظاہری اطمینان کو دیکھ کر گمراہ نہ ہوں، دراصل ہم نے ابھی اس کانگ میں اپنا پرہیزگارہ شروع ہی نہیں کیا۔“ ہندو بھی تقریباً اتنے ہی بڑے ہیں، ہم زیادہ سے زیادہ جو کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسے اختلافات فیصلوں میں سے کسی ایک کی زد واری دنیا کے سامنے انصاف کے ساتھ ہندوستانی کہہ سکیں کہ وہاں ایک نہ ایک ملے ہوئے ہیں اس فیصلہ پر بھجنا نہیں گئے جس پر آج کل ہند ہیں۔“

ضوہ تقسیم کے قائل ہو گئے

ڈاکٹر جین اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک بخت کے لئے قسط چلا گیا۔ ضوہ اور ان کی صاحبزادی اندرا بھی صمان خانہ کے طور پر ان کے ہمراہ تھے۔ اس قیام کے دوران ضوہ کے ساتھ بائیں اور صحتی دوستی قائم کرنے کے بعد ڈاکٹر جین نے اپنے چیل آف حاف لارا اسے کو مار دیا۔ ”میں نے اس سے پوچھا کیا وہ تقسیم پر رائے شماری کے بارے میں لندن کا ذرا فٹ پلان دیکھا پسند کریں گے؟“ اس دوستی اور موت کے جذبہ کے تحت آپ کو اس شرط پر دکھا رہا ہوں کہ آپ اس کے جنگی طم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھائیں گے اور اپنے ساتھیوں کو یہ نہیں بتائیں گے کہ وہ چائن ٹپ دیکھ چکے ہیں۔ سو نے فوراً زد واری قبول کر لی اور ٹھٹھ لے کر ہسٹری میں چلے گئے۔ ”اگلی صبح ضوہ نے ڈاکٹر جین کو گھسا کہ ”میں نے جو چائن دیکھا ہے اس نے مجھے غور و خورہ کر دیا ہے۔ ہم نے اب تک جو کچھ کیا ہے اسے وہ دہلایا بیٹ کیا جا رہا ہے۔ کیپٹن مین اسیم اور ماجد ویشرف کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور ایک بالکل نئی تصویر پیش کی گئی ہے۔ ایک ایسی تصویر کہ جو شکست و ریخت، لڑائی بھگڑنے اور بد نظمی سے بھری ہوئی ہے، جس سے ہندوستان اور برطانیہ کے

بائیں تختات غراب ہونے کا اندیشہ ہے، اگر میرا رد عمل اتنا شدید ہے تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے رفقاءے کار اور دوستوں کی سوچ کیا ہوگی اور وہ کیا محسوس کریں گے۔ اس تجویز پر عمل جاری رہے جس سے یہ کی۔ "ماؤنٹ نیشن نے سوچ کے اس منہ پر کے کولے" سے اسے کو مطلع کرتے ہوئے تجویز کیا کہ اس رد عمل کی روشنی میں "پلان کو از سر نو" ڈرائنگ کرنا پڑے گا۔ اس موقع پر اسٹی نے ماؤنٹ نیشن سے کہا کہ وہ فوراً اندر ہی بیٹھے۔

وسطی میں ردائی سے قفل واکس اسٹے نے خطرناکی شدہ منصوبہ لیاقت علی کو دکھایا، اور اس سے پوچھا: کیا مسلم لیگ پنجاب اور بنگال کی تقسیم کو ماننے کے لیے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہم اسے ہرگز قبول نہیں کریں گے، البتہ آپ ہم سے ناگزیر بات بھی سنا سکتے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا۔ یہ لازمی ہے، اگر یہ ناگزیر بن گیا تو تمام پارٹیوں کو پبلک میں یہ وعدہ کرنا ہو گا کہ وہ کثرت و خون سے اجتناب کریں گی۔ پھر میں نے تجویز کیا کہ یہ معاملہ مسٹر جناح کے سامنے رکھا جائے۔

ماؤنٹ نیشن پلان کی بابت جناح کا رد عمل، 'سوچ کے ری ایکشن سے زیادہ حقیقی تھا۔ جناح نے اپنے معاملہ میں کھسا "مسلم لیگ پنجاب اور بنگال کی تقسیم سے کبھی حقیقی نہیں ہو سکتی۔ تاریخی، اقتصادی، جغرافیائی، سیاسی یا اخلاقی طور پر اس کا کوئی ہوازا نہیں۔ یہ صوبہ اپنی زندگی کی تقریباً ایک صدی عمل کر چکے ہیں اور تقسیم کے لئے واحد دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ جن علاقوں میں ہندو اور سکھ اکثریت میں ہیں، انہیں ہٹایا صوبوں سے الگ کر دیا جائے۔ اس کے متعلق ان دونوں صوبوں کے دعوہ اور ان میں آباد تمام قوموں کے لئے بڑے جہاں کن ہوں گے، اگر آپ اس فیصلہ پر جلد ہیں، تو میری رائے میں محسوس فیصلہ ہے، تو کلکتہ کو مشرقی بنگال سے الگ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اس سے بھی بدتریں کی نوبت آتی ہے تو کلکتہ کو آزاد ہندو گاہ قرار دے دیا جائے۔"

مطالبہ پاکستان کی منظوری

ہر صبح ۷ بجے کی شام کو ماؤنٹ نیشن نے امرڈائنگ سٹریٹ میں وزیر اعظم اسٹی اور ان کی کابینہ کے رفقاء کو مطلع کیا کہ "یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اگر پاکستان کو کسی نہ کسی شکل میں منظور نہ کیا گیا تو مسلم لیگ جہاد اٹھالے گی۔" اگلے دن رائٹرز نے جناح کا انٹرویو لیا، جس میں انہوں نے مطالبہ کیا کہ مشرق وسطیٰ پاکستان کو ملائے کے لئے ۸۰۰۰ میل لمبی پٹی (کوئٹہ در) دی جائے، انہوں نے پاکستان اور برطانیہ کے باہین واقعات کار آمد و پیش کش قائم کرنے کا وعدہ کیا اور ہندوستان کو "دوستانہ اور باہمی اتحاد کی پیش کش کی۔ "کوئٹہ در" کے مطالبہ پر کانگریس کا رد عمل اتنا شدید تھا کہ کسی نے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ذمہ داری کو ادا نہیں کی اور اسے کلکتہ کو آزاد ہندو گاہ قرار دینے کے تصور جتنی پذیرائی بھی نہیں ملی۔ اس کے بعد جناح نے کابینہ کو مار دیا کہ بنگال اور پنجاب کو تقسیم کرنے سے پہلے ہر صوبہ میں ریفرنڈم کر لیا جائے تاکہ اس معاملہ میں لوگوں کی مشا کا پتہ چل سکے۔ ماؤنٹ نیشن نے اس تجویز کی حمایت کی اور کہا کہ

ایسا کرنے سے تاخیر کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کابینہ نے اس کی بات مان لی اور شاہی حکیم دربار حجاز و قدارہ سے آگے بڑھے گا۔

کرنا نہیں تھے اور مٹی کو لکڑی بیچ کر مازات دین کو مطلع کیا کہ صواب اور فیل ورجہ کو آبادیات قبول کرنے پر آمادہ ہیں بشرطیکہ ہندوستان کو ۱۷۵۵ء میں ہی ایسی حیثیت دے دی جائے۔ صواب کے قریبی راجہ وار نے اسی روز اتفاقاً جاس سے مازات دین کو لکھا "چونکہ میں اس بارے میں مضطرب ہوں کہ کوئی غلط فہمی نہ رہے" اس لئے "آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں" اگرچہ اتنی صبح ہی آپ سے مل چکا ہوں؟ اگر مسٹر جناح مکمل طے ہو چکے ہیں اور وہ فوری طور پر اور ہم محض اس اور ملک کو مزید حصوں میں شکست و ریخت سے بچانے کی خاطر اس سے اتفاق کرتے ہیں تو یہ حصے اس لئے تھے کہ ہم اس سے جان بچانا چاہتے ہیں۔ جہاں تک باقی ہندو ملک کے معاملات کا متعلق ہے مجھے یقین ہے اور آپ بھی اس سے اتفاق کریں گے کہ یہ جزئیات کا مسئلہ نہیں بلکہ بنیادی معاملہ ہے۔" کانگریس کو یہ غلط لائق ہو گیا تھا کہ اگلے چھ ماہ میں وہ مشرق وسطیٰ اور رقصوں کی حمایت سے محروم ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ساتھ کلکتہ اور صلیبی بنگال بھی اس کے ماتحتوں سے نکل جائے گا۔ ممکن ہے بہت سے واپس دیا گیا ہو "خصوصاً حکام حیدر آباد اور نواب بھوپال بھی الگ ہو جائیں گے" کہ جبکہ جناح اپنے مصالحتات کے حق میں چھٹے زیادہ طویل راہ حل دیتے رہیں گے "ان میں اسی قدر زیادہ شہوت پیدا ہوئی کہ جانے کی صورت وہ بچتے باقیوں کے۔ صواب بٹ کرتے کرتے آگیا تھے وہ بادل غراست پاکستان کو فہم کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے جیسا کہ وہ "فنی طور پر" کہنے لگے تھے "میرے کہتے جانے سے ہمیں صوابی سے فطرت مل جائے گی۔"

اسٹیج کی راہ میں آخری دنگوت چڑھیں اور پارلیمنٹ میں گنزدو غلام زلیخا دو گھنٹی تھیں جو آؤٹروی ہند کے ہیں، اور انعام میں طویل بٹلے جیپز کو معاملہ کو ہاسانی طویل دے نکلتی تھیں۔ اس سے ۱۹۵۳ء میں اقتدار کی منتقلی کا نام چاٹھیں ہو جائے۔ ڈانٹ جن نے چڑھیں کے بستر کے گرد کچی پکڑ لگائے اور سابق وزیر اعظم کی بے چینی کو کبر کرنے کے لئے اپنی "کاشانہ دل نکلتی" سے کام لیا۔ وہ سگار پیتے والے اس بوڑھے کوئی کی قانونی صلاحیتوں کو خوب سمجھتا تھا جو ہستادہ کی جیتا ہوا محض صلاحیت کی حد تک گنزدو لگ رہا تھا۔ تب میں نے اس سے پوچھا "اگر جہان انتہا پسندی پر اترے تو آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟" انہوں نے اس پر کافی دیر غور کیا اور پھر کہا "پہلا کام شروع کرنے کے لئے تمہیں ان کو ڈاؤن دھکا دینا اور صوبہ کرنا ہو گا۔ انہیں بتادو کہ تمام انگریز افسروں کو واپس بھیج دیا جائے گا۔ انہیں ایسی فوجی پویش ملیں گی جو انگریز افسروں کے بغیر ہوں گی۔" انہوں نے یہ بات چوری طرح واضح کر دو کہ برطانیہ کی مدد کے بغیر پاکستان کو چلانا آسان نہیں ہو گا۔ "ڈانٹ جن نے اپنی ڈانڈی میں ٹوٹ کیا۔ "چنانچہ میں نے کچھ اسی طرح کی پالیسی پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔" تمام چڑھیں نے جہان کے لئے اس سے بھی اہم یہ حکم دیا۔ "اگر آپ اس فوجی کس کو طوفانی سے قبول نہیں کرتے تو یہ پاکستان کے لئے زندگی بھر موت کا مسئلہ بن جائے گا۔" ڈانٹ جن خوب جانتا تھا کہ چڑھیں کے احاطہ خارج کے لئے کسی ۱۱ سرے محض کے معاملہ میں کتنی اہمیت رکھتے تھے۔ جو تقسیم میں داخل "فری روت بھی ہو۔" وہ "نہی" چڑھیں کی رضا مندی حاصل ہو جانے کے بعد ڈانٹ

بٹن کے لئے اپنے پلان پر عمل درآمد کرنا آسان ہو گیا جس کے نتیجہ میں دولت مشترکہ کے اندر دو نئی کرم طورہ "بذ نصیب" انکلاس زدہ اور باہم دست و گریبان ملکوں کے قیام کی راہ ہموار ہو گئی۔

۳۔ جون کا اعلان

مروجہ سوموار کی صبح کو ہندوستانی لہڈو بی دہلی کے واقعات سے ہڈوں کی مار تھ کوئٹ میں پہلے۔ جنرل کے ہمراہ لیاقت علی خاں اور اختر تھے جبکہ سنو کے ساتھ "بٹل" ہے "بی" کربلائی (ڈاکٹر کے صدر) اور بلدیہ تک آئے۔ یہ اجلاس جس میں ان ڈاکٹروں کو لندن سے لائے گئے پلان کے بارے میں بریف کیا گیا "صرف وہ مجھے جاری رہا۔ ڈاؤنٹ نہیں لگتا ہے۔" "مضامینہ تھی" میں نے محسوس کیا کہ ان لہڈوں کو بولنے کا جس قدر کم موقع دیا جائے "اختلاف کا امکان اسی قدر کم ہو گا۔" میں نے انہیں ہر ممکن گورنمنٹ اور حزب اختلاف کے مثبت رویے سے آگاہ کرنے کے بعد کہا کہ اس پلان کے بارے میں اپنے اپنے جواب سے رات بارہ بجے تک مطلع کر دیں۔ جنرل نے کہا وہ اپنی ورکنگ کیمپ سے ملاقات کے بعد ذاتی طور پر رات گیارہ بجے جواب دینے آئیں گے۔ اجلاس ختم ہونے پر میں نے جنرل کو روک لیا اور ان پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ مسلم لیگ کی طرف سے "میں" کرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پرنسپل کا پیغام بھی جنرل کے گوش گزار کر دیا۔ "واقعات کو گامی کا دم دور کرنے پر کسی گھنٹے صرف کرنے چاہئے۔ ڈاؤنٹ نہیں رقم طراز ہیں۔" "مکمل ہے وہ خدا کا اوتار ہو" "تایم" "مضامینہ" کا شاعر بھی لگتا ہے۔ "مضامینہ" دوسرے لوگوں کو چلے جانے کے کہہ کر وہ ڈاؤنٹ نہیں کے پاس پہنچے تھے۔ وہ ان کی خاموشی کا دن تھا۔ اس لئے اپنے تاثرات پیش کر لے کر چلے گئے۔ اس صبح کو جنرل نے اپنا کچھ وقت کھیل کود میں گزارا اور وہ اپنے پیچھے رائٹ "نیٹس" دیکھ کر گیندیں بھونڈا آئے تھے اور کتاب کے درمیانی صفحہ پر قلمیں میں "گورنر جنرل" (ڈاکٹر اعظم کا مستقبل کا لقب) لکھا پڑا تھا۔ بظاہر وہ ایسی مصروفیت سے غاصے محکوم ہوئے ہو گئے۔ "جنرل اس رات کو گیارہ بجے کے قریب میرے پاس پہنچے۔ انہوں نے مصروفیت کی تقسیم کے بارے میں اپنی ورکنگ کیمپ کے اجتماع سے آگاہ کرنے پر کہہ کر صرف کیا۔ اس کے بعد میں نے ان سے براہ راست سوال کیا۔" "آیا ان کی ورکنگ کیمپ تقسیم کے منصوبہ کو منظور کرتی ہے یا نہیں؟" جنرل نے جواب دیا۔ "وہ مثبت رائے دیکھتے ہیں۔" "پارسی نے پوچھا۔ کیا آپ خود اسے منظور کرنے کی نیت دیکھتے ہیں؟" انہوں نے کہا۔ "میں ذاتی طور پر آپ کی حمایت کرتا ہوں اور پوری کوشش کروں گا کہ کل انڈیا مسلم لیگ کونسل اس کی منظوری دے دے۔" انہوں نے کونسل کا بیگانی اجلاس اگلے سوموار (۱۷ جون) کو طلب کر رکھا تھا۔ آخر میں میں نے ان سے دریافت کیا۔ "کیا میں وزیر اعظم کو یہ منظور دینے میں حق بجانب ہوں گا کہ وہ اپنا کام جاری رکھیں اور اعلان کر دیں؟" اس پر انہوں نے جی ثابت قدمی سے

"ہاں" کہہ دیا۔ "بٹن نے باہم مصرح منظوری کے لئے اہل صبح اپنے خلاف سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ پلان سے پلان کی تحریری منظوری حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اور یہ کہ کونسل کے اجلاس سے پہلے کوئی بھی "کڑوا" نہیں لیا کرتے

لائٹ جنس نور نسو کے ہر قوم سے خطاب کرتے ہوئے اسی شام جناح نے اعلان کیا کہ میں اس بات سے بہت مسرور ہوں کہ مجھے دریغ کے بغیر آپ سے براہ راست خطاب ہونے کا موقع فراہم کیا گیا ہے یہ پہلا موقع ہے کہ کسی غیر سرکاری قومی کو سیاسی امور پر لوگوں سے اس طاقتور میڈیا کے ذریعے خطاب کرنے کی سہولت دی گئی ہے۔ یہ ایک اچھا شگون ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ مستقبل میں مجھے اس سے بھی زیادہ سہولتیں حاصل ہوں گی، مگر میرے خیالات اور اگر براہ راست اور کچھ دن آپ تک پہنچ سکیں اور آپ کو میرے پیچھے والے انتخابات کا نظارہ کرنا چاہیے۔ وہ جتنا بے پناہ خوش ہوئے ہوں گے۔ آخر کار کچھ کچھ دھڑلے کی حیثیت سے کہ اس سہولت کو خطاب کرنے پر وہ بے حد متاثر تھے۔

جناح کی تقریر نے ہندوؤں کو صدمہ کرنے میں جی کو بھی پہنچا لیگ کے ایک "ماہر سیاسیات" نے وائے ٹی وی پر اس کا مطلب ہے ملک میں امن قائم ہو گیا۔ سر جان لگوت جنس کے پریس سیکرٹری نے لپا تاڑ غلبہ کرنا نہیں اپنی اعتبار سے قائم کیا۔ اس نے گھڑاسو کے آخری الفاظ تھے "بے ہند"۔ جناح نے اپنی تقریر "پاکستان زندہ باد" کے ساتھ ختم کی۔ انہوں نے یہ الفاظ اپنی تحفہ کو از میں لیا کہ کہ ایک گھبرائے ہوئے سراج نے شعور میں سمجھا کہ شاید انہوں نے "پاکستان" کا اعلان قبیلے میں متاثر کر لیا ہے۔

ہر دن کی صبح کو لائٹ جنس نے سیاسی لیڈروں سے اپنے دفتر میں وہاں ملاقات کی اگر تقسیم کے انتظامی مسائل پر بحث کی جاسکتے ہیں اس بحث کی وضاحت حاصل کرنے کے لئے جیسے جیسے تھے کہ دونوں ماحولیں ہر لحاظ سے مساوی تھیں اور آزاد ہوں گی۔ نسو نے واضح کیا کہ ہر مسئلہ کو تلف اور اولیٰ قرار دے لیا اور ہر مسئلہ ہندوستان ہر طرح سے مساوی رہے گا۔ ہم اس حقیقت کو کہ اختلاف رائے رکھنے والے مسوئوں کو ایک ہوئے کی آزادی حاصل ہوگی حکومت ہندی کارکن کی یا اس کی خارجہ پالیسی پر اثر انداز نہیں ہونا چاہئے۔ لوگوں کے احساسات بڑے گہرے تھے۔

خاکساروں کا قاتلانہ حملہ

دہلی میں کل انڈیا مسلم لیگ کا آخری اجلاس "ماہرین کو امپیریل ہوٹل کے شکار ہال میں منعقد ہوا جس میں ۱۳۵۵ مصدقین شریک ہوئے۔ جلسہ میں ایسا لگا تھا کہ ایک کونسل بھی لائٹ جنس کے منصوبہ تقسیم کے بارے میں اطمینان کا اظہار کرنے کی نیند نہ اٹھاویں۔ تک قائم نہ ہو سکی۔ ہر صوبہ سے آنے والی مشتعل مزاج حزب اختلاف کی کمیونٹی اور انڈیا مسلم لیگ نے جن کی اکثریت کو، جناب کی تقسیم سے نقصان پہنچے دھاتو "بڑے صاحب ثروت آدمیوں نے ہر ٹکڑے کو اپنے حریف ہندوؤں کے حوالے کرنے کے خلاف تھے۔ انہوں کی مخالفت میں مسلمان سربراہان لیگ انہوں نے اس منصوبہ کو خودمختار طور پر پاکستان کے لئے ایک لیگ" سے تعبیر کیا۔ خاکساروں کا ایک مختصر اجتماع کے اقبول میں چھوڑا بیٹھے تھے۔ سب جن کو بکھو "جناح کو بکھو" کے غلبہ گاتے ہوئے "چشم زہن میں ہوئی میں داخل ہو گیا اور اس ہل تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ جیسا کہ "اعظم اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ ایک گھڑائے انہیں باہر دھکیلنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ پولیس کو اطلاع کرنی پڑی اور اس نے آئندہ کسی مستقبل کے ہنگامہ پر توجہ دینا۔ پچاس کے قریب خاکسار گرفتار کر لئے گئے۔ ہوٹل میں قیام پزیر مسلمانوں نے اور دوسرے ہنگامہ کر جان چلائی۔ سر جان لگوت جنس نے گرفتار ہندوؤں پر اجلاس کی کارروائی میں کوئی مداخلت نہیں چلے جانے۔

بارنگ تھوڑی رپورٹ کے مطابق مولیٰ کی آخری جہاز پر غائبوں اور لپک لاپڑوں میں تقسیم ہو گیا جس کے دوران فرنیچر توڑ پھوڑ کیا گیا۔ شیشے پتھر اور کوہنہ گئے اور کئی لوگوں کو زخم آئے۔

شہنشاہ پاکستان

مولیٰ کے دستِ بلی دم میں جہاز کے لئے "شہنشاہ پاکستان" القاب تجویز کیا جانا تھا اور ان کے مداحین پر جوش نمایاں جاری ہے تھے۔ لیکن قائد اعظم نے "شہنشاہ" کے الفاظ پر غیبتی کی کاغذات کرتے ہوئے فرمایا "میں پاکستان کا بادشاہ نہیں بننا چاہتا"۔ اگرچہ وہ اجلاس بعد کرے میں ہوا تھا لیکن مولیٰ اجلاس ختم ہوا اور مولیٰ کی شان و شوکت میں کھسکتی ہوئی مداح جہاز کو پہنچائی گئی اور شاہی کانگریس کے کسی اجلاس کی کارستانی تھی اور اس نے فوراً ملاقات جہاز کو اور مل کر دی۔ ایک کونسل نے اپنے صدر قائد اعظم مولیٰ جہاز کو عمل اختیار کیا اور وہ اپنے مصالحت سے کام لیتے ہوئے پلان کے بنیادی اصولوں کو منظور کر سکتے ہیں۔ منصوبہ کی تصدیقات متعلقہ اور دستِ خود پر طے کرنے کا کام بھی مولیٰ نے چھوڑ دیا کیونکہ کانگریس پولیس نے مسلم لیگ کی اس قرارداد پر خوب دلوں کیا۔ جہاز اور سونے اور لٹرائے کو سرگرم احتیاجی مراعات کئے۔ جن میں اس قسم کے غذائیت کاہر کئے گئے تھے کہ لیگ کی طرف سے پلان کی منظوری کا وہ نوک ملان نہیں کیا گیا اس لئے کہ اس ایذا کانگریس سمجھتی ہے اس کی منظوری حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ سہولت شدہ مسلمان اس بات پر مست برافروختہ تھے کہ جہاز نے پلان کو منظور کرنے میں پاکستان کے مطالب سے مست زیادہ مدد گزشتہ کی ہے۔ چھوڑ دی رحمت علی کی حمایت پاکستانی فیصلہ موصوفہ (پیکر ج برائے) نے مذمت کرتے ہوئے اسے "قوم کے ساتھ سب سے بڑی غداری" قرار دیا اور لکھا کہ "مشرقی جہاز نے قوم کو سراسر دھوکہ دیا ہے"۔ سوا پانی کی ہے اور اسے گھٹیاں میں بانٹ دیا ہے۔ کانگریس پلان کو منظور کر کے اس نے ملت کے تمام گنہگار اور طاقتوں کی بنیادیں گھونک کر کھینچ دی ہیں اور یہ صغیر میں سینے والے کانگرو مسلمانوں کے مستقبل کو دھوکہ دے گا اور ہے۔ اگر اسے مستحضر کیا گیا تو یہ پیش کے لئے ملت اسلامیہ کی زندگی کو مفلوج کر دے گا جن کے دھوکہ گھن کی طرح کھا جائے گا اور چوری دینا جس قوم کی کوٹھڑی کو مفلوج میں ڈال دے گا۔ ہم آخر تک اس کے خلاف آواز بلند کر سکتے ہیں گنت چپ چیمپیں گنت اسے برداشت کریں گے۔ اگلے حلقہ کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ جب ملت کے لئے سب سے بڑی فلاحی اور سب سے بڑی فلاحی کا وقت آیا تو ہم نے بھی فلاحی کی بجائی کی اور قوم کو دھوکہ دیا۔ ملت اسلامیہ زندہ ہے۔"

منصوبہ تقسیم کے اعلان کے بعد مولیٰ نے وہاں پہلی کانفرنس کا پہلا اجلاس منسوا اور لیاقت کے مابین اس بات پر مولیٰ کی غدور کیا کہ وہ اپنی جہاز نے اپنی مشیو کشی بدلت کو سفیر کیوں مقرر کیا۔ چھوڑ دیا تھا جن کو وہ اعلیٰ کھینچ کر لے جاتی اور اس نے چار کر کہا "جنگلیں اگر جہاز جہاز میں اس قسم کا شرکاء نظر پیش کر دی ہے تو ہمیں اس تقسیم کو عملی جامہ پہنانے کی کیا توقع کر سکتے ہیں؟" اس پر کسی نے کہا جواب نہ دیا۔ اور اجلاس پر عمل سکوت طاری ہو گیا۔

بائیسول بلب — کراچی —

موجودہ کونسل کی مجلس دستور نے مولیٰ اکثریت سے صوبہ کی تقسیم کے حق میں جھٹکا دیا۔ جن دنوں اجلاس پنجاب اسمبلی کے ممبران نے بھی اس قرارداد میں مسئلہ سے نمٹنے کی خاطر ایسے ہی قیسی (مستندوں پر مبنی) عمل پر رضامندی کا اظہار کر دیا جس سے ان دنوں اور امر سرے کے زیادہ تر حصہ کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ خود کے صحابہ میں سے ۳۳

مہر اور اسمبلی نے پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ طاقت طاقت نے ہمارے جوں کو پرستہ دی۔ اب ہم ہمارے
 راستہ کو کاغذی طور پر پاکستان کی حقیقت ہوتے دیکھ سکیں گے۔

اسی روزہ جن کو منو تقییل "نیات اور طبع کے ساتھ نو تشکیل شدہ" پارٹیشن کو نسل کے اجلاس میں شرکت
 کے لئے مدعو کیا گیا۔ یہ اجلاس "بھڑی کیشنوں" کی تشکیل کے لئے بنایا گیا تھا۔ جناب اور نکل کی تقسیم کے لئے
 و الگ الگ کیشن قائم کئے گئے جن کے لئے ہائیکورٹ کے چار ججوں میں سے دو کا انتخاب کانگریس نے کیا تھا۔ یہ دو کا
 ایک نے جن کے یہ جج کے معتمد سر سرائیل ریڈ کلف کاہم ہر دو کیشنوں کی صدارت کے لئے تجویز کیا۔
 جلد تک نہ تو وہ بھی بعدوستان کیا تھا۔ یہی وہاں کے مسائل سے کچھ شدید رکھتا تھا۔ کانگریس کلف کاہم تشکیل دئے
 سے منظور کیا گیا۔ یہ دست جلد ہار کا شک و شبہ اس مسئلے میں مستحکم اور عدالت کی قسمت
 کا فیصلہ کرنے والا تھا۔ منو نے بعد میں کزنڈو تنظیموں کے ساتھ اس کی کمی و اضافی کی بنا پر بہت سے شہادت خاہر
 کے لئے اور مطالبہ کیا کہ اس کی بجائے فیڈرل کورٹ کو جانشی کے فرائض سونپے جائیں۔ لیکن جج نے ڈٹ کر اس کی
 مخالفت کی۔ ریڈ کلف ہر جج کو کوئی دینی پکا دیا۔ اسے دونوں ٹکوں کے درمیان جی سہجی قائم کرنے کے لئے
 محض پانچ بیٹے تھے۔ لیکن سر عدل نے دونوں مسائل کو سخت اعتراضات تھے اور تقریباً ایک کو ڈنڈوں ماہروں کو ان کے
 آپاہر مخالف اطراف میں بھاگنا چاہا۔

ڈانٹ بینٹن کے خواب ہو اہو گئے

فریج اور وسیع انتظامی مشینری کے دیگر کل پر نکل کو جنہوں نے قریباً پچیس تک ریڈیو ہند کا نظام چلایا تھا
 تقسیم کرنے کے لئے ٹیلی کیشنوں نے کام شروع کر دیا۔ طاقت طاقت کو امید تھی کہ وہ طاقت اس الگ سے بیٹھا تھا کہ
 اسے دونوں ٹکوں کے مشترکہ گورنر جنرل کے طور پر کام کرنے کو کہا جائے گا۔ لیکن ان کے درمیان دوستانہ اور موافق
 تعاون کی علامت بن جانے کا اور اپناٹوں کی مصالحتہ تقسیم کے عمل کو تیز کرنے میں ان کا سلطان طاقت ہو گیا۔ کانگریس
 جتنے اس بارے میں کوئی بات سننے کو تیار نہ تھے۔ ان کا سرور تھا کہ پاکستان کے گورنر جنرل کے منصب پر وہ خود فائز ہیں
 کہ جن کے طاقت طاقت جنہوں اور اس کی ہاپی پر کانگریس کے لئے کئی چیلنجی لاری کاٹ کر تیار کیا تھا۔ انہیں علم تھا کہ دونوں
 منو کے بہت زیادہ قریب ہیں۔ انہیں اور تھا کہ طاقت جن کے اقتدار پاکستان کے ساتھ سونپے پر کا سا سلوک کیا
 جائے گا۔ جس سے اس کی آزادی و سالمیت کو نقصان پہنچے گا۔ ان کا کہنا ہے۔ جن کے اس فیصلے کا بھی بخفی علم تھا کہ ان
 کے ہیکٹر میں کو جات رہی تھی کہ وہ یہ بات بھی غلط سمجھتے تھے کہ ان کی زندگی کے بہت قریب ہی پہلی وہ گئے
 ہیں۔ ہمارے آخری حصہ میں اقتدار کے نشہ سے لطف اندوز ہونا چاہتے تھے جس کی خاطر انہوں نے اس قدر
 توانا نہیں صرف کی تھیں۔ بحیثیت وزیر اعظم انہیں مذہم کی بہت سی سیاسی اور انتظامی اور دہلیوں اور کئی چاروں۔
 اس لئے انہوں نے یہ فرائض ایک ہونے کو ہی کے سپرد کرنے کو ترجیح دی۔ گورنر جنرل کی حیثیت سے طاقت بینٹن
 اسٹیج "منس اور دولت مشترکہ کے دیگر ملے مرزا اپنا ریاست کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بہت کر سکتے تھے۔ اور
 بلاشبہ کانگریس کے شہساز شاہ جی منصب تھا۔ انہوں نے جو قوم بھلی تھی اس میں اپنی تریں کی عہدہ تھا۔ اور انہیں
 پتا تھا کہ وہ اسی پر فائز ہو سکتے تھے۔

طاقت بینٹن نے ہر جج کو کہا "ہمارے کہ میں نے کبھی نہ کبھی کو دیا تھا کہ منو نے مجھ سے قہری طور پر
 بعدوستان کا گورنر جنرل بننے کی درخواست کی ہے۔ یہی جج نے مذاقی سے عمل دہن کے لئے کہا۔ اگرچہ ان کے خیال

میں ایک کی بجائے دو گورنر جنرل مقرر ہیں گے "تیم انہوں نے بھی مجھ سے استعفا کی کہ میں ان دونوں کے لیے بطور "مس" گورنر جنرل کے کام کر لوں۔" لیکن کلینٹن نے طاقت ضمن کی اس تجویز کو شرف پذیرائی نہیں بخشا اس کے باوجود وہ اس کا اعلان جیلر پر دیا کرتے رہے کہ جانک گورنر جنرل کے قصور کے بارے میں انہوں نے جیٹلی سے جیل کیا تھا جلد کوئی جواب دیں۔

پاکستان کی طرح ہندوستان نے بھی تینوں فوجی سربراہوں کے لئے انگریز افسروں پر انحصار کیا جبکہ فیصلہ بارہا اس وقت تک نہیں ہوا کہ اس کے بعد قریباً چھ مہینے تک دونوں ملکوں کی تعاون کے پیچھے کلینٹن کے طور پر فرائض انجام دیئے جاتے تھے۔ جیلر کے عمل کو ہم پر چلتے ہوئے سونے بھی کئی انگریز گورنر ہوں پر انحصار کیا مثلاً انہوں نے بمبئی کے سر جان کنل مل اور مدراس کے سر قزاق راجا راجا کو دعوت دی کہ وہ اپنے منصب پر بدستور کام کرتے رہیں۔ پاکستان کا کنٹرول برادر است اپنے ہاتھ میں لے کے معاملہ میں طاقت جیلر کو ان کے موقف سے ایک لڑائی میں بنانا۔ اپنے ضمیر کو ٹوٹنے والے سوچ بچار اور لندن سے مزید صلاح مشورہ کے بعد طاقت جیلر نے فیصلہ کر لیا کہ ہندوستان کی انتظام کے مطابق ایک سال تک مزید کی دہلی میں گورنر جنرل تک انڈیا کی حیثیت سے کام کرے گا۔

دھرم دھانی کو پارلیمنٹ میں ہندوستان کی گزائی کے سوا قانون پر فخری بحث کا آغاز کرتے ہوئے کہیں نے کہا "میں مل کو تیسری خواہش کی بجائے جیلر کرتے ہوئے میں ایک ایسی چیز پیش کر رہا ہوں جس ہندوستانی ممبر کی بات اس امر میں فخری بحث ہو گی۔ یہ مل ایک نئے اور ہمیں امید کرنی چاہئے کہ ایک مبارک و خوشخبر کا قریب ہو گا۔" اٹلی نے اس بحث کو سبوتاژ میں اس کو مل کی شکوہ دی گئی تھی جس کی وجہ سے دھرم است کو ہندوستان اور پاکستان کی دو آزاد ملکوں کا قیام مل میں کیا۔ خارج "ششم" "ششم" برطانیہ نے دھرم دھانی کو اس کے قانون پر اپنے تو فیضیہ حلقہ ثابت کیے۔

جیلر نے وسط دھانی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی اگلیوں کو یقین دلایا کہ "میں سب عقیدہ" جان مل اور شخصیت کے لحاظ سے ان کی عملی حفاقت کی جائے گی۔ وہ کسی امتیاز کے بغیر ہر لحاظ سے پاکستان کے شہری ہوں گے۔ یہی اصل ہندوستان کی اگلیوں پر لگا ہوا ہے۔ مشر جن نے بڑے علوم سے توقع ظاہر کی کہ پاکستان اور ہندوستان کے مابین دوستانہ اور خوشگوار تعلقات ہوں گے۔"

اسی زمانہ میں بینظیر مل میں نے لکھا "میں نے تسلا والی مصیبت میں خود کو تقاضا و قدر کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مصائب کے حلقوں میں کوئی کرنا نہیں تھا لیکن یہ کتنا مشکل تھا کہ ان کی اصل فریضت کیا ہو گی؟ میں نے دہلی کے شہر میں لپے سے آنے والے حالات کے بارے میں اس کی رائے دریافت کی تو اس نے مجھ سے پین تھیم بہریت و قطعیت کے ساتھ جواب دیا "ایک بار سرحدی گھیر کھینچ جاتے ہیں اس کے بعد پنجاب میں سرحد کے طریق میں بسنے والے تمام سکھوں کے اور مشرق میں رہنے والے کل مسلمانوں کے سرگرم کر دینے چاہئیں گے۔" سر است تک برادر مل انہیں اور سکھوں کو یقین تھا کہ لاہور ہندوستان میں شامل ہو گا جس لئے جب سرحدی گھیر کھینچی گئی تو وہ پنجاب کے دارالحکومت سے خوف و رعبت کے عالم میں مشرق کی طرف بھاگتے وقت اپنا سارا کچل اٹا دیں۔ پھر دے گئے "صرف اپنی جانیں بچا کر لے چائے۔ طاقت جیلر نے دہلی میں اس نے تجویز پیش کی کہ مشرقی پنجاب حکومت کے "مغیر ضروری" اعلان کو ہر است تک شملہ پھر دینا چاہئے۔" جبکہ رے کلینٹن کے فائل میں مل کو "تھیم اور آزادی کے بدلہ مل کرنے کی گنج (دھرم است) تک استغنی خلیہ (اپ سیکرٹ) رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔

کہنے اعلان کیا کہ اگر اسے ایک ترکوڑو طوطا ملکیت کے طور پر قائم رہنے کی اہلیت نہ دی گئی تو وہ پاکستان کے ساتھ اطلاق کو ترجیح دیں گے۔ تاہم ایک توہین کی سیاست چاہوں طرف، یہ خود متعلقہ طاقت کے گہری ہوائی فوجی دوسرے سیاست کی کبھی کاغذ پھیلے بغیر ہی پر مشتمل تھا۔ اس لئے جبرہہ سومیں ”پہلو آہ پھین“ کے ذریعے اسے انگریزوں کے ساتھ اطلاق پر مجبور کیا گیا۔

مقامی حکومتوں کے سربراہان نے فرقہ وارانہ منصوبہ کے ناکامی کو غور کرنے کے لیے جوائنٹ ٹھنڈ کی طرف توجہ کی خاطر جیل گاڑی میں سوار ہو کر لوٹا۔ (نکاح) پنجاب جوائنٹ ٹھنڈ راقم نظر ہے کہ

مختصر میں ہے اس فیصلہ کا اعلان کیا ہے کہ یہ اپنی باقی ماندہ زندگی میں لکھنے والی کتابیں کی خدمت کے لئے وقف کریں گے۔ یہ بات چل کر کو اشتعل طمانے والی ہے جبکہ کانگریس کے لئے موجب راحت و اطمینان ہے۔ میرے کہ میں پہلے کے چٹا ہوں میں کانٹرا دقتوں سے بے جا جتنی خبروں اور اس کا اشتہار صرف ایک شخص ہے جو اپنے اراکوں کا ہونا چاہتا ہے۔ میری گزارش کہ یہ عملی بن جائے ہے۔

جیل نے پھر لڑائی کا بارود اُسی کے کلغز لٹاؤنیٹ جنرل سرفراز خان چوہدری مسعودی کا پاکستان کے لوہین کلغز اونیٹ کے طور پر انتخاب کیا تھا۔ اس نے جوت جنرل کو ایک ۱۴ سالہ بیٹن کن روپ رت جنرل کی جس میں خوار کیا گیا تھا کہ شل مغربی سہوی صوبہ کی فرج عہدائین سے ٹکٹ کر ۳۳ سالین وہ گلی ہے اور ہر آست کے نور اہد یہ قدر اور قریا تو ہی رہ جائے گی۔ فوری خوار کو کم کرنے کے لئے اس نے تجویز کیا کہ فرج سے نکالے گئے وہیں چارہ چھاپی مسلمان اور چھاپی کو دوبارہ بھٹی کر لیا جائے۔ ساتھ ہی متیہ کیا کہ کلغز جنرل کی طرف سے سرحد میں دھول کے سٹار کا اندیشہ ہے۔

کائنات

جنگ اور اس کی مٹیوں نے سر اگست کی مچ کوئی جگہ سے کراچی کو بدلتی کر لی۔ کراچی ایئرپورٹ پر اس کے ہزاروں ماسین سرنگا انتظام تھے اور پاکستان فوجیوں کے ایک ٹھکانہ مصلوں سے انعامیں اور تعاضل پیدا کر رہے تھے۔ کراچی میں امریکی جاسوس کی ایک کاسٹل سٹور چوری تھا کیونکہ مصلوں کے اندر رکھ رکھتے رات قوی دارا کھجور مت میں بدل چکی تھی اور اس کی ایک ہی چند مصلوں میں بھی ہو گئی۔ نمایاں بچا تھے جو نے تماشائیوں کے جہاز ایئرپورٹ سے لے کر گورنمنٹ ہاؤس تک بچہ چلنے کو رز سٹوڈ کی کیا کھل گھ اور اب جنگ کا آخری بھگہ پشاور کا تھا۔ پشاور ہونے لگے۔ وکٹوریہ علی کے بیٹے ہوئے اس سفید علی کی پیڑوں میں بچہ جیتے ہوئے جنگ نے لکھل پکھل پڑی تھی۔ (ایم۔ حسن کو کوہ پورٹ جیٹوں کے قتل سے بدلی ہو کر کراچی کے شہر میں شامل ہوا تھا۔ مصلوں کے گرنے کا سہرا انھیں معلوم ہے۔ مجھے ایلی اردگ کی میں پاکستان کے قائم ہونے کی ہرگز امید تھیں تھی۔ جو کچھ ہم نے پایا ہے اس پر ہمیں خدا نے بزرگ و برتر کا بے حد شکر گزار ہونا چاہیے۔

دوران بعدِ خدمت کے گورنر سرخام حسین بدایعت اخذ نے جو بمبئی میں جناح کے ہونے کا قریبی رابطہ رکھتے تھے کہ اپنے
عظیم قائد کے اعزاز میں کراچی کلب میں ایک شاندار نمائندگی کی ہوگی، وہیں خطاب کرتے ہوئے بیانے قوم نے فرمایا:
”میں یہ جانتا ہوں کہ میں کراچی میں پیدا ہوا ہوں، لیکن میں کراچی کے رنگ و بون میں گھولنے سے کھینکا ہوا ہوں۔ میں نے ابتدائی
تعلیم ہمیں حاصل کی۔ ہمیں ایک دوسرے پر محسوس کرنا چاہیے۔ ہمیں متوجہ کرنا ہے کہ اسے قائم کرنی چاہیے۔ ہمیں
تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے کہ تمام تعلیمات زندگی کے لئے تھیں اس تعلیم (انجمن میں موجود ہیں) اگر ضرورت

ہی تو ہمیں اہل شفق میں ہم کیا ہو گا اگر ہم پاکستان کی مشق راست کو صحیح معنی میں سمجھ اور جانور بنا نہیں۔

دستور سے کالوئین اجلاس

پاکستان کی مجلس دستور ساز کا پہلا اجلاس اگست کو کراچی میں منعقد ہوا جس میں اتفاق رائے سے جنس کو دستور چٹا لکھ جانے پر غور دیکھیں کی گئی تھی جس میں صدارت کی گری سنبھلی اور شریک اجلاس متعلقان سے خطاب کرتے ہوئے کہا "آپ لوگوں نے اسمبلی کا پہلا دستور جن کر لکھتے عزت بخشی ہے میں اس کے لئے آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ میں غرض دل سے توجہ رکھتا ہوں کہ ہم اس مشق کو دنیا کے لئے ایک مثال بنائیں گے اس اسمبلی کو وہ کام کرنے ہیں۔ پہلا کام ہو یا نظمن اور سد دارانہ ہے پاکستان کے لئے دستور وضع کرنا ہے جو سب سے اچھے عمل کا اعتبار لوگوں کی حیثیت سے پاکستان کی مرکزی مشق کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ہمیں اپنی معجز کو ششیں بندے گا رہی ہیں۔"

جب ان کی نظر کچھ سمجھ کر ہوتے ہی اور کوسوں کے رہنے پر چڑی بہن کے دلوں میں اشتیاق و جذبات کی ایک دنیا سوچیں تھی اور یہ خیال اپنے میں شہر اور نہیں ہو یا اس جو وصل پائے گا ان امکانات اور ہی نمک کی تعمیر کے لئے ہر لمحہ سے سوال سے متعلق پروا ت حاصل کرنے کے لئے بار بار ان کی طرف دیکھتے تھے تو کہنے لگے "آپ صحیح معنی میں جانتے ہیں کہ اس وقت ہم نہ صرف اپنے آپ پر حیران ہو رہے ہیں بلکہ میرے خیال میں پوری دنیا اس بے مثال طوطی انقلاب پر حیرت کا اظہار کر رہی ہے جو کہ آلودہ اعتبار ریاستوں کی تحقیق اور قیام کا سبب بنا ہے یہ اپنی کامیابی کے لحاظ سے بے نظیر انقلاب ہے۔ وہاں کی تدبیر میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس وسیع برصغیر کو جس میں ہر قسم کے شک و شبہ ہائے جلتے ہیں ایک ایسے منصوبے نے زیر کر لیا ہے جو ناقابل شکست ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔" کاظم کاظم کو بھی تک نہیں تھا تھا کہ سیاسی جنگ جیت چکے ہیں۔ اعلیٰ ترین عدالت نے بھی ان کے حق میں ایک اور فیصلہ صادر کر دیا تھا پاکستان چند دلوں میں قائم ہونے والا تھا لیکن جھجکتا ہوا کیا ہو گا اور کیسے چلے گا ان غمناک بات پر غور کرنے کے لئے ان کے پاس وقت تھا نہ اپنی مت دیکھتے تھے اور نہ ہی کسی طرف سے مدد ملی تھی یہیں تک کہ قبل از وقت ایک تقرر لکھنے کی فرصت بھی میسر نہیں آئی۔

اسمبلی سے پہلا خطاب

اس اسمبلی میں اپنے اولین فرض کا ذکر کرتے ہوئے میں کوئی سوچا سمجھا بیان جاری نہیں کرنا چاہتا۔ صرف چند ضروری باتیں کہیں گا جو میرے دامن میں آ رہی ہیں۔ پہلی اور سب سے اہم بات "میں پر میں اندرون گاہ ہے کہ یاد رکھئے جب آپ کی حیثیت ایک خود مختار دستور ساز لوگوں کی ہے اور آپ کو ہم اعتبار حاصل ہیں اس لئے آپ پر یہ ہماری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ اپنے فیصلے کس طرح کرتے ہیں۔ سب سے پہلی بات جس میں کرنا چاہتا ہوں اور آپ جتنے اس سے اتفاق کریں گے یہ ہے کہ اس دامن کا قیام حکومت کا اولین فرض ہے مگر لوگوں کی جلی ملی اور مذہبی عقیدہ کی پوری طرح حفاظت کی جائے کہ وہ سری بات یہ ہے کہ سب سے پہلی اہمیت جس سے ہندوستان وہ چار لکھ اندر دشت متعلق اور وہ منوالی ہے۔ جھجکتا ہوا ایک ذہر ہے ہمیں اپنی سے اس کا صواب کرنا ہو گا۔ اس سے کہ آپ اس مسئلے میں جھجکتا ہوئے متنبہ ذہن ہونے کا راہ گیر گے چار بار ان کی ایک اور برائی ہے جس میں جانا

واقفیت کے یہ اختلافات، ہندو قوم اور مسلمان قوم کی یہ تفریق، کیونکہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، آپ کے لئے اور
 چنانچہ، "جنگل، شہید، سنی و شیوہ موجود ہیں، اسی طرح، ہندوؤں میں برہمن، ویشیو، کشتری، کھنڈی، کالی اور دھرمی و دیویہ
 موجود ہیں، ختم ہو جانے کی۔ حقیقت میں اگر آپ مجھ سے یہ بھیجیں تو میں کہیں گا کہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں
 سب سے بڑی رکاوٹ یہ مذہبی تفریق ہی تھی، لہذا ہم سب ملے آزادی حاصل کر لیتے۔"

اپنے موقف سے سختی شدہ اور پہلی ہے۔ گوارا تو دل دلت، "ایک بار پھر ہندو مسلم اتحاد کے سفر پر مجھے، جس
 پر سوچتی چلیزید جان چکر کی تھی، اس کا ذہن بڑی تیزی سے منتقلی دنیا کی طرف رجوع کر رہا تھا۔ لوگوں کے ساتھ
 آزادیوں اور ہر عمل میں رہے تھے اور بہت سے بڑے دنیا و خطا باتیں کر رہے تھے۔ کیا واقعی وہ معاملہ ختم ہو گیا تھا؟ یا
 سب کچھ شروع ہونے والا تھا؟

جب آپ آزادی ہیں۔ آپ اپنے مندرجہ میں جانے کے لئے آزادی ہیں۔ آپ اپنی سمجھ میں جانے کے لئے
 آزادی ہیں۔ پاکستان کی اس ریاست میں آپ کو ملکیت کے ہر مقام پر جانے کی مکمل اجازت ہے۔ خواہ آپ کسی مذہب،
 نسل یا مسلک سے تعلق رکھتے ہوں، ملکیت کے کارڈ پر اس کا اصل واسطہ نہیں۔ ہم ایک ایسے مرحلے سے زندگی
 کا نیا دور شروع کر رہے ہیں، جب ایک یا دوسری قوم، نسل یا مسلک کے مابین کوئی امتیاز یا تفریق نہیں ہے۔ ہم اس
 بنیادی اصول سے آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ریاست کے شہری اور مساوی حقوق شہری ہیں۔ اہل برطانیہ کو
 وقت کے ساتھ ساتھ صورت حال کے مطابق کامرنا کرنا پڑا اور وہ فرانکس، دتہ، داریاں اور اکیلی ہیں جو حکومت کی
 طرف سے دالی کی تھیں۔ آج آپ یہ کہنے میں تین جواب ہیں کہ وہ سن کچھ توک اور پوچھتے، "کونسی دھرمی
 نہیں رہا جو تفریق ہے؟ یہ کہ ہر شخص برطانیہ، مغربی، کاشمی ہے، مسلمان، حثیت کاشمی ہے، "جب ایک قوم کے
 رکن ہیں۔"

"کیا کہہ رہے تھے جن کی ایسی باتیں کا مطلب کیا تھا؟ کیا واقعی اصل گئے تھے کہ میں کہیں ہیں؟ کیا مسلمان کی
 گردش نے انہیں اپنے مسلک سے اس قدر ہٹا دیا تھا کہ اب وہ فرق خلاف کے نقطہ نظر کی ملکیت کر رہے تھے؟ کیا
 وہ تمام پاکستان کے موقع پر ان باتوں کو فراموش کر رہے تھے کہ انہوں نے اس کے سامنے نہیں دیا ہو یا اپنے کہیں اپنے سمجھتے
 اور کبلی گاہوں سے بھاگ کر پھوٹ کے لئے انہیں بھلا کر ایک اجنبی موزن کے ساتھ یکپ میں نہ رہنے پڑی۔

خود ہندوستان کی ملکیت کر رہے تھے؟ ہمارا کہہ کر اصل نے اپنی فکر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

جب یہ بات ہمیں اپنے نصب العین کے طور پر سامنے رکھنی چاہئے اور آپ دیکھیں گے کہ وقت گزرنے پر
 ہندو ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے، مذہبی متعلق میں نہیں کیونکہ وہ ہر فرد کا ذاتی عقیدہ
 ہے، بلکہ سیاسی مفہوم میں، ایک ریاست کے شہریوں کی حیثیت سے۔ میں بڑے اصف اور سب کے ساتھ یکساں
 ملک کے اصولوں سے، جس کا سیاسی زبان میں کہا جاتا ہے، "کسی تعصب یا عدوت، دوسرے عقول میں جائز دلی یا
 خوش برداری سے بالاتر ہو کر آزادی حاصل کرنا، ہم سب کے ساتھ اصف اور عمل میں جائز دلی
 ہو گا اور مجھے نہیں ہے کہ آپ لوگوں کی عدو اور قتل سے پاکستان، دنیا کی عظیم ترین قوم میں سے ایک بن جائے گا۔
 اس کے بعد وہ انہی انہی نے یہ پرمیہ حقون کی ملکیت ملی علیٰ تفریق تک یہ مفہوم پہنچا دیا کہ مسلمان
 اکثریت کا دفاعی لحاظ سے انتہائی اہم خلیج کر رہا ہے، جس میں سے ہمیں کوئی دلی واحد مرکز نہیں ہے، "یہ کھلا
 کی دوسری مشرقی پنجاب کو کہا جاتا ہے، "ملکت ملی نے اسے کو اختیار کیا کہ مسلمان اپنے سیاسی فیصلہ "کو قول و
 قرار کی حکمتیں خلاف دلی پر عمل کریں گے جس سے مستقبل میں پاکستان اور برطانیہ کے درمیان تعلقات غلطوں میں

ہوتے ہیں۔ ہر مل ملائت جن اصرار کرتا رہا کہ اس نے لوگوں کو بازاری کمیشن کے کام سے ————— مبالغہ
 ایک تھک رکھا ہے یہاں تک کہ قطعی قطع بھی نہیں دیکھے جو یہ کلف اس کے فخر میں سزا دے اس وقت کیا
 صاحبہ اور اس کی بیگم انتقال فقہ کی رہی کا رد ملی میں حرکت کرنے لگی جاب ہے تھے۔

جنرل اور فاطمہ نے ملائت جن اور اس کی اہلیہ کا باہمی قصے پر نہیں بلکہ گورنمنٹ ہاؤس کے بیسے ہل میں
 انتقال کیا تھے ہل داڑ کے قلم سیٹ کی ہانڈ ٹپ بھیا اور جڑیں کیا کیا تھا جن چاند کو نگاہوں کو خیر کرنے والی
 دو شئی کے لیے اور آگ لپٹوں کی شعلہ گری میں اعتبارات تقویٰ کرنے اور قبول کرنے کا فرض انہماک چاروں
 رات کو دھڑلے اور اس کی بیگم کے امرا میں جو مشائیہ جا گیا جن جن اس میں حیرت انگیز طور پر دھڑلے رہے۔
 ہلاکت ملی اور دوسرے ملکی قاتلین نے جو دستور ساز اسمبلی میں ان کی بے بداد و بدعتیہ میں سچے تھے اصرار کر کے
 ایک تقریر کھولنی تھی۔ کیونکہ اس موقع پر سلطنت کلف کی بھاری تھوڑی اور دنیا بھر کے انسانی فلاحوں کی سوجھ
 کا کہنا تھا۔ قائد اعظم نے ان کی بات سن لی تھی۔ حسب ہر کام وہ تقریر کرنے کے لئے اٹھے۔ آگ کھولیں یہ لگایا
 کھلی ہوئی تقریر سامنے رکھی اور انتقال بھی جیت تواریں کھڑا ہوئے۔

میرا ایکسی یعنی میرا بیٹی نس اور خواتین و حضرات میں بڑی کمیشن شاہ انگلستان کا بہم صحت تجویز کرتے وقت ہے
 پہا صحت محسوس کر رہا ہوں۔ تقریر میں یہی الفاظ تھے جو ان کے لائق ترین فکر کو انے لکھے تھے۔ قائد اعظم کی تمام
 ہم کی کوئی چیز تھی۔ بلکہ جن کی بیگم توڑ کے جسے بند کر کے انہوں نے نہ کوہ بالا الفاظ اعلیٰ انگریزی جملہ کے لیے
 میں لڑا تھے۔ میرا ایکسی یعنی ملائت جن میں موقع پر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم کہے کہ اس کام کو بڑی تھوڑ
 حیرت کی فکر سے دیکھتے ہیں جو کہ نے سحر جوں کے چٹان کی دوسرے مقبرہ کہہ پائی اور اصل کے مطابق پہلی
 کو خوش اور توجہ سے انہماک دیا ہے۔ پاکستان اور بعد میں کہہ کی عدالت کو پیش در بھیج کے۔ لیا لگتا ہے کہ
 "ہندوستان" کا لفظ انہوں نے اصرار کر کے تقریر میں کھولنا چاہا جس کا ان کے صحت سے یہ کہنا کہ بے ہوشی کا وہ
 پاکستان کے مسئلہ کے لئے انہوں کے مقابلہ میں لفظ "ہندوستان" کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ ہر پاکستان کے بیسے دیا
 "مجلس" کے ہم کی بھٹی ہوئی انگریزی شکل ہے۔

دلت کے کہنے میں ملائت جن کی شخصیت میں جنرل اور بیگم ہلاکت ملی میں اس کے دور میں تھی جس نے کھیا
 ہے جس میں انہوں نے گزشتہ کو بھی دلت کے وقت ملی میں انتقال فقہ کی تقریرات کے حوالہ سے میرا خوب ذوق اڑایا
 اور کہنے لگے۔ یہ جسے اچھے اور حیرت کی بات ہے کہ ایک زوردار حکمت انہوں کے کہنے پر چلتی ہے۔ میں نے
 باہمی حملہ میں یہ کہنے سے گریز کیا کہ کراچی کا یہ کام ہر کام تبدیل کر گیا تھا کہ نگہ جن میں بہت دھول گئے تھے کہ یہ
 رمضان کا مہینہ ہے جس لئے ان کی اپنی تجویز کہہ دی گئی کہ انہوں کو انہوں سے دلاؤ۔

آزادی کی تقریب

اگلی صبح قائد اعظم نے اپنی بیٹیو کے ساتھ گورنمنٹ ہاؤس سے اسمبلی تک ایسی سڑک پر سفر کیا جس پر بہت
 سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔ شاہراہ کے دونوں طرف پولیس کے ساتھ ساتھ فوجی جوں بھی متوجہ قاتلوں سے بچنے
 کے لئے پوری طرح تیار نہ ہو سکتے تھے۔ کیونکہ یہ پاکستان سے چند روزہ مختصر ملائت جن اور جنرل کو ایسی
 رہا نہیں موصول ہوئی تھیں کہ انہوں نے جنرل کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ تاہم ان کی بھیج پر صرف
 "پاکستان زندہ باد" اور "قائد اعظم زندہ باد" کے ہتوش مولوں کی دھچکاڑی تھی۔ دھڑلے اور اس کی اہلیہ بیگم کھلی

پوری زمینیں چاہ کر دی گئیں اور سواروں کو اس حلقے کوئی لاشوں میں بدل دیا گیا۔ سپاہیوں نے ان کے لئے چٹا کا کاہ اور یہ ان کے لئے لاشیں لاشیں کہ جن کی خوراک نہیں کیونکہ انہیں سپاہیوں نے کاسی کو ہوش نہ تھا۔ اُسے کے آخری پہلوں میں کہ جن کے قتل کے قتل، پنجاب کی فضا میں منڈلاتے نظر آئے جنہیں خوراک کے لئے اس قدر گوشت اور خون پیر کیا کہ ان کے لہو کو صوبوں میں بھی نہ چلا ہو گا۔

لوہر بھل میں گھڑی جی نے آنکھوں کے سونچ پر ریت رکھ کر خوب ہانپتے تھے کہ وہ قہقہوں کے پیر پر انھیں کے سونچ پر کھینچے تو ان کو باگنی سوٹ کا فکار ہونا چاہے گا۔ گھٹکے میں وہ دن کا اور اُسے کو خوف ہراس کی بدولت تمام کانہہ صوبہ بند ہو چکے تھے۔ خیال میں آفرانہ کہیں آتا "میں" تھا کہ کسی دہشت کو اپنے گھر سے نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مگر سبھانے عبارت مائیک کی تنظیم کی حفاظت میں جگہ جگہ یہاں جھنڈے لڑائے گئے۔ گھٹکے کے مسلحانوں نے لوہر بھل ہمارا کر دہشت سے چھپ کر اور قتل و غارتگری کے ہاں پہلے کر کہاں پہلے۔ انہوں نے محض مقام کی تلاش میں گھر اور گھر مسلم اکثریت کے علاقوں کی طرف کوئی ایک مشرقی علاقہ کے اس سب سے جسے شہر میں اس وقت تک اس دن لوہاں بھل نہیں ہوا۔ جب تک بے گناہوں کو قتل عام سے بچانے کے لئے مسافر گاؤں میں کامل رات شروع نہ ہو گیا۔

مسلمانوں کا مقدس مہینہ رمضان اور اُسے کو ختم ہوا اس سونچ پر جن نے قوم کے ہم مہینہ کے قتل پر پیغام میں کیا۔

ہو یا پھر کے مسلمانوں کے لئے مسرت اور خوشی کا یہ دن ہماری قوی ریاست کی تخلیق کے فوراً بعد آیا ہے جس نے دن امارے لئے خصوصی اہمیت اور خوشی کا حال ہے۔ میں غلوں میں سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت و شفقت میں ہمیں اپنی صفات و نعمتوں کے ہمہ پاکستان کو اپنی اقامت کے مابین واقعی ایک تنظیم قوم بنا سکے۔ کوئی شبہ نہیں ہم نے پاکستان حاصل کر لیا ہے۔ تاہم یہ فعل ایک مقصد کا تقاضا ہے۔ ہم پرست ہماری دوسرا ہاں پہلے دلی ہیں۔ انہیں پورا کرنے کے لئے ہمیں اپنی قدر عرصہ استقلال اور محنت سے کام لینا ہو گا۔ لیکن ان کی اپنی وقت و سب سے بچتی تھی۔ وہ گورنمنٹ ہاؤس کے عطیلی حصہ میں 'بھل صرف خاطر جتن' نیکرز اور ملازموں کو داخل کی اجازت تھی۔ قدام کے قریب سے قریب تر وہ قہقہوں کے بعد خود امانت کام کر سکتے تھے۔ خاطر نے محالہ کو اس طرح پر یہ کہ لیا تھا۔ تاکہ انھیں کے سب سے زیادہ قہقہہ ہی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ سکاڑہ انھیں اپنی قدر کا پہلاں کے فضا میں بھی شہید بنا رہے تھے۔ میں کہہ اور غلوں کے ساتھ یہ سب کہہ دیتی۔ انہیں یا تو رست کہنا یا بالکل محروک نہیں کرتی تھی۔ ان میں سوسے کی طرح بھی ختم ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ سرحدوں کی دونوں طرف۔ لیکن ہم 'نہا پھر' آتش زنی اور ہتھیاروں کی تلاش و مصلحت موصول ہو رہی تھیں۔ وہ شہت کے حالت عادت کر دی وہ خون کشی کے ان واقعات پر سیرے ساتھ جہاد خیال کرے اور اپنا دلی اکثریتی تر انھوں پر بھرتے۔

پاکستان کے لئے دستور بنانا تھا اور ان کا بارغ۔ جب بھی فرصت ملتی 'اُن محلے پر غور کرتا تھا۔ انہوں نے پاکستان کو منظم بنانے کے لئے اپنی طبیعت میں کام کیا اور اپنی محنت کو بالکل بھول گئے۔ ان کی کھاشی اور بھلائی مجھے اور بھی زیادہ روشن کرتا تھا۔ میرے اسرار پر انہوں نے لپٹا پر عمل فرماتے کر کل دشمن سے مدد کرنے کی بات بیان کی۔ اس نے شخصیں کیا کہ ان پر لیوا کا بکا سا حملہ ہوا ہے۔ تاکہ انھیں نے 'جنہیں وہاں سے نفرت تھی' لہو آگیا۔ لیوا نہیں ہے۔ میں تھک گیا ہوں۔' تو ہم کہنے کا مشورہ دیا کہ تو انہوں نے برصغیر کو بھلا دیا۔ مجھے بہت کام

کہا ہے۔ "حقیقت میں انہیں لپیٹا نہیں تھا۔ جس طرح ان کے سرہانے کی بدولت اس محل کو پہنچے تھے۔" کراچی میں ان کے کام کا وقت عام طور سے صبح ۶ بجے شروع ہو جاتا اور وہ ایک لمبی سیر کر کے انھوں میں گم ہو جاتے۔ ان کے "سرگت کی اپنی اور کیوٹی ساگر کاؤبہ سلسلے کی سیر پر ہوا جس کی گھنٹی گھنٹی خوشبو سے گھرا تھا۔ سب باتیں جملے کے انہی رنگ پر کیڑے حسین نے لعل کی ایک۔

جملے کی کیفیت شعاعی ہے۔ ایک پہلے سے مشہور تھی لیکن پاکستان بننے کے بعد تو ہر ایک مدعی ہر انہیں بنا تھا اس پر نظر رکھنے کا پہلے سے جہ کہ از مودہ تھا۔ جیسا کہ انہیں نے بیگم شادیاد کو خطا اعتراض میں صرف ۲۰ کوڑے دیے ہیں اور قریباً ۲۰ کوڑے ملی۔ البتہ الوصول ہیں۔ "بعد متان و دہلوی رقم دینے کو تیار نہیں تھا جو قدر سوا کے مطابق پاکستان کے صدر میں تھی۔ چیل اور بلوچ خصوصاً پاکستان کو سہانے فراہم کر کے بعد متان کے ساتھ "جانب" سندھ، پنجاب، بلال میں کسی بھی جگہ کوڑی کے لئے مسلح ہونے کا موقع فراہم کرنے کے خلاف تھے۔

جملے کو معلوم تھا کہ ان کی صحت کی طرح پاکستان کی حالت کس قدر نازک ہے۔ انہوں نے سہولت کو ایک انباری بیان میں امن و سکون کی اپیل کی۔ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر جو مظالم اُٹھائے جا رہے تھے ان کی مدد سو رہو انہوں نے ان کی نیک چیمپن لی تھی۔ انہوں نے اپنے عوام کو یقین دلایا کہ پاکستان ظلم و ستم کا نشانہ بننے والوں کی راہ پر اور بحالی کے لئے لیکن بھر کو شش کر رہا ہے اور ذلت و رذلت کا شکار اضلاع اور ریاستوں سے مسلمانوں کے انحصار میں ہر ممکن مدد ملے گی۔

گت کے آخری ہفتے میں کراچی کے میزور کو شہر نے اپنے محبوب قائد کو جلی ناکھڑا جس پر چاندی کا پتی پہرا ہوا تھا۔ سپاہیہ فاش کیلے یہ شہر پہلے کارپوریشن کی اپنی عدالت میں "جو قائد اعظم کی جاسے پیدائش کے نزدیک واقع ہے" منعقد ہوئی۔ اس موقع پر جملے نے پاس شدہ کاؤبہ دیے ہوئے کہا "میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ کراچی کے لوگ ملک کے دوسرے حصوں میں اپنی زندگی بگاڑنے والے ہیں۔ یہ وہاں سکون و راحت سے

رو رہے ہیں۔ ملازمین، تیار کریں، صحت ختم، تیار ہو رہے سہا پہ اور کاروبار کے "طعمانی" بگڑی اور زمین ریاستوں کے ذریعے ہر طرف سے کراچی پہنچ رہے تھے۔ اماک کی قیمتیں آسمان سے چھوٹنے لگی تھیں۔ شہر کے ضرورت اور فلاح کی اس قدر کی تھی کہ لوگ منہ مانگے دام وصول کرتے تھے۔ جملے کے آپائی شہر میں گرم بازاری کئی گنا بڑھ چکی تھی۔ یہاں تک کہ جس طرح تقسیم کے بعد پنجاب کرب و احتلا کا سیر تھا۔ سندھ میں بھی کراچی سمیت نشوونما کے آثار پاید ہونے لگے۔ پاکستان کی ساری دیکھو جو ابتدا ایک فری گینٹ سرنگ صاف کرنے والے چند جہازوں اور تھوڑے سے جہز وصول ہر مشعل تھی۔ کراچی میں منظم تھی کیونکہ چٹا گٹا کی اہل ایک گاڑی تھا جس مٹی کے تیل سے دئے جاتے جاتے تھے۔ ایک چھوٹی سی بندرگاہ جس کی گودی میں محض دو جہازوں کے کھڑا ہونے کی گنجائش تھی۔

پنجاب کے داردار سے دوری کے باعث کراچی نے آنے والوں کو دم لینے کی صلت مہیا کی جس میں قریب و خوشامی کے مواقع موجود تھے۔ جبکہ لاہور کو قربت کی بنا پر دہلی اور امرتسر سے آنے والے بے پناہ مساجدین نے ایک محل میں بدل دیا۔ تیار اور دم توڑتے ہوئے انسانوں کو ہر طرح کی مدد و کار تھی۔ شہر میں مکانات جاکر جسم کو دئے گئے تھے۔ پانی کی سپلائی طرح طرح کے متعدد امراض کے پھیلنے اور بڑی ماہوں میں گھٹے مرنے والی ماحول سے متاثر ہو چکی تھی۔ اس کی وسیع و عریض مساجد اور عمارتوں میں مساجدین نے ذریعے ڈال رکھے تھے۔ سب سے

زیادہ تحریک کی بات یہ ہوئی کہ جناح اگست کے آخر میں بلوچ میں ہونے والے جانث انڈیا پاکستان ڈیٹس کو قسمل کے اجلاس میں شریک ہونے۔ جس کی صدارت ڈانٹ ٹنٹن نے کی۔ ڈاکٹروں کے مشورہ اور بھارت کے پانچورہ پنجاب کے دلا بھگوت پینے تاکہ چشم خود کچھ سکھیں کہ شر کو کس قدر چاہی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہاں وہ صوبہ کے لئے گورنر سر فرانسس موزی کے ساتھ ٹھہرے۔

میننگ میں جناح نے پنجاب ہائیڈرو فورس کوڑنے پر اصرار کیا جو ڈانٹ ٹنٹن نے ایک ماہ قبل قائم کی تھی۔ کیونکہ وہ خزانہ داری و عمارت گری کو روکنے میں ناکام ہو چکی تھی۔ جناح نے فورس میں شامل بھاس بزار مسلمان سپاہیوں کی واپسی پر زور دیا تاکہ انھیں وقت ضرورت کہیں اور استعمال کیا جاسکے۔ کشمیر ابھی تک آزادی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کا حنفیہ مذہب مار لہہ انتشار کرنے کا کھیل کھیل رہا تھا۔ یہ کھیل اس کی ۳۰ لاکھ بے زبان رعایا کے لئے جس میں سے ۵۰ لاکھ مسلمان تھے۔ بہت متکا ثابت ہونے والا تھا۔ حیدر آباد نے بھی ہندوستان میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا اور کانگریس اضلی جینس نے اوائلی خبریں رپورٹ دی کہ نظام کی حکومت چیکو سلاکیہ سے اصرار خریدنے کی کوشش میں مصروف اور اپنی خود مختاری کا اعلان کرنے والی ہے۔ وہ خود سرت تھی یا اللہ 'جناح توقع رکھتے تھے کہ نظام اگر پاکستان کے ماتحت نہیں آتے تو کم از کم ان کے ساتھ قریبی اتحاد ضرور قائم کئے جائیں گے۔

حیدر آباد کی طرف سے مالی امداد

حیدر آباد کے خزانہ دار اور بعد ازاں وزیر اعظم میرا لکھن علی خان نے جو نظام کے امدادی ملحقہ میں جناح کے سب سے وفادار عقیدت مند تھے۔ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

انہوں نے ایک سے زیادہ مواقع پر پاکستان چان اور آزادی کے بعد چاہا مسلم آبادی خصوصاً صوبہ حیدر آباد کی بہت چالہ خیال کیا۔ اوائلی خبریں ۳۰ کی ایک شام کو مجھے کراچی سے گورنر جنرل کی کال موصول ہوئی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اقوام متحدہ کے لئے پاکستان کا پہلا وفد جلد ہی ٹیکس کیس رد ہونے والا ہے۔ جس میں مجھے شامل کر لیا گیا ہے۔ میں نے بلکہ ساما احتجاج کیا کہ میں اپنے ذاتی معاملات میں بڑی طرح الجھا ہوا ہوں۔ اس لئے مناسب ہو گا میری جگہ کراچی سے کسی اور کو شامل کر لیا جائے۔ میں نے کراچی میں مشرف جناح سے ملاقات کی۔ انہوں نے سب سے پہلے بتایا کہ پاکستان کو سرمایہ کی اشد ضرورت ہے۔ انہیں امریکہ اور بعض یورپی ممالک کے ایما کی ملحقوں کے ساتھ میرے وفد کا علم تھا۔ اس لئے کہنے لگے۔ پاکستان معقول شرائط قبول کرنے کو چاہیے اور جس کے بدلے جس کی پیشکش کرتا ہے تاکہ اس کی مشکل سے حاصل کردہ خود مختاری متاثر نہ ہو۔ میں اکتوبر کے آخر میں وہاں سے لوٹا اور کسی نہ کسی طرح لاہور پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ وہاں زریعہ علاج تھے ڈاکٹروں نے ملاقاتوں پر پابندی لگا رکھی تھی۔ آتم مجھے ملنے کی اجازت دے دی گئی۔ میں نے انھیں صوبہ حیدر آباد سے مطلع کیا۔ اس وقت پاکستان بدترجی ملی۔ بھارت سے بھارت نے درجہ رو بیک آف انڈیا سے اس کے صدر میں آنے والی ۵۵ کروڑ کی رقم روک لی تھی۔ اس طرح روزمرہ کی ضروریات کے لئے ہر کار

پیسے بھی نہیں تھے۔ حکومت ہندوستان کو بلور کرادیا گیا تھا کہ یہ پہلا طمانچہ پاکستان کو ملے بیٹھے گا۔ کیا حیدر آباد کا نظام اس بحران پر چھو پانے کے لئے پاکستان کو معقول رقم قرض دے سکتے ہیں؟ میں نے اس سے پہلے جتن کواچھا ہڈیانی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے سوال کیا:

”ایڈیٹر روت سے آتے ہوئے میں نے ماسٹر جی کے کیمپ دیکھے ہیں۔ میں نے انہیں میں جواب دیا۔ اس پر ماسٹر جی کے مصائب کا ذکر کرتے ہوئے ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس کے بعد جلد ہی نظام نے پاکستان کے لئے ۲۰ کروڑ روپے قرض کی منظوری دے دی۔ انہوں نے یہ اعلان کرنے میں ایک دقیقہ بھی ضائع نہیں کیا کہ پاکستان کو حیدر آباد سے قرض مل گیا ہے اور اب اسے کوئی معاشی مسئلہ درپیش نہیں رہا۔ ہندوستانی جتنا یہ سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور غصہ میں اول غل بکھٹے گئے۔“

جنان نے اصفہانی کو بھی پاکستان کے سفیر اور اقوام متحدہ کے لئے وفد کے ڈپٹی لیڈر کی حیثیت سے بھیجا تھا۔ جس کی قیادت مستقبل کے وزیر خارجہ سر محمد ظفر اللہ خان نے کی۔ اصفہانی نے دانشور میں ذرا لاکھ زائر کے عوض ایک بلڈنگ خریدی تاکہ ”پاسپورٹ“ کا کام دے سکے اور وسط جبر میں لیوا رک سے جتن کو نکالے۔

”میں نے جنرل سوزنر کینی کے اعلیٰ انتظامہ افسران سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے آپ کے لئے کپڈنگ ۳۶ لمبوزین (کار) کے بارے میں فوری فوش لیا اور تین دلاہا کہ کاوی کراچی میں تحویل کے لئے برنگو جلد قدم اٹھائیں گے اور اس سلسلے میں پہلے سے کی گئی ساری بکنگز ہمارے آؤڈ کو ترجیح دیں گے۔ خصوصاً ہمارے کے بارے میں میں نے بعض معروف طبیب ساز کینیوں سے رابطہ قائم کیا ہے۔ امید ہے آپ فیہیت سے ہو گئے۔“

سہ لمبوزین ۲۰۰۰ ڈالر میں چڑی جبکہ ۲۳ سچ کرانٹ کی قیمت سفارشات کے لئے خریدی گئی عمارت کی حالت سے بھی زیادہ تیلی گئی اس لئے قانور اعظم نے فیصلہ کیا کہ درگردارم منوک (طیارہ) پر گزارا کیا جائے جس کی قیمت یکم زیادہ نہ تھی۔

جنان نے قیادت علی کو حکم دیا کہ جبر میں ان کا کینٹ سیکرٹ لاهور منتقل کر دیں اور اگلے باہوہاں ان سے آپس کیونکہ ہندوستان کے ساتھ تعلقات کینیڈا کی حد سے گزر کر حقیقی معنوں میں ”بنگ“ بنک پہنچ گئے تھے۔ ہندوستان سے آنے والے مسلمان ماسٹر جی کے قافلے سکھوں کے علاقہ سے صرف سو کی خصوصاً اہازت حاصل کر کے گزر سکتے تھے۔ اسے جبر کے وسط میں کراچی گیا۔ وہاں دو روزہ قیام کے دوران اس نے قانور اعظم کے ساتھ کیا وہ جیسے تک طویل مذاکرات کئے۔ وہ لکھتا ہے کہ ”۱۵ اگست سے اب تک میں گورنمنٹ ہاؤس کا پہلا مہمان تھا۔ میں نے مسز جنان کے دل میں اس حد تک گھر کر لیا کہ وہ مجھے ”مڈ فلو“ کہنے لگے۔“ اسے کی راج روت کا زیادہ پریشان کن حصہ ہے جس میں اس نے ذکر کیا ہے کہ مسز جنان کانگریس کے خلاف سخت غصہ میں تھے اور انہوں نے برلا کہا۔ میں ان لوگوں کی پاکستان دشمنی کو سمجھنے سے قاصر ہوں اور اب اعلانیہ خزانے کے حوالہ کی چارہ نہیں۔“

جونانگرہ کے الحاق میں بھٹو کا کردار

ریاست جوناگرہ (کالیانڈاؤ کے ساحل پر واقع پسماندہ ریاست) کے مسلمان نواب نے جبر میں پاکستان

کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ اس کی ریاست چاروں طرف سے انڈیا سے گھری ہوئی تھی اور آبادی کی بھاری اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ شمس بہت نواب کا ہلاک دہان (وزیر اعظم) سندھی جاگیردار سرشاہجہاد بھٹو پاکستان کے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کا باپ تھا جس نے الحاق کی دہلیزدہ چار کر کے اعلیٰ طور پر جہاد کے حوالے کر دی۔ شہزاد اور بھٹو کو جب ہونا گڑھ کی اس "غربی کاری" کا پتہ چلا تو وہ آگ لگوا ہو گئے۔ بھٹو نے ریاست کے خلاف "پولیس ایکشن" کا حکم دے دیا تاہم بھٹو اور دوسرے دہلوی واپس ہندو گاہ کے راستے غازی پور پر کراچی پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہاں سے جو کچھ مال و محتاج بچھا کر لائے۔ پہلی خدمات سبب کچھ کاغذی حکم کی نذر کر دیا۔

شہزادہ علی احمد نواب

علی احمد شہزادہ علی احمد نے دولت مشرک مراد آباد سے بہادر راستہ اہل کی کہ وہ قرب حقین صاحب۔ (بہادر) کے ساتھ لشکر حاکم غازیات ملے کرانے میں پکھنوں کی ہو گئیں۔ بنالہ پھر ہندوؤں کے بنالہ کی شہزادہ جہز جہز ہونا آئے والا قائد اپنے ساتھ طون جنگ کو پہنچے والی دہلی سے مراد آباد تھا۔ جس نے ہرے شمال مغرب میں غم و غصہ کی ایک سرور ڈا دی۔ ہندو سے لوگ "کافروں" سے بدلہ لینے کا شور مچانے لگے۔ دہلی والے کے جذبات نے بھائی کیفیت پیدا کر دی اور انتقام کے لئے دہلی بھڑا دیا۔ اس صورتحال میں دہلی کے انگریزی حاکمات "مار" آرمی ہاتھ کاؤڈ کرانی کیا اور واپس جا کر لندن کو ہندو پاکستان کے بھائی جنگ کے بدلتے ہوئے امکانات سے آگاہ کیا۔ لیاقت علی دہلی پہنچے۔ وہاں علی دہلی۔ گورنمنٹ ہاؤس میں ملازمت دہلی کے صوبہ میں۔ واپس آنے سے پہلے انہوں نے اسے کو خود کر دیا۔ "ہندوستان کو آگے آنے دی ہندو جنگ میں بدلہ گھسنے دیں پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔" اسے لیاقت علی خان کی مہلتی و محنتی کو کشمیر کے خلاف سمجھا۔ ملازمت دہلی کا چیف آف سٹاف اوائس آفیسر میں لندن کے لئے روانہ ہو اور ہر آئندہ دہلی کی ۸۷ سالہ ساہلی کی خدمات کراچی میں گزار دی۔

تذیب کے کارسازانہ نظیر سرمدی علی نے آخر پاکستان کے ساتھ "صورتحال کو ہوں کاؤڈ دیکھ کر" کا معاہدہ کر دیا۔ اس طرح اسے جنرل اور دیگر اہم ضابطات پاکستان سے بذریعہ سرکٹ ٹھکانے کی اجازت مل گئی۔ بری علی جہز تھا کہ وقت بخیر سے ختم ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے صوبہ ہندو کے مسلم مسلمانوں نے طمہ حکومت بنا کر دیا۔ "شہزادہ" آئندہ میں پاکستانی مسلمانوں کے دہلی بھی ریاست میں داخل ہو گئے۔ اگر حکومت کھلنے کے لئے آئے دہلی صدارت کی فوج کے خلاف لڑائی میں اپنے ہم مذہبوں کی مدد کر سکیں۔ دہلی آئندہ میں پاکستان کے شہزادہ کو ضروری اشیاء کی فراہمی ہو گئی۔ اس سرطہ پر دہلی نے دہلیت کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ اس نے پچیسے سری گر کو ایک "سٹی" کا نکل اور بھٹی جیسے ضابطات فراہم کرنی شروع کر دیں۔

۱۹۴۷ آئندہ کو پاکستان قری کی برقی گاڑیوں نے جن پر شمال مغربی سرمدی صوبہ کے تاریخی وادی وادی اور سور قمار کے مسیح بھائی سوار تھے نظیری سرمدی سرمدی کی اور مظفر آباد ہندو سورما کے مشرق میں سری

حکمرانوں کو جانے والی سڑک پر آگے بڑھتے تھیں۔ پاکستان کی طرف سے کشمیر پر کس "پلیٹ فارم" کو دعوے دار ٹھیک قبائلی لوگوں کی طرف سے پہلے ہوئے مسلمانوں کی مدد کے لئے "رضاکارانہ ایجنٹس" کا نام دیا جاتا رہا۔ تمام ان کے زیر استعمال ٹرک، چنڈل اور گاڑیوں کے ڈرائیور ہرگز قبائلی نہیں تھے۔ انگریز افسران نیز پاکستانی اہلکار ان جو پاکستان کے شمالی بارڈر پر تعینات تھے۔ سب جانتے تھے اور اس بار جانے والا تھا کہ انکوہر آپریشن میں مدد دے رہے تھے "ہمارے" انہوں نے عطا کردہ آپریشن منظم نہ کیا ہو، جس کے ذریعے پاکستان کو موقع ملے گا کہ پاکستان کے ساتھ کشمیر کے اطلاق کے عمل میں تیزی پیدا ہو جائے گی، جس کے تو بخشنی (صفت) تو بخشنی جس میں کوئی نقطہ صرف جتنی کے اعتبار سے تشکیل پاتا ہے) نام میں نقطہ (بڑے کشمیر) کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ ان چھاپے ماروں کی مظفر آباد میں نوٹ مار اور آتش فشاں کی باہت اطلاعات دہلی میں ۲۳ اکتوبر کی رات کو غیر سرکاری طور پر موصول ہوئیں اور اگلے صبح کو پاکستان سی ایچ کیو نے سرکاری طور پر نو دہلی میں ایجنٹس ہائی کمان کو مطلع کیا کہ انگریز قبائلی رضاکار کشمیر میں داخل ہو گئے ہیں۔ ان کا ہر اول دستہ سری نگر سے محض ۳۵ میل کے فاصلے پر ہے، شہزادہ خٹن نے ایجنٹس وینس کینی کا پانچویں اجلاس طلب کیا جس میں سری نگر کو اسلحہ اور فضائیہ کی ہر ممکن فوری اور دلچسپ کا فیصلہ کیا گیا۔ وی بی منٹن حالیہ کی باتوں کے لوہے پر دوا کرنا ہوا سری نگر پہنچا تاکہ مہاراجہ کو اطلاق پر راضی کر سکے۔ لیکن مہاراجہ نے دعوے داروں اور ۱۶ اکتوبر (ہفتار) کو صبح سویرے حکومت ہند کو مطلع کیا کہ مہاراجہ پاش پاش ہو چکا ہے اور کسی فیصلہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ تاہم اس کا وزیر اعظم ایم سی مہاتن (بعد ازاں چیف جسٹس آف انڈیا) کا رد جواب تھا ہوا "وہ بیٹے کے ساتھ جی دہلی پہنچا اور وہاں خود نیز پھیلے ہوئے تھے کہ بعض فیصلوں میں ان کی مدد کی۔ اس کی حمایت ہے۔" ہمیں نے کسی بھی شرائط پر فوری غلطی اور کوئی دعوہ نہیں کیا۔

اکلی صبح (میں نے) کو نسل کا اچھا پسند کیا۔ جس میں فرسٹ سٹجک ملائین کو پڑھ کر ایڑ سر ہر پانچا نے کا فیصلہ کیا گیا۔ صاحب نے ۱۲ اکتوبر (سو سو سو) کو صبح سویرے لکھا۔ میں نے سہواں بلدیہ سٹجک کے مکان کے اوپر سے گزرنے والے ملائین کی گواہی (میں صاحب نے) لکھا تھا) جو فوجیں کو سر ہر پانچا رہے تھے صبح ۹ بجے مجھے سر ہر پانچا کے..... کی طرف سے پیغام ملا کہ فوجیں شہر میں داخل ہو گئی ہیں اور انہوں نے آپریشن شروع کر دیا ہے۔ میں مسٹری لپی فوج کے ساتھ چلا رہے ہیں جہاں پانچا جہاں ہم دونوں نے پڑھا تھا وہی سٹجک ہے اس کے سرانی صدر مقام پر واقع کل میں ملاقات کی۔ تو رازی بہت بحث کے بعد وہی دستاویزات پر دیکھا گئے تھے۔ جنہیں نے کرینوں والاں کو دیکھا۔ میں جہاں میں رک گیا۔ ہم تپاس سے ہال ہال چلے گئے۔

مذاہبن نے واقعات کے اس لہجہ میں سلسلہ کا جو حال بیان کیا ہے وہ وہی بی بی بیٹی تیز سوا اور بیٹی کے قریبی ساتھیوں اور اس وقت حکومت ہند سے وابستہ افراد کی طرف سے شائع کردہ پہلی رپورٹوں سے جتنی حد تک مختلف ہے۔ بیٹی کا اصرار ہے کہ ہندوستانی فوجوں کے سرگرمیوں میں آپ بیتیوں شمولاً کرنے سے پہلے الحاق کی دستاویز پر دستخط ہو چکے تھے اور وہ بی بی فاطمہ اور سہیل گدی گئی تھی۔ مذاہبن کی روایت اس کے برعکس ہے۔ اصل ترتیب واقعات ملٹی وولیمس سے یہ کہہ کر ہے کہ کنگ کھنیر، ہندوستان کے دعویٰ کی بنیاد قانونی لحاظ سے اس بات پر تھی کہ افواج کے دواوی میں پہنچنے سے پہلے الحاق کی دستاویز پر دستخط ہو چکے تھے۔ اس لئے ایک جاگ اور دوسرے دستاویز تھی۔ بلاشبہ مائنٹیننس اس بات کو سمجھتا تھا کہ پاکستان کی طرف سے بھی افواج سمیٹنے کا مستقل غرض موجود ہے۔ اگر ایسا ہوا تو دولت مشترکہ کی دو فوجیں جن کی تربیت اور قیادت انگریز کمانڈنگ افسر کر رہے تھے۔ آرمی میں پہلی بار میدان جنگ میں ایک دوسرے سے ٹکراؤ ہو گا۔ یہ بات ہندوستان میں اس کے آخری چھ ماہ کے لئے بڑی سوجب و سوائی اور انتہائی ناقابل برداشت ہوئی۔ اس لئے مائنٹیننس کو اس تصادم سے بچنے کے لئے زمین آسمان ایک کرنے پڑے۔ حقیقت میں اس نے ایک دن سے بھی کم مدت کے نوٹس پر دہلی ایئرپورٹ پر ایک سو سے زیادہ سول اور فوجی طیارے جمع کر لئے تھے اور ۲۶ اکتوبر کی رات کو ہندوستان کی بحرین سکھ رجمنٹ ان میں سوار کرادی تھی۔ طیاروں میں پڑھل بھڑلایا جا چکا تھا اور وہ طلوع آفتاب سے قبل پرواز کے لئے تیار کئے گئے تھے۔ صرف ایک چیز کی کمی اور وہ یہ تھی الحاق کی دستاویز۔ اپنی پوزیشن کو بری طرح قانونی شکل دینے اور پاکستانی افواج کے ساتھ تصادم کے غرض کو کم سے کم کرنے کے لئے دستاویز۔ انہیں الحاق کے بارے میں اپنے گمن (شاہ برطانیہ) کو مطلع کرنا ضروری تھا۔ اس نے مزید بتایا۔ یہ کتنی خوش قسمتی کی بات تھی کہ الحاق کو فوراً منسوخ کر لیا گیا۔ اکتوبر کے آخری ہفتہ میں مائنٹیننس کو جس برائی صورتحال سے دوچار ہونا پڑا تھا اب اس میں احتساب راستے یا ریلوے کی کوئی چھانچل نہیں تھی۔ قبا کیوں نے آگ لگانے 'لوٹ مار' صحت دہری اور قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا اور سری نگر کی طرف ایک دن کے مارچ کے نتیجہ میں ہزاروں لاکھوں لوگوں کی زندگیوں غرض میں چکی تھیں۔ جیسا کہ مائنٹیننس نے بجا طور پر لکھا ہے۔ "بلاشبہ وقت نے اپنی سلسلہ نہیں دی کہ افواج کی روانگی سے پہلے لوگوں کو اپنی رائے کے اظہار کا موقع دیا جائے۔ اس قول کے ثبوت میں کیا وقت نے ایک مطلق امتحان مہیا کر کے دیا؟ تو قوت فیصلہ سے محروم ہو چکا تھا اور اپنی رعایا کو سب سے بدتر حالات کے سپرد کر کے سری نگر سے ہٹا کر کیا تھا؟ ایسا لفظ فیصلہ کرنے کی اجازت دے دی تھی جو ان کی آزادی میں دہشت و رکوت بن گیا؟

دی بی بیٹی لکھتا ہے "اس فیصلہ پر پہنچنے کے بعد بھی لازماً مائنٹیننس اور ایڈمیز ٹری 'نئی نئی لفظانہ کے بیٹس آف خائف نے آپ بیتیوں میں خطر خطرات سے خبردار کیا۔ تاہم سونے زور دے کر یہ بات کہی کہ فوج نہ بھیجے گا سب سے بدتر کہ سری نگر میں قتل عام کی اجازت دے دی جائے۔ جس کے بعد چاروں ہندوستان میں فرقہ وارانہ تحریک ناگزیر ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں حملہ آور سری نگر میں حملہ انگریز باشندوں کو بھی ہلاک کر دیں گے۔ کیونکہ نہ تو پاکستانی کمانڈر ایچیف نہ ہی سپریم کمانڈر ان کی جانوں کو تحفظ فراہم کرنے کی پوزیشن میں ہو گا۔"

ایسی صریح تنبیہ و تحذیریں اور مشورہ کی سوا وہی میں مائنٹیننس کے لئے اس کے سوا کیا چارہ کار رہ

کیا تھا؟ ایک گھنٹہ کی تاخیر بھی ایسے ہارک آپریشن کے لئے جہاں کئی حالت ہو سکتی تھی۔

۱۲ اکتوبر کو "جوہر نی" انٹرنیٹ میٹروں کے سری گھر میں اترنے کی خبر جناح کو ملی "انہوں نے قائم مقام انگریز کمانڈر انچیف جنرل سٹراٹس گرسکی (جسٹس ریٹائرڈ) کو حکم دیا کہ پاکستان آرمی کے دو بریگیڈ ایک راولپنڈی سے اور دو سرائی کوٹ سے کشمیر میں داخل کر دیتے ہیں۔ یہاں سے جاکر دہلی کے دو بریگیڈ کو جنوں کی طرف بھیج کر کے شہر پر قبضہ کرنا اور ساراچہ کو قیدی بنانا تھا۔ جبکہ دوسرے دستہ کو سری گھر فتح کرنا تھا۔ ایسی دفاعی حکمت عملی پر مبنی اس آپریشن کے ذریعے پاکستان کشمیر کو قابضوں کی لوٹ مار سے بچا سکتا تھا۔ لیکن گرسکی نے گورنر جنرل کا یہ حکم ماننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ سپریم کمانڈر فیڈرل مارشل آفسنگ کی جنگی دستوری کے بغیر ایسی چالیات جاری نہیں کر سکتا جن کے نتیجہ میں ہلاک شدہ ہوں ملک کی فوج کے باہرین خواہم تسلیم ہو اور انگریز افسروں کو واپس بلا دیتے۔

ان دنوں جناح کراچی سے لاہور آئے ہوئے تھے اور ان کا قیام گورنر موزی کے پاس تھا۔ اس نے ٹیلیفون پر جنرل گرسکی سے جاسے جارجنا اور قریشی جے میں پوچھا کہ وہ گورنر جنرل کے حکم پر کیوں عمل نہیں کر رہا۔ سپریم کمانڈر کا اس سے کیا تعلق ہے؟ اگر انگریز افسران کو واپس بلا لیا گیا تو اس سے کیا فرق پڑے گا؟ کیا وہ انگریز افسروں کے بغیر دستوں کو کمانڈر نہیں بھیج سکتا؟ جناح نے اصرار کیا کہ احکام فوراً جاری کیے جائیں۔ گرسکی نے دوسرے دو آفسنگ کو بتایا "شاید اس وقت موزی شہر میں تھا"۔ ڈائٹ جنن نے اس تاخیر کو اور واقعہ کی بابت شہادہ کو رپورٹ دی کہ "سرفرائس نے بظاہر اپنی شہرت و وقار پر لگا دی تھی"۔ گرسکی نے ۲۸-۱۲ اکتوبر کی دو میانی رات کو دس بجے راولپنڈی سے آفسنگ کو فون پر مطلع کیا کہ اسے جناح کی طرف سے ایسے احکام موصول ہوئے ہیں۔ اگر تین پر عمل کیا گیا تو سوچ سے ہٹ جانے کا حکم لانا جاری کرنا پڑے گا۔ آفسنگ نے ۲۸ اکتوبر کو اپنے چیف آف اسٹاف کو لندن میں مار بھیجا کہ "سیٹل ڈاؤن" امرڈر کا مطلب یہ ہے کہ انگریز افسران کسی ڈو مین کی فوج سے خود بخود واپس آجائیں۔

آفسنگ ۲۸ اکتوبر کی صبح کو دہلی سے لاہور پہنچا۔ گرسکی نے ایئر پورٹ پر اس کا استقبال کیا اور بتایا کہ اس نے جن احکام پر عمل نہیں کیا تھا۔ اس کی مخالفت کے باوجود پاکستانی دستوں کو احکام جاری کر دے گئے ہیں کہ وہ سری گھر، بارہ سوا اور وردہ بی بی مل پر قبضہ کرتے ہوئے پورے ضلع سیرہ میں داخل ہو جائیں۔ سپریم کمانڈر اور گرسکی سیدھے گورنر جنرل پاکستان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں بی صورت حال میں انگریز افسروں کی پوزیشن سے آگاہ کیا۔ آفسنگ نے لندن کو رپورٹ دی کہ "گرسکی نے پاکستانی فوج کی کنٹرولری پر بھی زور دیا جبکہ میں نے کشمیر، "جوہا" ملک کے بعد اب انٹرنیٹ یونین کا علاقہ بن چکا ہے۔ فوجی پلٹار کے حوالے سے خبردار کیا"۔ ڈائٹ جنن نے لاہور میں آفسنگ کی اس اہم طاقت کے بارے میں لکھا ہے۔ "جناح کے سامنے آئی کا استدلال اس حقیقت پر مبنی تھا کہ ہندوستان کی طرف سے کشمیر کے علاقہ کی منظر پر اسی طرح درست اور جائز ہے جیسے پاکستان نے نوآبادیہ گزشتہ کی درخواست پر اس کا اتفاق منظور کر لیا تھا۔ اور یہ کہ انڈیا ساراچہ کی استدعا پر کشمیر میں فوجیں بھیجنے میں بالکل حق بجانب ہے مگر پاکستانی افواج کی انتہائی کمزوری اور انگریز افسران کے بغیر اس کے حقیقی طور پر بیکار ہونے سے بھی وہ اچھی طرح باخبر ہے۔" "پاکستان جناح نے وہ

انعام واپس لے لئے ہیں۔" آئینک نے ہندوستان کی ملازمت کے دوران اس طویل ترین دن کے اختتام پر اطلاع دی۔

کیم فوہر کو ماؤنٹ چٹن اور اسے "نصو کے بغیر لگا ہوا رہنے اور لیاقت علی سے ان کے بیڑ میں ملاقات کی جو امر کے حمل کی وجہ سے شدید بیمار تھے۔ ماؤنٹ چٹن نے لکھا ہے۔

"وہ کھلے ہر انداز سے چپے تھے اور دست نجف لگ رہے تھے۔ میں نے لیاقت علی کو اس بیان کی ایک نقل دی جس پر انڈیا کی تجویز افواج کے سربراہوں کے دھمکاؤں سے ڈھینچے تھے اور حکومت پاکستان کے ذہن سے یہ اثر زائل کرنے کی کوشش کی کہ ہندوستان نے قبا کیوں کے حمل سے پہلے کشمیر میں فوجیں بھیجنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس کے بعد میں نے جو ناگزیر اور کشمیر کی صورت حال پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور وہی دلا کر پیش کئے جن کا سارا دوسرا ہندوستان کے ساتھ ملاقات میں لایا تھا۔ لیاقت علی نے جواب میں کہا کہ سارا راجہ نے ہندوستان خصوصاً اپنی ریاستی افواج کو جنوں اور اس کے ارد گرد مسلمانوں کا قتل عام کرنے کی اہواز دے کر ایک عظیم صورت حال پیدا کر دی ہے۔ لیاقت علی بہت مایوس و محسوس نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے جنگ سے بچنے کی مزید کوششیں کرنے سے معذرت ظاہر کر دی۔ اسے اور میں نے اس کے دوستانہ رویہ کو بہت سراہا۔"

ماؤنٹ چٹن اور اسے وہاں سے رخصت ہو کر سیدھے جناح کے پاس پہنچے اور کھانے سے فارغ ہو کر کاکر اعظم کے ہمراہ ان کے کمر میں چلے گئے۔ جہاں سارا سے تین گھنٹے کی انتہائی مشکل اور توجہ سے مباحثہ ملاقات کی۔ جس میں اصل اہمیت مسئلہ کشمیر کو دی گئی۔ "میں نے جناح کو بھی اس بیان کی ایک نقل دے دی جو ہندوستانی چیکس تک خلاف لے جا رہی تھی۔ انہوں نے ہماری اس نمایاں تیز رفتاری پر حیرت کا اظہار کیا۔ جس جگہ کے ساتھ ہم نے سری نگر میں فوجیں بھیجی تھیں۔ ان کی اصل شکایت یہ تھی کہ حکومت ہندوستان گورنمنٹ آف پاکستان کو اس کا ردوائی کے حلقہ جو وہ کشمیر میں کوئی حاشیہ تھی "مذاقت اطلاع دینے میں ناکام رہی ہے۔ نہ اہا" میں نے وضاحت کی کہ "نصو نے ۲۶ اکتوبر کو 'سری نگر میں فوجی دستے بھیجنے کا فیصلہ کرنے کے فوراً بعد 'لیاقت علی خان کو بتا دیا تھا۔ اسے ان کی تائید کی کہ حکومت پاکستان کو اس سے بھی پہلے جس قدر جلد ممکن تھا اطلاع ملنی چاہئے تھی۔ مجھے یاد آیا کہ ۲۸ اکتوبر کو "نصو نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ وہ ہر لمحہ واقعہ ہونے والی صورت حال سے لیاقت علی کو باخبر رکھے ہوئے ہیں۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو یہ کوئی واقعات کے دباؤ کی بنا پر سرزد ہوئی۔ اس لئے نہیں کہ حکومت ہندوستان کوئی چیز خفیہ رکھنا چاہتی تھی۔

جناح نے اپنے ریکارڈ پر ایک نظر ڈالی اور بولے کہ "ذکر وہ بالآخر افواج کے سری نگر میں اتار جانے کے بعد موصول ہوا تھا اور یہ کہ اس میں دونوں ممالک کے مابین اس معاملہ پر تعاون کی کوئی اپیلی نہیں کی گئی تھی۔ محض اس فیصلے سے مطلع کیا گیا تھا کہ اللہ علی حضور کر لیا گیا ہے اور فوجیں روانہ کر دی گئی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اللہ علی کوئی لحاظ سے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ "فرزاد اور خند" کے ذریعے ایسا کیا گیا اور پاکستان اسے ہرگز نہیں مانے گا۔ میں نے ان سے وضاحت چاہی کہ آپ اسے "فرزاد" کہے کہہ سکتے ہیں، جبکہ جو ناگزیر کے حلقہ آپ کے سرکاری بیان کی دوسری سارا پر دی طرح ایسا کرنے کا ہوا تھا۔ جو ناگزیر کے اللہ علی کی روشنی میں دیکھا جائے تو جی جگہ کا اقدام قانوناً بالکل درست ہے۔ جناح نے کہا کہ یہ اللہ علی ایک طویل سازش کا نتیجہ ہے اور خند کے

زور سے عمل میں لایا گیا ہے۔ میں نے جواب دیا مجھے علم ہے کہ مباراج کسی بھی ملک کے ساتھ اٹاق کی بجائے آزار دہنا چاہتا تھا۔ لیکن قلم و قندہ کی لہر نے اسے کسی ایک ڈوہشت کے ساتھ ملے پر مجبور کیا۔ اس جارحیت کی پہل قہکیوں کی طرف سے کی گئی جس کا زور دار پاکستان ہے۔ جہل نے ہمارا اس بات پر زور دیا کہ ان کے خیال میں انڈیا نے سری نگر میں فوجیں بھیج کر قندہ کا رتلاب کیا۔ میں نے مذکورہ بالا دلیل دہرائی تو جہل کسی قدر برہم ہو گئے اور اسے میری ہٹ دھرمی سے تعبیر کیا۔

جہل نے ڈانٹ بٹن اور اسے پر واضح کر دیا کہ انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ دنیا ان کے متعلق کیا کہے گی کیونکہ برٹش کامن ویلتھ نے ان کی درخواست پر کان نہیں دھرا۔ جب انہوں نے پاکستان کے پھاڑ کے لئے پکارا تھا۔ آخر میں وہ انتہائی ناامید ہو گئے اور کہنے لگے۔ یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ہندوستان پیدائش کے ساتھ ہی پاکستان کا گھارہ بنا چاہتا ہے اور یہ کہ اگر اس نے یہ استحصال جاری رکھا تو منافقت کی کوئی امید باقی نہیں رہے گی۔ اور ہم صرف بچنے کو چاہتے ہیں۔ اس سے خوفزدہ نہیں کیونکہ صورتحال پہلے ہی اس قدر خراب ہے کہ اس کے مزید بگاڑ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسے نے انہیں ایچ بی کی دلدل سے نکالنے کی سرکردہ کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ ہم فرنگھار موڈ میں ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

جہل کو ان کی زندگی کے آخری سال کے دوران خیالی اور راضی بہ رضا کے احساس نے گھیر لیا۔ صریح کر کے لکھ دیا اور صحت عقل فضا میں سانس لینے سے متعلق ان کی امیدوں پر ہر آنے والا دن اور لڑائی کی شدت پانی کی لہریں تھیں کیونکہ ہندوستان کی مخالفت مضبوط افواج کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور وہ قہکیوں پر پاکستان کے دیکھ کر رتلابوں کو بچھے دیکھتے ہیں مصروف ہیں جنہوں نے انگریزوں کی بدد کے بغیر خطرہ لہر کے مشرق میں خاصے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگرچہ موجودہ وادی میں داخل نہیں ہو سکے۔ پاکستان کے اندر بھی اور باہر بھی خفیہ طاقتیں جہل کی زندگی کا چراغ جل کر گئے اور ان کی سیاسی اولاد کا گھارہ نے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔ ان کی کراچی کو روکا جی سے صرف ایک ہفتہ قبل دو آدمیوں نے ان پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ جنہوں نے اپنے حق پر ڈالنے ہاتھ دے رکھے تھے اور چاند ستارے والے بیٹ پتے ہوئے تھے۔ وہ تیزی سے گورنمنٹ ہاؤس پر چھین گارڈ پر چبھتے اور دیواروں ٹال کر ایک چوٹیں اٹھ کر ڈھکی کر دیا اور جب اس نے سنی بجائی تو ڈر کر بھاگ گئے۔ کیا وہ خاکسار تھے؟ یا مسلمانوں کے کسی دوسرے کھڑے جہل سے متعلق دیکھتے تھے جو انہیں اپنا دشمن سمجھتا تھا؟ طاقت علی اسے صحت یاب ہو گئے۔ سوڈی شرب سے لطف اندوز ہونا دیکھ جہل کو کھانسی نے مزید بڑھال کر دیا۔ اور ان کے چھبروں کی کارکردگی روز بروز کم ہوتی گئی۔

لاہور میں خطاب

۳۰ اکتوبر کو پنجاب ہائیڈرو پوائنٹ میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جہل نے کہا۔ ”میری قوم تکلیف اور قربانی کے بغیر آزادی حاصل نہیں کر سکتی۔ برصغیر میں رونما ہونے والے اندویشناک واقعات نے اس حقیقت کو ابھی طرح ثابت کر دیا ہے۔ ہم بے جہل مشکلات اور ناگہانی ٹکٹ میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہم ظلمات و خدشات کے تاریک دور سے گزر رہے ہیں۔ نیچے اور بے گناہ لوگوں کے عظیم قتل عام پر وہ بدترین

عالم بھی شرمائے ہیں۔ جنہوں نے تاریخ میں بدترین اور سب سے زیادہ کراہت آمیز خالانہ افعال کا ارتکاب کیا۔ ہمارے خلاف ایک گمراہی اور سوتی کبھی سازش کی گئی ہے۔ جس پر عمل کرتے وقت دیانت، شہادت اور احرام آدمیت کے جملہ بنیادی اصولوں کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ ہم قادر مطلق کے شکر گزار ہیں جس نے ہمیں ان شیطانی قوتوں سے نکلنے کا عزم و جدت بخشا۔ موت سے خوفزدہ نہ ہوں۔ ہمارا مذہب ہمیں ہر وقت موت کو گلے سے لگانے کی خاطر تیار رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ ہمیں پاکستان اور اسلام کی عظمت کے تحفظ کے لئے جرات کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ مسلمان کے لئے ایک درست مقصد کے لئے شہید کی موت سے بڑھ کر کوئی نہایت نہیں۔ "فاطمہ جناح گفتی ہیں۔ اس تقریر میں میں نے پہلی بار ان کے منہ سے موت کا ذکر کیا۔ ساجد حسین کے اہام و مصائب نے انہیں بے حد متاثر کیا وہ تھک پار کر بنار کے پامٹ دوبارہ میسر پڑ گئے۔ تمام قاتلوں کی آواز کا سلسلہ جاری رہا۔ وزراء اور سیکرٹری ان سے بدایات لینے کی غرض سے آتے رہتے تھے۔ اس لئے تمام سکون کا میسر آنا محال تھا۔"

تیسواں باب۔ زیارت میں آخری زیارت

کل ایذا مسلم لیگ آخری اجلاس ۱۳ مارچ ۱۹۷۹ء کو کراچی میں ہوا جس میں کم و بیش ۳۰۰ ممبران نے جن میں ۱۱۵ ہندوستان سے تعلق رکھتے تھے شرکت کی اور اس کام کے لئے دو دن دینے جس کی پیمائش کے لئے وہ پورے انگریزی دور میں سلطنت کرتی رہی تھی یعنی جماعت کو ایذا اور پاکستان کی "آزاد اور جداگانہ" پابندیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ جناح کو قتل کے آخری سیشن کی صدارت کے لئے ہندوستان سے آئے تھے۔ انہوں نے قتل سے انگریزی میں خطاب کیا۔ بعد میں سردار عبدالرب شتر نے اس تقریر کو قوی زبان اردو کا روپ دیا۔ قائد اعظم نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "بہادر آپ کو معلوم ہے مسلم لیگ نے پاکستان بنایا اور قائم کیا۔ مسلمان ایک بے جھگڑا قوم کی شکل میں تھے ان کے حوصلے پست اور ارادے ٹوڑتے، سماجی طور پر انہیں بڑے مصائب کا سامنا تھا۔ ہم نے یہ ملک ایک کے لئے نہیں، اپنے ساتھیوں کے لئے نہیں، بلکہ عوام کے لئے حاصل کیا ہے۔"

کام ہر ایک مطمئن اور مسرور نہیں تھا۔ مولانا جمال میاں نقوی کے عالم میں افسوس اور احتجاج کرتے ہوئے کہنے لگے کہ پاکستان کو اسلامی عظمت کھلانے پر فراموش کرنا چاہئے کیونکہ ادب سے بچے ملک بدست ی غیر اسلامی باتیں دیکھنے میں آ رہی ہیں۔ وزراء کا رویہ مسلمانوں کا سامنا نہیں ہے۔ جناح اور نچلے طبقہ کے لوگ ان سے مل نہیں سکتے۔ صرف غرضاء ہی اور بڑے بنگلوں والے ان کے ہاں بار بار سیکتے ہیں۔ اسلام کے نام کو خاصا ہت نام کر دیا گیا ہے۔ "جناح نے جواب دیا۔ "پاکستان ابھی صرف چار ماہ کا بچہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کون ہمارا حق اٹھا رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے آپ کہیں گے کہ ملاں ملاں کلم نہیں بول سکیں، لیکن یاد رکھیں ملاری عمر صرف چار ماہ ہے۔"

لیاقت علی خان کو پاکستان مسلم لیگ کا کنوینٹر منتخب کرنے کے علاوہ اس اجلاس نے چاروں آبادی کے دور ان بھاری جانی مالی نقصان پر اظہار افسوس بھی کیا اور ایذا میں مسلمانوں کے خلاف فرقہ وارانہ غریب کی لہر مگنی تشویش خفا برپا۔

لیاقت علی ۱۲ دسمبر کو جانت دیش کو قتل کے اجلاس میں شرکت کے لئے دہلی گئے۔ اس موقع پر منو نے

ایک مراسلہ ان کے حوالے کیا جس میں الزام لگایا گیا تھا کہ پاکستان نے "کشمیری حملہ آوروں کو اپنے علاقے سے گزرنے کی کھلی گنجائش دے رکھی ہے۔ پاکستان انھیں طور اک اور دیگر اشیائے ضرورت بھی فراہم کر رہا ہے۔

ہندوستان نے اس قسم کی تمام امداد بند کرنے کا مطالبہ کیا۔۔۔

لیاقت علی نے جواب دینے کا وعدہ کیا لیکن دسمبر کو پاکستان کی طرف سے جواب آنے سے پہلے ہی ہندوستان نے اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں دہری شکایت پیش کر دی۔ یہ کارروائی ماؤنٹ چین کے کھینے پر کی گئی تھی حالانکہ ضلع اور این کی کابینہ اس کے حق میں نہیں تھے۔ ہندوستان کی شکایت میں استدعا کی گئی تھی کہ پاکستان کو اس امداد کی فراہمی سے فوری طور پر باز رہنے کی ہدایت کی جائے۔ کیونکہ کشمیر اب ہندوستان سے الحاق کرنا ہے اور بارہا مصر ہے۔ دونوں حکومت ہندوستان حفاظت خود اختیاری کے تحت حملہ آوروں کے خلاف ایکشن لینے کے لئے پاکستانی علاقہ میں داخل ہونے پر مجبور ہو جائے گی۔

پاکستان کی اقوام متحدہ سے شکایت

ذمہ اعظم لیاقت علی خاں نے غورس کاشانی اور از میں جہاں شکایت کی جس میں کہا گیا تھا کہ حکومت پاکستان واضح طور پر تردید کرتی ہے کہ وہ نام فساد چاہے ماریوں کو کسی قسم کی امداد نہیں دے دہری اندی اس نے انڈیا کے خلاف کسی جارحیت کا اعلان کیا ہے۔ ہندوستان کے خلاف پاکستان کی شکایت بھی اس دن سیکورٹی کونسل میں دائر کر دی گئی۔ جس میں اتحاس کی گئی تھی کہ حکومت بڑا کو پاکستان کے خلاف جارحیت سے باز رکھا جائے اور الزامات کی تحقیق کے لئے کمیشن سر کمیشنز کا تقرر عمل میں لایا جائے۔

جارج میں اتنی سخت نہیں تھی کہ ہندوستان کے معاملہ پر بحث میں حصہ لینے کے لئے نیویارک جا سکتے۔ اس لئے پاکستان کے وزیر خارجہ سر محمد ظفر اللہ خاں نے سیکورٹی کونسل میں بڑی کامیابی سے اپنے ملک کی وکالت کی۔ ہندوستان کے الزامات کو بھلائے دیکھ کر انڈیا نے واضح اعتراف سے کام لیتے اور کبھی کبھی شکایت پر اثر آتے۔ کونسل نے ایک کمیشن مقرر کیا جو ابتدا میں "تین اور بعد میں پانچ ممبران پر مشتمل تھا" جس نے سال کے آخر تک فائز بندی کرادی۔ تاہم وہ سرحدوں سے انزاج کی دہائی کا مجموعہ نہیں کرا سکا۔ نہ ہی استعواب رائے کا انعقاد عمل میں آسکا۔

"پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۹ء) لڑائیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے لڑی گئی تھی"۔ جارج نے ۲۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو پاکستان کے پہلے ہیڈ جہاں کن جہاز "ڈاڈر" کو سمندر میں اترتے وقت یاد دلایا۔ انہوں نے کہا۔ "اس کے نتیجہ میں لگ بھگ ایک بیشر کا قیام عمل میں آیا اور انڈیا کی قوت کے تصور نے جنم لیا۔ لیکن وہ لگ بھگ محض ایک ٹنک خواہش ثابت ہوئی۔ حالیہ جنگ سے دنیا میں جو جاہلی پکلی "اس نے پہلی عالمی جنگ کے قصاصات کو مات کر دیا اور اب انجیم کی انہوں کے بعد انسان آئندہ جنگ کے تصور سے کتب افتاب ہے۔ پاکستان کو ہر قسم کے حالات و خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ گزرو اور خاصا محض خود مددوں کو حل کی دعوت دیتا ہے۔ پاکستان ابھی محدود طاقت میں ہے اور اسی طرح اس کی بحریہ بھی۔ تاہم یہ شیرخوار بچہ نشوونما کے لئے پیدا ہوا ہے اور انکا اللہ بہت جلد قوتی کرے گا۔ آپ کو بعد کی قوت میں کی کو اپنے عزم و حوصلہ اور بے لوث احساس فرض سے پرانا کرنا ہو گا" کیونکہ زندگی بھائے خود کوئی اہمیت نہیں رکھتی بلکہ حوصلہ برداشت اور ثابت قدمی وہ

ظوہیاں ہیں، مہر زندگی کو اہمیت بخشتی ہیں۔

گاندھی پاکستان کا ایجنٹ

اس سے چند روز پہلے مساتھا گاندھی نے اپنے آخری مرن برت میں کامیابی حاصل کی اور حکومت ہند کو پاکستان کے حصہ کا ۵۵ کروڑ روپیہ ادا کرنے پر آمادہ کر لیا۔ ان کے اس آخری برت نے دہلی اور اس کے گرد و نواح میں مسلمانوں کے قتل عام اور لوٹ مار کو بند کرانے میں بھی مدد دی جس نے ایک انفرحانگ نیکہیل کی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ غیظ و غضب میں بھرے ہوئے مسکوں اور ہندوؤں کے جتنے سیاہ جھنڈے لڑاتے اور صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے براہ باز کے گرد چکر لگاتے اور شور مچاتے کہ "گاندھی کو مرے دو"۔ وہ مساتھا کو "مہر گاندھی" کہتے تھے کیونکہ گاندھی جی اپنے دھاتیہ اجتماعات میں اکثر پاکستان کے مسوق کی وکالت کرتے تھے اور قرآن پاک کی آیتیں پڑھتے تھے۔ ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو براہ باز کے احاطہ میں اس وقت بم کا دھماکا ہوا۔ جب گاندھی جی اپنی پرارتھا غم کر کے جا چکے تھے۔ جب دس دن بعد قاتل کا نشانہ ظنا نہیں ہوا۔

۹ جنوری کو اپنی آخری دھاتیہ مجلس میں مساتھا نے کہا۔ "مگر کوئی شخص پریشانی اور اضطراب میں مبتلا ہو تو اس کی خوشی صحت مشقت میں ظہور ہوتی ہے۔ خدا نے انسانی کو صرف کھانے پینے اور خوشیاں منانے کے لئے نہیں بنایا۔ کروڑوں لوگ جو کام کے بغیر کھاتے پیتے ہیں "وہ ملت خورے اور چھٹی ہیں۔ انہیں بھی صحت کر کے اور پیسہ بنا کے اپنی روزی کمانی چاہئے۔ یا بھوکا سوتا چاہئے۔ صرف منظور اس سے مستحکم ہیں۔ اگر میری بات کچھ وزن رکھتی ہے تو میں کوٹاکا کے عمارے گورنر جنرل اور وزیر اعظم کشمیر میں سے ہونے چاہئیں۔ دولت کے اصل خالق کی حیثیت سے حقیقی معنوں میں مجھ اس ملک کے مالک ہیں۔ جبکہ ہم نے انہیں غلام بنا رکھا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہم سب صحت کھن ہیں۔ ہماری نجات اور اہم ضروریات کی تحلیل و تیز ارادہ صحت سے ہی ہو سکتی ہے۔"

اگلی شام کو وہ ابھی دعا کے چوتھ پر نہیں چڑھ پائے تھے کہ غارت کے مارے ایک ہندو برہمن نے "جس کا نام تنو رام گاؤ سے تھا یہ قول سے گلیوں کی بوجھا کر کے مساتھا کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔

جہاں نے اپنے منظر سے تیزی پیغام میں لکھا۔ "گاندھی ہندو قوم کے عظیم ترین افراد میں سے ایک تھے۔ انہیں یہ بات کتنی عجیب لگی ہو گی کہ ایک مشہور ہندو نے ان کے بدترین مخالف کو اس بنا پر ہلاک کر دیا کہ وہ انہیں "پاکستان کا ایجنٹ" اور "مسلمانوں سے محبت کرنے والا" سمجھتا تھا۔ تاریخ و برت ہو گا ان نے "مہر ہندو باد کے ایک جنگل گروپ کا سربراہ رہ کر گاندھی جی کے قتل کے صرف چند دن بعد جہاز سے کراچی میں طاقت کی اس کا کمانہ ہے۔" "جہاز نے گاندھی جی کا ذریعہ (فرخاندانہ الفاظ میں کیا ہو شخصیت کے پیغام میں استعمال کئے گئے الفاظ سے چاہ کر تھے اور اعتراف کیا کہ مساتھا کی موت مسلمانوں کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ انہوں نے مزید کہا اصل مشکل کا سربراہ ہند ہیں اور حکومت ہند کے اس بیان نے مجھے بڑا متاثر کیا ہے کہ انتخاب ہند گروپوں کے ساتھ جتنی سے نفاذ ہائے گ۔" مرکزی حکومت نے واضح یہ سمجھ کر کہ گاندھی اور مساتھا پر پابندی لگا دی اور ان کے سب سے لیزروں کو "صاف قتل توہیل" میں لے لیا گیا۔

اپنی نذران میرا قتل علی حیدر آباد کے وزیر اعظم بن گئے۔ ہندوستان کی حکومت کو اس خبر سے زبردست

دیکھا کہ نظام نے ان سے پچھتے بغیر پاکستان کو ۲۰ کروڑ کا قرض دے دیا ہے اس قرض کی بدولت پاکستان روپیہ ہونے سے بچ گیا پاکستان کے وزیر خزانہ ملک غلام محمد نے ۲۸ فروری ۸۷ء کو اسمبلی میں ملک کا پہلا بجٹ پیش کیا جس میں ۳۹ ملین ڈالر کے مجموعی مصارف میں سے ۷ ملین ڈالر کی رقم وفاقی اخراجات کے لئے نقص کی گئی تھی۔ حاصل اس کے تحت کہ ۲۵ ملین ڈالر کا خسارہ متوقع تھا۔ اسی طرح حکومت ہونے اپنے بجٹ کا ۵۰ فیصد سے زائد اسطرح کے لئے مخصوص کیا اور قریباً ۲۰ ملین ڈالر خسارہ مہیا کر کے کا منصوبہ بنایا پاکستان نے سترنگ بلاک اور امریکہ سے وراثات کو فروغ دینے کی بھرپور کوشش کی لیکن ایک فو مصطفی میدان میں اس کی ترقی برائے نام تھی دوسرے بھاری قعداؤں میں ساجدین کی آمد کا سلسلہ جاری تھا اس سال خراب زوری پیدا اور اس پر مستردو تھی حاصل اندازوں سے بہت کم وصول ہوئے اور خسارہ بڑھ گیا۔ امریکہ میں پاکستانی سفیر امضائی نے کئی اور اطلاق طوع پر امریکہ سے فوری امداد کی اپیل کی۔ مارچ میں امضائی نے اپنے حکیم کا کھو کو مطلع کیا کہ جنرل مونیر پاکستان میں پلانٹ لگانا چاہتے ہیں لیکن تعمیر پر جنگ کے باطل مسئلے دیکھ کر متحمل ہیں۔ ورنہ جنگ اور ایک پورٹ بنک نے ملٹی امداد کی فراہمی میں زیادہ فیسٹ واصل سے کام نہیں لیا۔

اب جناح میں اتنی مت نہیں رہی تھی کہ ایسے معاملات میں خود کھ کھرتے۔ یہاں تک کہ وہ امضائی کے خطوط کا جواب بھی نہیں دے سکتے تھے۔ ان دنوں بمبئی کا ایک قدیم پارسی دوست ان سے ملے کراچی آئے اور انہیں گورنمنٹ ہاؤس کے باغیچے میں اور گھٹا ہوا پایا۔ بی بی دیر کے بعد وہ جاگے کو کھینے لگے۔ "ہمشید" نہیں تھک گیا ہوں اور بہت زیادہ تھک گیا ہوں "بہتر سال کی عمر میں انہوں نے نہ صرف اپنا سب سے بڑا مقدس بیت لیا تھا بلکہ ان کا سب سے بڑا حریف بھی دینا سے رخصت ہو گیا تھا۔ یہ ان کے لئے آرام کرنے کا بہترین وقت تھا۔ لیکن غلام کی فوت کبھی نہیں آئی۔

ڈھاکہ کا دورہ

دوبی اٹا حکومت پاکستان نے اصرار کیا کہ وہ ڈھاکہ جائیں اور وہاں پاکستان کی آزادی کے بڑے حصے سے خطاب کریں۔ اب تک وہ نہ تو مشرقی پاکستان گئے تھے نہ ہی دوسرے قومی دارالحکومت ڈھاکہ میں قدم رکھا تھا۔ ایک بڑے لیڈر کی حیثیت سے انہوں نے کابینہ کے مشورہ پر بیک کما اور ۱۸ مارچ ۸۷ء کو پتھن میدان میں تین لاکھ سے زائد افراد کے جلسہ سے خطاب کیا اور ان کی آخری بی بی پبلک تقریر ثابت ہوئی۔ ان کا خطاب انگریزی میں تھا جبکہ سامعین کی زبان بنگالی تھی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس تقریر میں سارا زور غلام اس تھیں پر صرف ہوا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو اور صرف اردو ہوگی۔ کسی دوسری زبان کو یہ درجہ نہیں دیا جائے گا۔ بلاشبہ پاکستان کی سیاست کا یہ سب سے زیادہ متنازعہ اور پھوٹ ڈالنے والا مسئلہ تھا۔

اس دورہ کے بعد انہیں دوبارہ مشرقی پاکستان جانے کو اور اسے آگ کے طوفان سے گزر کر جگہ دیش بننے دیکھنے کی سلسلہ نہ ملی جہاں بنگالی ملک کی واحد سرکاری زبان قرار پائی۔

اسی دوران شیل مغربی سرحدی صوبہ میں سرکشی و حکومت نے سر اٹھایا۔ وہاں پٹانوں نے اپنی آزاد ریاست "چوتونٹان" کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے تھے ان کی دیکھا دیکھی بلوچی بھی "حکیم تر بلوچستان" کی باتیں کرنے لگے۔ چنانچہ اہل ہل میں جیلر کو پتھر بٹانا پڑا جہاں انہوں نے اسلامیہ کانگڑ میں عوام سے رسالہ

کنیٹ کالج میں فوجیوں سے گورنمنٹ ہاؤس میں سول افسران سے اور آخر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔ قاطرہ بنانے نے اس دورے کی یادیں تازہ کرتے ہوئے لکھا۔ ”وہ بیڑوں کا ڈھانچہ جیٹے لگے تھے۔ اس رات ایسا معلوم ہوا کہ انہیں سووی کا اثر ہے۔ میں نے زبردستی ڈاکٹر بلا لیا تب پتہ چلا کہ اس پر طبعی انقباض کا حمل ہوا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ حملہ اور طبعی انقباض سے بچہ کر کوئی چیز ہے تاہم وہ مجھے ضرورت سے زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ اس بات کو ابھی طرح سمجھ چکے تھے کہ ان کی بیماری کا کوئی علاج نہیں ہوگا لیکن وہ ان کے درد کو کم کیا کھانسی کو روک نہیں سکتی تھی۔“

رفقاء کی بابت عدم اطمینان

جنرل کے تعلقات زندگی کے آخری بیٹوں میں ان نے قریب ترین رفقاء کے ساتھ بھڑکی سے بکڑے تھے۔ وہ جنوں جنوں کمزور ہوتے گئے اور موت کی قربت کا احساس روز بروز زیادہ ہونے لگا۔ وہ ساتھیوں کی مبالغہات اور بلا اخلاق پر زیادہ غما ہونے لگے۔ کبھی کام کے نہ ہونے پر معمول کے برعکس ان کی انہیں جلد فصرہ آجاتا۔ وہ صرلے سے پسے اپنی نوزائیدہ مملکت کو پہلا پھول ترقی کرنا اور بدھ تاریخ کے تسمی تھے۔ وسط اپریل کی بات ہے۔ نواب بہاولپور کے ہاں ایک جی اور خصوصی محفل میں انہوں نے متحدہ کے وزیر اعلیٰ ایم اے کھوڑو سے بات چیت کرتے ہوئے لیاقت علی خاں کو ”معمولی قابلیت کا ٹالک“ (Mediocre) قرار دیا۔ جیڈل ٹلک دلداد سے کھولتی قوی مصیبت و مصیبت ملی گئی اور حقیقی جنگ کے زمانہ میں گورنر جنرل اور وزیر اعظم کے باہمی مراسم کشیدگی کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ جنوری میں لیاقت علی کو اپنی دیکھ کی زہلی تپ یہ معلوم ہوا کہ مسٹر جنرل نے فصرہ کے ساتھ ان کی کارکردگی پر اطمینان عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے قادی اعظم سے فوری احتجاج کیا اور ”مستقلی“ ہونے کی پیش کش کی۔ گورنر جنرل نے نواب مھوت ”وزیر اعلیٰ پنجاب بابت مجھ سمجھتیوں کے معاملات میں دلچسپی نہ لینے پر بھی دیکھ ہی باچھی اور تنگی ظاہر کی۔ سنی میں انہوں نے مھوت اور گورنر مسوئی دونوں کو کراچی میں طلب کیا اور مھوت کو ”میں نے ایک کے لئے پنجاب کو رام کرنے میں بڑا کردار ادا کیا تھا“ بڑی گلی سے کہا کہ ”بھلور وزیر اعلیٰ وہ بالکل بیکار اور غما ثابت ہوا ہے۔“ گورنر مسوئی نے ان کے ریکارڈس کو سو فیصد درست قرار دیا۔ اس لئے انہوں نے ممتاز دولتانہ کو پنجاب کی وزارت کا کنٹرول سنبھالنے کے لئے نامزد کیا تاہم دولتانہ نے یہ کہہ کر اسے داری قبول کرنے سے منہ پھٹ کر لی کہ انہیں مھوت پر مکمل اعتماد ہے۔ (دراصل دولتانہ اور مسوئی دونوں جانتے تھے کہ دولتانہ کے وزیر اعلیٰ بننے کی صورت میں مھوت اس کا گدھا دواوے گا)۔ سن کر جنرل بہت پریم ہوئے اور اجلاس ملتوی کر دیا۔ بعد ازاں انہوں نے گورنر کو بلایا اور شکایت کی کہ اس کی پالیسی جتنی کمزور ہو گئی ہے اور قوت فیصلہ جواب دے گئی ہے۔ انہوں نے گورنر کو بحیثیت ”دست مٹھور دیا کہ وہ خود کو مھوت۔ دولتانہ مکلفش سے الگ تھک رکھے۔“

جنوں میں جنرل اور قاطرہ کو نہ دولتانہ ہو گئے تاکہ بلوچستان کی سرحدیں دھوا میں کرام سے سانس لے سکیں۔ قاطرہ جنرل کے بھول ”نہیں پہنچنے کے بعد چند دنوں میں وہ اس قابل ہو گئے کہ ابھی طرح سو سکیں اور کھانسی لگیں۔ کھانسی کہ وہ گلی اور درجہ حرارت مائل سطح پر آگیا۔ کئی سالوں کے بعد وہ بیل ہار کرام وہ حالت میں نظر آئے۔“ ۱۹۶۸ کو خلاف کالج کو کسے میں فوجی افسران سے خطاب کرتے ہوئے بابائے قوم نے فرمایا۔

”پاکستان کی دوسری قوموں کے ساتھ آپ بھی اہل پاکستان کی جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ میں
 ڈپٹی فورسز پاکستان کی تمام سرحدوں میں سب سے اہم ہیں اور آپ پر نسبتاً بہت بھاری ذمہ داری اور فرض عائد
 ہوتا ہے۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں اگر آپ کو فرصت میسر ہو تو آپ کو گرفت آف انڈیا ایکٹ ۱۹۴۷ کا
 مطالعہ کریں جسے ہم نے پاکستان میں اسٹال کے قائل بنایا اور جو اب تک جاری آج بھی ہے۔ انتظامی اختیارات کا
 سرچشمہ حکومت پاکستان کا سربراہ ہوتا ہے جو گورنر جنرل کہلاتا ہے۔ اس لئے آپ کو بھی بدایات یا احکام دینے
 چاہئیں وہ انتظامی سربراہ کی منظوری کے بغیر نہیں دینے جاتے چاہئیں۔

سٹیٹ بینک کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب

اس سے اگلے روز انہوں نے کوئٹہ میں پہلی سے خطاب کیا۔ وہاں انہیں ریٹیف ٹو کے لئے معقول رقم
 پیش کی گئی۔ کم جلدائی کو کراچی میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب منعقد ہوئی اور
 تھی۔ قلم جتار نے چاہا کہ وہ کراچی نہ جائیں۔ تاہم انہوں نے جانے پر اصرار کیا۔ اس سفر نے انہیں اس قدر
 تاحاصل کر دیا کہ وہ کبھی ہوئی تقریر کو پڑھنے کے لئے سترے بے شکل اٹھ سکے۔ انہیں دیکھنے اور سننے والے جان
 گئے کہ ان کی صحت بڑی خراب ہے، ان کی آواز بے شکل سنی جا سکتی تھی۔ تقریر کے دوران وہ بار بار گھٹے اور
 کھانٹے رہے۔ قلم جتار نے روایت کے مطابق ”ہم واپس گھر پہنچے تو اس قدر تھک گئے تھے کہ وہ قوت سمیت سترے
 لیٹ گئے۔“ شام کو انہوں نے کینیڈا کے کثیر الحلقہ ٹیڈ کی طرف سے دو بیٹن کی وادیں مانگروہ کے سلسلہ میں
 دی جانے والی نیافت میں شرکت کی۔ یہ آخری سال کی تقریب تھی جس میں وہ شریک ہوئے۔

زیارت میں آمد

۶ جولائی کو وہ اپنی بہن کی معیت میں واپس کوئٹہ چلے گئے، بلا ساختہ جو چند دن پہلے ہو گیا تھا۔ یہاں بھی
 جاری رہا، چنانچہ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ انہیں فوراً زیارت منتقل کر دیا جائے جو کوئٹہ سے چالیس میل دور کئی
 ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس پہاڑی مقام پر انگریزوں نے کئی خوبصورت جنگلے تعمیر کر رکھے تھے، ان میں
 سے ایک کو ”بی بی ٹی ٹی“ میں بدل دیا گیا تھا جس میں اہل سائے قوم نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزاریے۔

کرعل الہی بخش کی یادداشتیں

یہ نشست کرعل الہی بخش ۱۴ جولائی کو لاہور میں اپنے کان میں بیٹھے ہوئے تھے جب چوہدری محمد علی شکر ٹری
 جنرل حکومت پاکستان نے کراچی سے فون پر انہیں غم دیا کہ فوراً کوئٹہ پہنچیں۔ کوئٹہ ایئر پورٹ پر مجبور جنرل ایم۔
 اے۔ خاں اور کرعل کے۔ جیٹائی بھی ڈاکٹر بخش کے ساتھ شامل ہو گئے اور یہ تینوں گورنر جنرل ہڈس کی کار میں
 زیارت پیچھے۔ جن کو کہتا ہے ”ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ انہیں کیا تکلیف ہے۔ مجھے صرف استفادہ
 چل سکا کہ وہ ٹیکوں اور رجسٹرڈ واکس سے جی جاتے ہیں اور پورا ٹیکس ٹیکس کی بجائے ”مرحمتا پند کرتے ہیں
 اگلے روز قلم جتار انہیں ”عظیم قائد کے کمرے میں لے گئے۔“

”میں نے قائد اعظم کو دروازہ کے سامنے سترے پایا۔ وہ حیرت انگیز حد تک لطیف و خازن رہے تھے اور

ان کا رنگ دیکھا نہ تھا۔ اس صبح ان کی ظاہری حالت دیکھ کر میں ڈر گیا۔ انہوں نے لانا انور کو کر لیا ہوا لاکھ میرے ذہن میں کیا ہے کیونکہ انہوں نے میری قوت ہٹانے کے لئے مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور دریافت کیا آیا میرا سفر خوشگوار رہا۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا اور ان کی بیماری سے متعلق سوچوہ اور سچت تفصیل چاہتا تھا۔ انہوں نے بتایا "مجھے کوئی زیادہ تکلیف نہیں ہے۔" بس جین کی تکلیف اور کام کی زیادتی کے باعث تھکوت ہے کیونکہ ماضی میں چالیس سال تک میں نے سوچتے روزانہ کام کیا ہے۔ مجھے اپنی بیماری کا کبھی پتہ نہیں چلا۔ میرا حال گزشتہ پندرہ سالوں سے بخار اور کھانسی کے حملے بار بار ہو رہے ہیں۔ بہت سی ڈاکٹروں نے "فرخڑے" کی پیلوں میں درم " (پرا پکٹس) تجویز کیا تھا۔ اور معمول کے علاج اور آرام کرنے سے میں موبہ " ایک ہفتہ عرصہ میں ٹھیک ہو جاؤ تھا۔ تاہم ایک دو سال سے ان حملوں کی تہ اور شدت بڑھ گئی ہے اور وہ زیادہ بڑھ چکا ہے۔ ان کا منہ ٹھیک تھا۔ وہ بار بار ہونے لگا تھا۔ ان کی آواز میں کوئی زور نہیں تھا اور وہ قریباً سانی نہیں رہتی تھی۔ اس لئے انہیں کھانسی کے کئی دورے پڑے اور وہ بڑھ چکا ہو گیا۔ مختصر سے وقفہ کے بعد جس کے دوران وہ ذمہ سے زیادہ مر رہے تھے انہوں نے اپنی بات جاری رکھی۔ "قریباً تین ہفتے پہلے مجھے لہو لگ گئی۔" بخار ہو گیا اور کھانسی آئے گی۔ جس کے لئے سول سرجن (کونک) نے ہسپتال میں ستر تجویز کئے۔ میں وہ استیصال کر رہا تھا۔ جس سے مرئی کا اثر ختم اور بخار اتر گیا تاہم میں بہت زیادہ غلامت محسوس کرنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ مجھے یہ افحش طور پر کوئی مرض لاحق ہے اگر میرا معادہ درست ہو جائے تو میں بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ بہت سال پہلے مجھے معادہ میں سخت تکلیف ہوئی۔ میں نے لہو کے دوا میں ڈاکٹروں سے مشورہ کیا۔ لیکن وہ بیماری کی تشخیص نہیں کر سکے۔ ان میں سے ایک نے آپریشن کا مشورہ دیا۔ میں نے اس کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور ایک دوسرے ڈاکٹر کے کہنے پر جرمی چلا گیا۔ وہاں ایک مشورہ ڈاکٹر نے معادہ کے بعد بتایا کہ مجھے کوئی نقلی مرض لاحق نہیں۔ صرف آرام کرنے اور خوراک میں باقاعدگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ میں نے کئی ہفتے اس کے ٹھیک میں گزارے اور عمل طور پر ٹھیک ہو گیا۔ ۱۹۳۳ء میں بہت سی ڈاکٹروں نے بتایا کہ مجھے دل کی تکلیف ہے۔ جبکہ جرمی کے ڈاکٹر نے جین دلاؤ کہ میرا قلب ہر لحاظ سے نارمل ہے۔"

ڈاکٹر نے گورنر جنرل نے کہا کہ وہ اپنا رہتی کرت ہے۔ بتائیں تاکہ وہ دل کی آواز میں سکے "میں نے بے قابی سے دیکھا کہ وہ کیزے پہنے ہوئے جیسے لگتے تھے "اس سے کہیں زیادہ بے پہلے تھے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اس قدر کمزوری کے ساتھ وہ کیسے زندہ رہے اور کیسے کام کر سکے۔ میں نے سٹاپ دے دیں جبکہ قیود میں ایک ایسے ہی مریض کو دیکھا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ قیود میں وہ قوت رکھیں۔ لیکن میں نے مریض پر اپنی بے پناہ تاثیر نہیں دے دی۔ میں نے سوچا اگر میں کچھ عرصہ پہلے ان کا ساتھ کر لیتا تو شاید حتیٰ تشخیص پر پہنچ جاتا۔ تاہم میری رائے میں وہ مہیروں کی تکلیف میں جھکا تھے۔ معادہ میں کوئی نقص نہیں تھا۔ لیکن قائد اعظم کو اب بھی کئی جین تھا کہ بنیادی عرابی ان کے معادہ میں ہے اس لئے مجھ پر زور دیا کہ اس پر زیادہ توجہ دوں۔" جین نے مریض کی تشویش کو نظر انداز نہیں کیا اور ہائی کیلوری والی غذا تجویز کی۔ جس کے استعمال سے وہ جین دن میں اس کی خوراک بڑھ گئی کیونکہ وہ اشتہا ڈاکٹر نے اس کے ساتھ باہم مل رہی تھی۔

جین نے اپنی استقامت کو کشش کی جو کوئی ڈاکٹر اپنے مریض کے لئے کر سکتا ہے۔ اس نے فون کر کے کوکے سے

سول سرجن کو بلایا جو اگلی صبح اپنے ضروری کمات لے کر کلینک چھوڑنے کے ہمراہ زیارت پہنچ گیا۔ ان کی تحقیقات سے کمرل بھٹل کے شکوک کی تصدیق ہو گئی۔ ایک اہم مریض کا علاج درپیش تھا اس لئے مزید تاخیر و تصدیق ضروری سمجھی گئی۔ بھٹل نے لاہور میں اپنے ساتھیوں کو فون کیا اور وہاں سے تین معزز سپیشلسٹوں کو زیارت بلا لیا۔ کراچی سے خصوصی امدادیاں منگا لیں۔ یوں ایک ہفتہ کے اندر اندر پاکستان کے اعلیٰ پایہ کے طبی ماہرین سلع زمین سے ۸۵۰۰ ہفتہ باندہ مقام زیارت میں جمع ہو گئے انہوں نے اپنی توجہ قریب الہرگ پور سے آئی ہر مرکز کو دی جو اس دور دور از مقام پر جس کے نام کے معنی ہیں۔ "بزرگ کا مزار" صاحبِ قلاش تھا۔

جیسا کہ مشرق وسطیٰ میں بہت سے دیوتا۔ بلا شاموں کی زیارتیں بنی ہوئی ہیں۔ بھٹل نے لکھا ہے۔
 "بب میں نے قائد اعظم کو وہ اہم غیر ملکی قوتیں مسلسل ان کی طرف دیکھا رہا۔ وہ بالکل خاموش رہے۔ میں اپنی بات مکمل کر چکا تو انہوں نے صرف اس قدر کہا۔ "کیا تم نے مس جناح کو بھی بتا دیا ہے؟" میں نے اثبات میں ہر ایذا دھکا۔ انہیں احاطہ میں لینا ضروری تھا۔ قائد اعظم کی طاقت کرتے ہوئے بولے۔ "میں حسین امینا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آخر کار وہ ایک عورت ہے۔ میں نے ان کی عیبیہ کو جتنے والی تکلیف پر مضرت کا اندازہ کیا۔ قائد اعظم نے سکون سے میری بات سنی اور آخر میں بولے۔ "تکبر کے ان کی کوئی بات نہیں ہو نا تھا وہ کیا اب مجھے اس کے متعلق سب کچھ بتا دو مجھے یہ بتانی کہتے مرے سے ہے؟ اس پر غلبہ پانے کے امکانات کیا ہیں؟ علاج کب تک جاری رہے گا؟ میں سب کچھ جانتا چاہتا ہوں اور حسین پوری بات بتانے میں چنگا ہٹ محسوس نہیں کرتی چاہئے۔ میں نے جواب دیا۔ مجھے یقین ہے کہ آزاد ترین امداد کے استعمال سے حاضر افادہ ہو گا۔"

امضائی اسی جتنے نیوارک سے زیارت پہنچے اور امریکہ سے خصوصی مینڈیکل ایف جی کے فونل کش کی بھٹل نے جناح کے پرانے دوست کو فون سے۔ "تم کی اجازت دے دی۔ طاقت کے بعد امضائی میزبوں سے بچے اترے تو وہ احتمالی قمر مند اور مضطرب لگ رہے تھے۔ انہوں نے دوبارہ امریکہ سے ڈاکٹر بھیجے کی درخواست کی۔ لیکن کمرل بھٹل نے اس کی ضرورت محسوس نہ کی کیونکہ وہ خود مریض کو بچانے کی سرتاز کو غفلت کر رہے تھے۔ ایسی چند کابو ہسپتالوں کے یکسر میں بدل گئی تھی۔ اور پھر ان کے دونوں ہسپتالوں کو کھانسی تھی۔ اس وقت تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوا تھا۔

لیاقت علی خاں "امضائی کی روانگی کے بعد آئے اور جناح کے ساتھ تو وہ ٹھنڈا رہے۔ انہیں امانہ ہو گیا تھا کہ گوہر جنرل قریب الہرگ ہیں اور قائد اعظم کی آنکھ بند ہونے کے بعد پاکستان کی قیادت کا بوجھ ان کے اپنے کندھوں پر آجے گا۔ طاقت جناح جو لیاقت علی اور ان کی بیگم کو بالکل پسند نہیں کرتی تھی (وہ اس بات پر تامل نہیں کہ یہ دونوں میاں بیوی میرے پیارے بھائی کو یہ غائب سے دلہن انڈیا لے آئے۔ "وہ وہ وہاں بنے سکون اور آرام کی طویل زندگی گزارتے) گفتی ہیں۔ "لیاقت علی کے چلے جانے کے بعد جناح نے قمر قمرانی کوئی تراز میں مجھے بتایا۔ کیا تم جانتی ہو؟ وہ یہاں آئے تھے؟ وہ یہ جانتا چاہتے ہیں کہ میری طاقت سختی شدید ہے اور میں کب تک زندہ رہوں گا؟" بلاشبہ یہ سچ تھا۔ تاہم استغور طاعت آئیں نہیں جیسا کہ قاطع نے ان حالات میں سمجھا۔ ہر حال ایک قوم منہور تھی جسے قیادت کی ضرورت تھی "لاکھوں بے خانہ لوگ ایسے تھے جنہیں خود ایک فراہم کرنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا ضروری تھا۔ شہر میں بغیر اطمینان کے قمرانی کو جاری رکھنا تھا۔ ملک کے لئے دستور کی تدبیر پائی تھی۔ مختلف الزامات، بلوں، پھانسیوں، پھانسیوں اور منہجیوں کو کسی

نہ کسی طرح مطمئن کرنا تھا۔ لیاقت علی خاں کو جوج۔ بی اور آگستروڈ میں نواب زادہ کے طور پر شاہانہ طائفہ ہاتھ کی زندگی گزار چکے تھے زیادہ تر میں اس حکم پند شاہی جوڑے کے سامنے ٹھٹھ ایک "درباری" کے طور پر پیش ہو کر اپنا چھب لگا کر گا۔

اگرچہ ان کی عمر ۵۳ برس کے قریب تھی۔ تاہم اعظم کی وفات کے بعد وہ بالکل تین سال زندہ رہے یہاں تک کہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۱ کو دل دھڑکی میں کرایہ کے ایک قافل کی گولیوں نے ان کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔ ڈاکٹر اعلیٰ بخش نے لیاقت علی کے بارے میں لکھا ہے:

"میں نے چلی حویلی پر ڈرائنگ روم میں وزیر اعظم سے ملاقات کی۔ انہوں نے بے چینی کے ساتھ قائم اعظم کے بارے میں دریافت کیا، میری اس کارکردگی کو سراہا کہ میں نے مریض کا احوال حاصل کر لیا ہے اور موقع ظاہر کی کہ یہ اقدام ان کی صحت یابی میں مدد دے گا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بیماری کا اصل سبب مسموم کیا جائے۔ میں نے یقین دلایا کہ باہر سے قوم کی تشویش ناک حالت کے علاوہ یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر انہوں نے وہ دوائیں استعمال کر لیں جو حال ہی میں کراچی سے شگوائی گئی ہیں تو وہ بیماری پر غالب آسکتے ہیں۔ اور یہ کہ سب سے زیادہ امید افزا مریض کی مضبوط قوت عزامت ہے۔ وزیر اعظم نے اپنے چیف اور بزرگ دہشتا کی صحت کے متعلق جس گہری تشویش کا اظہار کیا اس سے میں بڑا متاثر ہوا۔"

کونسل میں چند دن

سٹرٹن ہائی سین آگئی اور وہ دسے دی گئی، تمام جس قسم کی "مجزرانہ" دوا تھی دینا تجویز نہیں لگا۔ نہ ہی ہر اہلکے کے ممبرانہ کے سوچ پر پاکستان کی ہر مسجد اور دنیا میں بہت سے مقامات پر شریع و شعور سے آگئی گئی دعاؤں نے کوئی اثر دکھایا۔ ہر اہلکے سے پاؤں پر درم شریع ہو گیا۔ میڈیکل سٹاف نے فیصلہ کیا کہ انہیں زیادہ تر سے کم بلندی کے مقام پر منتقل کر دیا جائے۔ گورامین اور الزا دانیہ لیت کے ٹیکے بے سود ثابت ہوئے۔ تمام جناح یوم آزادی کے سوچ پر کسی دوسری جگہ جانے کو تیار نہ تھے۔ انہوں نے ڈاکٹروں کو صاف بتا دیا کہ کم از کم ۵۰ اہلکے سے پہلے وہ کہیں نہیں جائیں گے۔ قافلہ نے مخالفت کر کے انہیں ڈاکٹروں کی بات ماننے پر تیار کر لیا۔ گہری طرف جناح کا آخری سفر سہر اہلکے سے شروع ہوا۔ قافلہ نے بتایا "انہوں نے ایک بالکل غاصوت معنائی پسینے اور شکوت دہانی جیب میں نیا دواں رکھنے پر اصرار کیا۔ میں نے پپ شوز پہنانے میں ان کی مدد کی۔ ایک سٹریچر ڈال کر انہیں پیچھے لایا گیا اور پھر لمبی سبر کار کی کچیل سیٹ پر لاکر کوسٹ پہنایا گیا۔ اگرچہ معاملہ کو خیر رکھنے کے لئے بہت سی احتیاطیں کی گئیں تاہم سڑک کے دو روے لوگوں کی نگاہیں موجوہ تھیں۔ سبر کے ساتھ محافظ دسویں طرف میں اور پیچھے کار میں رہی تھیں۔ گویا یہ کچل کا قافلہ تھا جو گورنر جنرل کے خوبصورت سیاہ جمنڈوں کے جلو میں جا رہا تھا۔ ریست ہاؤس سے ایک سٹیل کے قافلہ پر وہ جانے کے لئے رکے، وہاں جناح نے دیکھا کہ ایک درجن سے زیادہ لوگ سڑک کے کنارے کھڑے تھے اور اپنے محبوب دہشتا کی ایک جھلک دیکھنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر بخش دہائی ہیں:

"میں غریب آفتاب سے اور پہلے کونسل پہنچ گئے۔ ریڈیو فی کو تمام مسافروں سے خالی کر لیا گیا تھا۔ ہم نے

ہوائے قوم کو شریک کے ادیبے پہلی منزل پر واقع ہون کے گمرو میں پہنچا دیا۔ میں نے ان کی بغل دیکھی تو معلوم ہوا ہر دسویں یا بارہویں ضرب گم ہو جاتی ہے۔ میں نے بغل کے ذریعے کا صاحب صحر کی تھکات کو سمجھا اور قریح خارجی کو آرام کرنے سے یہ شکایت جاتی رہے گی۔ اگلے دن صدر اہست کو پاکستان کی ساگرہ تھی۔ ہم بیچ میں آئے۔ ان کے پاس گئے اور میں نے کہا۔ ہم بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کو علیحدت کو نہ لے آئے کیونکہ ایسی حالت میں زیادت سے یہاں تک پہنچنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ یہ سن کر قائد اعظم مسکرائے اور کہنے لگے ”ہاں میں بہت مسرور ہوں کہ تم مجھے یہاں لے آئے ہو وہاں میں ایک جاں میں پھنس گیا تھا۔“

اس روز ملک کے اخبارات نے ”قائد اعظم کا پیغام پاکستان کے شہریوں کے نام“ کے زیر عنوان ایک دوکان شروع کیا جو بظاہر زیادت کی بجائے کراچی میں چار کیا گیا تھا۔ ”آج ہم اپنی آزادی کی پہلی ساگرہ منا رہے ہیں۔ ہم نے حالات کا مقابلہ ہونے عزم و حوصلہ اور ورد انکشی سے کیا اور دشمن کے دہرے میں ہماری کامیابیوں کا ریکارڈ بنانا شروع کر دیا ہے۔ میں وزیر اعظم کی ذریعہ زیادت کام کرنے والے تمام وزراء کو مبارکباد دیتا ہوں۔“

لاہور جناح نے اس کا ایک لفظ بھی نہیں لکھا تھا۔ اب انہوں نے لکھا ترک کر دیا تھا اور صبح کو اخبارات کا مطالعہ بھی برائے نام ہی کرتے تھے۔ اس پہلی ساگرہ پر انہیں ملازمت جتن کے ساتھ بھیجی میں شاندار سواری کی یاد دیکھی عجیب محسوس ہوئی ہوگی ”جب فصا“ پاکستان زندہ رہا“ کے نعروں سے گوج دہی میں اور وہ کسی جاسطوم قافلے کے حملے سے ڈر رہے تھے۔ ان کے لئے یہ شمار چل بچائے گئے ”ان میں سے بعض بڑی خواہشوں سے بے گئے تھے۔ سوبانی گودنر“ وزیر اعظم اور جنت ہڈا سر کا خطاب دیکھنے والے انہوں نے سب کو پکڑ میں ڈال دیا تھا۔ گرے ولف پر تجویزوں ”بندو قوں اور بھوں سب کے بٹائے بٹائے۔ انہوں نے خود کو انتہائی تیز“ انتہائی پکڑا دیتا اور ان کے مقابلے میں خود کو بدیاض مضبوط ثابت کر دکھایا تھا۔

اگست کے تیسرے ہفتہ میں جناح کی بھوک قدرے بہتر ہو گئی۔ انہوں نے ”طہور اور پوری“ کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ ان دونوں مریضوں کو ڈاکٹر نے ابتدا میں ان کے لئے ”شیش“ قرار دیا لیکن فاطمہ نے اپنے پیار سے بھائی کو اس کی مرغوب دونوں چیزیں کھائیں اور ایسا لگا کہ ان سے مسٹر جناح کو تقویت پہنچی ہے۔ ڈاکٹر نے کو خوش کی کہ وہ زیادہ سے زیادہ نکل و حرکت کریں اور کھانا بہتر سے پہنچ کر کھائیں ”اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں“ تو زیادہ بہتر نہیں ہیں ”ان کے ہاتھوں کو سونے سے بچایا جائے اور نظام باضرج طور سے کام کرنے لگے۔ ان کا مزاج چڑچڑا ہوا گیا تھا۔ وہ ہر ایک کو اس بات پر ڈانٹتے کہ وقت کی پابندی کیوں نہیں کرتے۔ فاطمہ کے بھتیجی ان کے بھائی پابندی وقت کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور انہوں نے یہ دی زندگی بڑی باقاعدگی اور پابندی سے بسر کی تھی۔

جناح کے معالج کو یہ جان کر ”دھچکا“ لگا کہ اس کے مریض کا وزن محض ۸۰ پونڈ رہ گیا ہے۔ قائد اعظم کے بہتر کے گرد کام کرنے والے تمام افراد پر واضح ہو گیا کہ اگر انہیں زندہ دلائل دار حکومت لے جانا ہے تو اس میں یہ نہیں کوئی چاہئے۔ جناح نے دوبارہ سنگیت فوشی شہرہ کرنے کی اجازت مانگی۔ (وہ گزشتہ ۳۰ برس سے ”گروہن اسے“ کے پیاس سے زیادہ سنگیت روزانہ پہنچ رہے تھے) ڈاکٹر نے انہیں دن میں ایک مسکرت چنے کی اجازت دے دی بشرطیکہ اس کا دھواں اندر کو نہ کھینچیں۔ تاہم ڈاکٹر نکل نے جلد ہی ان کا ”دھواں“ گھما کر دیا۔

”میں سکرٹ نوشی سے لطف اندوز ہوتے دیکھ کر میں قد سے حوصلہ ہوا۔ کیونکہ حاوی تھا کہ نوشی میں صحت پانی کی پہلی علامت مرقا یہ ہوتی ہے کہ وہ سونگ کی خواہش ظاہر کرے اور اس سے مدد مانگے۔ اگلے صبح میں لے دیکھا کہ میرے ذہنی ہوئی ایٹش نے میں چار سکرٹوں کے بیچ ہوئے ٹکڑے پڑے ہیں۔ مریض اپنی مختصر مد سے بڑھ گیا تھا۔ ایٹش نے کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے کہا: ایسا لگتا ہے آپ سکرٹ نوشی سے محفوظ ہوتے ہیں۔ تاکہ اعظم بات کو سمجھ سکے اور نوش طبعی کے ساتھ جواب دیا: ”نہیں آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ اگر میں دھواں اندونہ پھیلوں تو سکرٹ نوشی میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟“ ان کا ذہن اپنی پرانی قانونی استعداد حاصل کر رہا ہوا محسوس ہوا۔ اور ہم نے صحت پانی کی اس اضافی علامت کا غیر مقدم کیا۔“

تادم سکرٹ نوشی سے ان کے ہیکسٹروں کے دلم مدلل ہونے میں کوئی مدد نہیں لی۔ ڈاکٹر انہیں مشورہ دیتے رہے کہ وہ سکرٹ نوشی میں اعتدال سے کام لیں اور دائیں کراچی چلیں۔ لیکن جہاں اپنے ”مگر“ مگر تر جزل بینشن میں ”پیار“ کی ”مقیبت سے نہیں جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے میدانی علاقوں میں قیبتا پر سکون کنی مقامات تجویز کے خلاف سہی اور ناخیر۔ لیکن یہ دونوں جلیس گرم ”غبار آلود اور شاہراہ سے الگ تھلک تھیں۔“

انہوں نے اپنی تلاش سے کہا: ”مجھے میرا کھیل پر کراچی نہ لے جائیں۔ میں وہاں ایسی حالت میں جانا چاہتا ہوں کہ کار سے اپنے کمرہ تک چل کر پاسکوں۔ تمہیں معلوم ہے پورے سے میرے کمرہ تک جانے کے لئے ایسی کالک کے کمرہ اور پھر طری سیکرٹری کے کمرہ سے گزرا پڑے گا۔ میں ہند نہیں کرنا کہ کار سے اپنے کمرہ تک شریک پر جائوں۔“ انہیں یہ بات ہند نہیں تھی کہ کراچی کا قلم انہیں ایسی حالت میں دیکھے کہ وہ کھڑا ہونے سے بھی مضطرب ہوں۔ جناح نے ۸ مارچ کے بعد قلم کھانا چنا پھوڑ دیا۔ بھل چپ بھی کوئی خوراک دینے کی کوشش کرتا تو کہتے ”جو اکثر تم مجھے مد سے زیادہ کھلا رہے ہو۔ میں نے اتنا بھی نہیں کھایا“ اس وقت بھی جب میں ہانگل سندرم تھا۔ چند سال پہلے میں نے بکینی میں ایک بے رہنما سفارت کار کو کھانے پر بلایا۔ اس نے بکینی میں لی۔ میں نے یہ بات نوٹ کی لیکن اسے کچھ نہیں کہا۔ دل میں سوچا ”ممکن ہے اسے ہند نہ ہو“ جب بھل لائی گئی تو اس نے وہ بھی نہیں کھائی۔ مجھے مزید چیر ہوئی ”تادم چپ دیا۔ آخر میں گوشت کے پارچہ کھانے کے لئے رکھے گئے اور اس نے ان کو پھوٹا تک نہیں تو مجھ سے نہ دیا گیا“ میں نے صحن سے اس کے پرچیز کا سبب پوچھا تو اس نے انکشاف کیا کہ وہ گزشتہ چھ ہفتے سے صرف ملازمہ پر گزارہ کر رہا ہے۔ اس پر ”میں اور بھی حیرانی ہوئی کیونکہ بھارہ اس کی صحت بڑی اچھی تھی۔“ آپ کا کیا خیال ہے آدمی اتنے طویل عرصہ تک بھل ملا کر زندہ رہ سکا اور ابھی صحت پر قرار رکھ سکتا ہے؟

موت کی آرزو

اب جناح چاہے طور کئی کے ہند کپ پی کر زندگی گزار رہے تھے اور بعض اوقات گولیاں کھانے کے لئے سارا پانی استعمال کرتے۔ وہ سارا دن غاسوش اور بے حس و حرکت ”بے سوجہ ہنر میں لیٹے رہتے۔“ اگست کے آخری ایام میں ایک دن انہوں نے اسرہہ کبے میں کہا۔ ”قافلی“ مجھے زندہ رہنے سے کوئی دلچسپی نہیں ”جس جلدی مریضوں“ اتنا ہی ہنر ہے۔“ ۸ مارچ کو انہوں نے بھل سے کہا ”میں میرے زندہ رہنے یا مر جانے سے کوئی

فرق نہیں پڑتا۔" بھلے نے ان کی آنکھوں میں پہلی بار آنسو دیکھے اور ایک ایسے شخص کی طرف سے جو دیکھنے میں عموماً غیر ہندوستانی اور بے سوچ گنتا تھا، جذبات کا یہ اظہار دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ میں نے بیٹھ کر عسوس کیا کہ وہ کتنی قوت حیات کے باوجود اپنی ناقابل شکست قوت ارواحی کے طے بہ زندہ ہیں۔ میں نے تجزیہ سے یہ بات سمجھی ہے کہ جب کوئی مریض صحت یار سے تو کوئی علاج بھی خواہ وہ کتنا ہی عقل و معیار کیوں نہ ہو زیادہ کارگر ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ اس بات سے بے پروا بن جاتا ہے کہ اپنی عرصہ کے مالک شخص نے بیماری کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ جبر میں علاج کو جہد حق اور ہتھیاروں کے کیڑے کے ساتھ ساتھ نمویہ بھی ہو گیا۔ ان کا درجہ حرارت ۱۰۰ درجہ تک پہنچ گیا۔ ہمیں کی رفتار غیر متوازن ہو گئی اور آنکڑا دبے لگی۔ سانس لینے میں مدد دینے کے لئے آنکھوں کی ضرورت پڑ گئی۔ اصلاتی کو تار و تار کیا کہ وہ منوسوٹا کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آنکڑا جتنا کو فوراً کوئی رووانہ کریں۔ بھلے نے کراچی سے ڈاکٹر ایم اے مستری کو بھی بلا بھیجا۔ وہ اگلی صبح یعنی ۱۷ جبر کو پہنچ گیا۔ وہ فارم ہسپتال لندن میں بھلے کا ہم جماعت رہ چکا تھا۔ مریض کا سانس نہ کرنے کے بعد مستری نے بھلے کی تنقیض "علاج اور مشوروں کی تائید و توثیق کی۔ وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ اب کوئی امریکی ڈاکٹر بھی کچھ نہیں کر سکے گا۔ جناح کو یہ یقینی سے پتہ چلنے وقت چڑاتے سنا گیا۔ "تشمیر کشیں نے مجھ سے وقت لیا تھا۔ وہ اب تک کیوں نہیں آئے؟ وہ کہاں ہیں؟"

کوئٹہ سے کراچی کو واپسی

۱۷ جبر کو گورنر جنرل کا وائی ٹنگ اور دو ڈاکو کا ہمارے ان کے حملہ اور ساراں کو لے جانے کے لئے کوئٹہ پہنچ گئے۔ وہ دن کے دو بجے پہلانے کے لئے چار کمرے تھے۔ جب ان کا طریقہ وائی ٹنگ کے کہیں میں ڈال گیا تو پائلٹ اور حملہ لائن بنا کر کھڑا ہو گیا اور انہوں نے طیوت کیا۔ جواب میں انہوں نے آہستہ سے ہاتھ ہلائے۔ سامنے والے کہیں میں ایک ہسٹرا ڈال گیا تھا جس پر انہیں لٹا دیا گیا اور قاطعہ ان کے پاس چھٹ گئیں۔ ڈاکٹر مستری بھی قریب ہی موجود رہا۔ آنکھیں سٹنڈر اور ایک ٹیس ہانک چار رکھا گیا۔ قریب دو گھنٹے کی پہلانے کے بعد سوا چار بجے یہ طیارہ مازنی پور کے ایئر فورس میں پر اترا، جہاں وہ ایک برس قبل پڑی امید اور احمق کے ساتھ اترے تھے، جو پاکستان کی بطور ایک عظیم قوم تعمیر کے لئے ضروری تھا۔ اس وقت "بزاروں لوگ ہن کی ایک جھک دیکھنے کے لئے اسٹنڈر پڑے تھے۔" قاطعہ جناح اپنی یادداشتوں میں لکھتی ہیں "جین اس دن حسب ہدایت کسی کو ایئر پورٹ کے نزدیک پہنچنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ ہم طیارے سے اترے تو کٹر فو نے استعمال کیا۔ وہ جناح کا ٹکڑی ٹکڑی کرتا تھا۔ اور ایک فوجی ایئر بیس لے کر آیا تھا جس میں گورنر جنرل کے طریقہ کو رکھا گیا۔ میں پور کوئٹہ سے آنے والی نرس سسلر ٹیم پیپ کے پچھلے حصہ میں بیٹھ گئے۔ جبکہ ڈاکٹر جناح کی ائی کیو ٹنگ کاڑیں سوار چلا۔"

فاطمہ کی زندگی کا اہمیت ناک لمحہ

چار یا پانچ سال قبل طے کرنے کے بعد ایمر بیس میں مرکز اہمیت پیدا ہوئی اور وہ ایک جھکے سے اہامک رک گئی۔ پانچ صحت بعد میں باہر نکلی تو تیار کیا کہ جڑوں ختم ہو گیا ہے۔ نام ڈرائیو ر انجن میں بھی ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

اس جگہ ٹھنڈی ہوا بھی میرے قہقہے اور مرطوب گرمی میں سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔ اس بے چینی پر مستزاد وہ پتھریں کھپکھپاتیں تھیں جو ان کے چہرے کے ارد گرد مڑلا رہی تھیں اور ان میں اڑانے کی سکت نہ تھی۔ دوسری ایمریٹس کی آمد کے انتظار میں سسٹو اچھم اور میں ہادی ہادی انہیں چمکا جھپکی رہی۔ ہر منٹ بڑی لذت میں گزار رہا تھا۔ انہیں کار میں قفل کرنا عکس نہیں تھا کیونکہ وہ اپنی بڑی ٹیس قہقہے کو اس میں شریح آجاتا۔

کرتل غلٹ لکھتے ہیں۔ "اس بات پر خیر میں ہوتے ہوئے کہ کیا ہو گیا ہے" میں کار سے اڑاؤ پر چڑھ کر انجن میں خرابی کے باعث بریک ڈاؤن ہو گیا ہے۔ ڈرائیور یقین دلا رہا تھا کہ وہ بہت جلد خرابی پر چڑھ پالے گا۔ وہ قریباً ۲۰ منٹ تک ہاتھ پاؤں مار رہا۔ لیکن ایمریٹس عمارت نہ ہو سکی۔ مس جہان نے ٹھری ٹیکرٹری کو دوسری ایمریٹس لینے بھیج دیا۔ ڈاکٹر مسز بھی اس کے ساتھ تھا۔ میں نے جہان کی بغل دیکھی تو وہ میسر ہے قاعدہ اور انتہائی خفیف محسوس ہوئی۔ میں دوڑ کر گیا اور ایک قمرس میں گرم چائے لایا۔ مس قاطر نے جلدی سے انہیں ایک کپ دیا۔ میں نے سوچ کر کاپ اٹھا۔ یہ کتنی ستم قرطی ہوئی کہ وہ فضائی سفر میں تو سہا سہا رہے لیکن سڑک کے کنارے دم توڑ گئے۔ یہ کراچی کے جنوب کی سمت جانے والی ٹاٹراہ کا ایک کم مصروف حصہ تھا جس کے ارد گرد مساجد کی جھونپڑیاں آباد تھیں۔ وہ لوگ اپنے کام کاج میں مصروف تھے اور اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کے لئے آزاد وطن پر عمل کرنے والا رہنما ان کے درمیان کس بے بسی کی حالت میں پڑا ہے۔ کاروں پر پول کئی کئی ہوئی پاس سے گزر رہی تھیں "بھیس اور ٹرک شور چا رہے تھے اور ہم وہاں ایک ایمریٹس میں بے دست دبا بیٹھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے جو ایک ایچ آگے بڑھنے کو چارہ نہ تھی۔ ہمیں ایک ٹھنڈے سے زیادہ انتظار کرنا پڑا اور قاطر کے ہتھل "یہ ٹھنڈے ان کی زندگی کا سب سے زیادہ لذت ناک لمحہ تھا۔"

آخری گھڑی آپہنچی

ایمریٹس سے گورنمنٹ ہاؤس پہنچنے میں اس سے آدھا وقت کا بٹا کہ کوئٹہ سے کراچی تک ہادی پر آواز میں صرف ہوا تھا۔ یہ لوگ شام کو راج کر حاصط پر گورنر جنرل سینٹن میں داخل ہوئے۔ گورنر جنرل کی آنکھ لگ گئی اور قریباً دو گھنٹے سوئے۔ پھر چاکر آنکھیں کھولیں اور خفیف سی آواز میں بولے "قلمی" "ایکاکہ پائے تھے کہ ان کا مردانہ طرف لڑھک گیا اور آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ قاطر ڈاکٹر "ڈاکٹر چلائی ہوئی باہر کی طرف دوڑیں "ڈاکٹر تیزی سے اندر آئے۔ انہوں نے بغل ٹٹولی اور لچکے لگائے۔ "میں ان کے سرہانے خاموشی اور بے حس و حرکت کھڑی سب کچھ دیکھتی رہی" پھر ڈاکٹروں نے سر سے ہاتھیں نکال کر ان کا جسم چاروں طرف سے دھانپ دیا اور خود فرش پر بیٹھ گئے۔ میں سمجھ گئی کہ میرے محبوب بھائی کی مدفن قفس حصری سے پرواز کر گئی ہے۔" قاطر نے اپنی ہادواشتوں میں نوٹ کیا۔

قائد اعظم نے ہر جہرہ اور کوہ رات کے سوا اس پہلے انتقال فرمایا۔ ان کا دل ٹھنڈے ٹھنڈے صرف ۷۰ پر مڑ رہا تھا۔ انہیں اگلے دن کراچی میں سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں آج کل سنگ مرمر کا ایک خوبصورت مقبرہ موجود ہے جس میں آمدن کی سب سے زیادہ قابل ذکر مستقل حرائج اور کچھ میں نہ آنے والی عطیات میں سے ایک ہستی اکرام قریب ہے۔

آل اولاد

فاطمہ جناح جو اپنے بھائی کی زیادہ تر املاک کی وارثت نہیں، ۱۸ جولائی ۱۹۵۷ء کو دم وانبھیں تک پاکستان میں قیام پذیر رہیں۔ اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور ملت نے ایوب خان کے خلاف صدر مقرر کی انتخاب کروا اور ملک کے مشرقی بازو میں بھاری اکثریت حاصل کی تاہم ایوب خان کی "بیجاوی جمہوریت" کی تحلیک نے انہیں ہرایا۔ اس کے بعد انہوں نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے عظیم بھائی کی زندگی پر کتاب لکھنے میں مصروف ہو گئیں۔

جناح کی صاحبزادی دینا ان کی زندگی میں کبھی پاکستان نہیں آئی۔ صرف جنازہ کی دعا میں شرکت کے لئے کراچی پہنچی اور جلد ہی لندن لوٹ گئی۔ جب اس نے پارسی والدین کے ہاں جنم لینے والے عیسائی شخص (نیل وانڈیا) کے ساتھ شادی کا ارادہ ظاہر کیا تھا تو قائد اعظم نے اسے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس حد سے بھی آگے چلے گئے جہاں تک سر ریڈا بیٹس گیا تھا۔ جنس بھاگ کی روایت ہے "جناح نے سب معمول اپنے بطور شفیق انداز میں دینا سے کہا کہ ہندوستان میں لاکھوں مسلمان ڈکے سوجھ بوجھ اور وہ غصہ پسند کرے" اسی کے ساتھ شادی کر دی جائے گی۔" اس پر نیوان صاحبزادی نے "جو حاضرہ الہی میں اپنے باپ سے جدا کر چکی نہایت کہا" کہا جان ہندوستان میں لاکھوں مسلمان لڑکیاں سوجھ بوجھیں "آپ نے ان میں سے کسی ایک کے ساتھ کیوں شادی نہیں کی تھی؟"۔ باپ لاجواب ہو گیا اور اس نے شادی کے بعد اپنی لازمی اور عینی بنی کو دوبارہ منہ نہیں لگایا۔ گوندوں میں خط و کتابت کا سلسلہ قائم رہا تاہم جناح کی طور پر اسے "سزا دینا" کہہ کر غائب کرتے۔ اپنے دوستوں سے اس کے حلقے گفتگو کرنے سے اجتناب رہتے اور برعکس کہنے کہ ان کی "کھلی بنی نہیں ہے۔"

دینا جناح اور نیل وانڈیا بھتیجی میں دماغی پذیر تھے۔ ان کے واسطے ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد دونوں میں طلاق ہو گئی۔ وانڈیا نے "جو وانڈیا کرشنل و لیکٹا کل فرم کا مالک تھا" سارا کاروبار اپنے بیٹے فضل کے سپرد کر دیا۔ وہی آج کل وانڈیا انڈسٹریز لینڈ کے بوز آف وانڈیکٹرز کا سربراہ ہے۔ اس کے واسطے ہیں جو بھتیجی میں رہتے ہیں۔ دینا کی ایک بنی بھی ہے "دینا میں دشمن (برعکس) میں رہتی ہے۔ جناح کی موت کے وقت وہ اپنی پھوپھی تھی کہ اپنے دادا کے بارے میں اسے "کچھ یاد نہیں۔ نیل وانڈیا نے دینا کو طلاق دینے کے بعد ہندوستان کو فریاد کیا اور سو فریڈ لینڈ میں جا بسا۔ دینا کو یاد کہ پلنگی اور ۱۹۸۸ء تک وہیں رہا۔ "سین ریوٹو میں اپنی رہتی تھی۔ گویا جناح کی اصل کل نولاد میں سے کسی نے بھی پاکستان کو اپنا وطن بنا پسند نہیں کیا۔ ○○

(" بھلا تم پاکستان " کے بارے میں وضاحت آگے سے ہر لحاظ نہیں)

فرمانیت قائد اعظم

ہم جتنی زیادہ تفکیکیں سنا اور قریاں دینا سیکھیں گے، اتنا ہی زیادہ پاکیزہ "عالم اور مضبوط قوم کی حیثیت میں ہم ابھرے گے" جیسے سنا آگ میں چپ کر کھن بن جاتا ہے۔

ضروری وضاحت



سنچے واہرٹ کی کتاب "جٹل آف پاکستان" کی دنیا بھر میں دھوم ہے، اس میں مصنف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے قائد اعظم کی شخصیت کو اجاگر کیا اور ترجمہ صغیر کے سیاسی حالات و واقعات پر روشنی ڈالی ہے۔۔۔۔۔ اس کتاب میں بیان کردہ کئی واقعات اور ان سے اخذ کئے جانے والے نتائج کی صحت سے انکار کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ نہ بھولا جائے کہ مصنف امریکی ہے اور وہ اپنی ثقافت کے پس منظر میں سوچتا اور نتائج اخذ کرتا ہے۔۔۔۔۔ ہم نے اس کتاب کا ترجمہ جوں کا توں چھاپ دیا ہے، صرف صفحہ ۷۸ اور ۷۹ پر مصنف نے قائد کی ذاتی زندگی کے بارے میں جن دو واقعات کا ذکر کیا تھا "انہیں حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ دونوں واقعات قائد کی مجموعی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتے اور ان کی تردید مصنف نے اپنے بیان کردہ بعض دوسرے واقعات سے بھی کر دی ہے۔۔۔۔۔ مصنف نے قائد کی بیٹی کی پیدائش کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس وقت دہلی جٹل سینما دیکھ رہی تھیں "فریڈم آئیٹ بلڈ ٹائٹ" کے مصنف نے اس سے اتفاق نہیں کیا، مصنف کو یہل بھی غلط فہمی ہوئی۔۔۔۔۔ بیٹی کی ولادت مکان میں ہوئی، سینما ہال میں نہیں۔ ہم اس کتاب کو اس لئے چھاپ رہے ہیں کہ مصنف کا مجموعی رویہ مثبت ہے اور اُس نے قائد کی شخصیت کو دنیا سے متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔۔۔۔۔ اس میں بیان کردہ بعض واقعات کی مغالطہ انگیزی سے بہر حال انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ۷۹ء کے فتوات کے حوالے سے بھی مصنف نے جو کچھ لکھا ہے، اس پر غور کرنے اور اس کی لٹھ فٹیوں کو حقائق کی زبان میں دور کرنے کی ضرورت ہے۔

(ادیب میٹر)

(از سرشتہ بلدیہ انک)

اشتہار ٹینڈر نوٹس

پہلی تاریخ وصولی ٹینڈر = ۹ - ۹ - ۸ دوسری تاریخ وصولی ٹینڈر = ۹ - ۹ - ۱۸ تیسری تاریخ وصولی ٹینڈر = ۹ - ۱۲ - ۲۲

مندرجہ ذیل کاموں کے لئے منظور شدہ ٹھیکیداران جنہوں نے سال رواں کی فیس بلدیہ کے فنڈ میں جمع کرا دی ہیں۔ سرپرست ٹینڈر مطلوب ہیں۔ ٹینڈر نیچے درج شدہ تاریخ کو دن کے بارہ بجے تک وصول کئے جائیں گے۔ مذکورہ تاریخ اور وقت پر ٹھیکیداران اور ان کے نمائندوں کی موجودگی میں کھولے جائیں گے جو اس وقت وہاں موجود ہوں گے۔ ۱۔ ڈاک اور تار کے ذریعے ارسال شدہ ٹینڈروں پر غور نہیں کیا جائے گا۔ ۲۔ زر ضمانت صرف چالریں بلدیہ یا منظور شدہ بجک کی سی ڈی آر قائل قبول ہوگی۔ ۳۔ زر ضمانت کی عدم موجودگی میں نہ تو ٹینڈر جاری کئے جائیں گے اور نہ ہی ان پر غور کیا جائے گا۔ ۴۔ کام کی تفصیل دفتر بلدیہ کے میونسپل انجینئر کے پاس دفتری اوقات میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ۵۔ جناب چیئرمین بلدیہ کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ بغیر وجہ بتائے تمام ٹینڈروں کو مسترد کر دیں۔ ۶۔ مشکوک ٹینڈر قائل قبول نہ ہو گا۔ ۷۔ ٹینڈروں کے کاغذات فیس ادا کر کے ٹینڈروں کی وصولی کی تاریخ سے ایک دن پیشتر دفتر بلدیہ سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ۸۔ ٹینڈر وہ ٹھیکیدار دے سکتے ہیں جو مکمل لوکل گورنمنٹ کے منظور شدہ ہوں بعد اوائلی۔ میونسپل فیس جمع کرا کے ٹینڈر دے سکتے ہیں۔

۲۷۰ -	پچھلی سورتی دلی ط پھرتی ایست	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۲۰۰۰۰	۲۷۰
۲۷۱ -	غیر گھڑی دار، پانچویں کرکٹ گول	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۱۰۰۰۰	۲۷۱
۲۷۲ -	غیر گھڑی دلی ای دستہ مسیح دلی پاک تر	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۱۰۰۰۰	۲۷۲
۲۷۳ -	غیر گھڑی دار، دلی ط	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۲۰۰۰۰	۲۷۳
۲۷۴ -	غیر دلی ط کرکٹ	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۲۰۰۰۰	۲۷۴
۲۷۵ -	غیر گھڑی دار، نمر ۱۰	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۱۰۰۰۰	۲۷۵
۲۷۶ -	سورتی دلی دار، نمر ۱۰	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۱۰۰۰۰	۲۷۶
۲۷۷ -	پاک تر، دلی ط	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۱۰۰۰۰	۲۷۷
۲۷۸ -	پرائمری سکول شیلڈ کالونی	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۱۰۰۰۰	۲۷۸
۲۷۹ -	پرائمری سکول دلی ط	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۱۰۰۰۰	۲۷۹
۲۸۰ -	غیر دلی ط دار، نمر ۱۰	نمر ۱۰۰۰۰۰	نمر ۱۰۰۰۰	۲۸۰

المشتہ

شیخ شاہد محمود
چیرمین بلدیہ انک

LP.L. 6989

430	21900	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 10
430	21500	دیوانہ خیر الخیر طوبیہ دارالجمہور 10
220	113300	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
410	20200	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
180	9800	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
1040	52000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
8000	400000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
200	9900	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
200	10600	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
200	10000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
400	20000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
280	14000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
400	20000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
500	25000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
330	16700	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
130	6550	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
180	8650	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
280	10300	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
400	20000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
180	9000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
600	32100	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
180	9200	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
280	14130	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
7100	354000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
7600	37800	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15
280	13000	خیر الخیر کھوارگی، مسلمانان و جمعیت آبادی دارالجمہور 15

اشتہار نیلام

ہر خاص دعام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۹۹ء بوقت دس بجے صبح
 بمقام بھکر کینال ریٹ ہاؤس میں نمبر دہان کھڑے کرے پڑے ٹنگ درختیں کا نیلام
 ہو گا۔ ٹھکانہ کٹائی شدہ نمبر دہان چک ۳۰ فی ڈی اے - سید والا - دن آر روڈی -
 حانڈ والا - ہیڈ پک - صاحب برانچ - جی والا برٹولی - شاہ پور برانچ (میلانی) باقرو - جہان
 آباد - جن - کھلور - سدون برانچ - لڈے والا - بہری والا - دھوری - فقیریاں - سیل
 ڈپو نمبر مختلف اقسام ۱۲۷۳ کھ فٹ - پالن ۵۶۹۹ کھ فٹ اشتہار سبز ٹنگ
 کرے پڑے درختیں ازاں بوتلہ - دھوریاں - IR آ IR دھوریاں - ٹھکانے - آدمی
 کوٹ راجہاہ - بولا ڈیرین - مونہ بھیوہ سسٹم - رکن - پٹ - اجووال - لورنگ راجہاہ
 تعدادی درختیں: ۱۹۹۳ - ۷۸۳۳ - ۲۰ شیشم پٹ

دیگر تفصیلات یعنی لاٹ وارہ بشرطہ نیلام کے بارے میں معلومات زیر دستخطی کے
 دفتر سے کسی بھی دن اوقات کار میں ماحضہ کی جاسکتی ہیں

مستقیم جنگلات

کینال سائیڈ پلانٹیشن ڈویژن

سرگودھا

I.P.L 6994

شارٹ ٹینڈر ٹولس

طبع کو نسل خانہ ایل کے معذور شدہ فلکیک ادا میں سے درج ذیل تفصیل کے مطابق سرسر ٹینڈر مطلوب ہیں۔ ٹینڈر فارم دفتری اوقات میں سورڈ ۹-۹-۸۰ دفتر و سرنگ انجینئر سے فرم حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ٹینڈر فارم سورڈ ۹-۹-۹۰ کو وصول کئے جائیں گے اور اسی روز فلکیک ادا میں کی ضرورت کی صورت میں بوقت ۳ بجے کھولے جائیں گے۔ ذریعہ خطی کو ایک یا کل ٹینڈر منسوخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

نوٹ :- مطلوبہ آراء کو ٹینڈر نہ آنے کی صورت میں درج ذیل باتوں کو ٹینڈر لئے جائیں گے۔ سورڈ

۹-۹-۹۰ ۹-۹-۹۰ ۹-۹-۹۰

نمبر شمار	نام کام	تخمین	زیر حالت	مدت تخمین
۱۔	سورنگ چک ٹبرمہ اور ۳۵	۱۰۰۰۰۰	۲۰۰۰	مطابقی ورک اور ۳۵
۲۔	قبر لاہلہ اور ۵۰ سی	۸۰۰۰۰۰	۱۵۰۰	"
۳۔	سورنگ چک ۱۰۔ اور ۳۵ چید	۴۰۰۰۰۰	۸۰۰	"
۴۔	سورنگ چک اپنی گرائیں	۳۰۰۰۰۰	۷۰۰	"
۵۔ ۶۔	قبر لاہلہ اور ۳۵ اور ۳۵ سورنگ	۱۵۰۰۰۰	۵۰۰	"
۷۔	قبر گھڑا چنری ۳۰۔ اور ۳۵	۳۰۰۰۰۰	۷۰۰	"
۸۔	قبر گھڑا چنری اور ۳۵ اور ۳۵ سورنگ	۱۵۰۰۰۰	۵۰۰	"
۹۔	قبر چار دیواری اور ۳۵ اور ۳۵ سورنگ	۱۵۰۰۰۰	۵۰۰	"
۱۰۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۳۰۰۰۰۰	۷۰۰	"
۱۱۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۱۰۰۰۰۰	۲۰۰	"
۱۲۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۳۰۰۰۰۰	۷۰۰	"
۱۳۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۱۰۰۰۰۰	۲۰۰	"
۱۴۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۳۰۰۰۰۰	۷۰۰	"
۱۵۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۱۰۰۰۰۰	۲۰۰	"
۱۶۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۳۰۰۰۰۰	۷۰۰	"
۱۷۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۱۰۰۰۰۰	۲۰۰	"
۱۸۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۳۰۰۰۰۰	۷۰۰	"
۱۹۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۱۰۰۰۰۰	۲۰۰	"
۲۰۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۳۰۰۰۰۰	۷۰۰	"
۲۱۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۱۰۰۰۰۰	۲۰۰	"
۲۲۔	قبر سورنگ دہلی چک ۳۵۔ اور ۳۵	۳۰۰۰۰۰	۷۰۰	"

۲۳	۲۳۰۰	۲۳۰۰	تقریرات چار کنڈیں دلا سو شیخ کی
۲۴	۲۴۰۰	۲۴۰۰	کچن حرمت گزشتہ روز
۲۵	۲۵۰۰	۲۵۰۰	سوانح دہلی کی
۲۶	۲۶۰۰	۲۶۰۰	تقریرات اعلیٰ ۲۰
۲۷	۲۷۰۰	۲۷۰۰	سوانح پنجہ صدر جنا گھر آباد ۵۰ - آر آر ۱۰۹
۲۸	۲۸۰۰	۲۸۰۰	تائیں و سوانح اعلیٰ راجا
۲۹	۲۹۰۰	۲۹۰۰	تقریر مسافر خانہ پل رانگو
۳۰	۳۰۰۰	۳۰۰۰	سوانح احمدی چک نمبر ۱۰ آر آر ۱۰۳
۳۱	۳۱۰۰	۳۱۰۰	مکان عبدالمجید نادرشید
۳۲	۳۲۰۰	۳۲۰۰	پینگ کر و سکول اطراف چای مسجد مولانا نوال
۳۳	۳۳۰۰	۳۳۰۰	سوانح کوٹ سجاد رام ناچار سجاد نوال
۳۴	۳۴۰۰	۳۴۰۰	تذکرہ بیست کہ چلت و مرست ذی آر آر ۱۰۳
۳۵	۳۵۰۰	۳۵۰۰	سوانح دہلی اکسٹر جو اشفاق شاہ کوٹ
۳۶	۳۶۰۰	۳۶۰۰	دلی چای مسجد کہیں چلی جس آباد
۳۷	۳۷۰۰	۳۷۰۰	دلی سو شیخ جس آباد کھوکھو نوال
۳۸	۳۸۰۰	۳۸۰۰	دلی گی لیا داس دلی شاہ کوٹ
۳۹	۳۹۰۰	۳۹۰۰	سوانح چک نمبر ۱۰ آر آر ۱۰۳ سجاد نوال
۴۰	۴۰۰۰	۴۰۰۰	سوانح دہلی پنجہ کوٹ لیل شاہ کوٹ
۴۱	۴۱۰۰	۴۱۰۰	سوانح دہلی پانیاس سے سوانح عبدالمجید
۴۲	۴۲۰۰	۴۲۰۰	سوانح دہلی دہلی سے دہلی کی
۴۳	۴۳۰۰	۴۳۰۰	تائیں چک نمبر ۱۰ - آر آر ۱۰۳
۴۴	۴۴۰۰	۴۴۰۰	سوانح پنجہ مہاراجہ اسے انچار ۳
۴۵	۴۵۰۰	۴۵۰۰	سوانح دہلی اندرون اسے انچار ۳
۴۶	۴۶۰۰	۴۶۰۰	سوانح دہلی سنی پاز
۴۷	۴۷۰۰	۴۷۰۰	سوانح دہلی سنی نوال شریکٹ
۴۸	۴۸۰۰	۴۸۰۰	سوانح دہلی جنگ دہلی دہلی سوانح صدر
۴۹	۴۹۰۰	۴۹۰۰	سوانح سوانح دہلی جنگ دہلی سنی گھیراں
۵۰	۵۰۰۰	۵۰۰۰	سوانح دہلی جنگ دہلی سنی طبع
۵۱	۵۱۰۰	۵۱۰۰	سوانح دہلی جنگ دہلی سنی مکان دہلی
۵۲	۵۲۰۰	۵۲۰۰	سوانح سنی پانچ دہلی سنی جنگ دہلی
۵۳	۵۳۰۰	۵۳۰۰	تقریر بی بی دہلی سو
۵۴	۵۴۰۰	۵۴۰۰	تقریر پانی سنی کھانا دہلی سو
۵۵	۵۵۰۰	۵۵۰۰	سوانح نوال شریکٹ سو شیخ مسعود
۵۶	۵۶۰۰	۵۶۰۰	سوانح سنی پاز سنی سو شیخ کی پاز
۵۷	۵۷۰۰	۵۷۰۰	تقریر بی بی دہلی مسعود دہلی گھیراں

۵۲	۱۰۰۰	۱۰۰۰۰	قبریل دیواری مہار علی شاہ سوری پر
۵۳	۱۰۰	۱۰۰۰۰	قبریل باباں مہارک پر یعنی ہزاروں
۵۴	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک ملا روایتی و گچہر سوانک ہائی وے
۵۵	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک ملا روایتی و گچہر چار انصاری و کا
۵۶	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک ایس پر راجہ سوانک دانی و گچہر و گچہر
۵۷-۵۸	۱۰۰۰	۱۰۰۰۰	روڈ و راک سوانک ٹیٹ آگوت ہلی
۵۹	۱۰۰	۱۰۰۰۰	قبریل سوانک و تالیاں ملا روایتی و گچہر
۶۰	۱۰۰	۱۰۰۰۰	قبریل گچہر و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۶۱	۱۰۰	۱۰۰۰۰	قبریل سوانک ملاں سوانک
۶۲	۱۰۰	۱۰۰۰۰	قبریل راجہ و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۶۳	۱۰۰	۱۰۰۰۰	قبریل سوانک چک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۶۴	۱۰۰	۱۰۰۰۰	چنگ یعنی چنگ و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۶۵	۱۰۰	۱۰۰۰۰	قبریل پٹا کمال جات سوانک سوانک
۶۶	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۶۷	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک گچہر یعنی گچہر
۶۸	۱۰۰	۱۰۰۰۰	قبریل پٹا سوانک مظہر محمود سوانک
۶۹	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۷۰	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۷۱	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۷۲	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۷۳	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۷۴	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۷۵	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۷۶	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۷۷	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۷۸	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۷۹	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۸۰	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۸۱	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۸۲	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۸۳	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۸۴	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۸۵	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۸۶	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۸۷	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۸۸	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۸۹	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۹۰	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۹۱	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۹۲	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۹۳	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۹۴	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۹۵	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۹۶	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۹۷	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۹۸	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۹۹	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر
۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰۰۰	سوانک سوانک و گچہر و گچہر و گچہر و گچہر

۱۷۷	۲۰۰	۲۰۰۰۰	سورگ اسیر گزہ ناگہاں
۱۷۸	۲۰۰	۲۰۰۰۰	سورگ کت ملوٹ
۱۷۹	۲۰۰	۲۵۰۰۰	قیریل وادیا شمر گزہ باغیچہ داک
۱۸۰	۲۰۰	۲۵۰۰۰	قیریل پائیں اپنی کھراں موضع سرخاڑ چور
۱۸۱	۲۰۰	۲۰۰۰۰	وسیع سورگ اپات خان عتہ لہرلف چہ عزاوال
۱۸۲	۲۰۰	۲۰۰۰۰	سورگ موضع شیر گزہ
۱۸۳	۲۰۰	۱۵۰۰۰	سورگ گھیاں اپنی کیم شکر وال کت سور پانہ
۱۸۴	۲۰۰	۱۵۰۰۰	سورگ گی چہ دردی قحان کت کمرانی
۱۸۵	۲۰۰	۲۵۰۰۰	سورگ وصال چارون موضع مول چور
۱۸۶-۱۸۷	۲۰۰	۱۰۰۰۰۰	کھنڈ ریت سورگ وصال ناگہاں اہل ہزار ۳
۱۸۸	۲۰۰	۲۰۰۰۰	کھنڈ سورگ چور ناگہاں چور
۱۸۹	۲۰۰	۱۰۰۰۰	قیریل ناگہاں ۱۳۳
۱۹۰	۲۰۰	۲۰۰۰۰۰	وسیع سورگ چک نمبر ۱۰ ناگہاں ۳۲۳
۱۹۱	۲۰۰	۱۰۰۰۰۰	قیریل پات طق وادیا شمر اہل خان
۱۹۲	۲۰۰	۱۰۰۰۰۰	سورگ چک نمبر ۱۰ ناگہاں ۱۳۴
۱۹۳	۲۰۰	۱۰۰۰۰۰	سورگ چک ناگہاں ۱۰ ناگہاں ۱۳۵
۱۹۴	۲۰۰	۱۰۰۰۰۰	سورگ چک ناگہاں ۱۰ ناگہاں ۱۳۶
۱۹۵	۲۰۰	۱۰۰۰۰۰	سورگ چک ناگہاں ۱۰ ناگہاں ۱۳۷
۱۹۶	۲۰۰	۱۰۰۰۰۰	وسیع سورگ سورگ سوئی واک لہرلف کت ایمان شکر
۱۹۷	۲۰۰	۲۵۰۰۰۰	پاکل سورگ ناگہاں ۱۳۸ چ ناگہاں والی
۱۹۸	۲۰۰	۶۰۰۰۰۰	سورگ کوئی گزہ ناگہاں ۱۳۹ چ ناگہاں والی
۱۹۹	۲۰۰	۱۰۰۰۰۰	کھنڈ سرستہ ہلی وادی سگتہ اپنی بے آزمائی
۲۰۰	۲۰۰	۱۰۰۰۰۰	سورگ ناگہاں چک نمبر ۱۰ ناگہاں ۱۴۰

ضلع کوئٹہ خانیوال

اشتہار غلام بلایا شیکہ جات

ضلع کوئٹہ خانیوال کے درج ذیل شیکہ جات مورخہ ۱۰-۹-۱۳۹۱ بمطابق ۱۰ بجے صبح دفتر ضلع کوئٹہ میں غلام کے جائیں گے۔ شرعی غلام دفتر سے ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

شیکہ جات ۱۱- گزہ پوچی کیا کیا نمبر ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-

کوٹیشن مطلوب ہیں۔

ضلع کونسل خانیوال کو اپنے دفتری سہتال ہائے کے لئے چار لاکھ مالیت کی دسکراٹری رینجسٹ اوریات و اوریات خرید کرنے مطلوب ہیں۔ خواہشمند حضرات دو اساز کمپنیاں جو اوریات چلائی کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ اپنی کوٹیشن ٹینڈر بعد کال ڈیڈ لائن ۳۰۰۰ روپے کے حساب سے زیر دھنکی کو ارسال کریں۔ کوٹیشن سورخ ۹-۹-۲۱ تک دفتر ہذا میں پہنچ جانی چاہئے جو کہ اسی دن ٹیکسٹواران کی موجودگی میں کھولی جائیں گی فرسٹ اوریات ضلع کونسل سینٹر و دفتری آفسر خانیوال سے ماحد کی جاسکتی ہیں۔

دعا تکف

ضلع کونسل خانیوال کو ضلع خانیوال کے دیہی علاقہ کے زہرہ ستنی علماء حالات سے دعا تکف برائے سال ۹۲-۱۹۹۹ کے لئے نو روزہ فارم پر در خواشیں سورخ ۹-۹-۲۱ تک درکار ہیں۔ در خواشیں ضلعی ادارہ کے سربراہ و رہائشی حلقہ کے ممبر ضلع کونسل خانیوال سے تصدیق شدہ ہونی چاہئیں۔ دعا تکف فارم دفتر ضلع کونسل سے قیمتاً حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

المشتر
ملک غلام مرتضیٰ متیہ
چیئرمین ضلع کونسل خانیوال

آئی بی ایل ۷۷۷۷